[illegible]

[illegible]

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپئے

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپئے

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ | دو روپئے ۲۰ پیسے

شمارہ | ربیع الاول سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق جنوری سنہ ۸۴ء | جلد

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۴ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۴ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷ ڈی ۱۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ ادارہ اپنے خریداران وصیۃ العرفان کی خدمت میں سال خریداری کے حساب سے نئے سال کے پہلے شمارہ کا تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس ابتدار کو ہم سب کے حق میں مبارک فرمائے اور بحسن وخوبی اس سال کو بھی اختتام تک پہونچائے۔

اس سال رسالہ ہذا میں مضامین کی ترتیب یوں ہوگی کہ رسالہ ۶ فارم کا ہوتا ہے اور ہر فارم ۸ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے اسکے پہلے فارم میں کبھی کبھی حسب ضرورت شروع ہی میں پیش لفظ ہوا کریگا اور بقیہ حصے میں تعلیمات مصلح الامۃ کے عنوان میں حضرت مرشدی مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات مجلس یا جمع کردہ ملفوظات کتب ہوا کریں گے۔ اور دوسرے فارم میں مکتوبات اصلاحی کا سلسلہ بدستور رہیگا۔ تیسرے فارم میں حالات مصلح الامۃ جو مسلسل بیان ہو رہے ہیں وہی سلسلہ چلتا رہیگا۔ چوتھے فارم میں ثمرات الاوراق جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا کشکول ہے بدستور سابق شایع ہوتا رہیگا۔ پانچویں فارم میں تنویر السالکین جو کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب تنبیہ الغافلین کا سلیس اردو میں ترجمہ ہے اسکا بھی سلسلہ طویل ہے اسلئے وہ بھی بدستور سابق چلتا رہیگا۔ چھٹے فارم میں حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ کے مواعظ کا سلسلہ الرفیق معروف بہ تکمیل یوسفی حصہ دوم جو شایع ہو رہا ہے وہی جاری رہیگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عزائم کی تکمیل فرمائے۔ آمین۔

ہم نے گذشتہ شمارہ میں چندہ میں اضافہ کا اعلان کیا تھا کہ اب رسالہ ہذا کا سالانہ چندہ مبلغ پچیس ۲۵ روپیہ ہوگا لیکن ہمارے بہت سے حسن المعاملہ احباب نے پیشگی چندہ پہلے سے پہلے (رسالہ ملنے سے پہلے ہی) بائیس ۲۲ روپیہ بھیجدیا ہے انھیں دوبارہ تکلیف کرنی ہوگی اور عام ناظرین سے گذارش ہے کہ ارسال چندہ میں سبقت فرما دیں۔

اور فروری سنہ ۶۳ء کا شمارہ ان حضرات کی خدمت میں بھیجنا اسوقت تک ملتوی رہیگا جب تک انکا سنہ ۶۳ء کا چندہ دفتر کو نہ وصول ہو جائے —— لہٰذا جن حضرات کے ذمہ سنہ ۶۳ء کا چندہ باقی ہے وہ جلد توجہ فرمائیں۔

(ادارہ)

(۱۲۰۔ محافظت علی الصلوٰۃ)

قال اللہ تعالیٰ بعد ذکر بعض الانبیاء :۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرماکر فرمایا :۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۔

پھر ان کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا خواہ اعتقاداً کہ انکار کیا یا عملاً کہ اسکے ادا کرنے میں یا حقوق و آداب ضروریہ میں کوتاہی کی، اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی (جو ضروری طاعت سے غافل کرنیوالی تھیں) سو یہ لوگ عنقریب آخرت میں، خرابی دیکھیں گے (خواہ ابدی یا غیر ابدی) بیان القرآن ص۱۲ پ۱۶)

کل مسجد میں اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ ہی کے متعلق بیان کیا تھا آج پھر اسی کے متعلق بیان کرتا ہوں سنیئے۔ اضاعت کے بالکل مقابل محافظت ہے جب اضاعت ہوگی تو پھر محافظت نہیں رہ سکتی اور محافظت نماز کی یہ ہے کہ اسکو وقت مستحب پر ادا کیا جائے اسکے تمام آداب ضروریہ اور حقوق کی پوری پوری رعایت کیجائے اور اسکو خشوع کے ساتھ پورا کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین مفلحین کی صفات میں سے انکے خشوع فی الصلوٰۃ اور محافظت علی الصلوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا ہے ۔ وہ آیات یہ ہیں :۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

باتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت میں) فلاح پائی جو (تصحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کے ساتھ بھی موصوف ہیں یعنی وہ) اپنی نماز میں (خواہ فرض ہو یا غیر فرض) خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی (حرام شہوت رانی)

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

سے حفاظت کرنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے کیونکہ ان پر (اسمیں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اسکے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس (بریں) کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بیان القرآن ص۸۵ پ۱۸)

سبحان اللہ کیا عمدہ کلام ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے خشوع فی الصلوٰۃ سے کلام کو شروع فرمایا اور صلوٰۃ ہی کی محافظت پر ختم فرمایا۔ اب خشوع کے بارے میں سنئے کہ بعض لوگ نماز میں خشوع کو فرض کہتے ہیں جیسے قیام وقعود وسجود وغیرہ فرائض ہیں اسی طرح خشوع بھی فرض ہے بغیر اسکے نماز ہی نہ ہوگی۔ لیکن حق یہ ہے کہ نماز تو ہو جائیگی مگر قبول عنداللہ ہونے کے لئے خشوع ہونا ضروری ہے اس اعتبار سے اسکو فرض بھی کہا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو درداء سے سند حسن سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت سے پہلی چیز جو اٹھائی جائیگی وہ خشوع فی الصلوٰۃ ہے۔ یہاں تک کہ کوئی خاشع نہیں دیکھو گے۔ دیلمی نے مسند فردوس میں سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ لا صلوٰۃ لمن لایتخشع یعنی وہ نماز ہی نہیں ہے جس میں خشوع نہ ہو۔ تو اس سے خشوع کی کسقدر اہمیت اور عظمت معلوم ہوتی ہے اب دیکھئے کہ خشوع وغیرہ تو درکنار بہت سے لوگ سرے سے نماز ہی کے تارک ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے شہوات کی اتباع کرلیا ہے۔ جب شہوات کی اتباع کرلی جائیگی تو اسکی وجہ سے نماز تو ترک ہو ہی جائیگی۔ جاڑے میں وضو کرنا، غسل کرنا اسی میں لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔ گرم بستر سے نکلنا یہ بہت ہی بڑی بات ہے اسی کیوجہ سے

سست ہو جاتے ہیں ۔ تو اب سنئے اور اسی کو مجھے بیان کرنا ہے کہ جو لوگ نماز کی محافظت کرتے ہیں وہ کبھی گھاٹے میں نہیں ہیں انکا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے ۔ اسکو اس طرح سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں) علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت اس طرح فرمائی کہ مسلمانوں کے قلوب میں یہ بات ڈالدی کہ اسکو حفظ کیا جائے چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتنے بچے حفظ کر رہے ہیں اور اپنے سینوں میں قرآن شریف کو محفوظ کر رہے ہیں. قرن اول سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا اگر اعداء دین اسکو مٹانا چاہیں تو ہرگز مٹا نہیں سکتے ۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی کتاب شروع سے آخر تک حفظ کی گئی ہو اور اتنے لوگوں کے صدور میں محفوظ ہو ۔ یہ خرق عادت ہے اور خرق عادت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اپنے بندے کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں ۔ ایک مولوی صاحب ایک آریہ سے مناظرہ کر رہے تھے ایک آیت کی تلاوت شروع کی مگر قصداً یا سہواً پوری آیت تلاوت نکر سکے تو فرمایا کہ جو لوگ حافظ قرآن ہوں کھڑے ہو جائیں اور اس آیت کو پڑھیں تو حفاظ کھڑے ہو گئے جو کثیر تعداد میں تھے اور آیت کو پڑھا تو مولوی صاحب نے اپنے مقابل سے فرمایا کہ قرآن مجید کے اتنے حافظ ہیں آپ کی کتاب کا کوئی حافظ ہے ؟ بس اسی پر مناظرہ ختم ہوگیا

اللہ تعالیٰ اپنے قرآن کی حفاظت ان حفاظ کے ذریعہ فرما رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان حفاظ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا مرتبہ ہے ۔ جب قرآن کی حفاظت اس طرح اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں تو دین کے احکام کو اللہ تعالیٰ نے ہی نازل فرمایا ہے اسکی بھی حفاظت قیامت تک فرمادیں گے ۔ اور نماز دین کا بعد الایمان سب سے بڑا شعبہ ہے اسکی حفاظت کتنی ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت اور اقامت کیلئے نمازیوں کو کھڑا کیا ہے ۔ پس نمازی جیسے ہی نماز پڑھکر اپنے ذمہ سے سبکدوش ہوتا ہے اور فرض ادا کرتا ہے اسکی وجہ سے اسکو ثواب عظیم ملتا ہے ۔ اسکے ساتھ دین کے

ایک اہم شعبہ کی حفاظت کر رہا ہے اگر نہ پڑھے تو نماز جیسی فضیلت والی اور محبوب شئے ضائع ہو جائے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے بطور تحفہ لائے تھے، تو اس حفاظت کی وجہ سے اسکا مرتبہ بہت اعلیٰ ہو جاتا ہے اسلئے کہ وہ سرکاری محافظ ہے اسکی تنخواہ اسکو الگ سے ملیگی اور جانتے ہو وہ تنخواہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری محافظت فرماتے ہیں تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتے ہو۔ پھر کوئی چیز تمکو ضرر نہیں پہونچا سکتی۔

دیکھو جب تم نے نماز کی حفاظت کی تو اپنے دین وایمان کی محافظت کی اور اپنی محافظت کی اپنی محافظت اس طرح کہ اللہ تعالیٰ تمھارا محافظ ہوگیا۔

نماز پڑھنے کے لئے کسی سے کہو تو یہ قولی تبلیغ ہے اور خود نماز پڑھو اور لوگ تمکو دیکھیں تو یہ فعلی تبلیغ ہے اور فعلی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ نافع ہے۔ نماز کی ہیئت ایسی ہے کہ اسکا اثر قلوب پر پڑتا ہے حتیٰ کہ اعداء بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے یہاں ایک آدمی آئے تھے جب واپس گئے تو گاڑی کے ڈبہ میں چڑھنے نہیں دیتے تھے، خیر کسی طرح سوار ہو گئے۔ جب نماز کا وقت آیا تو نماز پڑھنے لگے تو وہ لوگ بہت متاثر ہوئے عورتیں اپنے بچوں کو دم کرانے لگیں اور بہت احترام اور تعظیم کا معاملہ شروع کر دیا۔ پہلے تو کہاں چڑھنے نہیں دیتے تھے اور تھوڑی ہی دیر بعد تبرک بن گئے۔

ایک اور قصہ سنیئے۔ مصر پر اعداء چڑھ آئے فوج کے کسی آدمی نے دیکھا کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک امام کی اقتدا کر رہے ہیں اس سے اسکو بہت تحیر وعبرت ہوئی اور جا کر کہا کہ ایسی قوم سے جنگ نہیں کر سکتے اسلئے کہ ایک شخص کی اسقدر اطاعت کرتے ہیں کہ جب قیام کرتا ہے تو سب قیام کرتے ہیں جب رکوع وسجود کرتا ہے تو سب لوگ کرتے ہیں تو جب اطاعت کا یہ حال ہے تو پھر کیسے مقابلہ کیا جا سکتا ہے آخر واپس چلے گئے — نماز میں خالق کی اطاعت تو ہے ہی مخلوق کی بھی غایت درجہ انقیاد واتباع ہے۔ اگر کوئی دل سے نماز پڑھے تو اطاعت کرنا اسکے لئے آسان ہو جائے

پھر اسکے اندر کبر اور سرکشی رہ ہی نہ جاتے۔

پانی پت میں ایک صاحب تہارہ گئے تھے اذان اور نماز مسجد میں بدستور کرتے تھے آخر جو لوگ دشمن تھے وہی اپنے بچوں کو لاتے تھے اور دم کراتے تھے آپنے دیکھا نماز کوئی ایسی معمولی چیز نہیں ہے۔ آج تم اسکو ادا کرو اور خشوع اور آداب ضروریہ کے ساتھ ادا کرو تو دیکھو اللہ تعالےٰ کے یہاں سے تم کو کیا کیا ملتا ہے اور کیسی نصرت ہوتی ہے۔ ہمارے اسلاف دین کے احکام کو سمجھکر اور بصیرت سے کرتے تھے انکو شک وشبہ نہیں تھا وہ ہدایت پر تھے اسلئے انھوں نے کامیابی دیکھی۔

حضرت مولاناؒ (تھانوی) فرماتے تھے کہ ایک ڈپٹی صاحب کی اہلیہ نماز پڑھتی تھیں تو ڈپٹی صاحب کہتے تھے کہ تمکو اس سے کیا ملتا ہے تو وہ خاموش رہتی تھیں حضرتؒ مولانا نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو کہتا کہ "نماز ملتی ہے" اس لئے کہ جو چیز مقصود ہوتی ہے اسکے متعلق یہ سوال کرنا ہی خطا ہے۔ یہ سوال ہوتا ہے وسیلہ میں کہ اسکو کس مقصود کے حصول کیلئے اختیار کیا ہے؟

حضرت مولاناؒ ہی نے ایک صاحب کے بارے میں بیان فرمایا کہ ڈاکٹر تبہ سفر میں تھے کہ انکو غسل کی حاجت ہوئی جب فجر کا وقت ہوا تو لنگی باندھکر پلیٹ فارم پر بیٹھ گئے اور سقہ سے کہا کہ مشک سے پانی ڈالو۔ اس طرح جاڑے کے موسم میں غسل کرکے نماز ادا کی۔ وہ کہتے تھے کہ اس سے ایسی مسرت ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ مومن جب طاعت کرلیتا ہے تو اسکو بہت مسرت ہوتی ہے اور ایک بہت بڑی دولت حاصل ہوجاتی ہے اور زبان حال سے یہ شعر پڑھتا ہے ؎

للہ الحمد نہ مردیم و رسیدیم بدوست آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما

(خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے مجاہدات کیوجہ سے مرے نہیں اور خدا تک پہونچ گئے ہماری اس ہمت مردانہ پر آفریں ہے)

نماز کی برکات دیکھو کہ میرے سامنے مولوی عبدالکریم صاحب حضرت مولاناؒ سے بیان کررہے تھے کہ پنجاب میں ایک سپاہی تھا ایک دفعہ قیدی کو قید خانہ سے باہر لیجا کر کہیں کام کرا رہا تھا واپسی میں نماز کا وقت ہوگیا تو نماز پڑھنے لگا اتنے میں موقع پاکر

قیدی بھاگ گیا۔ نماز سے جب فارغ ہوا تو قیدی کو غائب پایا ادھر ادھر تلاش کیا جب نہیں پایا تو جاکر دفتر میں اطلاع کردیا کہ یہ واقعہ ہوگیا جو کارروائی ہو آپ لوگ کیجئے لوگوں نے کہا جاکر تلاش کرو۔ اس نے سوچا کہ کہاں تلاش کروں جاکر نماز پڑھنا شروع کردیا پڑھ ہی رہا تھا کہ باہر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا انھوں نے پوچھا کہ کون ہو تو کہا کہ قیدی۔ مجھکو قید خانہ لیچلو۔ اس سے پوچھا کہ آخر تمکو کون سی چیز لائی تم تو بھاگ گئے تھے تو کہا کہ جب میں ادھر جاتا تھا تو اندھا ہو جاتا تھا اور جب ادھر آتا تو روشنی ہو جاتی تھی تو میں نے سوچا کہ چلو قید خانہ ہی میں رہو آنکھ تو رہیگی ورنہ عمر بھر ایسے ہی اندھے رہجاوگے۔

سپاہی کی اس کرامت کے بعد سپاہی کی بڑی قدر ہوئی اور ڈیوٹی معاف ہوگئی اور تنخواہ پوری ملتی تھی۔

دوسرا قصہ سنیئے شاہ کرمانی نے طے کرلیا تھا کہ اپنی لڑکی کی شادی کسی نیک لڑکے سے کرونگا ایک مرتبہ ایک لڑکے کو دیکھا کہ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوا تو اسکے قریب جاکر کہا کہ شاہ شجاع کرمانی اپنی لڑکی کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہے اس نے کہا ایسی بات منہ سے نہ نکالو اگر اسکو خبر ہو جائیگی تو توہین عزت کی وجہ سے تمکو سزا دیدیگا۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد شاہ کرمانی نے ظاہر کردیا کہ میں ہی شاہ کرمانی ہوں تمھاری نماز مجھکو پسند ہوئی اس لئے میں اپنی لڑکی کی شادی تمھارے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ اسکے بعد شادی ہوگئی۔

ایک قاری صاحب حج کرنے کے لئے جہاز سے جارہے تھے بزرگ آدمی تھے رات کو قرآن پڑھتے تھے ایک انگریز کپتان ادھر سے گذرتا تھا اور قرآن شریف کی تلاوت سنتا تھا۔ بار بار سنتے سنتے اسکو اثر ہوگیا ایک روز قاری صاحب سے جاکر کہا کہ جو آپ پڑھتے ہیں وہ کیا چیز ہے؟ تو قاری صاحب نے کہا کہ ایسے نہیں غسل کرکے آؤ تو پھر اسکو چھو سکتے ہو وہ گیا اور غسل کرکے آیا اور قاری صاحب کے ساتھ پڑھنے لگا تو اور انگریز کہنے لگے کہ یہ تو مسلمان ہوگیا تو یہ کہتا تھا کہ مسلمان نہیں

ہوا ہوں۔ بجا کر قاری صاحب سے پوچھا کہ کیا میں مسلمان ہوگیا؟ تو انھوں نے کہا کہ آج سے ؟ تم تو اسی دن سے مسلمان ہوگئے جب غسل کرکے آئے اور قرآن کی تلاوت شروع کی تو کپتان نے کہا جب یہ بات ہے تو اب میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ آخر جدہ پہونچکر ملازمت سے استعفا دیدیا اور قاری صاحب کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے چلا گیا۔

آج اگر مسلمان نماز پڑھیں اور خشوع کے ساتھ پڑھیں اور اخلاص اختیار کریں تو اب بھی بہت کام ہو سکتا ہے محض زبانی وعظ و تقریر سے کام نہیں چلے گا۔ دل میں ایمان پیدا کرنا ہوگا۔ تمھارے اسلاف کو دینی احکام سے ذوق ہوگیا تھا اب یہ حال ہوگیا ہے کہ جو لوگ اصحاب ذوق ہیں ان کے پاس تو آتے نہیں انکو کچھ سمجھتے نہیں اور جن کے پاس کچھ نہیں ہے ان کے اوپر گرے پڑتے ہیں۔ اور آپ خود بتلائیے جب نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے تو پھر کیسے ایمان ملے۔ حضرت مولانا مدنیؒ حضرت مولانا تھانویؒ سے فرماتے تھے کہ اجمیر میں ایک عالم تھے جمعہ جمعہ واعظ کہتے تھے ہر جمعہ کو معلوم نہیں کتنے کافر مسلمان ہو جاتے تھے۔ تو آخر کیا بات تھی ؟ یہ ان کے اخلاص کی برکت تھی۔ اسلامی احکام کو ذوق سے بیان کرتے تھے لوگوں پر اسکا اثر ہوتا تھا اور تائب ہو جاتے تھے۔

حضرت علیؓ جہاد میں کسی کافر پہلوان پر غالب آئے اور فوراً تلوار نکالکر اسکو قتل کرنا چاہا تو اس نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا آپ نے اسیوقت تلوار پھینک دی اور اس سے جنگ میں التوا فرمایا۔ اس سے وہ پہلوان بہت متحیر ہوا کیونکہ اسکا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ قتل کرنے میں اور جلدی کریں۔ تو حضرت امیر المومنین رضؓ نے اس شخص سے فرمایا ؎

گفت امیر المومنیں با آں جوان ۔۔۔ کہ بہ ہنگام نبرد اے پہلوان

(حضرت امیر المومنین نے اس شخص سے (اس عفو کا سبب) بیان فرمایا کہ اسے پہلوان لڑائی کیوقت

چوں غدر واندوختی بر روئے من نفس جنبید و تبہ شد خوئے من

(جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو میرے نفس کو غصہ کی وجہ سے جنبش ہوئی اور میرا حسن خلق بگڑنے لگا۔

نیم بہر حق شد و نیم از ہوی شرکت اندر کار حق نبود روا

(پس میرا غزوہ) کچھ تو اللہ کے واسطے رہ گیا اور کچھ ہوائے نفسانی ہو گیا اور حق تعالیٰ کی عبادت میں شرکت جائز نہیں

اور یہ بھی فرمایا کہ تو دست حق کا بنایا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کا مملوک ہے پس مجھکو وہی تصرف جائز ہوگا جو باذن حق ہو اور شرکت فی العبادت کی اجازت نہیں ہے اسلئے تجھکو چھوڑ دیا۔ اس کافر نے جب یہ بات سنی تو اسکے قلب میں ایک نور ظاہر ہوا جسکی وجہ سے زنار توڑ ڈالا اور عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ تخم جفا بوتا تھا کہ مقابل آپ کا بنا اور گستاخی سے پیش آیا مگر آپ تو میزان عدل فی الاخلاق والاعمال نکلے جو متخلق باخلاق الٰہیہ ہیں۔ پس میرا خاندان اور قرابت دار آپ ہی ہیں ؎

من غلام آں چراغ شمع خو کہ چراغت روشنی پذیرفت از و

من غلام موج آں دریائے نور کہ چنیں گوہر در آرد در ظہور

عرض کن بر من شہادت را کہ من من ترا دیدم سرا فراز زمن

قرب پنجہ کس زخویش و قوم او عاشقانہ سوئے دیں کردند رو

(میں تو اس چراغ شمع خو کا غلام ہوں جن سے آپ کے چراغ کو نور حاصل ہوا (مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) میں تو اس موج دریائے نور کا غلام ہوں جو ایسے گوہر کو ظاہر کریں۔ پس مجھ پر کلمہ شہادت کو پیش فرمائیے کہ میں آپکو اسوقت تمام زمانہ سے افضل سمجھتا ہوں۔ غرض کہ اس کے برادری اور اقارب میں سے قریب پچاس آدمیوں نے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اسلام قبول کیا

اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ ——— اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ادفع بالتی هی احسن (برائی کو احسن طریقہ سے دفع کیا کرو) تو صحابہؓ سے بڑھکر نصوص اور آیات الٰہیہ پر کون عمل کر سکتا ہے؟ حضرت علیؓ نے

(بقیہ ...)

(مکتوب نمبر ۳۳۸)

حال: الحمد للہ فی الحال بیماری ظاہر سے نجات ہے جب تک بیماری کا اثر تھا ذکر نہیں کرتا تھا لیکن بیماری کے بعد بھی کچھ سستی باقی رہی لیکن حضرت نے توجہ فرمایا اور اب حالت درست ہوگئی ہے۔ اور الحمد للہ ذکر وغیرہ پھر بدستور جاری ہے بلکہ اس وقت پہلے سے کچھ زیادہ ہی ہے

تحقیق: الحمد للہ

حال: بعد نماز تہجد دوازدہ تسبیح پڑھتا ہوں اس کے بعد اگر موقع ملتا ہے تو کچھ اسم ذات کا ورد کرتا ہوں اور ظہر کے بعد تقریباً تین چار ہزار ذکر کا معمول ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: اور اکثر اوقات اللہ اللہ زبان و دل دونوں سے پڑھتا رہتا ہوں۔ اور حضرت والا کے کلام سے سمجھ گیا ہوں کہ اصلاح نفس کا علاج کلی یہی ہے

تحقیق: الحمد للہ خوب سمجھے۔

حال: اور جزی جزی امراض کی فکر میں بھی لگا رہتا ہوں چنانچہ اصلاحِ نفس کی فکر ہر وقت لگی رہتی ہے — تحقیق: الحمد للہ۔

(بقیہ صفحہ ۱۰)

اسی آیت پر عمل فرمایا اسلئے کہ اگر تھوک کے بدلے میں آپ بھی اسکے چہرہ پر تھوک دیتے تو بھی جائز تھا اسلئے کہ جزاء سیئة سیئة مثلها (برائی کا بدلہ برائی ہے اسی کے مثل) مگر حضرت ؓ نے تھوکا بھی نہیں بلکہ اس سے بڑھکر یہ فرمایا کہ اسکے قتل سے بھی رک گئے۔ اور اگر محض تھوک سے رکتے تو یہ حسن ہوتا اور جب قتل سے رک گئے تو یہ احسن ہوا۔ سبحان اللہ کسقدر عمل آیت پر فرمایا ہے

بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردی احسن الی من اسا

(بدی کا بدلہ بدی سے دینا آسان ہے لیکن اگر تم مرد ہو تو برائی کرنیوالے کے ساتھ احسان کرو)

(مکتوب نمبر ۳۳۹)

حال: حضرت والا! اکثر حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا تذکرہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کا ذکر احباب کے سامنے کر دیتا ہوں اور یہی سمجھتا ہوں کہ گویا حضرت والا ہی کا تذکرہ ہے پھر درمیان میں کسی تقریب سے حضرت والا کا تذکرہ بھی شروع کر دیتا ہوں کہ حضرت حکیم الامتؒ کا ہو بہو نمونہ اگر اس وقت کوئی ہستی ہو سکتی ہے تو وہ حضرت والا دامت برکاتہم کی ہے۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ زیادہ کرنا میرے لئے مضر تو نہ ہوگا

تحقیق: کیوں اشکال ہے؟ اگر مجھ سے عقیدت کم ہے اس وجہ سے ہے تو اسکا حکم آپ سمجھئے۔

حال: مخاطبین کے مصالح کے پیش نظر ایسا کرنا ہوتا ہے کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ مانوس و متاثر رہے۔

تحقیق: یہ تو آپ ہی کو علم ہے واللہ بصیر بما تعملون۔

حال: حضرت والا ڈاڑھی کے بال ایک آدھے، ہاتھ ڈاڑھی پر پھیرتے وقت جھڑ جاتے ہیں تو انکو توڑ دیا جاتا ہے اسکی کوئی حقیقت ہے یا دیسے ہی عادت پر محمول ہے۔ بہت دنوں سے خدشہ ہے۔

تحقیق: امور ضروری میں خدشہ نہیں ان امور میں خدشہ ہے؟

حال: کوئی بات اسکے متعلق دیکھی یا سنی نہیں ہے حضرت والا اسکے حکم سے مطلع فرمائیں گے تو بڑی بندہ نوازی ہوگی۔ تحقیق: کیسا حکم

حال: اس ناکارہ کیلئے کامل رضامندی حق تعالیٰ کی حاصل ہونے اور مقاصد دارین پورے ہونے اور خاتمہ وقت پر بخیر ہونے کی دعا کی درخواست عاجزانہ ہے۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: حضرت والا! بہت دنوں سے ایک بات دل میں آتی ہے کہ مجھی

مولانا جامی صاحب سے دریافت کروں کہ ابنائے زمانہ کا حال یہ ہے کہ بڑی سے بڑی نعمت کو جب وہ قریب ہوتی ہے تو چند دنوں کے بعد اسکی قدر جیسی کرنی ہے اور اس سے جس طرح سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے ویسا نہیں کرتے بجز مخلصین صادقین کے اور وہ تو بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

تحقیق: زندگی میں قدر نہیں ہوتی اور بعد میں ہوتی ہے اور جیسے شیخ کی نہیں ہوتی اور شیخ الشیوخ کی ہوتی ہے —— اگر لوگ قدر کم کریں تو میرا کیا حرج ہے۔ آپ کا شاید ہو کہ آپ کے اعتقاد کی بنا پر شاید ضعیف ہو۔ میں تو سمجھا تھا کہ آپ سمجھ رہے ہیں مگر معلوم ہوا کہ ہنوز دلی دور است' اگر سمجھ میں آجائے تو خیر ورنہ مجھکو معاف کیجئے اور اپنے کو مستقل سمجھئے۔

حال: حضرت والا الہ آباد میں ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ سے رونق افروز ہیں مولانا موصوف نے ایک سال قبل تحریر فرمایا تھا کہ الحمد اللہ ہر طبقہ کے لوگ حضرت والا کیطرف متوجہ ہیں اب اسوقت وہاں کے لوگوں کا حال کس طرح ہے معلوم کرنے کا دلی تقاضا ہے۔ دلمیں تو یہی بات آرہی ہے کہ الحمد للہ حق تعالیٰ کو حضرت کی تعلیم و تربیت اور اخلاص و نفاق کی بحث پسند اور مقبول ہے آثار ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے انکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

کا ظہور ہو کر ہی رہے گا۔ اگر خلاف مصلحت میرے حال کے نہ ہو تو حضرت والا اسکی اجازت مرحمت فرمائیں تو اس دور افتادہ خادم کیلئے بڑی نعمت ہے

تحقیق: آپ کے لئے یہ کیوں نعمت ہے کیا عام طور پر رجوع ہی بہت ہے آپ کے لئے۔

(یہ تحریر بھی ساتھ میں گئی)

عرض ہے کہ مولوی جامی صاحب کی طبیعت چند دنوں سے ناساز ہے اسلئے بندہ آپ کو کچھ لکھنے کی جرأت کر رہا ہے وہ یہ کہ آپ کے خط سے

حضرت مولانا مدظلہ العالی کو جسقدر اثر ہوا اسکا اندازہ آپ خود حضرت والا کی تحریر سے لگا سکتے ہیں۔ یہ اثر اسلئے ہوا کہ آپ کے خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتک آپ فضولیات اور لایعنی باتوں میں مشغول ہیں اور کام پر نہیں لگے ہیں۔ اگر حضرت والا سے اعتقاد نہیں ہے تو حضرت مولانا تھانویؒ کو تو مانتے ہیں کہ حضرت کس قدر فضولیات اور لایعنی باتوں سے روکتے تھے۔

آپ نے یہاں کے کام کے متعلق جو لکھا ہے تو سنیئے الحمدللہ یہاں خوب کام ہو رہا ہے مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ کثیر تعداد میں نہایت اخلاص اور اعتقاد کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور حضرت والا کے باتوں کو دل میں اتار رہے ہیں علاوہ ازیں روزانہ باہر سے بذریعہ ڈاک تیس تیس بلکہ اس سے بھی زیادہ خطوط آتے ہیں تو اس سے اندازہ نہیں لگتا ہے کہ کس قدر کام ہو رہا ہے۔ اور کتنے لوگ حضرت والا کو مانتے ہیں اور مانتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اپنے بندوں میں سے جس سے چاہتے ہیں اس سے لے لیتے ہیں کسی خاص شخص کے ماننے پر موقوف نہیں جو نہیں مانتے وہ اہل اللہ کا بگاڑ سکتے ہیں اپنی خیر منائیں۔ وطن میں اور یہاں بھی جو جماعت حضرت مولانا تھانویؒ کی مخالف ہے وہی حضرت کی بھی ہے۔ اگر آپ کا بھی جی چاہے تو انھیں لوگوں میں داخل ہو جائیے۔ حضرت والا کو کسی قسم کی پرواہ نہیں ہے۔

(یکے از خدام حضرت والا)

(مکتوب نمبر ۳۴)

حال : حضرت والا مدظلہ کی دعاؤں کی برکت سے بخیر و عافیت ہوں امید کہ حضرت والا کا مزاج سامی بھی اچھی طرح ہوگا۔

فن تصوف کی ایک بات پر اشکال ہے حضرت والا کی پاکیزگی نفس وجلاء قلب و آراستگی باطن و حسن اخلاق و تبحر علمی اور تعمق نظری سے بڑی امید

دتوقع ہے کہ حل فرماکر فوراً ہی نادرگرامی سے اعزاز بخشیں گے۔

صحابہ کرامؓ جب سکر میں ہوتے اور ذات باری کا مشاہدہ کرتے تو تمام باتیں جو مشکلات میں ہوتیں ظاہر اور حل ہو جاتیں اور اسوقت ان سے کوئی خلاف شرع فعل نہیں صادر ہوتا تھا مگر بعد کے مشائخ واولیاء اللہ جب عالم سکر میں ہوتے تو ان سے بعض باتیں ایسی نکلتیں جو شرع کے خلاف ہوتیں مثلاً شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ قدس العزیز ایک مرتبہ عالم سکر میں تھے کہ اتنے میں ایک ایسی بات منہ سے نکالدیا جو خلاف شرع تھی یعنی اس بات کے متعلق شرع نے یہ حکم دیا تھا کہ اسکو سوائے اللہ ورسول کے کوئی نہیں جان سکتا مگر حضرت شیخ عالم سکر میں آئے اور کہدیا کہ میں نے جان لیا۔ مجھے وہ بات یاد نہیں ہے کہ کون سی تھی۔

بہرحال شریعت نے جس بات کی نفی فرمائی ہے اسکا اثبات من جانب شیخ ہوا ہے۔ شاید حضرت والا کے علم میں یہ بات ہو ــــ یا اس کے واقعات اور امثلہ حضرت والا کے خزینہ معرفت میں کافی ہو تو جواب مرحمت فرمائیں صحابہؓ بھی عالم سکر میں ہوتے تھے اولیاء بھی ہوئے تھے فرق یہ ہے کہ صحابہؓ سے کوئی امر خلاف شرع ثابت نہیں ہوتا اولیاء سے بسا اوقات ظاہر ہو جاتا ہے تو اسکا کیا حل ہے کتاب وسنت وتصوف علم اسرار وشریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

(تحقیق)

عنایت فرمائے بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے سنا ہوگا کہ ایک مغلوب الحال ہوتا ہے یا یوں کہیئے کہ ابن الوقت ہوتا ہے اور دوسرا غالب علی الحال یا ابوالوقت ہوتا ہے ــــ اولیاء سے شطحیات کا صدور غلبۂ حال میں ہوا ہے اور عذر انکا یہی غلبۂ حال ہے ــــ حدیث شریف میں مرفوع القلم نائم، مبتلا اور صبی کو کہا گیا ہے۔ اس وقت

بتلا، یا نائم کے حکم میں انکو داخل کرکے مرفوع القلم کہا جائےگا۔ اور جو واقعہ آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ تو نصوص کے معارض بھی نہیں ہے کسی کو انکا علم بداہتہً نہیں اللہ تعالیٰ اگر کچھ بتادیں تو ہو سکتا ہے۔

صحابہؓ کی حالت اولیاء کی حالت سے ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے علوم اور اعمال اور احوال ہمارے احاطۂ علم سے باہر ہیں ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

(کسی کامل کے حال کو کوئی ناقص نہ سمجھ سکتا ہے نہ پہونچ سکتا ہے لہٰذا کلام کو مختصر کرنا چاہیئے والسلام)

حدیث شریف میں جس کا ذکر آیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں:- رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن المبتلی حتی یبرأ وعن الصبی حتی یکبر (حم د ن ہ ک) عن عائشۃؓ (جامع صغیر ص۳۷)

(مکتوب نمبر ۱۴۳)

حال: احقر تبلیغی جماعت میں جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک ہے اسمیں لگا ہوں اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو کر روزانہ ایک پارہ قرآن مجید تلاوت کرتا ہوں علاوہ صبح و مسا پانچ تسبیحات سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔ استغفر اللہ۔ لا الہ الا اللہ اور درود شریف سوم کلمہ وغیرہ مداومت سے ادا کررہا ہوں۔ تحقیق: بارک اللہ تعالیٰ فی اور دا

حال: مجھے چند دنوں سے واہی تباہی وسوسے آتے رہتے ہیں اور قلب میں سختی محسوس ہوتی ہے۔ تحقیق: موت کو یاد کیجئے ایک وقت مقرر کرکے نرمی قلب میں پیدا ہو جائیگی

حال: علاوہ ازیں کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں اسلام سے باہر نکل گیا۔ لہٰذا میرے حق میں دعاء فرمائیں۔ تحقیق: التفات نہ کرنا اسکا علاج ہے۔ دعاء کرتا ہوں

حال: اور اطمینان دل و دماغ کے لئے مناسب ہدایت مرحمت فرمائیں۔

تحقیق: اطمینان قلب بھی بتدریج حاصل ہو جائیگا اسکے بعد اطمینان دماغ بھی۔ توجہ سے سب کام کرنا چاہیئے اسی سے وساوس جاتے رہتے ہیں۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شے اسکو ہلا نہیں سکتی اور میں اپنے سب احباب کی محبت کو اپنے لئے وسیلہ نجات جانتا ہوں اور یقین جانو کہ مجھ کو دنیا میں کسی سے ملال و کدورت نہیں ہے تو پھر اپنے عزیزوں سے جو اس گنہگار کے عقبیٰ کے حامی ہیں کیونکر کدورت رکھونگا۔

اول تو کسی کو مقدور نہیں کہ فقیر کے سامنے آپ کے خلاف زبان ہلاوے کیونکہ اس بارہ میں اسکو سوا میرے رنج و ملال کے کیا فائدہ ہوگا۔ دوسرے جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے تو اسکے خلاف کبھی کوئی تحریر آپ کے پاس جاوے تو اسکو باور نکرنا۔ عزیزم دل محل ایمان و معرفت و محبت ہے نہ محل کینہ و کدورت۔ آپکی دعا میرے حق میں مقبول ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اب اس اخیر زمانہ میں میرے دل کو نور ایمان و محبت و معرفت سے نورٌ علیٰ نور فرمادے"۔ فقط

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا خط ہے فقیہ العصر حضرت مولانا گنگوہیؒ کے نام ــــ چنانچہ حضرت مولانا تھانویؒ سے بھی زیادہ جو بزرگ مسائل شرعیہ میں سخت تھے ان کے ساتھ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ کی کیسی محبت اور کیسے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔ مضمون خط سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت مولانا گنگوہیؒ سے مخالفت و عناد رکھنے والوں کی مخالفت کا بھی اندازہ تھا اور انکی اس نوع کی حرکات سے کبھی حضرت حاجی صاحب مطمئن نہ تھے کہ دور کا معاملہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص میری ہی جانب سے کوئی تحریر ہندوستان بھیجدے اور اسکی وجہ سے مولانا پریشانی میں پڑ جاویں اسلئے صاف لکھدیا کہ اگر اس کے خلاف کبھی کوئی تحریر بھی جاوے تو اسے باور نکرنا اسلئے کہ وہ دراصل میری تحریر ہی نہ ہوگی بلکہ کسی مہربان کی حرکت ہوگی۔

دیکھا آپ نے ایسی صریح دستاویز کے بعد بھی اغیار کی جانب سے امن نہ تھا۔ تو پھر کسی سے محض اختلاف کرنیوالے کو اسکا مخالف اور اسکے خلاف کرنیکو مخالفت کہدینا کون سی بڑی بات ہے۔

غرض حضرتؒ نے حضرت تھانویؒ کی حضرت حاجی صاحبؒ سے مخالفت کا اعتراض اور اسکا جواب اپنی مجلس میں ذکر فرمایا جو الحمدللہ بہت ہی موثر ثابت ہوا اور پھر اسکے بعد " مرید نے پیر کی مخالفت کی " اس موضوع پر اہل بدعت کی کوئی تقریر نہیں سنی گئی۔ اور "یہ پیرا میر کبیر ہیں" یا "بہت روپئے والے ہیں" اس قسم کی باتوں کا چرچا بھی کم بلکہ قریب قریب ختم ہی ہوگیا۔

اس سلسلہ میں حضرت والا کا ایک اور واقعہ یاد آگیا وہ یہ کہ حضرت کا معمول تھا کہ اکثر جمعہ کو مجلس سے فارغ ہوکر مولوی عبدالمجید صاحب (اسرار کریمی پریس والے) کو یا کسی اور کو ہمراہ لیکر محلہ کٹرہ مسجد مینا شاہ پر قاری حبیب احمد صاحب مدظلہ کے یہاں تشریف لے جاتے وہیں آرام فرماتے نماز جمعہ ادا فرماتے اور قبل عصر واپس تشریف لاتے۔ اس سے حضرت کا مقصد غالباً مجمع سے تنہا ہوکر ذہنی سکون حاصل کرنا تھا۔ قاری حبیب احمد صاحب مدظلہ راوی ہیں کہ اسی طرح حضرت والا ایک دفعہ مولوی عبدالمجید صاحب کے ہمراہ تشریف لائے اور مسجد کے حجرہ میں قیام فرمایا حضرت والا لیٹے لیٹے کچھ گفتگو فرما رہے تھے ہم دونوں پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت کو منشرح دیکھکر میں نے عرض کیا کہ حضرت رکشے پر تشریف لاتے ہیں تھک جاتے ہوں گے، مولوی عبدالمجید صاحب نے بھی اپنی کار بیچ دی ورنہ تو حضرت جیسے کے لئے مناسب تھا کہ ایک کار دروازہ پر کھڑی رہتی اور حضرت جب اور جہاں تشریف لے جانا چاہتے اس پر تشریف رکھتے اور آرام سے چلے جاتے۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ حضرت والا میری بات کو بغور سنتے رہے اور اسکے بعد فوراً مولوی عبدالمجید صاحب کیجانب متوجہ ہوکر فرمایا کہ مولوی عبدالمجید صاحب! یہ میں نے مکان جو خریدا ہے تو کچھ اپنے لئے نہیں لیا ہے بلکہ اپنے بچوں کے لئے لیا ہے کہ کل کو

وہ میرے بعد یہ نہ کہیں کہ میرے باپ نے ہمکو یہاں پردیس میں لاکر بے سروسا
چھوڑ دیا اور حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ اپنے بچوں کو اپنے بعد محتاج یعنی
حاجت مند اور غریب نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ دوسروں کے دست نگر رہیں۔ اور دیکھو
میرے ساتھ اتنے لوگ بھی تو تھے طلبہ تھے، آنے جانے والے مہمان تھے، اتنا
مکان نہ ہوتا تو سب کا کام کیسے چلتا؟ باقی خود میری ذات کے لئے تو کسی مسجد کا
اتنا بڑا حجرہ کافی تھا مجھے نہ حویلی کی ضرورت تھی نہ موٹر کار کی قاری حبیب احمد
فرماتے تھے کہ حضرت کی یہ تقریر سنکر میں تو پانی پانی ہوگیا اور مجھے بیحد ندامت ہوئی
میں نے یہ ذکر کیوں کیا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا کی بھی کیا شان اصلاح تھی
کہ مکان کی خریداری پر مخالفین کو تو وہ جواب دیا جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور
ایک خادم مولوی کے ذہن میں جہاں ان چیزوں کا تصور آیا تو اسکو اس طرح سے
کھرچ کر نکالدیا اور اپنی پسند اپنا ذوق اس پر ظاہر کرکے اسکو بھی اسی ذہن ولیے
کی طرف متوجہ ہونیکی جانب رہنمائی فرمائی۔

بہرحال خریداری مکان کے سلسلے میں چونکہ غیر معمولی حالات سامنے آگئے
اسلئے ہم نے بھی کسی قدر تفصیل سے انکا ذکر اس غرض سے کر دیا کہ حضرت اقدس
کے متوسلین کو ایسے مواقع پر حضرت کی سیرت یاد آکر عمل کیجانب داعی بنے کہ حضرت
اقدس نے اپنے حسن خلق اور صبر وضبط ہی کی وجہ سے اہل اہوی پر فتح پائی تھی
اور تمام عمر اپنے لوگوں کو یہی چیز سکھلاتے رہے اور یہی خلق اپنے متوسلین میں
دیکھنا پسند کیا

چنانچہ حضرت اقدس کے یہی وہ اخلاق ومعاملات تھے جن سے متاثر ہو
جامع معقول ومنقول حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رح نے حضرت اقدس
اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ:۔

"مخدوما! خانقاہ تھانہ بھون۔ رائے پور اور گنگوہ کی ویرانی

کے بعد طبیعت بہت افسردہ رہتی تھی۔ البتہ آپ کے احوال و کوائف سنکر یہ مایوسی مبدل بہ توقعات و مسرت ہوجاتی تھی اور سمجھ میں آتا تھا کہ وقت کی عام مایوسیاں مستثنیات سے خالی نہیں ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ سے ملاقات کے وسائل بہم پہونچائے اور میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ آپ سے ملاقات کے بعد مسرت کی بے پایانی میں برابر اضافہ ہوتا گیا ملاقات کی مدت اگرچہ بہت مختصر تھی مگر اس ملاقات سے جو تاثرات مرتب ہوئے وہ نہایت دیرپا اور بے پایاں ثابت ہوئے اب بھی اس ملاقات کی مسرتیں اور سرشاریاں میرے دل میں بحالہ باقی ہیں۔

آنمحترم کو میں نے کمال صلاح و اصلاح سے متصف پایا اور آپ کے طرق اصلاح کو اس آیۃ کا پورا نمونہ پایا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (یعنی تم انکے معبودوں کو برا مت کہو مبادا وہ جہالت کیوجہ سے خدا کو برا کہنے لگیں)" اس نفاق اور سلب کمال کے زمانہ میں غیروں کو اپنانا اور اپنوں کو گلے لگانا وہ جنس گرانمایہ ہے جسکا کم از کم اس زمانہ میں ملنا دشوار ہے۔ آپ کا انداز اصلاح مدعیان تصوف کو بلا کسی جنگ و جدل اور حیلہ و تدبیر کے شکست فاش دے چکا ہے اور یہ شعر آپکی اصلاحی مساعی پر پوری طرح صادق آتا ہے ؎

گر ایں مدعی دوست بشناختے   بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

(اگر یہ مدعی محبتِ خدا کا عارف ہوتا تو اپنے دشمن سے لڑنے میں مصروف نہ ہوتا) کیونکہ آپ نسبت محمدی (علیٰ صاحبہا الف تحیہ) کے مظہر کامل ہیں اس نسبت کے حاملین کی جو خصوصیات ہوتی ہیں وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں"

چنانچہ حضرت والا کے اسی نرمی اور خلق محمدی پیش فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ تھانوی

اپنا کام کرتے رہے اور حضرت اقدس کے یہاں نئے نئے لوگ برابر بڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے عوام و خواص ہر طبقہ میں حضرتؒ کی نصرت کرنے والے بنا دیئے ولله الحمد۔

اس سلسلہ میں یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کی نصرت کیونکر فرمائی دو حضرات کے واقعات لکھتا ہوں ایک صاحب تو عامی ہیں لیکن شہرت میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں دوسرے صاحب الٰہ آباد کے خواص میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ میری مراد پہلے صاحب سے اپنے صدیق مخلص برادرم انیس احمد صاحب ساکن پرخاص ہیں۔ آپ انکی کہانی خود انکی زبانی سنیئے۔ اور یہی طریقہ اس زمانہ میں کسی معاملہ کا مصدق ہو سکتا ہے ورنہ تو اس زمانہ کی روایات نے اپنا اعتبار بالکل ہی کھو دیا ہے ہمارے حضرت حکیم الامۃؒ اسی سے متاثر ہوکر یہ فرمایا کرتے تھے کہ خبر (روایت) کے معنیٰ تو علماء نے یہ بیان کئے ہیں کہ ما یحتمل الصدق والکذب یعنی خبر وہ ہے جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے لیکن اخبار دیکھنے اور سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ خبر اسکو کہتے ہیں جس میں صدق کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور حکیم الامۃ نے مزاح کے انداز میں ایک حقیقت بیان فرما دی ہے کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ فی زمانہ روایت کے باب میں عوام تو عوام بہت سے خواص اور پڑھے لکھے لوگ بھی ایسا غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کر جاتے ہیں جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید ان کے پیش نظر کذب کی مذمت باقی نہیں رہ گئی ہے یا العیاذ باللہ اسکو وہ حلال سمجھتے ہیں جو منہ میں آیا کہہ گذرے اور جو بات ان کے قرین مصلحت ہوئی زبان سے نکالدی خواہ عالم تحقیق میں وہ بات سیاہ جھوٹ ہی کیوں نہ ہو انا للہ وانا الیہ راجعون اسلئے میں نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں روایت وہ قابل اعتبار ہے جس میں راوی خود آپ بیتی بیان کرے۔ چنانچہ بھائی انیس صاحب نے اپنے سابقہ خیالات اور حضرت مصلح الامۃ کے دربار میں اپنی حاضری کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح بھی ہے اور حضرت

اقدس کی نصرت جو منجانب اللہ ہوئی اسکی کرنا ہی بھی ہے اسلئے اسکو انھیں کے لفظوں میں پیش کرتا ہوں

(بھائی انیس احمد پرخاصوی کی کہانی خود انکی زبانی)

بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن ہی سے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کا معتقد اور بریلوی مسلک کا دلدادہ تھا۔ علماء بریلی (یعنی ان کے مقررین میلاد خوانوں) میں خاص مقام رکھتا تھا اسلئے کہ خود بھی نعت شریف کہتا عمدہ ترنم کے ساتھ پڑھتا بھی تھا اسلئے آس پاس کے جلسوں میں میرا کلام شایع ہوتا تھا اس طور پر اس اپنے صوبہ کے تمام ہی علماء سے میرے تعلقات اور روابط تھے چونکہ اپنے مسلک پر نہایت پکا تھا اسلئے عرس کے موقعوں پر مزارات پر بھی حاضری ہوتی تھی حتیٰ کہ اچھا پڑھنے ہی کی وجہ سے محرم میں اور مرثیہ خوانی کے لئے شیعہ حضرات اپنی محفلوں میں مجھے بھی بلاتے تھے۔ میں نوحہ پڑھتا تھا۔ (اور خیر مجھے تو اب معلوم ہوا کہ شریعت میں نوحہ اور مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کی ممانعت ہے تاہم علماء بریلی میں سے کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی) اور اعلیٰ حضرت سے غائبانہ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ میں بھی ان تمام لوگوں کو اسلام سے خارج سمجھتا تھا جن پر ہمارے اعلیٰ حضرت نے کفر لگایا تھا جن میں دیوبندیہ وہابیہ سرفہرست تھے۔

ایک مرتبہ الہ آباد سے مولانا محمد میاں صاحب فاروقی نبیرہ حضرت شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی ہمارے گاؤں پرخاص تشریف لائے یہاں مولانا کا قیام تھا گھر اور گاؤں کے بہت سے حضرات مولانا کی خدمت میں تھے میں بھی جاکر قریب ہی بیٹھ گیا۔ اپنے مسلک میں انتہائی متشدد اور جری واقع ہوا تھا اسلئے مولانا سے بے جھجھک عرض کیا کہ حضرت بڑے کی بات ہے کہ شہر میں آپ جیسی ہستی موجود ہو اور وہاں ایک وہابی آکر

۔ یہ روشن باغ میں کون آگیا ہے کہ سب طرف سے لوگ جا جاکر و ہابی
چلے جارہے ہیں اور آپ لوگ خاموش تماشا دیکھ رہے ہیں اسس کا کچھ
ہیں فرماتے۔ اسی نوع کے بلکہ اس سے بھی سخت بے ادبی کے کلمات
ولانا فتحپوری رحمۃ اللہ کی شان میں میری زبان سے نکلے یہ سنکر مولانا محمد میاں
زور سے اپنا دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے اور فرمایا کہ توبہ توبہ
م نے ایک اتنے بڑے ولی کی شان میں ایسی بات کہدی اس سے
ید تکلیف ہوئی میں آپ کا مہمان ہوں اسلئے آپ سے صرف یہ کہتا ہوں
ی ولی اور بزرگ کی شان میں بے ادبی اچھی چیز نہیں ہے۔ خدا کا غضب
ہے سخت مہلک ہے۔ آپ نے مجھے بہت تکلیف پہونچائی لہٰذا اب یاتو
ے سامنے سے ہٹ جائیے یا مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں
میاں کی زبان سے ان کلمات کو سنکر میرے بعض عزیزوں نے مجھے
ا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور حضرت مولانا سے معذرت کرکے مولانا کو
لیا۔

ادھر مولانا محمد میاں صاحب کی اس بات کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ اپنے مکان
گوشہ میں جاکر لحاف اوڑھکر لیٹ گیا اور خوب رویا اور اللہ تعالےٰ سے
۔ یا اللہ میں اسوقت بڑی الجھن میں پڑا ہوا ہوں مجھے ہدایت عطا فرمائیے۔
ں کدھر جاؤں؟ یہ محمد میاں فاروقی جن کے یہاں عرس ہوتا ہے
ریعت کے عرس میں بھی جاتے ہیں۔ سنی عالم ہوکر بھی ایک وہابی کو کیسے
رہے ہیں۔ جبکہ اعلیٰ حضرت نے ان سب کو کافر کہا ہے اسی طرح
یں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا رہا اور ہدایت طلب کرتا رہا۔ عصر تک
بیقرار رہا کہ اچانک قلب میں یہ ارادہ پیدا ہوا کہ حضرت مولانا فتحپوری کو
دیکھا جائے۔ چنانچہ پہلی حاضری حضرت والا کے یہاں اس طرح ہوئی
گاؤں پر قامں سے چلکر شہر الٰہ آباد آیا اور روشن باغ پہونچکر

حضرت والاؒ کے مکان کے پاس آیا اور کسی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت مولانا سے ملاقات کس طرح ہو سکتی ہے انھوں نے کہا کہ اب نماز ظہر کا وقت قریب ہے بہتر ہے کہ آپ مسجد میں حضرت سے ملاقات کرلیں حضرت مسجد تشریف لیجانے ہی والے ہیں۔ چنانچہ ڈھال والی مسجد میں آیا پہلی بار قدم رکھا تو عجیب منظر دیکھا۔ دیکھا کہ مسجد بالکل منور ہے اور ایسی نورانی ہے کہ میں اسکے بیان سے قاصر ہوں (یہ میرے اپنے تاثرات ہیں جو عرض کر رہا ہوں) میں مسجد میں ایسے وقت داخل ہوا تھا کہ اذان ظہر ہو چکی تھی بہت لوگ سنتیں پڑھ رہے تھے کچھ لوگ وضو کر رہے تھے، عمر بھر میں پہلی دفعہ میں نے اتنی تعداد میں کم عمر طلبہ کو شرعی لباس میں دیکھا یہ منظر بھی مجھے ایسا حسین معلوم ہوا کہ میری حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہ گئی سبحان اللہ! مسجد کو جو دیکھا تو کھچا کھچ بھری ہوئی تھی یہ نظارہ بھی میں نے شاید پہلی بار ہی دیکھا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ تقریباً سب ہی حضرات کے چہرے پر شرعی ڈاڑھی موجود دیکھی اور چھوٹے بڑے سب ہی طلبہ کو شرعی لباس پہنے ہوئے دیکھا۔ انکو دیکھکر میری حیرت اور زیادہ ہو گئی کہ دیکھو تو یہ لوگ کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔ عام طور سے سب ہی لوگوں کا وہی مخصوص لباس تھا جو حضرت مولانا کا تھا یعنی سفید کرتا۔ شرعی پاجامہ اور چوگوشیہ گول ٹوپی اور اسی لباس میں معصوم طلبہ بھی تھے۔ دینداروں کا یہ منظر دیکھکر دل کی جو حالت تھی نا قابل تحریر ہے۔ مسجد کے اندر تمام مجمع بالکل خاموش اور پرسکون تھا کوئی سنت پڑھ رہا تھا اور جو پڑھ چکا تھا وہ تسبیح لئے خاموشی کیساتھ ذکر میں مشغول تھا کوئی یاد خدا میں مراقب بیٹھا تھا اگر کوئی شخص کسی سے کچھ کہنا چاہتا تو نہایت خاموشی کے ساتھ بلکہ اشاروں سے بات کرتا تھا۔ میں نے بھی وضو سے فارغ ہو کر سنت پڑھی اور مسجد کے شمال کی جانب صحن ہی میں بیٹھ گیا اور پاس کے ایک صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب کون ہیں انکی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت ابھی تشریف نہیں لائے ہیں بس آتے ہی ہوں گے۔

۱۰۱- ملاقات احباب

ایک روز عبدالکریم ابوامیہ حضرت ابوالعالیہؒ کے پاس ملاقات کے لئے گئے دیکھا کہ ان کے بدن پر نہایت معمولی کپڑے تھے، فرمایا کہ یہ تو رہبان نصاریٰ کا لباس ہے مسلمان تو جب کسی سے ملنے کے لئے جاتے ہیں تو بقدر وسعت اچھا لباس پہنکر جاتے ہیں (طبقات ابن سعد ص۸۳ ج ۷)

۱۰۲- حضرت حسن بصریؒ

ارشاد فرمایا کہ جب فتنہ اول ظاہر ہوتا ہے تو اسکو عالم ہی پہچانتا ہے اور جب ختم ہوتا ہے تو ہر جاہل بھی اسکو پہچان لیتا ہے۔

حضرت سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ایک دن حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا کہ آپ جو لوگوں کو فتویٰ دیتے ہیں تو یہ کسی سنی ہوئی روایت سے ہوتا ہے یا اپنی رائے سے فرمایا کہ بخدا ہم جتنے فتوے دیتے ہیں سب کے متعلق روایتیں ہمارے پاس نہیں ہوتیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عوام کی رائے سے ہماری رائے بہتر ہے اسلئے ہم اپنی رائے سے فتویٰ دیدیتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ لاتجالسوا اصحاب الاھواء ولاتجادلوھم ولاتسمعوا منھم ترجمہ اہل بدعت وہوا کے ساتھ کبھی مجالست نکرو اور نہ انکی باتیں سنو۔ (طبقات ابن سعد ص۱۲۱ ج۷)

۱۰۳- فقیہ کون ہے؟

مطر وراق نے حضرت حسن بصریؒ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے بتلا دیا مطر نے کہا کہ فقہاء اس مسئلہ میں آپ کے خلاف کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے مطر تم نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا بھی ہے؟ اور تم جانتے ہو کہ فقیہ کس کو کہتے ہیں وہ فقیہ وہ شخص ہے جو متقی اور زاہد ہو اور بڑوں سے بڑھنے کی فکر نکرے اور چھوٹوں کا

تسخر نہ کرے۔ (طبقات ۱۲۹/۲)

۱۰۳۔ غیر طالب علم کو علم سکھانا خلاف ادب ہے

مطرف بن عبداللہ بن شخیر فرماتے ہیں کہ:۔

لا تطعم طعامك من لا تشتھیہ قال مھدی کانہ یعنی الحدیث

(اپنا کھانا اس شخص کو نہ کھلاؤ جو اسکی خواہش نہ رکھے۔ مہدی کہتے ہیں کہ مراد اس سے علم حدیث ہے یعنی جو طالب نہ ہو اسکو نہ سکھایا جائے

۱۰۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تصنیف حدیث (صادقہ)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس ایک رسالہ دیکھا دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اسکا نام صادقہ ہے اس میں وہ روایات حدیث جمع کی گئی ہیں جن کو میں نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (طبقات ۱۲۵/۲)

۱۰۵۔ شعبیؒ کی رائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق

قال الشعبی کان بن عمرؓ جید الحدیث ولم یکن جید الفقہ

(امام حدیث شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث میں بہت جید تھے مگر فقہ میں انکا وہ درجہ نہ تھا) (طبقات ابن سعد ۱۲۵/۲)

۱۰۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا

اہل علم پر مخفی نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ تمام صحابہ میں کثیر الروایت ہیں اور اکثر حضرات صحابہ کو انکی کثرت روایت پر اعتراض بھی تھا کہ ان سے بڑے بڑے صحابہ نے اتنی روایات حدیث بیان نہیں کیں جتنی وہ کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ

کو اسی بنا پر شبہ تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا اے ابوہریرہؓ تم بہت سی حدیثیں ایسی بیان کرتے ہو جو ہم نے نہیں سنیں تو فرمایا۔

یا امۃ طلبتھا وشغلک عنھا المرآۃ والمکحلۃ وما کان یشغلنی عنھا شئی (اے میری والدہ وجہ یہ ہے کہ میں نے علم حدیث کو حاصل کیا اور آپ کو آئینہ اور سرمہ دانی نے فرصت نہ دی اور میرے لئے کوئی مشغلہ حدیث کے سوا نہ تھا (اسلئے مجھے جس قدر حدیثیں یاد ہیں وہ دوسروں کو یاد نہیں۔

۱۰۷۔ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کی طالب علمی

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں اپنے ایک انصاری دوست کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابھی الحمدللہ بڑے بڑے صحابہ کرام موجود ہیں ہمیں چاہیئے کہ ان سے علم حاصل کرلیں ورنہ ان کے بعد لوگ ہم سے مسائل پوچھیں گے اور ہمیں علم نہ ہوگا تو مشکل پڑیگی انصاری دوست پر تواضع کا غلبہ تھا انھوں نے کہا کہ آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں کوئی زمانہ ایسا بھی آسکتا ہے کہ لوگوں کو ہماری ضرورت پڑے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے یہ کلمات سنکر میں نے انکو تو انکے حال پر چھوڑا اور خود طلب علم کے لئے کمربستہ ہوگیا اور جس صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس حدیث کا کچھ علم ہے تو میں انکی خدمت میں حاضر ہوتا اور اسکو حاصل کرتا۔

بعض اوقات مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں بزرگ فلاں حدیث کی روایت کرتے ہیں تو میں ان کے دروازہ پر حاضر ہوتا اور معلوم ہوتا کہ وہ قیلولہ (آرام) فرمارہے تو دروازہ ہی پر اپنی چادر سر کے نیچے رکھکر لیٹ رہتا تھا۔ ہوا سے تمام گرد وغبار میرے چہرے اور کپڑوں کو گردآلود کردیتا تھا مگر میں اپنی دھن میں مست تھا یہاں تک کہ وہ بزرگ باہر تشریف لاتے اور مجھے اس حال میں دیکھکر حیرانی سے فرماتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے آپ نے یہ کیا کیا، آپ نے کسی آدمی کو بھیجکر

مجھے بلا لیتے میں وہیں حاضر ہو جاتا۔ ابن عباسؓ فرماتے کہ نہیں میں علم حدیث کیلئے آیا ہوں یہ میرے ہی ذمہ تھا کہ خود حاضر ہوں۔

ابن عباس نے اپنے خاندانی اعزاز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور عنایات سے حاصل شدہ عزت کو طلب علم کے راستہ میں اس طرح نظرانداز کردیا کہ عامیانہ طور پر دردر پھر کر علم حاصل کیا کیونکہ جو شاہد مقصود ان کے پیش نظر تھا اس نے انکو ہر محنت ومشقت اور ظاہری ذلت برداشت کرنے کے لئے آمادہ کر رکھا تھا

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ گرد گلہ توتیائے چشم گرگ

(تکلیف بھی لذیذ ہو جاتی ہے جبکہ مقصد عظیم ہوتا ہے گلہ کے پاؤں کی اڑی ہوئی گرد بھیڑئیے کی آنکھ کا سرمہ بن جاتی ہے)

علماء نے فرمایا ہے :۔ العلم عزلاذل فیہ یحصل بذل لاعزفیہ (علم ایسی دائمی عزت ہے کہ اس میں ذلت کا نام نہیں مگر حاصل ایسی ذلت سے ہوتا ہے کہ اس میں عزت کا نام نہیں۔)

اسی والہانہ طلب اور جد وجہد کا یہ نتیجہ ہوا کہ جماعت صحابہ میں آپکا لقب ربانی الامۃ، حبرالامۃ اور ترجمان القرآن مشہور ہوا۔ عہد صحابہ ہی میں آپ کے فتاوے کا چرچا اور قبول عام ہوگیا۔

اسوقت اس انصاری دوست نے میری بات کی قدر کی اور کہنے لگے کہ آپ ہم سے زیادہ عاقل نکلے (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۱)

۱۰۸۔ عہد نبوت کے مفتی

سہل بن ابی خثیمہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے عہد میں چھ حضرات فتوی کا کام کرتے تھے تین مہاجرین میں اور تین انصار میں سے یعنی حضرات عمر فاروق عثمان غنی۔ علی مرتضٰی۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہم

اور مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کا علم انہی چھ حضرات پر

منتہی ہوتا ہے اور حضرت صدیق رضؓ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تھا تو انہی حضرات کو جمع کرکے مشورہ لیتے تھے۔ اور صدیق اکبر کے عہد میں بھی یہی حضرات فتوی میں مرجع خلائق سمجھے جاتے تھے۔ پھر فاروق اعظم کے عہد میں بھی یہی صورت باقی رہی کہ فتوی انھیں حضرات کا چلتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۹ ج ۲)

۱۰۹۔ ذی النورین حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت زید بن صوحان رضؓ

ذیل کا واقعہ حضرات صحابہ کے محیر العقول اخلاق و تہذیب کا ایک نمونہ ہے کہ ایک طرف تو حق گوئی میں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے بھی مرعوب نہ ہوں اور دوسری جانب اسی کے حق اطاعت کو بالکل غلامانہ ادا کریں۔ حضرت زید بن صوحان رضؓ کو امیر المومنین حضرت عثمان غنی سے بعض معاملات میں اختلاف تھا ایک روز خود حضرت ممدوح کے سامنے کھڑے ہوکر تین مرتبہ زور سے کہا یا امیرالمومنین ملت فمالت امتك اعتد ل يعتدل امتك (اے امیرالمومنین آپ صحیح راستے سے ہٹ گئے، تو آپکی جماعت بھی صحیح راستہ سے ہٹ گئی آپ آپ اعتدال پر آجائیں تو جماعت بھی اعتدال پر آجائیگی۔

حضرت عثمان غنی نے (غالباً ان کے خیال کو خلاف واقع سمجھکر) ان کے جواب کی طرف توجہ نہ فرمائی لیکن ساتھ ہی کوئی غصہ یا ناراضی کا اظہار بھی نہ فرمایا بلکہ فرمایا اسامع مطیع انت (کیا تم اپنے امیر کی اطاعت کروگے؟) زید بن صوحان نے عرض کیا بیشک۔ فرمایا کہ اچھا آپ شام میں چلے جاویں زید اسی وقت وہاں سے اٹھے اور زوجہ کو طلاق دیکر شام کے جس مقام کیطرف امیرالمومنین نے فرمایا تھا روانہ ہوگئے کیونکہ وہ باوجود اختلاف رائے کے امیر کی اطاعت اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے۔

۱۱۰۔ خوش آواز قاری سے قرآن سننے کا استحباب

امام حدیث حضرت علقمہ بن قیسؒ جو اجلہ تابعین میں اور حضرت عبداللہ بن عباس کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے حق تعالیٰ نے تلاوت قرآن میں خاص خوش آوازی عطا فرمائی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مجھ سے قرآن مجید پڑھوایا کرتے تھے اور فرماتے تھے اقراء فداک ابی وامی یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں قرآن مجید سناؤ۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:۔

حسن الصوت تزین القرآن خوش آوازی قرآن کی زینت بڑھا دیتی ہے

۱۱۱۔ ایثار کی عجیب مثال (ابراہیم نخعیؒ اور ابراہیم تیمیؒ)

دونوں حضرات تبع تابعین کے اعلیٰ طبقہ میں ہیں۔ ظالم امت حجاج بن یوسف نے جس طرح ہزاروں علماء وفضلاء کو جیلخانہ میں سڑایا اور ہزاروں کو شہید کیا یا کرنا چاہا ان میں ابراہیم نخعیؒ بھی ہیں کہ حجاجی سپاہی آپکی تلاش میں پھرتے اور آپ اسکی ... سے روپوش رہتے۔

ایک روز کسی مخبر نے سپاہیوں کو خبر دی کہ فلاں جگہ ابراہیم ہیں وہاں اتفاق سے دوسرے ابراہیم جو انہی کے ہمعصر ہیں اور ابراہیم تیمی کے نام سے موسوم ہیں موجود تھے سپاہی ان کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ ابراہیم کون ہیں اور کہاں ہیں؟ ابراہیم تیمیؒ جانتے تھے کہ یہ لوگ میری تلاش میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعیؒ کی طلب میں ہیں لیکن آپ نے محیر العقول ایثار سے کام لیا کہ ابراہیم نخعیؒ کا پتہ دینے کے بجائے یہ کہکر خود گرفتار ہوگئے کہ میرا ہی نام ابراہیم ہے اور حجاج کے حکم سے دیناس نامی جیلخانہ میں قید کر دیئے گئے جس میں نہ دھوپ سے کہیں سایہ تھا نہ سردی سے بچاؤ کی کوئی صورت تھی پھر اس میں بھی دو دو آدمیوں کو ایک زنجیر میں جکڑا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم تیمی اس قید کی شدت سے اس درجہ لاغر ہوگئے تھے کہ انکی والدہ ان سے ملنے کیلئے جیلخانہ آئیں تو انکو پہچانا نہیں۔ آخر کار اسی جیلخانہ میں

آپکی وفات ہو گئی۔ لوگوں نے آپ سے عرض بھی کیا کہ جب سپاہی آپ کی طلب میں نہ تھے تو آپ باختیار خود کیوں گرفتار ہو گئے فرمایا کہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ابراہیم نخعی جیسے امام وقت کو لوگ آکر گرفتار کریں اسلئے میں نے خود ہی انکی جگہ اپنا نام پیش کر دیا۔

۱۱۲۔ تہذیب الفاظ کی لطیف مثال

ابن عون حضرت ابراہیم نخعیؒ کے شاگرد ہیں مگر مرجیہ کے بارے میں کچھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت ابراہیم کی مجلس میں تھا مرجیہ کا ذکر آیا تو فقال فیھم قولا غیرہ احسن منہ (ان کے بارے میں ایسی بات فرمائی کہ دوسری بات اس سے اچھی تھی)

کیا تہذیب ہے کہ اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا تو انکی بات کو غلط یا قبیح نہیں کہا بلکہ یوں تعبیر کیا کہ دوسری بات اس سے اچھی تھی۔

۱۱۳۔ تقویٰ کی برکات دنیا میں

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ جو دوسری صدی ہجری کے مشہور و معروف امام اور حافظ حدیث ہیں فرماتے ہیں

واللہ لا تجد فقد شئ ترکتہ ابتغاء وجہ اللہ (خدا کی قسم تم جس چیز کو خدا کیلئے چھوڑ دو گے تو اس کے نہ ملنے کا کوئی نقصان نہ محسوس کرو گے۔)

پھر اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں اور میرا بھائی دونوں ایک معاملہ میں شریک تھے جس سے بڑا نفع اور مال عظیم حاصل ہوا پھر میرے دل میں اس مال کی حرمت سے کچھ شبہ پیدا ہو گیا میں نے محض خدا کے لئے اسکو چھوڑ دیا اور اس سے دست برداری دیدی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ میری زندگی ہی میں سارا مال حلال طیب ہو کر ہمارے پاس لوٹ آیا کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور انکا مال میرے

والد کو بطور وراثت مل گیا پھر والد کے انتقال کے بعد وہ کل مال مجھے مل گیا۔

(صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج۳ ص۳۴۲)

عبدالعزیز بن یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بصرہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو یحییٰ بن سعیدؒ کے پاس حاضر ہوا اور ان سے رخصت ہوا پھر عبدالرحمن بن مہدی کے پاس سے رخصت ہوا پھر زہیر بن نعیم بابی کی خدمت میں رخصتی ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ کوئی ضرورت ہو تو فرمائیے تاکہ میں اسکو پورا کر کے سعادت حاصل کر سکوں

زہیر بن نعیم نے فرمایا ہاں ایک ضرورت تو ہے مگر معمولی نہیں بہت بڑی ضرورت ہے میں خوش ہوا کہ مجھے خدمت کا موقع ملیگا لیکن آپ نے فرمایا ضرورت یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو کیونکہ میرے نزدیک تمہارا تقویٰ اختیار کرنا اس سے زیادہ عزیز ہے کہ یہ تمام ستون سونے کے ہو جائیں (صفوۃ)

۱۱۴ - حضرت زہیر بن نعیم بابی رحؒ

بصرہ کے مشہور و معروف عالم ربانی اور امام و مقتدا ہیں ایک روز ایک معتزلی شخص آپ کے حلقۂ درس میں حاضر ہوا اور کمبخت نے آپ کے روبرو اسے زہیر! سنا ہے کہ تم زندیق ہو؟ حضرت زہیر بن نعیمؒ نے نہایت متانت کے ساتھ جواب دیا کہ زندیق تو نہیں ہاں ایک بدعمل اور برا آدمی ہوں۔

تمام خلق اللہ پر آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کہ کاش میرا جسم قینچیوں سے کاٹ دیا جاوے مگر یہ مخلوق خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے لگے

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا کہ اس سے بچو کہ خدا تعالیٰ تمہیں عذاب میں پکڑ لے اور تم غفلت میں رہو۔

(صفوۃ جلد ۳)

توبہ تو یہ ہے کہ انسان زبان سے استغفار کرے اور نیت اسکی یہ ہو کہ اب دوبارہ اس کام کو نہ کروں گا جب ایسی توبہ ہوتی ہے تب اللہ تعالیٰ اسکے گناہ کو معاف فرماتا ہے اگرچہ وہ گناہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے درگذر فرمانے والے اور ان پر نہایت رحیم ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا اس سے کسی شخص کی تعریف بیان کی گئی بادشاہ نے اسکو بلوایا اور کہا کہ آپ یہیں میرے پاس ٹھہرئیے بلکہ میرے دروازہ ہی پر بیٹھیے اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت کا حکم سر آنکھوں پر لیکن یہ فرمائیے کہ اگر میں کسی دن آپ کے مکان میں داخل ہو جاؤں اور آپ مجھے دیکھیں کہ میں آپکی مخصوص باندیوں کے ساتھ کھیل رہا ہوں تو آپکا میرے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا؟ بادشاہ یہ سنکر چراغ پا ہوگیا اور کہا کہ اے فاسق! تیری میرے ہی ساتھ ایسی جرأت؟ اس عابد نے عرض کیا کہ پھر سنیئے کہ میرا بھی ایک رب ہے جو کریم ہے اگر وہ دن میں مجھ سے ستر گناہ بھی دیکھتا ہے تو نہ اس نے آجتک مجھ پر غصہ کیا ہے اور نہ اپنے در سے مجھے دھتکارا ہے اور نہ مجھ سے میرا رزق ہی موخر فرمایا ہے تو میں بھلا ایسے کریم کا در چھوڑ کر آپ جیسے کا دروازہ کیسے پکڑ سکتا ہوں جس کا یہ حال ہے کہ بن کئے جرم پر بھی اسقدر خفا ہو گئے اور خدانخواستہ مجھ سے کوئی جرم دیکھتے تو نہ معلوم کیا کرتے۔ لہٰذا میں اسکا در نہ چھوڑوں گا یہ کہا اور وہاں سے چلدیا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ معاصی کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ گناہ جو تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے مابین واقع ہو دوسرا وہ جو تمھارے آپس میں واقع ہو چنانچہ وہ گناہ جو فیما بینک و بین اللہ تعالیٰ ہے اسکی توبہ یہ ہے قلب میں اپنے کئے پر ندامت ہو زبان پر اس سے استغفار ہو اور باطن میں یہ عزم ہو کہ آئندہ ایسے نہ کریگا اگر اتنا کر لیا تو اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائیگا کہ اللہ تعالیٰ اسکے گناہ کو معاف فرما دیں گے سوائے اسکے کہ اس سے فرائض وغیرہ کی ادائیگی میں

کوتاہی ہو گئی ہو تو صرف اس قدر توبہ نافع نہ ہوگی بلکہ تقصیر کی توبہ کرے اور تفویت کی تلافی حقضا سے کرنی ہوگی اور وہ گناہ جو فیما بینہ وبین العبد ہے تو جب تک خصوم کو راضی نہ کرلے گا توبہ سودمند نہ ہوگی خواہ اسکے حق کو ادا کردے یا اس سے معاف کرالے۔

ایک تابعیؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص ایک گناہ کرتا ہے اور اسپر نادم رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اسی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس پر شیطان افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے کاش میں اس سے یہ گناہ نہ کراتے ہوتا (نہ وہ جنت میں جاتا)

حضرت ابو بکر واسطیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جلد بازی نہ کرنا بلکہ اطمینان کے ساتھ کام کرنا ہر موقع پر مستحسن ہے سوا تین موقعوں کے۔ ایک تو وقت آجانے پر نماز پڑھنے میں (کہ پھر توقف بہتر نہیں ہے)۔ دوسرے میت کے دفنانے اور تجہیز و تکفین کرنے میں (بلکہ دیر کرنا مناسب نہیں ہے) تیسرے گناہ ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں (بلکہ عجلت ہی کرنا مستحسن ہے)

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ انسان کے توبہ کی صداقت چار باتوں سے معلوم کیجا سکتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اپنی زبان کو غیبت و شکایت اور لغو باتوں سے روک لے دوسرے یہ کہ اسکے قلب میں کسی کیجانب سے عداوۃ اور حسد نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ برے ساتھیوں کا ساتھ بالکلیہ چھوڑ دے۔ چوتھے یہ کہ موت کی اسکو فکر لگ جائے جسکی وجہ سے اپنے سابقہ گناہوں پر اسے ندامت ہو اور ان سے برابر استغفار کرتا ہو اور اب سے اپنے رب کی اطاعت میں اہتمام کے ساتھ لگ گیا ہو۔

کسی دوسرے حکیم سے دریافت کیا گیا کہ آیا توبہ کرنے والے کیلئے اسکی توبہ کی قبولیت کی بھی کچھ علامت ہے۔ کہا ہاں چار علامتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے سابقہ برے ساتھیوں کو اس طرح چھوڑ دے کہ وہ لوگ اسکو دیکھکر ڈرنے لگیں (یعنی کسی کی ہمت نہ ہو کہ پھر قدیمی مشاغل و تفریحات کی اسکو دعوت دے سکے) اور اب سے

یہ صالحین کا ساتھ پکڑلے دوسرے یہ کہ اب یہ تمام برائیوں کو ترک کرکے ہر نوع کی طاعت میں لگنے کا خواہشمند ہے۔ تیسرے یہ کہ اسکے قلب سے دنیاوی خوشیاں سب ختم ہو جائیں اور اب اسکی جگہ غم آخرت اور فکر نجات قلب میں پیدا ہو کر اسکو ہر وقت مغموم و محزون رکھے۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدۂ رزق پر نظر کرکے خود کو فکر معاش سے فارغ رکھے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کے امتثال میں لگ جائے۔ جب کسی شخص کے اندر یہ چاروں علامتیں پائی جائیں تو وہ انلوگوں سے شمار ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تائبین سے محبت فرماتے ہیں اور طہارت حاصل کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ اور اب لوگوں پر ایسے شخص کے چار حقوق لازم ہوں گے۔ ایک یہ کہ اس سے سب لوگ بھی محبت کریں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اسکے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسکو دی ہوئی ہدایت پر دوام اور ثبات نصیب فرمادیں تاکہ اسکی حفاظت ہو۔ تیسرے یہ کہ اب اسکو اسکے سابقہ گناہوں پر عار نہ دلائیں۔ چوتھے یہ کہ اس کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں اسکو اپنی مجلس اور مذاکرۂ دینی میں شریک رکھیں (یعنی اب اس سے نفرت نہ کریں) اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے چار کرامتوں سے نوازا جائے گا ایک یہ کہ اسکو اللہ تعالیٰ اس طرح گناہوں سے پاک وصاف کردیں گے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنا محبوب بنا لیگا۔ تیسرے یہ کہ اب اس پر شیطان کو تسلط نہ ہونے دیگا بلکہ اسکی حفاظت فرمائے گا۔ چوتھے یہ کہ اسکو دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے پہلے خوف آخرت سے مامون و مطمئن فرمادے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یعنی ان پر موت کے وقت فرشتے نازل ہوں گے یہ بشارت لیکر کہ تم لوگ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا

حضرت خالد بن سعدان سے مروی ہے کہ جب اہل توبہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ اجی کیا ہمارے رب نے ہمارے متعلق نہیں فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کو جنت میں داخلہ سے پہلے جہنم سے گذرنا ہوگا (تو کہاں ہے وہ جہنم) اس پر ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ اس پر سے گذرے تھے لیکن وہ تمہارے ایمان کی وجہ سے بجھ گئی تھی۔

حضرت حسنؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت سے زنا کا صدور ہو گیا چنانچہ اسکو سزائے شرعی کی رو سے رجم کر دیا گیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے جنازہ کی نماز بھی پڑھی۔ اس پر (استفسار) ایک صحابی نے (تعجباً) دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی نے تو اسے رجم کا حکم دیا ہے اور پھر آپ نے اسکی نماز بھی پڑھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جانتے ہو کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ اسی فعل کو ستر بار کرے اور ایسی ہی توبہ کرتی رہے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ کو ضرور قبول فرمائینگے مطلب یہ کہ اسکی توبہ حقیقی توبہ تھی اور جب توبہ سچی توبہ ہوتی ہے تو پھر وہ عند اللہ مقبول ہو جاتی ہے خواہ گناہ کتنا ہی بڑا ہو اور بار بار کیوں نہ ہوا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اسکے کسی گناہ پر عار دلایا تو اتنا برا ہے جیسے خود اس نے اس کام کو کر لیا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اسکو بھی اس میں مبتلا فرما دے۔ اور فرمایا کہ جس نے کسی مومن کو اسکی کسی معصیت پر عار دلایا تو مرے گا نہیں جبتک اس کام کو خود نکر لے اور کر کے رسوا نہ ہو جائے۔ اللّٰھم احفظنا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ (یہ عار دلانا برا اسلئے ہے کہ) مومن جان بوجھکر کسی معصیت کا ارتکاب نہیں کیا کرتا اور نہ اسکے پاس پھٹکتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کَرَّہَ اِلَیْہِ الْکُفْرُ وَالْفُسُوْقُ وَالْعِصْیَانُ اسکی جانب کفر فسق عصیان کو مکروہ بنا دیا ہے چنانچہ اس نے خبر ہی دی ہے کہ اس نے مومن کے

قلب میں معصیت کو مکروہ بنا دیا ہے۔ لہذا مومن اسکے سننے کے بعد قصداً گناہ کا ارادہ تو کر ہی نہیں سکتا ہاں کبھی اس پر غفلت طاری ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے اس سے ارتکاب معصیت ہو جاتا ہے تو اگر وہ اس سے توبہ کرے تو اسکے بعد اسکو اس پر ملامت کیا کرنا اور عار کیا دلانا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے مروی ہے کہ بندہ جب کسی گناہ سے توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتے ہیں تو پھر یہ بھی کرتے ہیں کہ کراماً کاتبین نے جو اعمال نامہ میں اسکا گناہ لکھ لیا ہے انکو بھی وہ بھلا دیتے ہیں اور جس جگہ اس نے وہ گناہ کیا تھا اس قطعۂ زمین کو بھی اسکا وہ گناہ کرنا بھلا دیتے ہیں اسیطرح جس حصۂ آسمان کے نیچے اسکا مرتکب ہوا تھا اسکو بھی بھلا دیتے ہیں تاکہ وہ قیامت میں ایسی حالت میں آسکے کہ اسکے اس گناہ کا کوئی شاہد ہی نہ مل سکے جو اسکی شہادت دے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ رسول اللہ صلی علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ مخلوقات کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل ہی سے عرش کے چاروں طرف لکھا ہوا تھا کہ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى یعنی میں اس شخص کی خطاؤں کو بخشدوں گا جس نے توبہ کیا اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا اور پھر ہدایت یاب ہوا۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھکو اختار
ادہر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے وہ دمبدم عنایت)

دسواں باب

توبہ کا ایک اور بیان

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنے والد سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ

حضرت عکرمہؓ سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باب توبہ کا ذکر فرمایا تو حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! باب توبہ کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باب توبہ جانب مغرب میں ایک دروازہ ہے جس کے دونوں پلے سونے کے ہیں اور ان میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں اسکے ایک بازو سے لیکر دوسرے بازو تک کا فاصلہ تیز رفتار گھوڑے سوار کی چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہے اور یہ دروازہ جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اسوقت سے کھلا ہوا ہے اور (قیامت کے قریب) جبکہ آفتاب مغرب سے نکلیگا اسدن کی صبح تک کھلا رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے جو بندہ بھی توبہ کرتا ہے توبہ نصوح (صدق دل) سے تو وہ توبہ اسی دروازہ سے داخل ہوتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے باپ آپ پر قربان ہوں یہ توبہ نصوح کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عاصی اپنے گناہ پر نادم ہوکر حق تعالیٰ سے اس کی معذرت چاہے اور پھر کبھی اس کام کو نہ کرے۔ پھر توبہ کے داخل ہونے کے بعد ایک دن سورج اور چاند بھی اسی میں غروب ہو جائیں گے اور دروازے کا دونوں پٹ خوب چپکا کر بند کر دیا جائے گا پس وہ دونوں اس طرح باہم مل جائیں گے کہ درمیان میں ذرا سی دراز بھی باقی نہ رہ جائیگی بس اسی وقت سے بندے کی توبہ قبول نہیں کیجائیگی اور نہ اسکو کوئی نیکی نفع دے گی جسے اس نے اسلام میں کیا ہوگا بجز اس شخص کے جو پہلے سے نیکوکار ہوگا کہ اسکا عمل باقی رہے گا اور جو وہ پہلے کیا کرتا تھا اسکا بھی ثواب ملیگا اسی کو حق تعالےٰ نے اس آیۃ میں فرمایا ہے کہ جبدن آپ کے رب کی بعض نشانی آجائیگی تو کسی نفس کو جو اس سے پہلے سے مومن نہ ہوگا یا پہلے سے نیک کام نہ کرتا رہا ہوگا اسکا ایمان نفع نہ دے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ انسان کسی گناہ سے ایسی توبہ کرے کہ پھر دوبارہ اس کام کو نہ کرے۔ انھیں سے

یہ مروی ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ہر شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے بجز تین شخصوں کے ابلیس راس الکفرہ کی۔ قابیل ابن آدم راس الخاطئین کی اور اس شخص کی جس نے کسی نبی کو شہید کیا ہو۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ فضا میں معلق رہتی ہے رات و دن ندا کرتی رہتی ہے اور تھکتی نہیں کہ کون مجھے قبول کرتا ہے جو شخص مجھے قبول کرلے اسکو عذاب نہ ہوگا۔ اسی طرح سے وہ ہمیشہ اعلان کرتی رہتی ہے یہانتک کہ جب مغرب سے آفتاب طلوع ہو جائے گا تو توبہ کو اوپر اٹھالیا جائیگا اور اسکا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پس دیکھو ان روایات میں توبہ پر بندے کو کس طرح ابھارا گیا ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ مومن جب صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو اسکی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مومن کو توبہ کیطرف دعوت بھی دی ہے۔ فرمایا ہے کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ کی جانب سب لوگ توبہ کرو تاکہ تم لوگ فلاح پا جاؤ یعنی تاکہ تم اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جاؤ اور اسکی رحمت کے مستحق ہو جاؤ۔ دیکھو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ توبہ مفتاح الخیر ہے اور مومن کی فلاح اس کے توبہ ہی کرنے میں ہے۔ چنانچہ مومن کو توبہ کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو تم سب اللہ تعالےٰ کی جانب توبہ کرو توبۂ نصوح یعنی صدق دل سے اور سچی توبہ۔ پھر توبہ میں مومن کیلئے کیا کیا کرامات رکھی ہیں اسکو بیان فرمایا کہ شاید تمھارا رب تمکو بخشدے اور تمھارے گناہ کی مغفرت فرمادے اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل فرمادے جس کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ نیز اللہ تعالےٰ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ تائبین کے گناہوں کا بخشنے والا بھی ہے چنانچہ فرمایا کہ والذین اذا فعلوا فاحشۃ الایۃ یعنی لوگ جب گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنے نفسوں پر ظلم کرلیتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں یعنی معصیت کے بعد خدا کے عذاب

سے ڈرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں اور ان کے گناہوں کو اللہ کے سوا اور کون بخش بھی سکتا ہے۔ اور وہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے یعنی معصیت کا استحضار رکھتے ہوئے پھر اسکا اعادہ نہیں کرتے۔

حضرت سعید بن ابی بردہؓ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اسلئے کہ میں بھی دن رات میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ اب دیکھو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار فرمایا کرتے تھے درانحالیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو (اگر بالفرض ہوتے بھی تو) معاف فرما چکے تھے تو اب اس شخص کے متعلق تم خود سمجھو جبکی بابت یہ بھی معلوم نہیں کہ اسکے گناہ بخشے گئے یا نہیں کہ اسکو اللہ تعالیٰ سے تمام وقت ہی کیوں نہ توبہ کرنا پڑے گا اور کیوں نہ اسکو اپنی زبان کو دائمًا استغفار میں مشغول رکھنا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان تو بس یہ چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ والی زندگی میں بھی گناہ کرتا رہے مطلب یہ کہ گناہ کرنے میں آگے اور توبہ کرنے میں پیچھے رہتا ہے اور کہتا ہے کہ عنقریب کرلوں گا پھر کرلوں گا یہاں تک کہ اسکو موت آجاتی ہے اور وہ اپنی اسی بدحالی پر قائم رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُسَوِّفُون ہلاک ہوگئے (یعنی جو توبہ کرنے میں سوف اَتُوبُ وساتُوبُ یعنی اب کرلوں گا تب کرلوں گا لگائے رکھتے تھے یہاں تک کہ موت آگئی اور نہ کرسکے) اسلئے ہر انسان پر ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرتا رہے تاکہ اسکو اگر موت آجائے تو وہ ایسی حالت میں آئے کہ یہ تائب ہوچکا ہو۔

۱۹۴۔ برکت اور کرامت کی حقیقت اور تصرف و کرامت میں فرق

برکت یہ ہوتی ہے کہ ان کے وجود باجود سے بارش ہوتی ہے۔ بیماری دور ہوتی ہے اور آفات ٹل جاتے ہیں۔ لیکن انکو خبر تک نہیں ہوتی جیسے آفتاب کہ جب نکلتا ہے تو سب کو منور کر دیتا ہے لیکن آفتاب کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ میری ذات سے کس کس کو نفع پہونچ رہا ہے اور دوسری شئے کرامت ہے وہ بھی کبھی عارفین میں ہوتی ہے۔ کرامت یہ ہے کہ کسی خارق عادت کاان کے ذریعہ سے ظاہر ہونا کرامت میں قصد نہیں ہوتا گو علم ہو اور تصرف میں قصد کرنا اور توجہ اس طرف مبذول کرنا ضروری ہے ہاں اگر اذن الٰہی اسں تصرف کا ہو تو اور بات ہے۔

۱۹۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکلات میں دعائیں کی ہیں تصرف سے کہیں کام نہیں لیا۔ الا نادراً

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے انبیاء کرام نے امور نازلہ میں دعائیں بہت کی ہیں مگر یہ کہیں نہیں آیا کہ آنکھیں بند کر کے استغراق توجہ و تصرف کیا ہو چنانچہ آیا ہے کہ حضورؐ نے دعا فرمائی اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمر بن ھشام یعنی اے اللہ اسلام کو قوت دے عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام سے یعنی انکو مسلمان کر دے یہ نہیں کیا کہ انکی جانب توجہ فرمائی ہو اور تصرف کیا ہو بلکہ دعا فرمائی۔ اگر تصرف ہوتا تو دو کا نام نہ لیتے کیونکہ تصرف میں یکسوئی لازم ہے ایک کو معین کر کے جب تک اسکی طرف کامل توجہ نہ کیجائے کچھ نہیں ہوتا حق تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں دعا قبول فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ غرض یہ تو آیا ہے کہ حضورؐ نے ہدایت

کی دعائیں فرمائی ہیں چنانچہ احادیث ان دعاؤں سے مملو و مشحون ہیں اور یہ بہت کم منقول ہے کہ تصرف کیا ہو اسی واسطے میں نے اوپر باذن الٰہی کی شرط و قید ذکر کر دی ہے اس لئے کہ تصرف بھی حضورؐ نے گاہ گاہ فرمایا ہے چنانچہ آیا ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کے سینہ پر ہاتھ مارا انکا شبہ زائل ہو گیا ایک صحابی گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتے تھے آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا وہ سوار ہونے لگے۔ سینہ پر ہاتھ مارنا یہ قرینہ اسکا ہے کہ یہ فعل تصرف ہے اور اگر کسی کی سمجھ میں اسکی کوئی اور توجیہہ آجائے تو پھر استثنار کی حاجت نہیں انبیار کے تصرف نہ فرمانے کا حکم اپنے عموم پر رہے گا۔ بہرحال اگر ثابت بھی ہو جاوے تو شاذ ہے اور شاذ پر حکم نہیں ہوا کرتا سنت وہ ہے جس پر حضورؐ نے مواظبۃ فرمائی ہو مثلاً آپ نے قبا پہنی تھی اس میں سونے کی گھنڈیاں تھیں تو یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سنت ہے یہاں جواز کے لئے آپ نے ایسا کیا اسی طرح یہاں بھی کہا جائے گا کہ سنت تو دعار کرنا ہے اور بیان جواز کے لئے شاذونادر تصرف بھی فرمایا ہے۔

۱۹۶۔ رجوع بجانب ہر خی (انبیار علیہم السلام کو نہ دین کے اندر غلو ہوتا ہے الخ)

اسی طرح عیسیٰؑ علیہ السلام کے بارے میں شبہ مغلوب الحال ہونے کا نہ کیا جاوے جیساکہ واضح ہو گیا۔ اب رہی یہ بات کہ جب نہ غلو فی الدین ہے اور نہ غلبہ حال ہے تو پھر اس حدیث کی کیا توجیہ ہے کیونکہ ظاہراً تو یہ عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ صریح چوری کرتے دیکھ رہے ہیں اور پھر اپنے مشاہدہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور عقل کے خلاف ہونے سے خود حدیث کی صحت مخدوش ہو گئی۔

۱۹۷۔ عقل و درایت خدا تعالیٰ پر حاکم نہیں

اور مبنیٰ اس شبہ کا یہ ہے کہ آجکل ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے

نھوں نے کچھ اصول درایت کے تراشے ہیں اور احادیث کو ان اصول پر منطبق
رتے ہیں اور عدم انطباق کے وقت حدیث کے معنی میں تحریف کرتے ہیں یا حدیث
کا انکار کردیتے ہیں انھوں نے عقل و درایت کی حکومت کو اسقدر عام مانا ہے کہ
اللہ تعالیٰ پر بھی اسکو حاکم بنا دیا خوب سمجھ لوکہ اول تو درایۃ باوجود حاکم ہونے کے
خدا تعالیٰ پر حاکم نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں نہ جلنے کو خلاف
درایت بتلاتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا اسلئے خدا تعالےٰ نے اسکو واقع نہیں کیا۔
بھلا عجیب بات ہے تمھاری سمجھ میں نہ آنے سے یہ کیسے لازم آیا کہ اس کا
وقوع بھی نہیں ہوا۔ درایۃ خدا تعالےٰ کے قبضہ میں ہے خدا تعالےٰ درایۃ کے
قبضہ میں نہیں مولانا رومؒ نے ایک ایسی ہی حکایت لکھی ہے جس میں وجہ
درایۃ کی بھی بتلائی ہے کہ ایک بادشاہ نے بڑی بڑی گھاٹیاں آگ سے
بھروا رکھی تھیں جو بت پرستی نہ کرتا تھا اسکو آگ میں پھینک دیتا تھا ایک موحد
عورت آئی اسکے پاس ایک بچہ تھا اسکو کہا کہ تو بت کو سجدہ نہ کریگی تو اس بچہ کو آگ میں
پھینک دیں گے اس نے صاف انکار کردیا چنانچہ اس بچہ کو آگ میں پھینک دیا
بچہ نے آگ میں سے ماں کو ندا دی ؎

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم　　گرچہ در صورت میان آتشم

(اے ماں تو بھی اندر آجا کہ میں یہاں بہت آرام سے ہوں اگرچہ صورتاً آگ میں پڑا ہوں)

اندر آ اسرار ابراہیم بیں　　کو در آتش یافت او ورد و سمیں

(اندر آجا تاکہ ابراہیم علیہ السلام کا حال تجھ پر کھل جائے کہ آگ کے اندر بھی گلاب و چنبیلی کے پھول ہوتے ہیں)

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ　　غیر عذب دیں عذاب است آں ہمہ

(اے مسلمانو! تم سب کے سب اندر آجاؤ دین کی شیرینی کے علاوہ باقی سب چیزیں عذب نہیں عذاب ہیں)
چنانچہ ماں بھی آگ کے اندر کود پڑی اور مسلمانوں نے گرنا شروع کردیا (شعر غا) اور سب
صحیح وسالم رہے آخر بادشاہ نے جھلا کر آگ کو خطاب کیا کہ اے آگ تجھکو
کیا ہوا کیا تو آگ نہیں رہی آگ نے جواب دیا ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم   اندر آتا تو بہ بینی تابشم
(آگ نے جواب دیا میں وہی آگ ہوں تو ذرا میرے اندر آتا کہ میری حرارت کا تجھے تجربہ ہو جائے)
طبع من دیگر نگشت و عنصرم   تیغ حقم ہم بدستوری برم
(نہ میرا عنصر بدلا نہ حق تعالیٰ کی فطرت بدلی میں جلانے اور کاٹنے میں بدستور حق کی تلوار ہی ہوں)
مولانا اسکا راز بتلاتے ہیں جیسی درایت کی وجہ بتلائی ہے ؎
خاک و باد و آب و آتش بندہ اند   با من و تو مردہ با حق زندہ اند
بات یہ ہے کہ چاہے خاک ہو یا ہوا پانی اور آگ ہو بندے اور غلام ہیں ہمارے تمہارے نزدیک مردہ اور حق تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں
پس آگ بیشک فاعل ہے مگر کب تک جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسکو معطل نہ فرمادیں اور جب معطل فرمادیں کسی کام کی نہیں جیسے تحصیلدار حاکم ہے جب تک معطل نہو جب معطل ہوگیا تو جیسے اور ہیں ویسا ہی وہ بھی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا اسلئے کہ اسکو حکم ہوگیا یَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام پر برد اور سلام بن جا) پس گو یہ ظاہرا خلاف درایت ہے لیکن خود یہ حکم درایۃ کا کہ النار محرقۃ (آگ جلانیوالی ہے) حق تعالیٰ پر تو حجت نہیں

۱۹۸ - ہم لوگوں کی درایت بھی ناتمام ہے اسواسطے ہمکو بعض احکام خلاف درایت معلوم ہوتے ہیں

دوسرے آپکی درایت بھی تو ناتمام ہے چنانچہ آپکی درایت تو صرف اسقدر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو آپ نے خلاف درایۃ سمجھ لیا حالانکہ واقع میں یہ درایۃ کے بھی خلاف نہیں ہے اسلئے کہ سرقہ کی حقیقت یہ ہے اخذ مال الغیر خفیۃ اسکی تحقیق کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے اول لینا دوسرے مال کا لینا، تیسرے غیر کا مال، چوتھے خفیہ لینا آنکھ سے صرف اسقدر دیکھا جاتا ہے کہ خفیہ مال لینا مگر مال غیر ہونا یہ آنکھ سے کیسے معلوم ہوا ممکن ہے

کہ وہ شئے اسی کی ہو یا اس نے اجازت لے لی ہو تو حضرت عیسیٰؑ نے اول اس ہیئت کو دیکھکر فرمایا کہ اس نے چوری کی ہے پھر اسکی قسم کے بعد دوسرا عقلی احتمال مستحضر ہو گیا کہ شاید یہ سرقہ نہ ہوا اور یہ سمجھا ہو کہ اس ہیئت میں کوئی عارضی مصلحت ہوگی۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کی عقل صرف اسقدر ہے۔ اسی طرح جن جن چیزوں کو آپ خلاف عقل سمجھتے ہیں میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایک کو عقل پر منطبق کر سکتا ہوں

۱۹۹۔ کھانے اور کمانے کی عقل کوئی عقل نہیں ہے

ہم اور آپ عاقل نہیں ہیں ہاں آکل ہیں۔ ہمکو کھانے کی عقل ہے مثل بہائم کے۔ چنانچہ بعض جانور اپنے کھانے کی ایسی تدبیر کرتے ہیں کہ عقلاء بھی نہیں کر سکتے۔ رجواڑوں میں سنا ہے کہ ریت کے اندر تربوز چھپے رہتے ہیں بیلوں کو جب پیاس لگتی ہے تو ریت کو کرید کر تربوز نکالکر کھا لیتے ہیں اور آدمی کو تلاش سے بھی نہیں ملتے۔ اس کھانے پینے کی تدبیروں کو لوگ ترقی کہتے ہیں ترقی یہ ہوئی کہ بیل کے برابر ہو گئے۔ حضرتؒ ترقی نہیں ہے ترقی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمکو عقل دی ہے اسکو دین کے کاموں میں صرف کرو کھانے پینے کی عقل تو جانوروں کو بھی ہوتی ہے بلکہ تم سے زیادہ ہوتی ہے اس پر تو چاہیئے کہ وہ زیادہ ترقی یافتہ ہوں اگر یہی ترقی ہے تو ہم میں اور جانوروں میں فرق کیا ہوگا۔

۲۰۰۔ رجوع بجانب سرخی (سمع، بصر، قلب اور جوارح کی حفاظت کا حکم

یہ قصہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا کہ انھوں نے کس قدر احتیاط فرمائی اور وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ کہ جس چیز کا تم کو علم نہ ہو اس کے درپے نہ ہوا پر کیا عمل کیا۔ ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ذرا سے شبہ میں جھٹ کہدیتے ہیں

محض قرائن سے کسی کو چور کہدینا نہایت برا ہے

۲۰۱۔ کسی عمل سے چور کا نام معلوم کر کے اسپر چوری کا الزام لگانا جائز نہیں ہے

اسی جگہ ایک اور مضمون یاد آگیا کہ بعض لوگ چور کے معلوم کرنے کے واسطے ایک عمل لوٹا گھمانے کا کیا کرتے ہیں اس پر سورۂ یٰسین شریف پڑھتے ہیں جسکے نام پر لوٹا گھوم جائے اسکو یقیناً چور سمجھتے ہیں اور اس عمل میں غلطی کا احتمال ذرا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کا عمل ہے۔ یاد رکھو کہ یہ حرام ہے شریعت میں بلا اپنے دیکھے یا دو عادل کی گواہی بغیر کسی کو چور سمجھنا ممنوع ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن کا عمل غلط نہیں ہوسکتا اس میں مغالطہ ہے یہ عمل اگر قرآن کا مدلول ہوتا تو واقعی یقینی ہوتا اور یہی معنی ہیں اسکے کہ قرآن میں احتمال غلطی کا نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ عمل قرآن کا مدلول نہیں خود تمھارا گھڑا ہوا ہے اگر کوئی شخص ایک بڑا سا قرآن لیکر کسی کے سر میں ماردے اور وہ زخمی ہوجاوے تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ عمل جائز ہے اور یہ قرآن کی طرف سے ہوا ہے۔

۲۰۱۔ رجوع بجانب مرخی (سمعؑ بصرؑ قلب اور جوارح کی حفاظت کا حکم

حاصل یہ ہے کہ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ میں بطریق مذکور زبان کی حفاظت کا حکم بھی داخل ہوگیا اور ہاتھ کی حفاظت اس طرح سے داخل ہوئی کہ بلاتحقیق جرم کسی پر ظلم کرنا حرام ہے اور اس میں مخالفت ہوئی ولا تقف الآیہ اسی طرح پاؤں کی حفاظت اس میں داخل ہے کہ بلاتحقیق جواز شرعی کسی ناجائز مجمع میں جانا حرام ہے اسی طرح سب جوارح کی حفاظت اسمیں داخل ہوگئی اور سمع و بصر اور فواد کی حفاظت تو بالتصریح ہی اس میں

مذکور ہے مثلاً کان کو غیر مشروع اصوات و مضامین سے بچانا، آنکھ کو غیر محارم کی طرف دیکھنے سے بچانا قلب کو گمان بد وغیرہ سے بچانا۔

۲۰۳۔ معصیت سے بچا رہنا ہی بڑی کرامت ہے

حضرت جنیدؒ کی یہ عالت تھی کہ ایک شخص آپ کا امتحان کرنے آیا اور دس برس تک آپ کے پاس رہا مگر معتقد نہ ہوا ایک روز کہنے لگا کہ میں نے آپ کی بزرگی کی شہرت سنی تھی لیکن میں دس برس سے آپ کے پاس ہوں مگر اس مدت میں میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی آپ نے فرمایا کہ تو نے اس مدت میں جنید کو کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ میں مبتلا دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ گناہ تو کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ جنیدؒ کی یہ کچھ چھوٹی کرامت ہے کہ دس برس تک اس سے خدا کی مرضی کے خلاف نہ ہو

۲۰۴۔ کوئی شخص کیسے ہی درجہ کو کیوں نہ پہونچ جائے احکام شرعی اس سے ساقط نہیں ہوتے

علی ہذا ایک دوسرا واقعہ انکا مشہور ہے کہ انکے زمانہ میں چند مدعیان تصوف کا یہ قول آپ کے پاس پہنچا کہ وہ کہتے ہیں کہ نحن وصلنا ولاحاجۃ لنا الی الصیام والصلوٰۃ (ہم لوگ پہونچ گئے لہذا ہمکو نہ نماز کی حاجت ہے نہ روزہ کی) آپ نے یہ سنکر فرمایا صدقوا فی القول ولکن الی السقر (ہاں لوگ اپنے قول میں سچے ہیں پہونچ گئے مگر کہاں جنت میں نہیں دوزخ میں) اور پھر فرمایا کہ اگر میں دس برس بھی زندہ رہوں تو نفل عبادت بھی بلا عذر شرعی ترک نکروں۔

۲۰۵۔ بزرگوں کیخدمت میں اصلاح کی نیت سے جانا چاہیئے

انکے پاس جاکر دنیا کے قصے نہ شروع کر دینے چاہئیں

بعض لوگ بزرگوں کی خدمت میں جاتے ہیں لیکن نیت انکی محض وقت پورا کرنا اور دل بہلانا ہوتی ہے اور علت اسکی یہ ہے کہ بزرگوں کے پاس جاکر دنیا بھر کے قصے جھگڑے، اخبار شروع کر دیتے ہیں ایسے لوگ اپنا بھی نقصان کرتے ہیں اور ان بزرگ کا وقت بھی ضائع کرتے ہیں۔

۲۰۶۔ طالب کو ثمرہ کا انتظار اور کسی حالت میں مایوسی نہ چاہیئے

بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ اصلاح ہی کی نیت سے جاتے ہیں لیکن عجلت پسند ہونے کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ دو ہی دن میں ہماری اصلاح ہو جائے ان لوگوں کی بالکل وہ مثال ہے کہ الجاھل اذا صلی یومین انتظر الوحی ایسے لوگوں کے جواب میں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کیا کم فائدہ ہے کہ تم کو خدا کے نام لینے کی توفیق ہوگئی اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی اگر واقعی کچھ بھی حاصل نہ ہو تب بھی طلب چھوڑنی نہ چاہیئے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

(میں اسکو پاؤں یا نہ پاؤں تلاش سے باز نہ رہونگا اور وہ ملے یا نہ ملے میں تو طلب ہی کرتا رہوں گا)

طالب خدا کی یہ شان ہے کہ سو دفعہ اسکو یہ آواز آوے کہ تو دوزخی ہے تب بھی اسکو مایوسی نہ ہو۔ حکایت: ایک بزرگ کے پاس شیطان آیا اور کہا کہ تم کو عبادت کرتے اتنے دن ہوگئے نہ پیام ہے نہ سلام پھر اس سے کیا نفع وہ معمول چھوڑکر سو رہا خواب میں حضرت خضر علیہ السلام آئے اور وجہ پوچھی اس نے کہا کہ نہ لبیک ہے نہ پیک ہے پھر کیسے دل بڑھے۔ جواب ارشاد ہوا کہ ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست ویں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

(جواب ملا کہ وہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی میری لبیک ہے اور یہ تیرا نیاز اور سوز ہی میرا پیغام ہے

Regd. No. L2/9/AD-1

Monthly WASIYATUL IRFAN APRIL 19

23, Buxi Bazar, Allahabad-3

مجموعہ تالیفات مصلح الامۃ

حصہ سوم

Rs. 30/-

حصہ اول

Rs. 20/-

حصہ چہارم

قیمت ۱۵/-

وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۴ء جلد ۲

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۳ بخشی بازار الٰہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی الٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ ۲۵ ؍ پچیس روپئے

چندہ ششماہی ۱۳ ؍ تیرہ روپئے

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر : عبد المجید عفی عنہ | دو روپے ۴۰ پیسے

شمارہ ۲ | ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ مطابق فروری ۱۹۸۳ء | جلد ۷

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ : مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ال ۲-۹-۱-۵-ذی ۱۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ جو حضرات کہ رسالہ کے شروع سے خریدار ہیں انکو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے مضامین سے مستفید ہوتے تقریباً بیس سال گذر گئے چنانچہ بہت سے حضرات نے علاوہ رسالہ کے حضرت والا کی دیگر تالیفات سے بھی استفادہ کیا ہوگا لیکن جو لوگ کہ بعد میں خریدار ہوتے رہے انمیں سے بہت سے حضرات کو دو حضرت اقدسؒ کی جملہ تصانیف کا علم ہی ہوسکا ہوگا اور نہ انھیں منگوانے کا موقع ملا ہوگا۔ اسی غرض سے ہم نے دسمبر ۱۹۸۱ء کے شمارہ میں تالیفات کے جملہ حصص کا تجزیہ کردیا تھا کہ فلاں جلد میں فلاں فلاں کتاب موجود ہے۔ ناظرین کرام کو اسکی وجہ سے حضرتؒ کی جملہ تصانیف کا علم تو ہو ہی چکا تھا۔ اسوقت بعض ان کتابوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو تالیفات کے مجموعہ سے الگ ہوکر بھی دفتر سے دستیاب ہوسکتی ہیں۔ تالیفات سے قبل یہ سب کتابیں علٰحدہ علٰحدہ ہی طبع ہوئی تھیں لیکن اپنی نشاۃ ثانیہ میں انھوں نے تالیفات کی شکل اختیار کرلی، تاہم اب بھی چند کتابیں ایسی ہیں جو الگ الگ بھی مل سکتی ہیں۔ وھو ھذا۔

التذکیر بالقرآن: یہ دراصل حضرت اقدسؒ کا ایک مکتوب گرامی ہے بنام مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہٗ جسمیں قرآن سے وعظ کہنے کی ترغیب اور اسکا تھوڑا سا نمونہ ذکر کیا گیا ہے اہل علم کیلئے یہ ایک کام کی چیز ہے قیمت ۷۵/-

عاقبۃ الانکار: طریق میں انکار کا ضرر۔ نیز مرید کے آداب اور وصول الی اللہ کے اصول پر کلام کیا گیا ہے ۷۵/-

نعم الامیر: دین میں مال کا کیا درجہ ہے؟ دنیا مذموم ہے یا محمود؟ اس مسئلہ پر مفصل گفتگو فرمائی گئی ہے قیمت ۵۰/-

اصلاحی مضمون: فی زماننا اسباب ہدایت زیادہ ہونے کے باوجود پھر بھی اصلاح نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کتاب میں سوال ہذا کا بصیرت افروز جواب دیا گیا ہے۔ قیمت ۲۵/-

معمولات نبوی: یہ تصنیف حضرت والا کی نہیں ہے مگر ایک مفید کتاب ہے۔ اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کے معمولات وقت، دن اور ماہ کے اعتبار سے جمع کردیئے گئے ہیں نیز پیدائش، عقیقہ، ختنہ، شادی اور موت کا شرعی دستور العمل اختصار کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے تاکہ رسوم و بدعات سے بچا جاسکے اور سنت و شریعت پر عمل ہوسکے۔ قیمت ۶/- (چھ روپئے)

دیباچہ معرفت: حضرت والا کے ان مضامین و ملفوظات کا مجموعہ ہے جو رسالہ الاحسان الٰہ آباد میں چھپے ہیں قیمت ۳/-

ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ وصیۃ العرفان - ۲۳ بخشی بازار - الٰہ آباد ۳

(ادارہ)

(ذیل کا ملفوظ کسی طویل مضمون کا ابتدائی حصہ ہے۔ ناظرین کو شاید معلوم نہ ہو کہ حضرت والاؒ جس مضمون کو بیان فرمانا شروع کرتے تھے اور جسکی ضرورت سمجھتے تھے تو مجملاً مفصلاً مکرر سہ کرر بیان فرماتے تھے لیکن ہر مرتبہ کا بیان خالی از نفع نہ ہوتا تھا چنانچہ اخلاق پر بھی بہت گفتگو فرمائی ہے۔ اس ملفوظ کا کچھ حصہ خود حضرتؒ کے قلم کا لکھا ہوا تھا اسلئے جی چاہا کہ اسکو بھی منظر عام پر لایا جائے۔ باتیں اگرچہ مکرر ہیں تاہم قند مکرر ہی سہی۔ جامی)

۱۲۰ - وصول کے اصول میں سے ایک حسن خلق بھی ہے

فرمایا کہ ـــــ اکابر طریق نے فرمایا ہے کہ وصول الی اللہ کے بہت سے اصول ہیں (مثل اکل حلال و مجانبۃ عن الاضداد و زہد وغیر ذلک) منجملہ ان کے حسن اخلاق بھی ہے چونکہ اور اصول اہل طریق کو معلوم بھی ہیں اور قدرے عمل بھی ہے اسلئے اسکا ذکر نہیں کیا جاتا اخلاق کا علم چونکہ غامض ہے اسلئے بہت سے لوگوں کو اسکا علم بھی نہیں ہوتا تا بہ عمل چہ رسد۔ اسلئے بہت دن سے دل چاہتا تھا کہ اس پر کچھ کلام کیا جاوے مگر اسکا غموض آگے قدم رکھنے سے مانع تھا۔ اسی حیص بیص میں بہت دن گذر گئے مگر دل بھی خالی نہیں ہوتا تھا۔ دل میں بار بار اسکا تقاضا ہوتا تھا اسلئے آج اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کر دیا واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ:- تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے (سورۂ قصص پارہ ۲۰ رکوع ۹)

(۲) إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ

فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسموں میں کر رکھا تھا کہ ان (باشندوں) میں سے ایک جماعت یعنی بنی اسرائیل کا زور گھٹا رکھا تھا (اس طرح سے کہ) ان کے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَ هُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ (سورۂ قصص کوع ۱)

ذبح کرایا کرتا اور انکی (بیٹیوں کو) زندہ رہنے دیتا تھا وہ بڑا مفسد تھا۔

(۳) وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ (سورۂ قصص)

اور ہمکو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین (مصر) میں زور گھٹایا جارہا تھا ہم انپر (دینی و دنیوی) احسان کریں (اور وہ احسان یہ کہ) انکو (دین میں) پیشوا بنادیں اور (دنیا میں) انکو (ملک) کا مالک بنائیں

(۴) اِنْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ (سورۂ مومن کوع ۶)

ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے مگر وہ اس تک کبھی پہونچنے والے نہیں۔

---

(۱) ان العبد ليبلغ بحسن خلقه عظم درجات الآخرة و شرف المنازل و انه لضعيف العبادة و انه ليبلغ بسوء خلقه اسفل درك جهنم و انه لعابد

آدمی اپنے حسن خلق کی وجہ سے شرف منازل اور عظیم درجات آخرت میں پالیتا ہے اگرچہ وہ ضعیف العبادۃ ہوتا ہے اور سوء خلق سے جہنم کے درک اسفل میں چلاجاتا ہے اگرچہ وہ عبادت گذار ہوتا ہے۔

(۲) اوحى الله تعالىٰ الى ابراهيم يا خليلى حسن خلقك ولو مع الكفار تدخل مداخل الابرار فان كلمتى سبقت لمن حسن خلقه ان اظله فى عرشى و اسكنه حظيرة قدسى وان ادنيه من جوارى

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے میرے خلیل اپنے اخلاق کو اچھا کرو اگرچہ کفار کے ساتھ کیوں نہ ہو تو تم ابرار کے مرتبہ میں داخل ہو جاؤ گے اسلئے کہ میرا کلمہ سابق ہو چکا ہے اس شخص کے متعلق جس نے اپنے اخلاق اچھے کرلئے کہ میں اسکو اپنے عرش کے سایہ میں رکھونگا اور اسکو اپنے حاطۂ قدس میں جگہ دونگا اور اسکو اپنے پڑوس میں قریب کرونگا

(۳) انكم لا تسعون الناس ولكن يسعهم منكم بسط الوجه وحسن الخلق ۔

بیشک اموال میں اتنی وسعت نہیں کہ سب کو دے سکو لیکن کچھ کشادہ روئی اور حسن اخلاق میں اتنی وسعت ہے کہ سب کو پہونچ سکتی ہے۔

(۴) مكارم الاخلاق من

اچھے اخلاق جنت کے اعمال میں سے

اعمال الجنۃ

ہیں۔

(۵) اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا وخیارکم لنسائهم

کامل ترین مومن وہ ہے جو سب میں زیادہ اخلاق والا ہے اور تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی عورتوں کیلئے (ازروئے اخلاق) سب سے اچھا ہے

(۶) الخلق الحسن یذیب الخطایا کما یذیب الماء الجلید والخلق السوء یفسد العمل کما یفسد الخل العسل۔

اچھی خصلت گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے (بہا دیتی ہے) جسطرح پانی برف کو پگھلا دیتا ہے اور بری خصلت عمل کو اسطرح فاسد (خراب) کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

(۷) ان الرجل لیدرک بحسن خلقه درجة القائم باللیل الظامی بالهواجر۔

بیشک آدمی اپنے حسن خلق کی وجہ سے پالیتا ہے (عبادت میں) شب بیداری کرنے والے گرم دنوں میں روزہ رکھنے والے کے درجہ کو۔

(۸) ان المسلم المسدد لیدرک درجة الصوام القوام بآیات اللہ بحسن خلقه وکرم ضریبته

بیشک ٹھیک اخلاق والا مسلمان اپنے حسن خلق اور اپنی طبیعت کی خوبی کی وجہ سے روزہ رکھنے والوں اور (رات میں نماز کے اندر) اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تلاوت کرنے والوں کے درجہ کو پالیتا ہے۔

(۹) ان محاسن الاخلاق مخزونة عند اللہ تعالیٰ فاذا احب اللہ عبداً منحه خلقاً حسناً۔

بیشک اچھے اخلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بطور خزانہ) جمع ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو پسند فرما لیتے ہیں تو اسکو حسن خلق عطا فرما دیتے ہیں۔

(۱۰) ان احبکم الی واقربکم منی فی الآخرة مجلساً محاسنکم اخلاقاً وابغضکم الی وابعدکم منی فی الآخرة مساویکم اخلاقاً الثرثارون المتفیهقون المتشدقون۔

بیشک تم میں کا سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک اور تم میں سب سے زیادہ قریب مجھ سے ازروئے مجلس کے آخرت میں وہ شخص ہوگا جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے۔ اور تم میں کا سب سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک اور تم میں سب سے زیادہ دور آخرت میں مجھ سے وہ ہے جو تم میں سب سے برے اخلاق والا ہو، جو زیادہ (لغویات) بولنے والا بے احتیاط اور چبا چبا کر باتیں بنانیوالا ہے۔

(۱۱) الا اخبرکم بمن تحرم علیه النار غدا علی کل هین لین قریب سهل۔

کیا میں نہ خبر دیدوں تمکو ان لوگوں کی جن پر کل (روز قیامت کو) آگ حرام ہوگی اور وہ وہ لوگ ہیں جو) نرم آسان قریب ہیں۔ (یعنی نرم خو اور سہل الاخلاق ہیں)

(۱۲) خیارکم احاسنکم اخلاقا الموطئون اکنافا وشرارکم الثرثارون المتفیقهون المتشدقون

تم میں سب سے اچھے (وہ لوگ ہیں جو تم میں کے سب سے اچھے اخلاق والے ہیں (یعنی) وہ رجال جو سہل نرم خو ہیں۔ اور تم میں کے سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو زیادہ کلام کرنے والے بے احتیاط اور چبا چبا کر باتیں بنانے والے ہیں۔

(۱۳) خیر ما اعطی الرجل المومن خلق حسن وشر ما اعطی الرجل قلب سوء فی صورة حسنة

ان چیزوں میں سے جو مومن کو دیا گیا ہے سب سے اچھی چیز حسن خلق ہے اور بدترین چیز جو ایک انسان دیا جاوے برا قلب ہے اچھی صورت کے اندر۔

(۱۴) اثقل شیٔ فی میزان المؤمن خلق حسن ان الله یبغض الفاحش المتفحش البذی

مومن کی میزان میں سب سے وزنی چیز خلق حسن ہے بیشک اللہ تعالےٰ عادۃً بدگوئی کرنیوالے اور بتکلف بدگوئی کرنیوالے اور زیادہ بولنے والے کو مبغوض رکھتے ہیں

(۱۵) راس العقل بعد الدین التودد الی الناس واصطناع الخیر الی کل بر وفاجر۔

عقل کا سرمایہ دین کے بعد لوگوں سے محبت کرنا ہے اور ہر نیک و برے کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرتا ہے۔

(۱۶) اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا الموطئون اکنافا الذین یالفون ویولفون ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف

مومنین میں سے کامل الایمان وہ شخص ہے جو کہ سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو (یعنی) جو لوگ کہ اپنی جانب کو پست کرنیوالے ہیں اور وہ لوگ جو الفت کرتے ہیں اور انسے الفت کی جاتی ہے اور اس شخص میں بالکل خیر نہیں جو نہ خود الفت کرتا ہے اور نہ اس سے کوئی الفت کی جاتی ہے

(۱۷) اللّٰهم کما احسنت خلقی فحسن خلقی

اے اللہ جیسے آپ نے میری صورت اچھی بنائی ہے ویسے ہی میرے اخلاق بھی اچھے بنا دیجئے۔

(منقول از کنز العمال جلد ثانی ص۲)

اسی طرح بہت سی احادیث ہیں جنمیں حسن خلق کی مدح ہے اور سوء خلق کی مذمت ہے حسن خلق کی ترغیب اور سوء خلق سے ترہیب ہے اسی لئے بزرگوں نے ہر زمانہ میں اخلاق پر کلام فرمایا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے انکی تعلیمات انکی کتب میں ذائع شائع ہیں اس سے اسکا پتہ چلتا ہے چنانچہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازیؒ اس پر بہت کلام فرماتے ہیں۔ گلستان میں فرماتے ہیں: "عاصی کہ دست بردارد بہ از عابد کہ در سر دارد" یعنی وہ گنہگار جو گناہ سے باز آجائے اس عابد سے بہتر ہے جو عبادت کا غرور سر میں رکھے

سرہنگ لطیف خوئے دل دار   بہتر ز فقیہ مردم آزار

(سپاہی جو خوش خلق اور خیر خواہ ہو اس عالم سے بہتر ہے جو مردم آزار ہو)

اور بوستاں میں فرماتے ہیں ؎

نخورد از عبادت برآں بیخرد   کہ با حق نکو بود با خلق بد
گماں کے برد مردم ہوشمند   کہ در سر گرانیست قدر بلند
ازیں نامور تر محلے مجوئے   کہ خوانند خلقت پسندیدہ خوئے

(اس بے عقل نے اپنی عبادت کا کچھ بھی پھل نہیں کھایا جو کہ خالق کے ساتھ اچھا ہو لیکن مخلوق کے ساتھ برا ہو) بھلا عقلمند آدمی یہ کب خیال کر سکتا ہے کہ تکبر کے اندر عزت رکھی ہے۔ اس سے زیادہ تم اور کیا مرتبہ چاہتے ہو کہ تمام مخلوق تم کو حسن الخلق سمجھے)

نہ گر چوں توئی بر تو کبر آورد   بزرگش نہ بینی بچشم خرد
تو نیز از تکبر کنی ہمچناں   نمائی کہ پیشت تکبر کناں

(اور تم خود سمجھو کہ اگر تم سے کوئی شخص تکبر کے ساتھ پیش آئے تو عقل کی راہ سے تم بھی اسکو بزرگ ماننے کیلئے تیار نہ ہوگے لیکن اپنے وقت پر تم بھی تکبر کی وجہ سے ویسا کام کرتے ہو جیسا کہ تمہارے سامنے اہل تکبر کیا کرتے ہیں)

چوں استادۂ بر مقام بلند   بر افتادہ گر ہوشمندی مخند
بسا ایستادہ در آید ز پائے   کہ افتادگانش گرفتند جائے
گرفتم کہ خود ہستی از عیب پاک   تعنت مکن بر من عیب ناک

(جب تم کسی بلند مقام پر کھڑے ہو تو اگر سمجھدار ہو تو گرے ہوؤں پر مت ہنسو)

(اسلئے کہ بہت سے بلند مقام پر کھڑے ہوئے لوگ پھسل کر گر گئے اور نیچے پڑے ہوئے لوگوں نے انکی جگہ لیلی)
(میں نے مانا کہ تم عیب سے بری ہو لیکن مجھ گنہگار پر تم کو طعن کرنے کا کیا حق ہے)

یکے حلقۂ کعبہ دارد بدست — یکے در خراباتے افتادہ مست
گر آں را بخواند کہ نگذاردش — وریں را براند کہ باز آوردش
نہ مستظہراست ایں باعمال خویش — نہ آنرا در توبہ بست است پیش

(ایک شخص اپنے ہاتھ سے کعبہ شریف کا حلقہ پکڑے ہوئے ہے اور دوسرا ہے کہ وہ شرابخانہ میں مست پڑا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکو اپنا مقرب بنالیں تو کون ہے جو نہ بننے دے اور اگر اسکو راندۂ درگاہ فرمادیں تو کون ہے جو اسکو پھر واپس لاسکے۔
نہ اسکو کچھ استحقاق ہوگیا ہے اپنی عبادت کے سبب سے اور نہ اسکے لئے توبہ کا دروازہ ہی بند ہے)

اور حضرت حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ؎

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ — رند از نیاز بدار السلام رفت

(زاہد اپنے سر میں غرور رکھتا تھا اسلئے راہ صحیح و سالم نہ طے کرسکا اور رند عاجزی اور نیاز کی راہ سے جنت میں داخل ہوگیا)

اسی طرح سے ہر بزرگ نے اس پر زور دیا ہے اور سالکین کو اس طرف متوجہ کیا ہے مگر افسوس اسکا ہے کہ جس طرح بزرگوں کے نزدیک اسکی ضرورت ہے دوسرے لوگوں کو اسکی ضرورت کا احساس تک نہیں۔ بڑا کمال یہی سمجھا جاتا ہے کہ عبادت میں کمال پیدا کرلیا جائے اور بس۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اخلاق کا شعبہ نامکمل ہی رہتا ہے جس سے آدمی اس کے برکات و فضائل سے محروم ہی رہتا ہے۔ یہ تو لازمی ضرر ہے اور متعدی ضرر یہ ہے کہ لوگوں کو انکی اخلاقی حالت دیکھکر ان سے نفرت ہوتی ہے اور پھر اس سے دین سے نفرت ہوتی ہے۔ حالانکہ ہمارے سلف کے اخلاقی کارناموں سے اسلام پھیلا ہے اور صرف بزرگان سلف کے اخلاق نے اسلام کو لوگوں کے قلوب میں محبوب کردیا اور اسکی مقناطیسی کشش سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

(مکتوب نمبر ۳۴۲)

حال: حضرت کی نصیحتوں کا دل نے جو اثر قبول کیا ہے کیا تحریر کروں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انقلاب ہوگیا۔ گناہ کو گناہ سمجھنے لگا اس سے جی ڈرنے لگا اور نفرت ہوگئی ثواب کے کاموں میں دلچسپی پیدا ہوگئی۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: ہر کام کی ابتداء سے پہلے دل میں ایک شور مچتا ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے تحقیق: الحمد للہ۔

حال: الحمد للہ اخلاق کی طرف خاص توجہ ہے۔ میں کسی کی دل آزاری بالکل ناپسند کرتا ہوں اور کبھی کبھی اپنا نقصان اٹھا لیتا ہوں۔ طالب علمی کے زمانہ سے آج تک مجھ سے کسی سے جھگڑا نہیں ہوا۔ دل میں مروت اسقدر زیادہ ہے کہ کبھی مخاطب غلط بیانی سراسر کرتا ہے اور الزام رکھتا ہے میں خاموش ہو جاتا ہوں اس طرح سے کہ گویا غلطی میری ہی تھی۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: اور بعض وقت بڑی شرمندگی بھی ہوتی ہے۔ مجھ میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے پہلے محبت کرے اور خوب اچھی اچھی باتیں کرے تو میں اسکی باتوں پر یقین کر لیتا ہوں، اکثر ایسے لوگوں سے دھوکہ ہو جاتا ہے۔
تحقیق: ہاں ہوتا ہے۔

حال: ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے اپنی پریشانی سنائی اسکی آواز میں بڑا درد تھا اس نے کہا کہ بھوکا ہوں اور یہ بھی کہا کہ مجھے ۔۔۔ اسٹیشن سے آگے اسٹیشن پر جانا ہے۔ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، مجھے اس سے بڑی ہمدردی پیدا ہوگئی۔ اتفاق سے اسی روز میں بھی ۔۔۔ جا رہا تھا میرے پاس کچھ پھل تھے اسکو کھانے کو دیا، پھر بٹھا کر اسٹیشن لے گیا۔ اپنے لئے اور اسکے لئے ٹکٹ خریدے، غلطی یہ کی کہ ٹکٹ اسکے ہاتھ میں دیدیا۔ کچھ دیر تک وہ میرے ساتھ رہا پھر پتہ نہیں کس وقت وہ غائب ہوگیا۔ میں نے اسکو پلیٹ فارم

پر بہت دیکھا جب ریل آگئی تو ہر ڈبہ میں دیکھا لیکن پتہ نہیں چلا پھر سمجھا کہ اس نے دھوکہ دیا دوآنہ کم پر ٹکٹ واپس کر دیئے ہونگے۔ دل کچھ ایسا ہے کہ کسی سے دکھ کی بات سنائی تو درد سے بھر گیا۔ یہ جانتا ہوں کہ مروت حد سے بڑھ کر بیوقوفی کے حد میں پہونچ جاتی ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: پھر بھی اس پر قدرت نہیں ہوتی۔ مجھے کوئی دوست یا رشتہ دار دھوکہ دینے کی کوشش کرے تو بھی مجھے پس وپیش ہوتا ہے کہ کیسے نہ انکی بات مانوں انکی باتوں کے خلاف کرنے میں بڑی شرم آتی ہے۔ بہرحال اخلاق پر وعظ کسی عالم سے نہیں سنا۔ تحقیق: صحیح ہے۔

حال: ریا، حسد، حب جاہ پر بحث کسی عالم سے نہیں سنی۔ کوئی عمل پر توجہ نہیں دلاتا۔ اس زمانہ میں تو علماء قصہ کہتے ہیں کہ فلاں پیغمبر کے یہ واقعات ہیں فلاں بزرگ ایسے تھے۔ یہ نہیں کہتے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے اور وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور کوئی عالم خلوص کے ساتھ دین پہونچانا چاہے تو اسکے کام میں روڑے اٹکائیں گے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: مجھے تو میری سمجھ اور علم کے مطابق بہت فائدہ پہونچ رہا ہے۔
تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اب یہ سمجھ میں آیا ہے کہ اخلاق ومروت اتنا ہونا چاہیئے کہ کسی کو نہ آزار پہونچائے اور نہ کسی سے دھوکہ کھائے۔ تحقیق: بیشک

حال: بہرحال حضرت نے ایک راستہ پر لگا دیا ہے اور اس پر قدم سنبھال سنبھال کر رکھنا ہے۔ ہر کجی کو چھوڑنا ہے۔ ہر حکم کی اتباع کرنی ہے۔
تحقیق: بیشک

حال: جب اپنے شیخ کو خوب سمجھ لیا ہے۔ خوب اعتبار ہوگیا ہے تو ہر حکم کو ماننا ہے۔ تحقیق: اس میں کیا شک ہے۔

حال: پس وپیش کی گنجائش نہیں ہے۔ تحقیق: بیشک نہیں ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۴۳)

حال: حضور والا میرے والد آپ کے یہاں کی مجلس سے آکر کسی کسی دن وہاں کی باتیں بتاتے ہیں اور اسکی برکت سے ہم لوگ بری باتوں کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: صبح نماز کے بعد تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں۔ اسکے بعد دعا مانگتے ہیں۔
تحقیق: خوب مانگو۔

حال: کہ اے اللہ ہم سب لوگوں کو اور ہمارے چھوٹے بھائی بہنوں کو نیک بنا دے۔ اور انکو علم دین عطا کرے۔

حال: حضور والا سے عرض ہے کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ پاک ہم لوگوں میں اصلی میل جول قائم فرما دیں۔ تحقیق: آمین

حال: میں بہت عرصے سے چھوٹے پن سے بیمار ہوں۔ آنکھوں میں اور سر میں درد رہتا ہے علاج ہو رہا ہے۔ والد صاحب پانی دم کرا کر لاتے ہیں مجھے اس سے بہت فائدہ ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ بیماری دور فرما دے۔ حضور والا سے گزارش ہے کہ ایک تعویذ میرے لئے دیدیں۔ تحقیق: دیدیا ہوں

حال: پھر عرض کرتی ہوں کہ دعا فرمائیں کہ اللہ پاک ہم لوگوں کو نیک بنا دیں اور عمل کی توفیق دیں اور اپنی اور اپنے حبیب پاک کی محبت عطا کریں۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۳۴۴)

حال: [illegible] ہم لوگ [illegible]
[illegible]
[illegible]

ہم لوگ ایسے کام میں ہیں کہ جس کام کو اب سے بہت پہلے کرنا چاہئے تھا

اب سے جو لوگ ... رہے ۔ ہم لوگوں نے متفقہ طور پر محسوس کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنی اپنی اصلاح کی طرف قدم بڑھانا بعد کو اصلاحی و تعمیری کام میں مصروف ہونا لازمی ہے ۔ تحقیق : بیشک بیشک

حال : کیونکہ اسکے بغیر فلاح دارین کا حصول تقریباً ناممکن ہے تحقیق : یہ

حال : یک بیک جملہ نقائص کا ترک کرنا اور پوری طور پر اصلاحی کاموں میں لگ جانا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اس طرف ہم لوگوں کا قدم یقینی طور پر بڑھے گا ۔ تحقیق : انشاء اللہ تعالیٰ

حال : اور اسکا یقین ہے کہ جناب والا کی خصوصی دعائیں ۔ ہم لوگوں کو منزل مقصود پر پہونچا کے رہیں گی ۔ ہم لوگ خصوصی دعاؤں کے محتاج ہیں

تحقیق : میں اسکے لئے دل سے حاضر ہوں

حال : ہم مسلمانوں تک کلمۂ حق پہونچانے کے لئے حضرت والا کی تصنیفات انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہونگی اور انکی اشاعت ہی میں ہم لوگوں کا فائدہ ہے

تحقیق : انشاء اللہ تعالیٰ ـــــ مجھے آپ حضرات کی اس تحریر سے بہت انشراح ہوا۔ دل سے دعاء نکلی

(مکتوب نمبر ۳۴)

حال : الحمد للہ حضرت والا کی دعاؤں سے خیریت و سکون سے رہ کر اپنے کام میں لگا ہوا ہوں۔ دعاء فرمائیں کہ اس پرفتن دور میں اللہ تعالیٰ جملہ شرور و فتن سے حفاظت فرمائیں اور اپنی پناہ میں رکھیں ۔ تحقیق : آمین

حال : سیدی ! ان دنوں نہ دوستوں کا زیادہ ہجوم ہے نہ دشمنوں کی تنقید و سب و شتم ۔ ہجوم احباب تو پہلے بھی دیکھا گیا حضرت والا دامت فیوضہم کی برکت سے لوگ مجھکو اپنی بزرگی سے ... سمجھتے تھے

تحقیق : دخول تا مبارک ہے اور خروج آجکل برادری سے بہرحال مبارک ہے۔
حال : اور اب حضرت کی تازہ توجہات کی برکت سے مخالف نے کبھی زبان بند کرلی ہے بلکہ در پردہ دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ تحقیق : خوب
حال : مجھ پہیم واقعات و تجربات نے السلامۃ فی الوحدۃ کا سبق پڑھایا۔
تحقیق : الحمدللہ کہ آپ نے سبق پڑھ لیا
حال : اور حضرت والا کی تحریر سامی " مذاقت السکوت و ملازمۃ البیوت " نے اس سبق کو اچھی طرح دل میں اتار دیا۔
تحقیق : الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ اتار دے۔
حال : بڑی ہی لجاجت سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ فہم سلیم اور فراست صحیحہ عطا فرمائیں کہ جس سے ہر خیر و شر کی تمیز با سانی ہو سکے
تحقیق : آمین۔ دعا کرتا ہوں

(مکتوب نمبر ۳۴۶)

حال : عرض آنکہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ محبت نامہ ملتے ہی پڑھا۔ زمین پیروں کے نیچے سے نکل گئی، واللہ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا عرض کروں۔ جو کچھ بھی علم و عمل یا دنیا تک ملی ہے اب تک حضور ہی کے فیض سے ملی ہے حضور ہی کے فیض سے انسانیت آئی ہے ـــــ جو کچھ حضور نے سنا میں کیا عرض کروں ؟ جسم و دل وجان حاضر ہے۔ جو آپ فرمائیں سب درست ہے لیکن للہ اپنے قدموں تلے رکھیں اور حکم فرمائیں کہ بقیہ زندگی آپ کی جوتیاں سیدھی کرکے فلاح دارین حاصل کرسکوں۔
تحقیق : بھائی چونکہ آپ لوگ تعلق و محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر عمل اور طرز سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے ایسی باتیں لکھدی جاتی ہیں کہ اب مجھے دوستی و موافقت اور عطو کی بات پسند نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ دین کی

جگہیں بھی جو فاسد ہو گئی ہیں تو اسی وجہ سے کہ بطال لوگ رسمی طور پر داخل ہو جاتے ہیں عمل اور اصلاح کا قطعاً قصد نہیں ہوتا تو عمل کیا کرینگے اور اصلاح کیوں کرینگے اسلئے آخوان کا آؤاں چوپٹ ہی نکلتا ہے۔ تو اب اتنے تجربوں کے بعد کوئی عقلمند ہی ہے مخلص اور غیر مخلص میں تمیز نہ کروں اور سب کو بھرلوں۔ الحمد للہ میں اخوان الزماں کی نبضیں پہچانتا ہوں۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ کسی غیر مخلص کو گھسنے نہیں دونگا۔ الحمد للہ اس سے نفع بھی دیکھ رہا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۳۴۲)

حال : پس از سلام مسنون نیاز مشحون عرض ہے کہ ابھی ابھی والا نامہ شرف صدور بخشا۔ طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ گویا کسی کام کا نہ رہا۔ درس و تدریس سے دل اچاٹ ہو گیا حضرت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسکا استحضار رکھتے ہوئے دل سے عرض کرتا ہوں کہ حضرت والا کے ساتھ عقیدت و محبت کا دارومدار میرے لئے صرف حضرت والا کی تعلیم و تربیت اور اخلاص و نفاق سے متعلق خصوصی طریق تعلیم سے

تحقیق : واقعی خصوصی ہے اور منجانب اللہ ہے آپس معاصر کو تو انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ " المعاصرة اصل المنافرة " باقی مرید معتقد کو کیا گنجائش ہے؟

حال : اور اس ناکارہ خادم کے اندر جو کچھ اثرات و انقلابات ہوئے ہیں یہی ہے اور بس۔ اگر ساری دنیا حضرت والا کی طرف رجوع کرکے مستفیض ہونے لگے خدا کرے کہ ایسا ہو جائے یہ چیز میرے لئے بڑی مسرت کا باعث تو ہو سکتی ہے لیکن الحمد للہ میرا عقیدہ یہی ہے کہ میری حضرت والا کے ساتھ جو عقیدت و محبت ہے بعض چیزوں کی محتاج نہیں۔

تحقیق : بصیرت کا مقتضا تو یہی ہے۔

حال : والا نامہ پڑھنے کے بعد بے اختیار زبان پر شعر جاری ہو گیا کہ

ز عشق نا تمام ما جمال یار مستغنی ست

تحقیق: بیشک مگر بصیرت کے ساتھ عشق تمام ہے اور اس سے جمال یار مستغنی نہیں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ زدک وجہہ حسنا اذا ما زدتہ نظراً (تمکو اسکا حسن زیادہ اور زیادہ معلوم ہوگا جب تم اسپر دوبارہ سہ بارہ نظر کروگے) کیا خوب کہا گیا ہے

حال: سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ نے حضرت والا کا تعارف اسی قسم کے کلمات سے کرایا کہ انکا طریق تربیت تجربہ سے بہت مفید ثابت ہوا۔ تحقیق: یہ انکی کمال للٰہیت ہے

حال: پھر مجھے حضرت والا کے ساتھ مناسبت ومحبت اور عقیدت پیدا ہوئی ہے تو محض حضرت والا کی تعلیمات سے ہوئی ہے اور وقتاً فوقتاً اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ وہ بھی حضرت والا کی خصوصی تعلیمات وطریق تربیت کا معائنہ کرکرکے اور مکائد نفس پر تنبیہات دیکھ دیکھکر ہی ہوتی رہی ہے تحقیق: بیشک صحیح عقیدت کا معیار یہی ہے

حال: ان میں کی اکثر حالتیں حضرت والا کی طرف ایک خلق کثیر کا رجوع وغیرہ چیزیں میرے علم میں آنے سے قبل کی ہیں۔ حاصل یہ کہ جب کبھی بھی حضرت والا سے عقیدت ومحبت اس ناکارہ کو زیادہ ہوتی رہی ہے اسکا سبب بیرونی اور ماحولی کوئی چیز نہیں بنی بلکہ حضرت والا ہی کی ذات سراپا خیر وبرکت اسکا سبب بنی ہے۔ اپنے مکدر دل میں قلب منور کی شعاعوں کے اثرات نظر آجاتے ہیں تو اسکا سبب بھی حضرت والا ہی کی ذات ہے۔ حضرت والا کی ہر گرفت موجب ازدیاد محبت وعقیدت بنتی جا رہی ہے

تحقیق: الحمد للہ۔ مبارک ہو۔

حال: حضرت والا کا ارشاد "زندگی میں قدر نہیں اور بعد میں ہوتی ہے جیسے شیخ کی نہیں اور شیخ الشیوخ کی ہوتی ہے" ——— حضرت بات کہنے کی تو نہیں مگر حضرت والا سے بضرورت صاف عرض کرتا ہوں کہ یہاں میں اپنے احباب سے اکثر کہتا رہتا ہوں اور اسکا بحمد للہ خود کو بھی استحضار رہتا ہے کہ جیسے حضرت گنگوہی حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو اکثروں نے انکی زندگی میں نہیں پہچانا اور قدر نہیں کی اور ان سے جس طرح مستفید ہونا تھا نہ ہوئے بعد میں پچھتاتے ہے

لہٰذا یہ کیسی ہستی تھی ہم نے انکی قدر جیسی کرنی تھی ویسی نہیں کی اسی طرح خوب سمجھ لو کہ ہمارے حضرت کا حال ہے یہ نمونۂ سلف ہیں اس زمانے میں۔ میرا تو یہی خیال ہے کہ محض حق تعالیٰ نے بندوں پر حجت قائم کرنے کے لئے اس گئے گزرے زمانہ میں حضرت والا کو ظل اللہ بناکر باقی رکھا ہے۔ اگر ہم نے اس موقع کو غنیمت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سمجھکر پوری طرح سے استفادہ نہ کیا تو اس سے بڑھکر بدنصیبی اور محرومی اور کوئی نہیں ہو سکتی یہ جو میرا عقیدہ ہے یہ حق تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اس عقیدت وبصیرت کا ذریعہ حضرت والا کی جوتیوں کو سیدھا کرنا ہے۔ تحقیق: آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔

حال: حضرت والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر مجھ سے عقیدت کم ہے، اسو جہ سے ہے تو اسکا حکم آپ سمجھئے"۔ اور یہ تو آپ ہی کو علم ہے واللہ بصیر بما تعملون، اسکے متعلق کچھ عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تاہم حق تعالیٰ پر توکل کرکے جو بات دل میں صاف معلوم ہوتی ہے اسکو لکھتا ہوں کہ الحمد للہ حضرت والا سے محبت وعقیدت کم نہیں ہے الحمد للہ بہت زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے اور اگر بالفرض حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ تشریف لائیں تو کبھی وسوسہ بھی انشاء اللہ نہیں آئیگا کہ وہاں سے استفادہ کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت والا سے عقیدت ومحبت خوب راسخ ہوچکی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: اور حضرت والا آجکل نفوس میں جس قدر نفاق ومکائد سرایت کرگئے ہیں انکو جس طرح کھولکر سامنے رکھدیتے ہیں ایسا کہیں سننے میں نہیں آیا۔
تحقیق: اللہ تعالیٰ آپکی بصیرت میں ترقی عطا فرمائے

حال: حضرت والا! تمام چیزوں کی برداشت ہوجاتی مگر، یہ کہنا کہ، "حضرت والا سے محبت وعقیدت نہیں اور حضرت والا اس ناکارہ کو چھوڑ دیجئے" یہ میرے لئے سوہان روح اور سخت بےچینی وبیقراری کا باعث بن جاتا ہے۔ دلی تمنا یہ ہے یہ ہے کہ سہ نکل جائے دم تیرے قدموں کے آگے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے اور یہ کہ ع۔ انکی الفت میں مروں انکے غلاموں میں اٹھوں
تحقیق: آمین ثم آمین اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو صدق وخلوص عطا فرمائے۔

حضرت مولانا کے شوق دیدار میں میں مسجد کے دروازہ کی طرف ٹکٹکی باندھکر دیکھنے لگا اور ہر نئے آنے والے پر جو مشرع صورت ہوتا یہ گمان کرتا کہ شاید یہی حضرت مولانا ہیں اور اسی سلسلہ میں مجھے اپنے پاس والے سے باربار دریافت کرنا پڑا۔ بالآخر انھوں نے مجھ سے یہ کہا کہ نہیں صاحب آپ کیوں اسقدر پریشان ہیں خاموش بیٹھے رہیئے جب حضرت مولانا تشریف لائیں گے تو آپ کو خود بخود معلوم ہو جائیگا کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ اُن کے اس جملہ کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میرا دماغ کہیں سے کہیں پہونچ گیا، اب میرے دماغ میں یہ بات گونجنے لگی کہ ارے بھائی یہ مولانا آخر کتنے بڑے بزرگ ہیں کہ انکے آنے پر بغیر تعارف کرائے ہوئے ایک اجنبی آدمی کیسے خود بخود انھیں پہچان لے گا، کیا وہ بشری لباس میں نہ ہونگے۔ کیا عام انسانوں سے انکی صورت و شکل اور ہاتھ پاؤں مختلف ہونگے یا شاید انکا کوئی خاص امتیازی لباس (عبا، جبہ وغیرہ) ہوگا جسے وہ زیب تن کئے ہونگے اسکی وجہ سے پہچاننے میں سہولت ہوتی ہوگی اسی قسم کے خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اتنے میں حضرت مسجد میں داخل ہوئے تو واقعی بقول ان صاحب کے کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑی حالانکہ لباس میں کوئی امتیاز نہ تھا لیکن کیا عرض کروں کہ حضرت کس شان سے مسجد میں داخل ہوئے اس کا بیان تحریر سے باہر ہے اسکا تعلق کچھ دیکھنے ہی سے تھا۔ الغرض حضرت تشریف لاکر سنت میں مشغول ہوگئے، لیکن میں نے اپنے دلی اطمینان کی خاطر پھران صاحب سے پوچھ لیا کہ کیوں صاحب! تو غالباً حضرت مولانا یہی ہیں انھوں نے کہا جی ہاں۔ حسن اتفاق سے میں جس صف میں تھا حضرت والا تھوڑے فاصلہ سے اسی میں سنت پڑھ رہے تھے مجھے موقع مل گیا اور میں جی بھرکر حضرت کو دیکھنے لگا۔

اب مجھ پر کیا بیتی اور میرے دل و دماغ میں کیا کیا باتیں آنے لگیں اور کیسے کیسے خیالات گذرنے لگے اسکو میرا دل ہی جانتا ہے۔ حضرت کو دیکھتے دیکھتے میری نگاہ ایکدم تمام نمازیوں پر پڑی ہر شخص کو بغور دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ مسجد کی بناوٹ اور

اسوقت کا ایک نورانی کیف قلب کو متاثر کر رہا تھا اسی اثنا میں پہلا سوال جو میرے
دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ کیا یہ سب لوگ جو متشرع صورت مسجد میں موجود ہیں اور جنکی
صورت سے نور ٹپک رہا ہے ایسا کہ دل بے اختیار انکی جانب کھنچ رہا ہے کیا یہ سب
لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بزرگان دین کو نہیں مانتے اور انکی شان میں
گستاخیاں کرتے ہیں اسکا جواب خود بخود یہ ذہن میں آیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ
اگر ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (نعوذ باللہ) اہانت ہی کرنی ہوتی تو اپنی
شکل وصورت، لباس و وضع شریعت اور سنت کے مطابق نہ بناتے اور جس سکون
اور آداب کے ساتھ یہ لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں یہ طریقہ تو حضورؐ ہی کا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے کتنے پابند تھے اور فرماتے تھے کہ میری آنکھوں
کی ٹھنڈک نماز میں ہے، اسلئے بغیر حضورؐ سے محبت کے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔
پھر ایک بات یہ کہ یہ لوگ بہت سی باتوں کو منع کرتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر اس کو
ناجائز بتلاتے ہیں (جنکو ہم لوگ کرتے ہیں) اس میں یہ لوگ بالکل نہیں ڈرتے۔ اسیطر
سے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کو محبت نہ ہوتی تو انکی اذان ہوتی
ہے اس میں اشہد ان محمد رسول اللہ نہ کہتے بلکہ اذان میں کچھ تبدیلی کر دیتے
آخر شیعہ حضرات نے اذان میں تبدیلی کر ہی دی ایسے ہی انکی اذان ایک تیسرے
قسم کی ہوتی۔

بہر نوع اسی نوع کے خیالات میرے دماغ میں چھائے ہوئے تھے اور
میں اسی میں غلطاں و پیچاں تھا کہ دفعۃً یہ خیال آیا کہ میاں انیسؔ یہ تمھیں کیا ہو گیا کہ
تم ان وہابیوں دیوبندیوں کی صداقت وعظمت اور ان کے مسلمان ہونے کا یقین
کرتے جا رہے ہو جن کے متعلق ہمارے اعلیٰ حضرت ہی نے نہیں بلکہ عرب و عجم کے
علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ خبردار اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور اس قسم کے
خیالات کو جن سے ان لوگوں کے حق میں ہونے کا یقین پیدا ہو اپنے دماغ
نکالو۔ اسکے بعد میں نے لاحول پڑھا اور گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر

پھر تقاضا پیدا ہوا کہ حضرت سلامت کو ایک بار پھر دیکھوں چنانچہ نگاہ اٹھا کر حضرت کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت سنت سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے گاہے اِس طرف گاہے اُس طرف نگاہ پھیر رہے ہیں اور مصلیوں کا عالم یہ ہے کہ سب کے سب گردن جھکائے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں اور جیسا کہ حدیث شریف میں حضرات صحابۂ کرام کے بیٹھنے کا ذکر آتا ہے اللہ تعالےٰ کے دربار میں ایک اور بزرگ کے سامنے یہ لوگ بھی اسی طرح بیٹھے ہوئے ہیں جس نے کانھم علی رؤسھم الطیر (گویا کہ انکے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہو) کا نقشہ سامنے کر دیا۔ یہ منظر میرے دل پر کیسے کچھ اثرات چھوڑ رہے تھے اسکو میرا دل ہی جانتا ہے۔ پھر دیکھا کہ حضرت کی نگاہ میری جانب ہے میں اسکی تاب نہ لا سکا چنانچہ عظمت اور ہیبت کیوجہ سے میری نگاہ نیچی ہو گئی مگر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد میں نے ہمت کر کے دوبارہ جب حضرت کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت کی نظر اب بھی میری ہی جانب ہے پھر تو میرے ہوش اڑ گئے۔ اب یہ طے کر لیا کہ حضرت کی طرف نہ دیکھوں گا اسلئے کہ یہ خیال ہوا کہ شاید انھیں کشف کے ذریعہ میری حالت اور موجودہ میرے گندے خیالات کا علم ہو گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے مسجد ہی سے نکلوا دیں لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ ارے بھائی یہ تو وہابی ہیں کشف و کرامات اور روشن ضمیری سے انھیں کیا واسطہ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی ہمت کر کے پھر جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت کی نگاہ کرم اب بھی میری ہی جانب بدستور قائم ہے۔ بس اسدفعہ نگاہ کا ملنا تھا کہ میرا کام ہو چکا تھا۔ اسکے بعد اقامت ہوئی اور سب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے میں کن انکھیوں سے حضرت کو تو دیکھ ہی رہا تھا حضرت نے بھی اٹھتے اٹھتے ایک بار پھر مجھے بڑی لطف بھری نگاہ سے دیکھا، اور اب ہم سب لوگ فرض نماز میں مشغول ہو گئے۔

فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں فوراً وہاں سے اس طرح سے بھاگا جیسے میری گرفتاری ہونے والی ہو مسجد سے روشن باغ میں آکر اپنے ایک عزیز کے گھر آگیا اور سب سے پہلے اپنی نماز دہرالی اس خیال سے کہ وہابی کے پیچھے نماز

نہیں ہوتی۔ نماز سے فارغ ہوکر میں انکے ایک کمرے میں اپنی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرکے آرام کرنے کے لئے جاکر لیٹ رہا۔ تنہائی ہونے کی وجہ سے میرے دل کی دنیا پھر آباد ہونی شروع ہوئی اور کبھی ایک اضطراری اور اختلاجی کیفیت طاری ہوتی کبھی حضرت کی نظر اور مسجد کا دلکش منظر یاد آکر ایمانی لذت اور حلاوت کی کیفیت محسوس ہوتی۔ غرض کافی دیر تک اسی سوچ اور فکر میں غلطاں و پیچاں چارپائی پر کروٹ بدلتا رہا، پھر معاً اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ ہوئی اور یاد آیا کہ اب سے پہلے محمد میاں مدظلہٗ کی گفتگو کے بعد گاؤں میں بھی میری یہی کیفیت ہوئی تھی اور میں خوب رویا تھا اور رو رو کر اللہ تعالےٰ سے دعا رکی تھی تو ایسا محسوس ہوا تھا کہ اللہ تعالےٰ گویا یہ فرمارہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں تمھیں صحیح راستہ مل جائیگا۔ چنانچہ اُس گریہ و بکا کی لذت اسوقت بھی محسوس کر رہا تھا لہٰذا ایسی حالت میں پھر اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت کا طلب گار ہوا اور کروٹ لیکر لیٹے لیٹے خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوکر عرض و معروض کرنے لگا آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اسی طرح دیر تک چپکے چپکے روتا رہا کہ استنے میں مجھے آہٹ ملی اور سمجھا کہ شاید صاحب خانہ میرے آرام کے سلسلہ میں اخلاقاً مجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں، آہٹ کے ملتے ہی میرے آنسو تھم گئے اور میں اُٹھکر بیٹھ گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے یہ عزم لیکر چلا کہ انشاء اللہ میں حضرت مولانا کی کتابوں کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ عصر کے وقت اپنے اُن عزیز کے مکان سے چل کر خانقاہ شریف کیطرف کتاب حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا لیکن ابھی راستہ ہی میں تھا کہ پھر شیطانی وساوس نے مجھے پریشان کرنا شروع کیا۔ ایک خیال یہ آیا کہ میاں کیا تمھیں اس پر یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ دیوبندی لوگ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ان کے عقائد باطل ہیں اور یہ لوگ اہلسنت والجماعت سے خارج بلکہ اسلام ہی سے خارج ہیں جیساکہ ہمارے علماء بریلی کہتے ہیں اسلئے واپس چلو ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی کتاب پڑھکر ایمان ہی کھو بیٹھو، اسی لئے ان لوگوں کی کتابیں

کے دیکھنے کو ہمارے علماء منع کرتے ہیں۔ اس وسوسہ کا حملہ مجھ پر ایسا شدید ہوا کہ میں چلتے چلتے رک گیا اور کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ گھر واپس چلوں یا کیا کروں؟ چنانچہ چند قدم واپس ہوا پھر یکایک حق تعالیٰ کی جانب سے رہنمائی ہوئی اور دوسرا خیال فوراً یہ آیا کہ ابھی ہم جب کالج میں پڑھتے تھے تو اس میں آخر غیر مسلموں اور دیگر مذاہب کی کتابیں پڑھتے ہی تھے تو کسی مذہب کی صرف کتاب پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ انسان کو اپنے طریقہ میں پختہ ہونا چاہیئے پھر کسی مذہب کا اس پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اسلئے ان لوگوں کی کتابوں کے پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ پھر یہ کہ یہ لوگ اپنی حرکت سے باز آنے والے نہیں ان کتابوں میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں گے تو اپنے علماء کی تصدیق ہو جائیگی آخر تو پڑھے لکھے ہیں کچھ جاہل تو ہیں نہیں کہ کچھ سمجھتے بوجھتے نہ ہوں اور کوئی کسی کو جبراً تو وہابی بناتا نہیں اور نہ کسی پختہ سنی کو وہابی بنانا آسان ہے۔ ہاں کم فہم اور کم علم آدمی کے لئے بیشک دوسرے لوگوں کی کتابوں کا دیکھنا مضر ہے باقی کسی پکے شخص پر کیا اثر۔ اور اگر ہمارے علماء اس لئے منع کرتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں حقائق ہیں، کتاب و سنت کی تعلیم ہے، اخلاق اور صدق و امانت اور دیانت کی بحث ہے اسلئے ان کے دیکھنے کے بعد لوگ فوراً رسوم و بدعات سے نکل جائیں گے اگر اسلئے منع کرتے ہیں تب تو یہ صریح مداہنت ہے اور ایک بہت بڑی دینی خیانت ہے۔ کچھ اسی نوع کی باتیں ذہن میں چکر لگانے لگیں۔ اسوقت میری عمر ۲۲، ۲۳ سال کی تھی، الحمدللہ زمانۂ حال کی آزادی کی ہوا سے محفوظ تھا یعنی الٰہ آباد صرف حضرت مولانا کی زیارت کے داعیہ سے حاضر ہوا تھا اور ان وساوس کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ چلو شہر کی سیر کر کے مکان واپس چلیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو میری ہدایت منظور تھی اسلئے متعدد بار وساوس اور پھر اسکے جوابات کے ذریعہ طبیعت کو یکسو کر دینے کا سامان ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت والا کی زیارت اور مسجد کے دلکش نورانی منظر کے اثرات قلب پر چھا چکے تھے وہی غالب آئے اور اب میں نے قدم خانقاہ شریف کی طرف بڑھایا اور خانقاہ کے قریب ہی ایک کتاب کی دوکان (ادارۂ اشرفیہ) کے قریب

کھڑا ہو گیا۔ کچھ توقف کے بعد دوکان میں داخل ہوا اور مالک دوکان سے جو ایک
مولوی شکل کے تھے دریافت کیا کہ جناب مجھے یہ بتائیں کہ کیا حضرت والا نے کچھ کتابیں
بھی لکھی ہیں؟ انھوں نے کہا جی ہاں تشریف رکھیے۔ میں نے کہا ذرا دو ایک کتاب
مجھے دکھلائیے۔ چنانچہ یاد ہے کہ انھوں نے تلاوت قرآن۔ وصیۃ الاحسان اور
اعترافات ذنوب مجھے دی اور میں نے اجمالی طور سے انکا مطالعہ شروع کر دیا۔ ان میں
سے میں نے اعترافات ذنوب کا انتخاب کیا کیونکہ اس میں میں نے اولیاء کرام کا نام
جا بجا دیکھا مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ مولانا رومؒ۔ امام غزالیؒ۔ شیخ سعدیؒ وغیرہ
دوکان سے اس کتاب کو لیکر روشن باغ کے چوراہے پر آیا اور کھڑا دیکھتا رہا کہ شریع
صورت آدمیوں کا ہجوم نماز عصر پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف جا رہا ہے۔ دل میں تو آیا
عصر کی نماز بھی حضرت ہی کی مسجد میں پڑھی جائے لیکن نفس اور شیطان نے پھر پریشان
کیا اور یہ خیال آیا کہ ایسی نماز سے کیا فائدہ کہ جسے پھر دہرانی پڑے یہ سوچکر اپنے ان
عزیز کے یہاں چلا آیا اور وہیں نماز عصر پڑھی۔ دعا میں بہت رویا کہ اے اللہ تو ہی
میری مدد فرما اور میرے حال پر رحم فرما۔ غرض اسوقت پھر میری کیفیت اضطراب
کی صورت اختیار کر گئی جسکو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

بہرحال نماز اور دعا سے فارغ ہوا تو میری ایک عزیزہ نے کہا کہ بھتیا
آخر تمھیں کیا تکلیف ہے؟ میں تمھیں بہت پریشان دیکھ رہی ہوں تمھارے چچا
دفتر سے آتے ہوں گے کہو تو کسی ڈاکٹر کو دکھلا دوں میں نے ان سے کہا کہ نہیں
مجھے کوئی بیماری نہیں ہے اسوقت دین کا نشہ طاری ہے اس سے وہ مطمئن ہو گئیں
کیونکہ میرے دینی جذبات سے واقف تھیں۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ آج
شب یہیں قیام کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد سعیدالدین چچا بھی دفتر سے آگئے
کے وقت ان سے کچھ دینی بات چیت چلی اسی سلسلہ میں حضرت مولانا کا بھی ذکر
آیا تو انھوں نے بھی حضرت کی بہت تعریف کی، کہا کہ وہ تو بہت بزرگ آدمی
ان کے ماننے والے بہت ہیں اور رفتہ رفتہ دیکھ رہا ہوں کہ الہ آباد کے لوگ بھی

بہت قریب ہوتے جا رہے ہیں اور اس محلہ کے بہت سے لوگ تو مرید بھی ہو گئے ہیں اور باہر سے بھی لوگوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ انکی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ جاتے ہیں۔ میں نے انؑ ان سے پوچھا کہ مجلس کا کیا مطلب؟ انھوں نے کہا سب لوگ جمع ہوتے ہیں اور اس میں حضرت مولانا کچھ وعظ بیان فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے کبھی اس میں شرکت کی ہے؟ جواب ملا نہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ تو ضرور ہیں مگر وہابی ہیں اس لئے میں نہیں گیا اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں انھوں نے کہا کہ تم شاید کوئی کتاب پڑھ رہے تھے میں نے کہا کہ اسوقت تو نہیں پڑھ رہا تھا ہاں عشاء کے بعد ایک کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں انھوں نے پوچھا کونسی کتاب ہے۔ میں نے کہا مولانا وصی اللہ صاحب کی کتاب لایا ہوں۔ انھوں نے تعجب سے کہا ارے یہ تم کیا کہہ رہے ہو، تم اور انکی کتاب! میں نے کہا کہ ہاں میں نے خرید لیا ہے تاکہ خود پڑھکر دیکھوں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی شان میں کیا کیا کہا ہے کیونکہ اس کتاب میں چند بزرگوں کے نام میری نظر سے گذرے ہیں۔ اس کے بعد ان عزیز سے سلسلۂ گفتگو ختم کرکے میں اپنے بستر پر گیا اور کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوگیا۔ اور مطالعہ سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میں اس کتاب کا مطالعہ تعصب کی عینک سے نکروں بلکہ مجھے غیر جانبدارانہ طور پر خالی الذہن ہوکر خلوص کے ساتھ اسکے پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ چنانچہ یہ دعا کرکے مطالعہ شروع کیا۔ اس کتاب میں حضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے علاوہ بہت سے بزرگان دین اور اولیاء کرامؒ کے ایسے ایسے واقعات ایسے موثر انداز میں لکھے ہیں کہ سخت سے سخت دل انسان بھی اگر خلوص سے انکو پڑھے تو متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا اور اگر دین کی کچھ فہم اور ذوق بھی اسے حاصل ہے تو بغیر روئے رہ نہیں سکتا۔ اس کے مطالعہ سے اس پر گریہ طاری ہو جائے گا اور بڑے سے بڑے متکبر

اور مغرور کا تکبر پاش پاش ہو جائیگا۔ کیونکہ اس کتاب میں حضرتؒ نے یہ ثابت
کیا ہے کہ جو شخص جسقدر اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے اسی قدر اسکو اللہ تعالیٰ
معرفت زیادہ ہوتی ہے اور اپنی معرفت بھی ہوتی ہے اسلئے وہ اللہ تعالیٰ سے
بہت ڈرتا ہے اور اسکے عذاب سے لرزاں و ترساں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ
یہی عبدیت اور بندگی بہت پسند ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرتؒ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر صحابہؓ، تابعینؒ اور اولیائے کرام تک کے واقعات
بیان فرمائے ہیں کہ ان حضرات نے کس کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں با
معصوم و محفوظ ہونے کے عاجزی، فروتنی اور انکساری اور تواضع اختیار
ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں پڑھنے والے پر یہ اثر ہوتا ہے کہ جب انبیاء کر
اور اولیاء عظام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح سے گریہ وزاری کی
رو رو کر دعائیں مانگی ہیں، اسکے روبرو گڑ گڑائے ہیں تو ہم گنہگار امتی اس
میں کس کھیت کے تھوے ہیں ہمیں اللہ تعالےٰ سے کتنا ڈرنا چاہیئے۔

یہاں پہونچکر میں نے یہ بھی سوچا کہ جب حضرت والا کی کتاب کا اثر
پڑھنے والے پر پڑتا ہے تو براہ راست حضرت کی مجلس کی تاثیر کا کیا عالم ہوتا
کتاب کا ایک ایک واقعہ پڑھتا جاتا تھا اور نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک طرف اللہ تع
کی عظمت و جلال کا استحضار ہوتا جاتا تھا تو دوسری طرف اپنے کو کچھ نہ سمجھ
داعیہ قلب میں راسخ ہوتا جاتا تھا۔ اور جو سچ پوچھئے تو پہلے بہت کچھ مزارا
سیر کی لیکن اولیاء کرام کی صحیح معرفت اسی کتاب کے مطالعہ کی معرفت ہوئی
رات بھی کافی جا چکی تھی اور کتاب بھی ختم ہو گئی لہٰذا سو رہا اور بہت سویرے
میری آنکھ کھل گئی، اٹھ بیٹھا اور شب کی تنہائی میں میری حالت غیر ہونے لگی
ایک بار پھر شیطان سے مناظرہ کرنا پڑا۔ کچھ تو رات کے تاثرات کا اثر قلب
پڑ چکا تھا لیکن وساوس کی یورش نے اس فیصلہ پر مجبور کر دیا کہ میاں مجلس
میں کہاں جاؤ گے صبح اٹھکر چلو گھر چلو۔

۱۱۵۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا مکتوب گرامی

یہ مکتوب فارسی میں تھا ہمارے محترم عزیز مولوی سید حسن صاحب مرحوم نے اسکا ترجمہ سلیس اردو میں کر دیا ہے تاکہ عوام کیلئے مفید ہو ہم اصل خط فارسی کو مع ترجمہ کے دو کالموں میں شایع کرتے ہیں۔

ذکر جہر و خفی کی بہترین تحقیق

مکتوب: بعد حمد و صلوٰۃ۔ مخفی نماند کہ طائفہ از فقہاء حنفیہ در انکار ذکر جہر غلو نمودہ فتویٰ بحرمت داوند و بعضے از محدثین اثبات مشروعیت ذکر جہر نمودہ درپے فضل جہر بر خفی افتادند وہر دو فریق براہ افراط و تفریط رفتند و از مبحث انصاف سخن نہ گفتند و ایں مقام تنقیح میخواہد و محاکمہ می طلبد۔ باید دانست کہ معنیٔ لفظ ذکر کہ عبارت از یاد کردن است منحصر است برسہ قسم یکے ذکر لسانی است بے ضمیر و آگاہی قلب و ایں معنی از اعتبار ساقط است و داخل اقسام غفلت۔ دوم ذکر قلبی است بے حرکت لسانی و ایں معنی در اصطلاح صوفیہ معتبر است بذکر خفی و بنائے مراقبات ایں قوم بر آنست

بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ مذہب حنفیہ کے فقہاء کی ایک جماعت نے ذکر جہر کے انکار میں غلو کرکے اسکی حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے اور بعض علماء محدثین نے ذکر جہر کے جواز کو ثابت کیا ہے اور اسکی کوشش کی ہے کہ ذکر جہر کو ذکر خفی سے افضل ثابت کریں یہ دونوں جماعتیں افراط و تفریط (بے اعتدالی) کے راستہ پر ہیں اور اس بحث میں انھوں نے انصاف کی گفتگو نہیں کی۔ یہ بحث وضاحت کا محتاج ہے اور اور یہ مباحثہ قول فیصل کا طالب ہے (لہٰذا اسکو بیان کیا جاتا ہے)۔ یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں اور اسکی تین قسمیں ہیں۔ اوّل صرف زبان کا ذکر بلا توجہ دل۔ ظاہر ہے کہ یہ ذکر نا قابل اعتبار ہے اور غفلت عن الذکر ہی کے اقسام میں داخل ہے۔ دوم ذکر قلبی بلا حرکت زبان اور اسکو صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر خفی کہتے ہیں اور صوفیاء کے تمام مراقبوں کی بنیاد یہی ذکر خفی ہے۔ اور جملہ طریقوں میں صوفیاء رحمہم اللہ

ومعمول است در جمیع طرق وآں دو وجہ
است یا حضور ذات بحت مذکور است
بے ملاحظہ صفتے ویا بملاحظہ صفاتِ او
واین ہر دو وجہ ماخوذ است از آیت
واذکر ربک فی نفسک تضرعًا وخیفۃ
دون الجھر من القول بالغدو والاٰصال ٥
دویم استحضار مذکور با ملاحظہ
منسوبات او از آلاء و نعماء، واین طریق
استدلال است از اثر بموثر است
واین معنیٰ بلسان شرع معبر است
بہ فکر ومفید است زیادت یقین را
وکتاب وسنت از فضائل آں مملو
است وقسم سوم از اقسام ثلاثہ ذکر لسانی است
یا ذکر قلبی معًا واین اکمل اقسام ذکر است
واین نیز دو وجہ دارد وجہے اکتفا
ذاکر است در ذکر کردن بر اسماع
نفس خود وہمیں است ذکر خفی در
زبان شرع ماخوذ است از آیہ ادعوا
ربکم تضرعًا وخیفۃ انہ لا یحب
المعتدین دویم اسماع غیر است کہ در شرع
مسمی بجہر است ودر مواقع خاص افضل
است از خفی نہ مطلقًا بنا بر حکمتے چنانچہ
اذان وقراۃ بجہر در صلوٰۃ جہریہ کہ ایقاظ

کہ یہ ذکر رائج ہے اور ذکر کی دو صورتیں ہیں۔ اول
دل میں صرف ذاتِ حق تعالیٰ کا دھیان ہو اور صفات حق میں
سے کسی صفت کا دھیان نہ کیا جائے۔ دوم ذاتِ حق
کے دھیان کے ساتھ صفات حق سبحانہ تعالیٰ میں سے
کسی صفت کا دھیان بھی بوقت ذکر کیا جائے اور یہ دونوں
صورتیں آیۂ کریمہ سے ماخوذ ہیں واذکر ربک فی نفسک تضرعًا وخیفۃ
ودون الجھر من القول بالغدو والاٰصال ٥ دویم ذاتِ حق کا دھیان
کیا جائے اور اسکے ساتھ ان نعمتوں اور احسانات کا بھی دھیان
ہو جو بندوں پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور ذکر کا یہ طریق استدلال
ہے اثر سے موثر کی طرف (مطلب یہ ہے کہ اس ذکر کی صورت
ایسی ہے کہ جیسے ہم کسی نشان کو خیال کر کے صاحب نشان کو
معلوم کریں) اور اس ذکر کو اصطلاح شریعت میں فکر کہتے
ہیں۔ اور یہ ذکر جسکا دوسرا نام فکر ہے زیادتی ایمان کے لئے فائدہ مند
ہے اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اسکے فضائل سے لبریز ہیں
اور تیسری قسم ذکر کی زبان سے یادِ حق کرنا ہے اس طور سے
کہ دل میں بھی حق تعالیٰ کی یاد ہو اور یہ ذکر تمام اقسام ذکر میں
سب سے کامل ہے اور اس ذکر کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اول ذکر
کرنیوالا اپنے آپکو سنانے پر اکتفا کرے (زیادہ آواز سے ذکر نکرے)
اسکو شریعت میں ذکر خفی کہتے ہیں اور یہ آیہ کریمہ ادعوا ربکم
تضرعًا سے ماخوذ ہے یعنی پکارو اپنے رب کو تضرع کیساتھ
دوم اتنا زور سے ذکر کرے کہ دوسرا شخص بھی سن سکے اسکو
شریعت میں ذکر جہر کہتے ہیں اور یہ ذکر جہر خاص خاص صورتوں
میں ذکر خفی سے بھی افضل ہے۔ مطلقًا افضل نہیں اور یہ فضیلت

نائمین و تنبیہ غافلین ازاں منظورات وحکمتے کہ در ذکر خفی است سلامت نفس است از فساد سمعہ و ریا کہ مانع است قبول عمل را و فضل ذکر خفی بر جہر بہ نصوص کتاب و سنت ثابت است مطلقاً بلکہ از فحوائے حدیث انکم لاتدعون اصم ولا غائباً منع جہر معلوم میشود و ذکر جہر باکیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات یا اطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدء فیض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرۂ اباحت و فائدۂ ما ورائے آں محقق و انکار آں ضرورۃ و ظاہر است آنچہ از کتاب و سنت ثابت بود افضل است از غیر آں اگرچہ مباح باشد و مفید بود و تعلیم کلمہ طیبہ از آنحضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بجہر کہ از حدیث شداد ابن اوس ثابت شدہ است بجہر متوسط خواہد بود نہ بجہر کذائی چرا کہ اول ایں حدیث است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بھی کسی حکمتِ الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ اذان اور قرأۃ قرآن جہری نمازوں میں کہ سونے والوں کو بیدار کرنے اور غافلوں کی کی وجہ سے جاری کی گئی اور ذکر خفی میں حکمت یہ ہے کہ ذاکر کی طبیعت ریاء اور شہرت کے عیب سے محفوظ رہتی ہے اور یہ دونوں عیب عمل صالح کو مقبول ہونے سے روکتے ہیں۔ ذکر خفی کی فضیلت ذکر جہر پر آیات اور حدیثوں سے ثابت ہے بلکہ حدیث انکم لاتدعون اصم ولا غائبا (یعنی بیشک تم کسی بہرے یا غائب ذات کو نہیں پکارتے ہو) سے ذکر جہر کی ممانعت سمجھ آتی ہے۔ ذکر جہر مخصوص کیفیات کیساتھ، اسی طرح مراقبہ مقررہ طریقوں پر کہ قرون متاخرہ (اور آخری زمانہ صالحین) میں رائج ہو گئے ہیں حدیث و قرآن سے نہیں لئے گئے ہیں بلکہ بزرگان دین نے الہام الٰہی اور مبدا فیض کے ارشارے سے انکو لیا اور جاری کیا ہے اور شریعت اس مسئلہ میں ساکت ہے (یعنی نہ انکار کرتی ہے اور نہ اثبات)۔ اور کئی طرح کا فائدہ باطنی بھی اس جہر میں پایا جاتا ہے اور اس سے انکار کی کوئی حاجت بھی نہیں ہاں یہ ظاہر ہے کہ جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی ہو وہ افضل ہے اس سے جو اسکے علاوہ ثابت ہو خواہ وہ شئے جائز اور فائدہ مند ہی کیوں نہ ہو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی مرتضیٰ کو کلمہ طیب کی تعلیم جہر کے ساتھ کہ روایت حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ جہر معتدل متوسط ہے نہ کہ جہر مفرط۔ جیسا کہ اسی حدیث کے شروع میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دروازہ بند کرنے کا حکم دیا پھر ذکر جہر کی تعلیم فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ

بہ بستن در امر نمود بعد ازاں تعلیم ذکر فرمود بایں معنی مشعر است باخفاء فی الجملہ و گفتگو در جواز و عدم جواز جہر نیست بلکہ در فضل یکے بر دیگر است پس دعوی تفضیل ذکر جہر مطلقاً و ذکر خفی انکار نصوص است و انکار جمیع اقسام ذکر جہر نیز ہمچنیں چراکہ جہر در بعض مواقع غیر مشروع است و اثبات مسنونیہ ذکر خفی بمعنیٰ مراقبات معمول و نیز اثبات مشروعیہ ذکر جہر یکہ در متاخرین مروج است فضولے است چہ جائے اثبات فضل آن و آنچہ ابناے بشر مکابرہ می نماید از طرفین مقبول نیست و لائق التفات نہ و افراط و تفریط مستقبح است و اعتدال مستحسن و خیر الکلام ما قل و دل والسلام علی من اتبع الھدی والزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

فی الجملہ اخفاء مطلوب تھا۔ اور کلام جہر کے جائزہ یا جائز ہونے میں نہیں بلکہ افضل و غیر افضل میں ہے (سو فیصلہ اسمیں یہ ہے کہ) یہ دعوی کرنا کہ ذکر جہر مطلقاً ذکر خفی سے افضل ہے اسمیں صریح آیات و دلائل شرعی کا انکار ہے (لہذا یہ قول درست نہ ہوا)۔ اور اسی طرح ذکر خفی کو مطلقاً افضل قرار دینا بھی انکار نصوص ہے۔ اور اسی طرح ذکر جہر کی تمام اقسام کا انکار بھی خلاف نصوص ہے کیونکہ جہر بعض جگہ تو جائز بھی نہیں (جیسے قرأۃ سری نمازوں میں) اور یہ دعوی کرنا کہ ذکر خفی مسنون ہے اور مراد ذکر خفی سے وہ مراقبے لئے جائیں کہ صوفیہ میں رائج ہیں اور یا اس ذکر جہر کو مشروع قرار دینا کہ صوفیہ متاخرین نے رواج دیا ہے یعنی جسمیں جہر مفرط ہو فضول ہے چہ جائیکہ اسکو افضل قرار دیا جائے اور یہ جو بعض نوجوان مکابرہ اور بحث جانبین سے کرتے ہیں مقبول اور قابل التفات نہیں اور افراط و تفریط بری چیز ہے اور میانہ روی بہتر ہے۔ اور بہتر گفتگو وہ ہے کہ تھوڑی ہو اور پوری بات سمجھا دے اور سلام ہو اس پر کہ ہدایت کی پیروی کی اس نے اور لازم پکڑا پیروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

۱۱۶۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شیخ عزالدین بن سلامؒ کا فتویٰ

عزیزیؒ نے سراج المنیر شرح جامع صغیر میں حدیث العجماء جبارٌ کے تحت

ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ عزالدین بن سلام کے زمانہ میں ایک شخص خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ فلاں جگہ جاؤ اور زمین کھودو اس میں خزانہ ہے وہ تم لیلو اور اس میں سے پانچواں حصہ (جو حسب قاعدۂ شرعیہ گڑے ہوئے خزانہ کی زکات ہے) بھی تمہارے ذمہ نہیں۔

صبح ہوئی تو یہ شخص مقام پر پہونچا زمین کھودی تو حسب ارشاد خزانہ نکلا۔ اب اس نے اس زمانہ کے علماء سے استفتار کیا کہ شرعی قاعدہ کے بموجب مجھے اسمیں سے پانچواں حصہ صدقہ کرنا چاہیئے لیکن خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ حصہ بھی معاف کر دیا ہے۔ اب میں کیا کروں؟

عموماً علماء نے فتویٰ دیا کہ تم اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیئے گئے ہو تمہارے ذمہ خمس نہیں لیکن شیخ عزالدین بن سلام نے فرمایا کہ نہیں اسکے ذمہ واجب ہے کہ پانچواں حصہ نکالے کیونکہ خواب میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے زیادہ سے زیادہ اسکا درجہ اس حدیث کے برابر ہوگا جو اسناد صحیح کے ساتھ روایت کی گئی ہو لیکن یہاں اس سے زیادہ اصح روایت اسکی معارض ہے کیونکہ صحیحین بخاری و مسلم کی روایت میں ہے فی الرکاز الخمس اور یہ حدیث یقیناً اس خواب کی حدیث سے اصح ہے اور جب صحیح و اصح میں تعارض ہو تو عمل اصح پر کیا جائے گا۔

۱۱۷۔ دوائے دل

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ دلوں کی دوا پانچ چیزیں ہیں:۔
۱ قرآن مجید کی تلاوت فہم و تدبر (معنی فہمی) کے ساتھ۔ دوسرے باطن کا دراز حاجت کھانے سے خالی ہونا۔ تیسرے تہجد پڑھنا۔ چوتھے آخر شب تضرع و زاری کرنا۔ پانچویں صالحین کی صحبت۔

(الخشوع فی الصلوٰۃ لابن الجوزی)

۱۱۸۔ جنات میں روایت حدیث اور تعلیم و تعلم

علامہ قاضی بدرالدین حنفی جو آٹھویں صدی ہجری کے مشاہیر علماء میں سے ہیں جنوں کے احوال و احکام میں انکی مستقل کتاب "آکام المرجان فی احکام الجان" مشہور و معروف ہے اس میں عنوان بالا کے ماتحت انھوں نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ معظمہ کے قصد سے نکلی اتفاقاً راستہ بھول گئی۔ اس لق و دق میدان میں زندگی کا کوئی سہارا نہیں رہا موت کے لئے تیار ہو کر کفن پہن لئے اور چت ہو کر لیٹ گئے تو ایک جن درختوں کو چیرتا ہوا سامنے آیا اور کہا کہ میں ان لوگوں میں سے باقی ہوں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے احادیث سنی ہیں۔ میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیحب للمسلمین ما یحب لنفسہ ویکرہ للمسلمین ما یکرہ لنفسہ۔	جو شخص اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہیئے کہ سب مسلمانوں کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اسکو ناپسند کرے جسکو اپنے لئے ناپسند

اسکے بعد قافلہ کو راستہ پر لگا دیا اور پانی کا پتہ بتا دیا۔

اور حضرت وہب بن منبہ رح سے منقول ہے کہ وہ اور حضرت حسن بصری ہر سال موسم حج میں مسجد خیف کے اندر رات کے کسی حصہ میں ایسے وقت ملا کیا کرتے تھے جب سب لوگ سو جائیں۔ حسب عادت ایک مرتبہ یہ دونوں بزرگ مع اصحاب مسجد خیف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پرندہ آیا اور حضرت وہب کے پہلو پر آبیٹھا اور سلام کیا۔ حضرت وہب رح نے سلام کا جواب دیا اور یہ سمجھے کہ یہ کوئی جن ہے۔ پھر اس سے گفتگو شروع کی اور دریافت کیا کہ

______ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں قوم جنات میں سے
یک مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت آنے سے تمہارا کیا مقصد ہے
عرض کیا کہ آپ کی مجلس سے علمی و اخلاقی فیوض حاصل کرنا۔ اور ہماری قوم اسی طرح
نسانی علماء و فضلاء کی مجلس سے استفادہ کرتی ہے۔ ہم لوگ آپ کے اکثر اعمال
ماز۔ جہاد۔ عیادتِ مریض۔ نماز جنازہ۔ حج و عمرہ وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں
ور آپ کے افادات علمیہ اور روایات حدیث کو محفوظ کرتے ہیں۔ حضرت وہبؒ
نے فرمایا کہ جنات میں سب سے زیادہ محدث اور عالم کون ہے؟ اس نے حضرت
حسن بصریؒ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ ہماری قوم میں انکے شاگرد سب سے زیادہ
علم و افضل ہیں۔ (اکام المرجان ص۸۲)

۱۱۹۔ استاذ اور عالم کا ادب

خلاصۃ الفتاوی میں مذکور ہے کہ شاگرد پر لازم ہے کہ استاذ سے
پہلے کلام نہ شروع کرے اور استاذ کی جگہ نہ بیٹھے اگرچہ استاد وہاں موجود
نہ ہو۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہر عالم کا ادب ہر عامی پر واجب ہے
جو احکام دین سے واقف نہ ہو۔ (خلاصہ ص۳۷۸ ج۴)

۱۲۰۔ بڑے بول کی نقد سزا

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری زبان سے نکل گیا کہ میں
کبھی کوئی چیز بھولتا نہیں ابھی یہ کلمہ کہکر فارغ ہوا ہی تھا کہ میں نے اپنے ملازم سے
کہا میرے جوتے لاؤ۔ ملازم نے جواب دیا کہ وہ آپ کے پاس آپ کے سامان میں
رکھے ہیں۔ گویا فوری طور پر بھول جانے کا مشاہدہ کر دیا گیا۔

(روضۃ العقلاء ابن حبان ص۴۹)

۱۲۱۔ حضرت استاذ کی ایک وصیت اہل علم کیلئے قابل قدر ہدایت

احقر جب ۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم سے فارغ ہوا تو شہر کاٹھیاوار کے شہر ویراں کے ایک عربی مدرسہ میں مجھے خدمت درس کے لئے بلایا گیا بعض اکابر نے اسکی موافقت فرمائی اسلئے جانے کا ارادہ کرلیا۔ پھر میرے محسن و مربی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم نے مجھے دارالعلوم ہی میں خدمت درس کیلئے روک لیا اسلئے جانا نہیں ہوا۔

ارادہ فسخ کرنے سے پہلے جب احقر نے اپنے استاد محترم استاذ الاساتذہ مجمع العلوم وفنون حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے جانے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ اب تک تو اساتذہ کے زیر سایہ کوئی ذمہ داری نہ تھی وہاں کوئی ایسے بزرگ سر پر نہ ہوں گے جن سے مشکلات میں رجوع کیا جاسکے تو ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں ہر فن کی چند کتابوں کے نام بتلائے دیتا ہوں انکو مطالعہ میں رکھو انشاء اللہ سب مشکلات کا حل ثابت ہوں گی۔

یہ کام اسی علوم وفنون کے بحر ذخار کا تھا جسکی نظر علوم وفنون کے سب کتب خانہ پر پوری طرح حاوی تھی اور خدا داد حافظہ ایک ایسا خزانہ تھا جسمیں جو چیز پڑگئی محفوظ ہوگئی۔ اسلئے احقر نے مجلس سے اٹھنے کے بعد جو یاد رہی انکو تحریر کرلیا تھا۔ برادران اہل علم کے لئے پیش کرتا ہوں۔

فن حدیث میں	فتح الباری شرح بخاری
فقہ میں	بدائع اور ہدایہ
اصول فقہ میں	تحریر الاصول ابن ہمام اور اسکی تلخیصات جو بعض علماء نے کی ہیں۔
علم معانی اور بدائع میں	شرح تلخیص المفتاح بہاء الدین
فن نحو میں	اشمونی
فن منطق میں	شرح سلم بحر العلوم

سچے دل سے اگر توبہ کی ہے تو اسکی توبہ کو مقبول ہی سمجھو اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتی ہے اور وہ تو بہت سے گناہوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ پس توبہ یہ ہے کہ انسان قلب سے تو اپنے کئے پر نادم اور شرمندہ ہو اور زبان سے استغفار کرے اور دل میں یہ عزم رکھے کہ اب کبھی اس گناہ کو نہ کرونگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص زبان سے تین بار یوں کہہ لیا کرے کہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (یعنی میں اپنے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں اس اللہ سے جو عظیم ہے ' اسکے سوا کوئی معبو نہیں وہ زندہ ہے ہر شئے کو تھامے ہوئے ہے اور اسی کی جانب توبہ کرتا ہوں تو اسکے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

حضرت ایوب ، ابو قلابہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے ابلیس ملعون پر لعنت فرمائی (یعنی اسکو اپنی رحمت سے دور کیا تو) اسنے اللہ تعالےٰ سے مہلت مانگی۔ حق تعالےٰ نے اسکو قیامت تک کی مہلت دیدی تو اس نے کہا کہ آپکی عزت کی قسم ہے میں آپ کے بندوں کے سینہ سے جان نکلنے تک نہیں نکلونگا (مطلب یہ کہ اندر ڈٹا رہوں گا اور اسکو گمراہ کرتا رہوں گا) اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے میں بھی اپنے بندوں کو قبولیت توبہ سے محروم نہ کرونگا جب تک اسکے جان میں جان رہیگی۔ پس اسکے لطف وکرم کو دیکھو کہ اپنے گنہگار بندے کو بھی مومن کے لقب سے یاد فرمایا۔ چنانچہ فرمایا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تم سب لوگ مل کر خدا تعالیٰ کی جانب توبہ کرو اے مومنو شاید کہ تم فلاح پا جاؤ اور انکو توبہ کے بعد محبوب قرار دیا چنانچہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتے ہیں اور پاک صاف لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ مجھ سے گناہ ہوگیا ہے کیا کروں؟ فرمایا کہ توبہ کرو اور اب وہ کام نہ کرنا اس نے کہا کہ میں نے توبہ کرلیا تھا لیکن پھر اسکا مرتکب ہوگیا ہوں اب کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ پھر توبہ کرلو مگر اب پھر نہ کرنا اس نے کہا کہ کب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تک شیطان قید نہ ہو جائے (مطلب یہ کہ جبتک وہ چھوٹا ہوا ہے گناہ کراتا رہے گا اسکا علاج بس توبہ ہے۔ اب یہ چاہو کہ شیطان اپنی حرکت سے باز آجائے ناممکن ہے بس تم ہی ہمت کرکے اس کام کو ترک کردو یا برابر توبہ کرتے رہو)

حضرت مجاہدؒ سے اس آیت اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جہالۃ سے مراد عمداً ہے اور من قریب کے متعلق فرماتے ہیں کہ موت سے پہلے کی ہر چیز ہی قریب ہے مطلب یہ کہ قبولیت توبہ ان لوگوں کے لئے لازم ہے جنھوں نے معصیت قصداً کی اور پھر موت سے پہلے پہلے توبہ کرلی۔ حاصل یہ کہ عمداً کئے ہوئے گناہ کی بھی توبہ ہے اور توبہ کے لئے فوری ہونا شرط نہیں بلکہ غرغرہ سے پہلے پہلے جب بھی کرلے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے اسی کو فرمایا کہ مرنے سے پہلے پہلے کا سارا زمانہ قریب ہی ہے۔)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے آپ مجھے بخش دیجئے تو اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب بھی ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے اچھا تو میں نے اپنے بندہ کے گناہ کو معاف کردیا۔

(سبحان اللہ) یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کے صدقے میں ہے ورنہ تو پہلی امتوں میں جب کوئی گناہ کرتا تھا تو ان پر حلال چیزیں حرام کردیجاتی تھیں اسی طرح سے جب کوئی شخص مرتکب معصیت ہوتا تھا تو وہ اسکے دروازے پر

لکھ دیجاتی تھی یا بدن پر لکھ دیا جاتا تھا کہ فلاں بن فلاں نے ایسا ایسا گناہ کیا اور اسکی یہ توبہ ہے لیکن اس امت پر تو معاملہ کو آسان کر دیا گیا یعنی یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور اور رحیم پائے گا۔ پس ہر مسلم پر لازم ہے کہ جب وہ صبح کرے یا شام کرے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح کر کے یا شام کر کے توبہ نکرے تو وہ شخص ظالم ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا رہے اور نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچوں وقت کی نماز کی حفاظت کو بندہ کے لئے علاوہ کبائر کے کفارۂ سیئات قرار دیا ہے۔

حضرت علقمہؓ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ملاقات ایک عورت سے باغ میں ہوئی میں نے اسے گلے لگا لیا اور اسکا بوسہ بھی لے لیا اور اسے ہاتھ بھی لگایا غرض تمام جرموں کا مرتکب ہوا سوا زنا کے (اب میں کیا کروں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر ذرا دیر کے لئے خاموشی اختیار فرمائی کہ اتنے میں یہ آیۃ نازل ہوئی کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اللہ کیلئے نماز پڑھئے دن کے دونوں طرفوں میں یعنی صبح کی نماز اور ظہر وعصر کی نماز اور رات کے کچھ حصہ میں مراد اس سے مغرب وعشاء کی نماز ہے آگے فرمایا کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ بیشک نیکیاں یعنی یہی صلوٰۃ خمسہ اپنے مابین کئے ہوئے سیئات صغیرہ کے لئے کفارہ ہو جاتی ہیں یعنی یہی توبہ ہے تائبین کے لئے جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بلایا اور انکو یہ آیت پڑھکر سنائی اس پر حضرت عمرؓ بولے کہ یا رسول اللہ یہ انھیں کے لئے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں سب کے لئے عام ہے۔

حضرت یونس بن عبید حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کے اوپر دو فرشتے مقرر ہیں (ایک اسکے داہنے جانب اور دوسرا بائیں جانب) اور داہنی جانب والا بائیں جانب والے پر نگراں ہے چنانچہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو بائیں جانب والا پوچھتا ہے کہ میں اسکو لکھوں؟ صاحب یمین کہتا ہے کہ ابھی ٹھیر جاؤ اسی طرح سے پانچ معصیت تک کہتا رہتا ہے جب وہ پانچویں بار بھی گناہ کرلیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب لکھوں۔ صاحب یمین کہتا ہے کہ ذرا اور ٹھیرو جی یہاں تک کہ وہ شخص اسکے بعد ایک نیکی (حسنہ) کرگزرتا ہے تو صاحب یمین کہتا ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ مومن کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے لہٰذا آؤ اسکی اس ایک نیکی کے بدلے میں اسکے پانچوں گناہ محو کردیں اور پانچ نیکی اسکے نامۂ اعمال میں لکھدیں۔ یہ دیکھکر شیطان شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہی حال رہا تو پھر تو ہم انسانوں پر کبھی بھی قبضہ نہیں پاسکتے (ہم گناہ کراتے رہیں گے اور اسکی نیکیاں اسے مٹاتی رہینگی)۔

اسکے بعد فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ :۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شب عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلا دیکھا کہ ایک عورت نقاب اوڑھے ہوئے کھڑی تھی اس نے کہا کہ اے ابو ہریرہؓ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ صادر ہوگیا ہے تو کیا میرے لئے بھی توبہ کی کوئی صورت ہے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ آخر تو نے کون سا ایسا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے زنا کیا ہے اور اسکی وجہ سے جو بچہ پیدا ہوا اسکو مار ڈالا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ ارے ظالم تو خود بھی ہلاک ہوئی اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا۔ خدا کی قسم تیرے لئے تو اب توبہ نہیں ہے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ سنکر اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی اور میں وہاں سے چلا گیا۔ لیکن اپنے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں موجود ہیں اور ہم فتویٰ دیں؟ (ہمیں اسکو حضورؐ سے پوچھنا چاہیئے تھا) چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کل شب ایک عورت نے مجھ سے ایسا ایسا سوال کیا تھا اور میں نے اسکو ایسا ایسا جواب دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون تم نے تو اسے ابوہریرہ خود کو بھی ہلاک کیا اور اسکو بھی۔ تمھیں یہ آیت یاد نہ آئی کہ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ اِلٰی قولہ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور کسی نفس محرمہ کو ناحق قتل نہیں کرتے یہاں تک کہ فرمایا ہے کہ پس یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکی سئیات کو حسنات سے بدل دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں فوراً حضورؐ کے پاس سے باہر نکلا اور مدینہ کی گلیوں میں یہ آواز کرتا ہوا بھاگنے لگا کہ بھائی مجھے کوئی اس عورت کا پتہ بتا دے جس نے رات مجھ سے ایسا ایسا مسئلہ پوچھا تھا۔ میرے اس طرح دیوانہ وار بھاگنے کیوجہ سے سب بچے کہنے لگے کہ ابوہریرہ کو جنون ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ پھر جب اگلی شام ہوئی تو وہ عورت مجھے اسی جگہ ملی۔ میں نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا کہ نہیں بہن تمھارے لئے بھی توبہ ہے، تو اس پر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری خوشی کے مارے۔ اس نے یہ سنکر کہا کہ میرا ایک باغ ہے میں اپنے اس گناہ کے کفارہ میں اسکو مسکینوں پر صدقہ کرتی ہوں۔

نیز علماء نے اس آیت فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ کے معنی یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے جو اپنے گناہ سے توبہ کرلے تمام ذنوب ماضیہ کو حسنات سے بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ انسان قیامت میں اپنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا کہ اول میں معاصی اور آخر میں حسنات لکھی ہونگی چنانچہ پوری فہرست پڑھتے پڑھتے پھر جب اول کو دیکھے گا تو اسکو بھی حسنات میں لکھا ہوا پائے گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے موافق روایت

کرتے ہیں۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہی معنی ہیں کہ یہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنکی سیئات کو حسنات سے بدل دیں گے۔ اور ایک مطلب اولٰئک یبدل اللہ کا یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب اسکو اعمالِ حسنات کی توفیق عطا فرمائیں گے اور وہ برائیاں ترک کر دیگا یہی تبدیلی ہے۔

مولف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ارے بھائی یہ دیکھو کہ کفر سے بڑا تو کوئی گناہ نہیں ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اسکے متعلق یہ فرمایا ہے کہ قُل لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ یعنی آپ کفار سے فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ کفر سے باز آجاؤ گے تو ہم تمہارے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دینگے۔ تو ان گناہوں کے متعلق جو کفر سے کم ہیں تمہارا کیا گمان ہے؟ کیا اسکو اللہ تعالیٰ نہ بخشیگا؟ (انشاء اللہ ضرور بخشیگا)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ اگر تم میں کوئی شخص گناہ کرے اور اتنا کرے کہ ما بین زمین و آسمان کی فضا اسکے گناہوں سے بھر جائے پھر توبہ کرلے جب بھی اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیں گے۔

حضرت یزید رقاشی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر سے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم البشر ہیں ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین معذرت فرمائیں گے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے آدم! اگر میں نے جھوٹوں پر لعنت نہ کی ہوتی اور کذب میرے نزدیک مبغوض نہ ہوتا اور میں نے لوگوں کو اس سے ڈرایا نہ ہوتا اور میری جانب سے یہ قول کہا نہ گیا ہوتا کہ میں جہنم کو جن و انس سے ضرور بھر دونگا تو میں آج کے دن تمہاری ذریت پر ضرور بالضرور رحم کرتا (اور سب کو دوزخ اور حساب و کتاب سے ضرور رہا کر دیتا) تمہاری خاطر مجھے ایسی عزیز ہے لیکن انھیں مذکورہ باتوں

کبھی وہ سے ایسا نہیں کروں گا) دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے آدم! میں تمہاری ذریت میں سے جہنم میں انھیں کو داخل کروں گا اور نار کا عذاب صرف انھیں کو دونگا جن کے متعلق میں یہ جانتا ہوں کہ اگر میں انکو دنیا میں دوبارہ لوٹا دوں تو یہ اس سے بدتر کام کریں جو یہ کر چکے ہیں نہ اپنی حرکت سے باز آئیں گے اور نہ توبہ کریں گے۔ اور تیسری بات یہ فرمائیں گے کہ اے آدم میں تم ہی کو حکم بناتا ہوں جاؤ میزان کے پاس جاؤ اور اپنی ذریت کے اعمال دیکھ کر جس کے اعمال نامہ میں ایک نیکی بھی زیادہ دیکھو اسکو جنت میں داخل کردو اور یہ اسلئے کہتا ہوں تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ میں نے دوزخ میں صرف ظالم ہی کو داخل کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں رجسٹر تین طرح کے ہونگے ایک تو وہ کہ جنکو اللہ تعالیٰ نہ بخشیں گے۔ ایک وہ جس میں انکے نام ہوں گے جنکو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے ایک وہ جن پر کوئی حکم نہ لگا ہوگا۔ اول دیوان وہ ہوگا جن لوگوں نے شرک کیا ہوگا کہ جس نے شرک کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت کو حرام فرما دیگا۔ اور وہ دیوان جسکو خدا بخشدے گا وہ بندوں کے وہ گناہ ہوں گے جو ان کے اور خالق کے درمیان ہونگے۔ اور تیسرا وہ دیوان ہوگا جو مخلوق کے باہم مخلوق کے گناہ ہوں گے (مطلب یہ کہ انکا معاملہ معلق ہوگا جب بندے خود ہی معاف کرینگے تو معاف ہوگا ورنہ نہیں)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب اہل حقوق کو ان کے حق کا پورا پورا بدلہ ملے گا یہانتک کہ سینگ والے جانور سے بے سینگ والوں کا بدلہ دلایا جائے گا (اسکے دنیا میں انکو سینگ مارنے کا)۔ لہٰذا انسان کو لازم ہے کہ اپنے خصام (یعنی اہل حقوق) کو دنیا ہی میں خوش کردے (تاکہ آخرت کے مواخذہ سے بچ جائے)۔ پس اگر گناہ حقوق اللہ کے قبیل سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم

بندہ کو توبہ فرمانے پر معاف فرمادینگے لیکن اگر حقوق العباد کے قبیل سے ہو
تب یہ اس سے اپنے حقوق کا دوسرے بندے ضرور مطالبہ کرینگے یہاں توبہ وا
کچھ کام نہ دیگا جب تک کہ خصوم ہی راضی نہ ہوں گے۔ اب اگر دنیا میں انکیں را
کرلیا تو خیر ورنہ آخرت میں اسکی حسنات میں سے اسکو دیا جائے گا جیساکہ حدیث سے
معلوم ہوتا ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو میری امت کا مفلس کون ہے؟ صحا
نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ تو اسکو مفلس کہتے ہیں جس کے پاس روپیہ
اور مال نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مفلس میری امت میں سے وہ شخص
کہ نماز روزہ سب لیکر آئے گا لیکن اسکو گالی بکی دی ہوگی اسکو تہمت لگائی ہوگی
مال ناحق اڑایا ہوگا اسکو قتل کر ڈالا ہوگا۔ کسی کو مارا ہوگا۔ چنانچہ اسکی نیکیاں لیکر
ان لوگوں کو دلوادی جائیں گی اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو انکے گناہ اس پر لاد
جائیں گے (اب اسکے پلے صرف گناہ ہی گناہ ہونگے) لہٰذا اسکو جہنم میں ڈالدیا
پس اللہ تعالیٰ سے ہم توفیق طلب کرتے ہیں توبہ کرنے کی اور یہ کہ اس پر ہمکو
نصیب فرمائے اسلئے کہ توبہ پر استقامت توبہ سے زیادہ مشکل ہے۔

حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو خبردار ایسا کرنا کہ کوئی کار خیر کر
اسے چھوڑ دینا اسلئے کہ کوئی توبہ کرنیوالا جو توبہ کرکے پھر معصیت کی جانب لوٹ جا
فلاح نہیں پایا کرتا۔ پس تائب کو چاہیئے کہ موت کو اپنی نظروں کے سامنے ر
(ہر وقت اسکا مراقبہ رکھے) تاکہ توبہ میں اسکو ثبات نصیب ہو۔ اور اپنے سا
گناہوں کا استحضار کرکے توبہ کیا کرے۔ کثرت سے استغفار کرتا رہے
اس حال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے اور توبہ کی توفیق پر بھی۔ اسی طرح
آخرت کے اجر و ثواب کو بھی سوچا کرے اسلئے کہ جس کے پیش نظر آخرت کا ثوا
وہ حسنات کی جانب مائل ہوگا اور جو شخص عذاب آخرت کا تصور رکھیگا وہ گناہوں سے باز ر

حکایت: ایک بزرگ کی حکایت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے لکھی ہے کہ وہ ذکر کرنے بیٹھے تو آواز آئی کہ تم کچھ بھی کرو یہاں کچھ قبول نہیں مگر وہ پھر کام میں لگ گئے ان سے ایک مرید نے کہا کہ جب کچھ نفع ہی مرتب نہیں تو محنت سے کیا فائدہ؟ بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی اگر کوئی دوسرا ایسا ہوتا کہ میں خدا کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تو اعراض ممکن بھی تھا اب تو یہی ایک در ہے قبول ہو یا نہ ہو ؎

توانی ازاں دل بہ پرداختن کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

(تم اس ذات سے البتہ بے تعلق ہو سکتے ہو جس کے متعلق یہ سمجھتے ہو کہ بدون اسکے کام چلا سکتے ہو)

اس جواب پر رحمت خداوندی کو جوش ہوا اور ارشاد ہوا کہ ؎

قبول است گرچہ ہنر نیستت کہ جز ما پناہے دگر نیستت

(اچھا خیر تمہاری عبادت محض اسلئے قبول کرتا ہوں کہ میرے در کے سوا تمہارے لئے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے)

غرض طالب کو ہر حال میں مشغول رہنا چاہئے اور یہ حالت ہونی چاہئے ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمے آخر دمے فارغ مباش

(اس راستہ میں تمام عمر تراش و خراش ہی چاہیئے مرتے دم تک کسی وقت فراغت نہیں ہے)

تا دمے آخر دمے آخر بود کہ عنایت با تو صاحب سر بود

ہو سکتا ہے کہ دم آخر ہوتے ہوتے کوئی اللہ کا بندہ ملجائے اور اسکی نظر عنایت تم پر ہو جائے)

۲۰۷۔ کامل کی پہچان

البتہ اس موقع پر اسکی ضرورت ہے کہ کامل کی کوئی پہچان بتلائی جائے کیونکہ آجکل بہت سے شیطان بھی لباس انسان میں ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

(بہت شیطان ہیں جو آدمی کی شکل میں ہوتے ہیں لہذا ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیئے)

(پہچان اسکی یہ ہے کہ:۔ وہ شریعت کا ضروری علم رکھتا ہو۔ کسی کامل شیخ کی تربیت میں رہا ہو اور اس شیخ سے اجازت تربیت حاصل ہو۔ خود شریعت پر عامل ہو

شریعت کے خلاف پر اصرار نہ کرتا ہو۔ اپنے متعلقین پر شفقت کرتا ہو۔ سنت کا پورا پابند ہو۔ احتیاط میں کمی نہ کرتا ہو۔ جن میں یہ سب باتیں جمع ہوں وہ کامل ہے ایسے ہی لوگوں کی نسبت کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(تمہاری کسی ولی کامل کیساتھ ایک زمانہ کی ہمنشینی، سو سالہ بے ریائی طاعت سے بڑھکر ہے)

۲۰۸۔ مساجد میں دنیا کا ذکر کرنا اسکو شر البقاع بنانا ہے

ایک مرتبہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شر البقاع کیا چیز ہے اور خیر البقاع کون سی جگہ ہے؟ فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور یہ کہا کہ دربار خداوندی سے دریافت کرکے جواب دونگا۔ چنانچہ وہ پوچھنے گئے، اسوقت بہ برکت اس مسئلہ کے پوچھنے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، انکو اسقدر قرب ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو اتنا قرب کبھی نہیں ہوا۔ یعنی ستر ہزار حجاب درمیان میں رہ گئے۔ غرض دربار خداوندی سے جواب ارشاد ہوا کہ شر البقاع بازار ہے اور خیر البقاع مسجد۔ سو غور کرنا چاہیئے دونوں میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ بجز ذکر اللہ اور ذکر الدنیا کے۔ پس معلوم ہوا کہ مسجد کا موضوع لہ اصلی ذکر اللہ ہے بس اس میں ذکر الدنیا کرنا اسکو شر البقاع بنانا ہے جو کہ اسکی ویرانی ہے۔

۲۰۹۔ جو بات معلوم نہو اس میں ناواقفی کے اقرار سے شرمانا نہیں چاہیئے

اور اس جگہ پر آپ کے جبرئیل علیہ السلام کے لا ادری (مجھے معلوم نہیں ہے) فرما دینے سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ جو باوجود نہ معلوم ہونے کے مسائل کا غلط سلط جواب دینے پر مستعد ہو بیٹھتے ہیں۔ نیز وہ لوگ سمجھیں اور متنبہ ہوں جو باوجود کتاب کا مطلب نہ آنے کے طالب علموں کو کچھ نہ کچھ جواب دیئے چلے

جاتے ہیں اور یہ نہیں کہہ دیتے کہ یہ مقام نہیں آتا جو معلوم ہو کہہ دینا چاہیئے کہ نہیں معلوم

حکایت : بزرجمہر سے کسی بڑھیا نے کچھ پوچھا اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ۔ بڑھیا نے کہا ہائیں تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تمکو معلوم نہیں ۔ بزرجمہر نے جواب دیا تنخواہ تو مجھے معلومات کی ملتی ہے اگر مجہولات کی ملنے لگے تو سارا خزانہ کافی نہ ہو۔

۲۱۰۔ دنیا میں حق تعالیٰ کی رویت کسی کو نہیں ہو سکتی اور نہ انکی کنہ تک رسائی ہو سکتی ہے

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ستر ہزار حجاب کو کمالِ قرب کہنا قابل غور ہے کہ جو لوگ دنیا میں تھوڑا سا ذکر و شغل کر کے حق تعالیٰ کی رویت کی ہوس میں پڑتے ہیں کتنی بڑی غلطی ہے ۔ کیا جبرئیل علیہ السلام سے زیادہ قرب چاہتے ہیں اور اس سے بھی بڑی غلطی ہے اگر رویت سے بڑھکر ذات کی کنہ کو ادراک کرنا چاہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات کی کنہ تک رسائی نہیں ہو سکتی اسلئے اسکو ہرگز نہ سوچنا چاہیئے ۔ البتہ افعال خداوندی میں غور و تدبیر کرنا چاہیئے تفکروا فی الآء اللہ ولا تفکروا فی ذاتہٖ (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں تفکر کرو اسکی ذات میں نہیں) کسی بزرگ کا قول ہے۔

دوربینان بارگاہِ الست غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

(اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے دیکھنے سمجھنے والوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا کہ ہاں ایک ذات ہے اور بس)

آنچہ اندر راہ می آید بدست حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

(ان حضرات کو اس کے راستہ میں سوا حیرت در حیرت ہے۔ اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکا)

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(اے وہ ذات جو کہ ہمارے خیال۔ قیاس۔ گمان اور وہم سے بھی ورار الورا ہے اور ما حق بھی جو کچھ کہ لوگوں نے کہا یا ہم نے سنا اور پڑھا۔ دفتر کے دفتر ختم ہو گئے۔ عمر گذر گئی لیکن ہم تو ابھی تک آپکے ابتدائی وصف ہی میں اٹکے ہوئے ہیں)
ہاں البتہ قیامت میں حسب وعدہ رویت ذات بلا حجاب ہوگی اور حدیث میں آیا ہے کہ اس دن کوئی اور پردہ نہ ہوگا بجز ردار الکبریاء کے اس سے بلا حجاب ہونے پر شبہ نہ ہو کیونکہ اسکے معنی یہی ہیں کہ رویت تو بلا حجاب ہوگی مگر عظمت و جلال کبریائی ہونے کی وجہ سے احاطہ نہ ہو سکے گا۔ ردار کبریا اسکو فرمایا ہے۔ دنیا میں بلا حجاب رویت نہیں ہو سکتی یہی عقیدہ اور مسئلہ شرعی ہے اور حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی طرف جو یہ شعر منسوب ہے کہ ؎

بے حجابانہ درآ از در کاشانۂ ما

(ہمارے محل کے دروازے سے آپ بےحجابانہ طور پر آئیے)

تو یہ مؤول بہ حجاب محجوبین غافلین ہے۔ یا قیامت کے روز کے لئے اشتیاق لقار کا اظہار فرماتے ہیں کیونکہ درآ صیغۂ امر ہے اور استقبال کے لئے ہے۔ اور اگر یہ شعر کسی اور شاعر کا ہے تو ہمکو ضرورت تاویل کی نہیں۔

۲۱۱۔ پیر سے اگر کوئی بات خلاف شرع ہو تو اسکو متنبہ کرے مگر ادب سے۔ اور اسکا بیان کہ عاشقوں کی گستاخی ادب ہے

حکایت: حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ مولانا شہید رحمہ اللہ کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونے کے ذرا دیر میں پہونچے۔ ان کے مرید مولوی عبدالحی صاحب نماز کے بعد وعظ فرمانے بیٹھ گئے اس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولی قضا ہو جاتی ہے جناب سید صاحبؒ نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔ اس بیان کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحبؒ نے باوجودیکہ ظاہرا یہ عنوان خلاف ادب

تھا اس واسطے اس عنوان سے کہنے کی جرأت کی تھی کہ انکو معلوم تھا کہ سید صاحبؒ کے دل میں اس سے میل نہ آئیگا بلکہ خوش ہونگے اور انکے خوش کرنیکو بے ادبی اختیار کی ؎

گفتگوئے عاشقاں در کار رب　　جوشش عشق است نے ترک ادب

(حق تعالےٰ کے متعلق عاشقوں کی گفتگو بس عشق کا ایک جوش ہوتا ہے بے ادبی نہیں ہوتی)

با ادب ترنیست زوکس در نہاں　　بے ادب ترنیست زوکس در جہاں

(ان حضرات سے بڑھکر دوسرا کوئی حقیقۃً با ادب نہیں ہوتا اور بظاہر حال ان سے بڑھکر کوئی بے ادب بھی نہیں معلوم ہوتا)

ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے جو حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو اس وقت لا ورب ابراھیم کہتی ہو اور جس وقت خوش ہوتی ہو اسوقت لا ورب محمد کہتی ہو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ لا اھجر الا اسمک (نہیں، میں صرف آپکا نام ترک کیا تھا آپکو نہیں) بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کوئی اور کرے بے ادبی میں داخل ہو جائے بلکہ کفر ہو جائے لیکن عاشق صادق جوش محبت اور علاقہ محبت سے کرتا ہے اس لئے وہ قابل عفو ہوتی ہیں۔ حاصل یہ کہ ظاہرًا باتیں بے ادبوں کی سی ہوتی ہیں اور باطناً ہوتی ہیں با ادب ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر شیر
　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　(حیوان)　(دودھ)

(نیکوں اور بڑوں کی بات پر خود کو مت قیاس کرو دیکھو دیکھنے میں تو بظاہر شیر بھی شیر معلوم ہوتا ہے)

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

(تمام دنیا اسی وجہ سے گمراہ ہوئی کہ کم ہی لوگ اللہ کے ولی کو پہچان سکے)

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر　　ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور

(ان کے متعلق بعضوں نے کہا کہ یہ بھی بشر ہیں اور ہم بھی بشر ہیں کھانے اور سونے کے ہم بھی پابند ہیں اور یہ بھی)

ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ　　درمیاں فرقے بود بے منتہا

(ان لوگوں نے اپنی کور باطنی کے سبب یہ بھی نہ جانا کہ ہم میں اور ان میں کتنا فرق ہے)

احمدؐ و بوجہل در بتخانہ رفت زیں شدن تا آں شدن فرقیست ژرف

(کعبہ کے اندر احمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لیگئے اور ابوجہل بھی گیا مگر ہر دو کے جانے میں زمین و آسمان کا فرق تھا)

۲۱۲۔ مسجد کی حاضری کے وقت کیا حالت ہونی چاہیئے اور اسکا بیان کہ اس حالت کے حصول سے مایوس نہونا چاہیئے

آداب مسجد کو بلا ارادہ تشبیہ ایسا خیال کرنا چاہیئے جیسا کہ حاکم دنیوی کی حضوری میں قلب و جوارح کی حالت ہوتی ہے کہ اسکا مصداق بن جاتا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(پلک جھپکنے کے لئے بھی اس محبوب سے غافل نہونا ایسا نہو کہ وہ نظر فرمائے اور تم غافل رہ جاؤ)

اتنا تو ہونا چاہیئے اور ایسی حالت اول تو ہر وقت ہو ورنہ حضوری مساجد کیوقت تو ضروری ہے اور ہر وقت حاصل ہونا اسکا یوں نہ سمجھنا چاہیئے کہ بزرگان پیشیں پر ختم ہوگیا ہم کو کب ہوسکتا ہے ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

(تم یہ مت کہو کہ پھر حق تعالیٰ تک ہماری رسائی کہاں ہوسکتی ہے اسلئے کہ کریموں کیلئے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

دیکھئے صحابہ کی کیفیت ادب مسجد کی یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دو شخصوں کو جو بلند آواز سے مسجد میں باتیں کر رہے تھے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم باہر کے مسافر نہ ہوتے تو تمھیں سزا دیتا اترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو) اور اس میں یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حکم عدم رفع صوت مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مساجد سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہیں۔ چنانچہ فلا یقربن مساجدنا (وہ شخص (جو وسعت رکھے اور قربانی نہ کرے) ہماری مسجد کے قریب نہ آئے) میں آپ نے جمیع مساجد کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ ہاں مسجد نبوی کا ادب زیادہ

ادب ہوگا علاوہ ازیں یہ تو ہے ہی کہ ان المساجد للہ الخ (تمام مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں) اور جب اللہ کی ہوئیں تو یہ ادب کو بدرجۂ اولیٰ مقتضی ہوگا۔ اور جس طرح مسجد قابل ادب ہے ایسے ہی اہل مسجد کا ادب بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے اہل مسجد کو تاذی ہو۔ مثلاً یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جہاں اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہو کیونکہ اسمیں تکلیف ہے ذاکرین کو۔ علیٰ ہٰذا ذکر جہر جس وقت کوئی اور شخص نماز پڑھ رہا ہو نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اسکی نماز میں خلل ہوگا اور اسکو تکلیف ہوگی اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ مسجدیں بموجب ارشاد نبوی ریاض الجنۃ ہیں اور جنت میں آزار تکلیف نہ ہونا چاہیئے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔۔۔ کسے را با کسے کارے نباشد

(بہشت وہاں ہے جہاں آزار نہیں ہے اور کسی کو کسی سے سروکار نہیں ہے)

۲۱۳۔ دعاء کے آداب اور اسکا بیان کہ دعاء میں محض معنی ہی مقصود ہیں بخلاف اور عبادت کے کہ انکے اندر ایک درجہ میں صورت بھی مقصود ہے اور بدعتیوں کے ایک شبہ کا جواب

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ٥ (تمہارے رب نے مجھ سے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعاء قبول کرونگا۔ جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں (یعنی مجھ سے مانگتے نہیں) تو میں انکو جہنم میں اوندھے منہ کر کے داخل کروں گا) اس آیۃ کے مضمون ہی سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مقصود بیان تنبیہات متعلقہ دعاء ہے اور شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ہم تو دعاء کیا کرتے ہیں اور اسکی ضرورت وغیرہ کو بھی جانتے ہیں پھر کیوں تنبیہ کیجاتی ہے کیونکہ تنبیہ تو اس امر میں ضروری ہے جسکو جانتا نہ ہو یا کرتا نہ ہو

سو ضرورت تنبیہ کی یوں ہے کہ باوجود جاننے اور کرنے کے بھی جب دعا کے بارہ میں تغافل برتا جاتا ہے یعنی اسکے ضروری آداب و شرائط سے بے پروائی برتی جاتی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ جانی ہوئی چیزوں سے بھی بڑھکر کوئی قوی حجاب ہے، کیونکہ مجہولات میں تو صرف جہل حجاب ہے کہ اسکا رفع ہونا سہل ہے اور جانی ہوئی چیزوں میں جب ایسا معاملہ کیا جائے تو وہ حجاب زیادہ سخت ہوگا اور ہرچند کہ یہ تغافل اور قلب حاضر نہ ہونا سب عبادات میں قبیح ہے مگر دعا میں اقبح ہے۔ وجہ یہ کہ عبادات میں گو اصل مقصود معنی ہے مگر تاہم ایک درجہ میں صورت بھی مقصود ہے بخلاف دعا کے کہ اس میں صرف معنی ہی مقصود ہے اور وہ نیاز و افتقار و انکسار و خشوع قلب ہے جب یہ بھی نہ ہوا تو وہ دعا کیا ہوئی۔ بیان اسکا یہ ہے کہ مثلاً نماز ہے کہ قرائن سے اس میں علاوہ مقصود معنوی یعنی توجہ الی اللہ کے صورت بھی مراد اور مطلوب ہے کہ اسکے قیود ظاہری سے مفہوم ہوتا ہے۔ مثلاً وضو۔ جہت قبلہ۔ وقت تعیین رکعات اب اگر کوئی شخص بغیر حضور قلب کے رکوع و سجود وغیرہ شرائط سے نماز پڑھ لے تو گو مقصود معنوی توجہ الی اللہ اس میں نہیں ہوئی مگر فقیہ عالم یہی حکم دے گا کہ فرض ادا ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صورت بھی کسی درجہ میں مطلوب ہے اور اسی کے تحقق سے صحت صلوٰۃ کا فتویٰ صحیح ہوا۔ اس تقریر سے ان بیدینوں کا یہ شبہ بھی رفع ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ صاحب دل تو حاضر نہیں پھر نماز کیا پڑھیں۔ معلوم ہوا کہ علاوہ حضور قلب کے کہ معنی اور حقیقت ہے نماز کی یہ صورت ظاہری رکوع و سجود بھی مقصود ہے۔ دوسری نظیر لیجئے روزہ ہے مقصود قوت بہیمیہ کا توڑنا اور مغلوب کرنا مطلوب ہے مگر باایں ہمہ اگر کوئی سحری کو ایسا پیٹ بھر کھائے کہ افطار تک اسکو بھوک ہی نہ لگے تو اس صورت میں قوت بہیمیہ تو کچھ بھی نہ ٹوٹی مگر روزہ کی چونکہ ظاہری صورت پوری ہو گئی ہے روزہ صحیح ہو گیا۔

Regd. No.I 2/9/AD-111
FEB. 1984

Monthly

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعۂ تالیفاتِ مصلح الامۃ

حصہ اول

Rs.30—

حصہ دوم

Rs.24—

حصہ چہارم

Rs.40/

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۳ مارچ ۱۹۸۲ء

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار
الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی الٰہی کا واحد ترجمان

چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپیے | چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپیے

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپیے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۳ | جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ مطابق مارچ ۱۹۸۴ء | جلد ۷

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۴ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۴ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷ جی ۱۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مارچ کا شمارہ پیش خدمت ہے۔ ناظرین رسالہ کے مکتوبات سے نیز بعض اور دیگر حضرات کی زبانی بھی سننے میں آتا رہتا ہے کہ رسالہ میں جو سلسلہ "حالات مصلح الامۃ" کا جاری ہے الحمدللہ وہ بڑا ہی بابرکت اور بڑا ہی بافیض ہے چنانچہ متعدد حضرات نے تو اپنا معمول ہی یہ بیان کیا کہ رسالہ ملتے ہی سب سے پہلے "حالات مصلح الامۃ" ہی کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت اقدس کی ذات والا صفات میں کشش ہی ایسی رکھی تھی کہ جو بھی حضرتؒ کو دیکھتا تھا وہ دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ چنانچہ بالکل وہی انداز، حضرتؒ کی بات، حضرتؒ کے ملفوظات اور حضرتؒ کے حالات میں بھی ہے کہ جو بات سنئے عجیب دلکش جو حال پڑھئے کمال درجہ جاذب نظر اور اسکا مصداق کہ ۔ع۔

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ناظرین کرام کے اسی ذوق وشوق اور دلچسپی کے پیش نظر ایک عرصہ سے ارباب ادارہ کا یہ ارادہ ہو رہا تھا کہ اس طرح سے ماہ بماہ اور نجماً نجماً جو حالات شائع ہو رہے ہیں وہ محبین اور شائقین کی تشنگی کی سیرابی کے لئے شاید ناکافی ہوں نیز یہ کہ بہت سے جدید احباب ایسے بھی ہوں گے جنھیں حضرت والا کی سیرت یکجا اور کامل طور پر دیکھنے کا شوق ہوگا اسلئے فکر تھی کہ یہ کام کیونکر انجام پائے کیونکہ مولوی جامی صاحب کو ترجمۂ مضامین نیز طویل سوانح نگاری اور بعض دوسرے مشاغل کی وجہ سے فرصت نہیں اور کوئی دوسرا شخص نظر نہ آتا تھا لیکن حق تعالیٰ تو مسبب الاسباب ہیں انھوں نے اپنے اس مقبول ولیؒ کے حالات مقبولہ کو بھی شرف قبول بخشا چنانچہ اسکا ذریعہ پردۂ غیب سے پیدا ہوگیا کہ مکرمی مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدرسہ وصیۃ العلوم میں عارضی طور

پر مدرس ہوکر تشریف لائے اور احباب کی تحریک پر انھوں نے اس کارعظیم کی تکمیل کا بیڑہ اٹھالیا اور انتہائی محنت اور جانفشانی کے بعد تقریباً پانچسو صفحات پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب فرمادیا جس کا نام "مآثر مصلح الامۃ رح" تجویز ہوا۔ ادارہ ہذا اسوقت ناظرین کو اس امر کی خوشخبری دیتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہے کہ "مآثر مصلح الامۃ" الحمدللہ کتابت کے دورسے گذر کر اسوقت طباعت کی منزل میں آچکی ہے اور اسکی حسب ذیل خصوصیات ہیں۔

مآثر مصلح الامۃ کے مضامین کا زیادہ تر ماخذ رسالہ معرفت حق اور وصیۃ العرفان میں بیان شدہ حالات ہیں اور انکے علاوہ اور بھی چار ایسے علماء کی تصدیق و توثیق حاصل ہے جنکو حضرت مصلح الامۃ نوراللہ مرقدہٗ سے غایت قرب حاصل رہ چکا ہے (یعنی حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب مدظلہٗ جانشین مصلح الامۃ رح۔ جناب مولانا حکیم محمد بشیرالدین صاحب کوپاگنج۔ جناب مولانا قاری حبیب احمد صاحب الٰہ آبادی مدظلہٗ مجاز حضرت مصلح الامۃ رح۔ جناب مولانا عبدالرحمن صاحب جامی مدظلہ) اس نے اسکو مزید مستند بنادیا ہے۔

مآثر مصلح الامۃ رح کے مولف جناب مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیقہ اور ملکۂ تحریر عطا فرمایا ہے کہ جسکی وجہ سے کتاب کو شروع کرنے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ حسن معنی کے ساتھ ساتھ انکی حسن تعبیر اور حسن عبارت نے سونے پر سہاگہ کا کام کردیا ہے۔ اور یہ بھی حضرت والا کے خلوص ہی کا ثمرہ ہے کہ آپ کی یہ سیرت ظاہراً اور باطناً، لفظاً اور معنیً ہر دو سے آراستہ ہوکر گویا اسکا مصداق ہے کہ ؎

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

مآثر مصلح الامۃ میں حضرت اقدس رح کے حالات زندگی پر سیر حاصل بحث فرمائی گئی ہے انکے علاوہ خصوصی طور پر حضرت اقدس کا ایک تاریخی وعظ

ایک خاص مجلس ارشاد اور ایک مکمل تقریر و درس کو بھی بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے

ماٰثرِ مصلح الامۃ میں اکابر علماء کے خطوط اور معاصرین حضرات کے استفادوں کا تذکرہ بھی اس انداز سے کیا گیا ہے کہ اسکی وجہ سے یہ سیرت محض ایک افسانہ ہی نہیں بلکہ علم و حکمت کا ایک خزانہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ ایک جانب اگر اس میں اہل محبت کے لئے حضرت اقدس کے کشف و کرامات اور قابل رشک حالات کا ذکر ہے تو دوسری جانب طالبین کے لئے حضرت کے افادات علمیہ اور اہل اللہ کے کمالات عالیہ کا تذکرہ کرکے ان سے استفادہ کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

چنانچہ کتاب ماٰثر مصلح الامۃ کا مطالعہ کرنے کے بعد کسی کے لئے اپنی قسمت کی تہی دستی کا شکوہ زیب نہیں دیتا کہ یوں نغمہ سرا ہو کہ۔ ع۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

بلکہ اسکو دیکھنے کے بعد ہر ناظر کی پیشانی پر صاف طور پڑھا جا سکتا ہے کہ ؎

محمد نائبے دارد کہ چشمش میکدہ بارد

گلہ دیدم ندارد میگسارش دست قسمت را

(واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ایسے نائب بھی ہوئے ہیں کہ جنکی آنکھوں نے میکدہ برسا دیا ہے جسکی وجہ سے اب آپکے کسی میگسار کو تو تہی دستیٔ قسمت کا شکوہ ہو ہی نہیں سکتا)

ماٰثرِ مصلح الامۃ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت مصلح الامۃ اور حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے مابین جو مکاتبت ہوئی ہے اسکے چند عجیب و غریب نمونے جو بس مقدر ہی سے دستیاب ہوگئے ہیں پیش کئے گئے ہیں۔ ان خطوط کی وجہ سے سیرت ہٰذا کے جواہرات گویا مرصع ہوگئے ہیں۔ فللّٰہ الحمد۔

ماٰثرِ مصلح الامۃ کے مطالعہ فرمانے کے بعد ہر شخص بلا استثناء

اس کہنے پر خود کو مجبور پائے گا کہ ؎

للہ الحمد کہ آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

یعنی خدا کا شکر ہے کہ جس چیز کی دل کو تلاش تھی اور جسے آنکھیں ڈھونڈھ رہی تھیں بالآخر وہ پردۂ تقدیر سے ظاہر ہو کر وجود میں آ ہی گئی۔ فللہ الحمد۔

ماثر مصلح الامۃؒ دو حصوں میں منقسم ہے حصہ اول حسب ذیل ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے:۔

ماحول[۱] و خاندان ۔ نمود[۲] صبح ۔ قیام[۳] دیوبند ۔ قیام[۴] تھانہ بھون ۔ تدریس[۵] نکاح[۶] ۔ قیام[۷] وطن ۱ ۔ قیام[۸] وطن ۲ ۔ خانقاہ[۹] کے شب و روز ۔ حضرت مصلح[۱۰] الامۃ اور کوپا گنج ۔ رند[۱۱] جہاں بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ بنے مخالفت[۱۲] اور اسکی اصلاح ۔ ہجرت[۱۳] از وطن ۔ قیام[۱۴] گورکھپور ۔ اسفار[۱۵] ۱ اسفار[۱۶] ۲ ۔ سفر[۱۷] حج اور وصال ۔

اور حصہ دوم میں حسب ذیل ۸ ابواب ہیں:۔

ذوق[۱] مزاج اور خصوصیات ۔ ذوق[۲] علم ۔ استاد[۳] شاگرد کے حلقات ارادت میں ۔ علما[۴]ء عصر سے روابط ۔ کرامات[۵] اور قبول دعاء ۔ طریقہ[۶] تربیت و اصلاح ۔ اولاد[۷] و احفاد ۔ تالیفات[۸] ۔

اسکے بعد ضمیمہ کے طور پر مندرجہ ذیل باتیں بیان کی گئی ہیں:۔

۱۔ مضمون چار ہفتہ ایک کہف میں ۔ ۲۔ حضرت کا ایک تاریخی وعظ عام ۳۔ حضرت کی ایک اہم مجلس ۔ ۴۔ حضرت اقدس کے درس کا ایک نمونہ ۔ ۵۔ حضرت اقدس کی حضرت تھانویؒ سے مکاتبت کے چند نمونے ۔ ۶۔ ان سب خطوط نیز مجلس گاہ ۔ مکان اور مسجد کا عکس ۔

نوٹ: کتاب ابھی زیر طبع ہے ۔ دونوں جلدیں یکجا طبع ہو رہی ہیں ۔ مجموعی

طور پر صفحات کی تعداد تقریباً پانچسو ہے۔

قیمت: (مآثر مصلح الامۃ مکمل دونوں حصوں کی) پچاس روپیہ ہے 50/-
لیکن ــــ جو حضرات پیشگی رقم آخر ماہ رجب ۱۴۰۳ھ یا اپریل ۱۹۸۳ء کے اندر اندر
روانہ فرمائیں گے ان سے رعایۃً صرف 35/= روپیہ ہی لی جائے گی

- مآثر مصلح الامۃ کے مرتب مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی ہیں۔ اور اسکا
- ناشر: دائرۃ الاشاعت۔ خانقاہ مصلح الامۃ الٰہ آباد ہے۔ اور
- ملنے کا پتہ: دفتر وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ہے

(ادارہ)

(ازراہ کرم)

۱۔ خط وکتابت میں اپنا پتہ اردو یا انگریزی میں صاف صاف تحریر فرمادیں۔

۲۔ باہر کے حضرات پوسٹل آرڈر یا ڈرافٹ دفتر کے نام سے یا مولوی عبد المجید صاحب کے نام سے نہ ارسال فرمادیں اسلئے کہ دفتر وصیۃ العرفان کے نام کا اور مولوی عبد المجید صاحب کے نام کا کوئی اکاونٹ نہیں ہے۔

۳۔ اگر اسکی ضرورت ہی سمجھی جائے تو خط میں مد کی تصریح کے ساتھ چیک۔ ڈرافٹ یا پوسٹل آرڈر پر نام صغیر حسن اور پوسٹ آفس کے خانہ میں الٰہ آباد سٹی دیا جاسکتا ہے۔ (Saghir Hasan Allahabad city)

۴۔ بوقت مکاتبت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھدیا کریں۔ اور منی آرڈر کے کوپن پر بھی رقم کی مد۔ مقدار۔ اپنا نام۔ مقام اور نمبر خریداری تحریر فرمادیا کریں۔

(ادارہ)

(۱۲۱- نبذے از کلام محب اللّٰہی قدس سرہٗ)

(مع توضیح و تشریح وصی اللّٰہی نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت اقدس مصلح الامۃؒ کو چونکہ اپنے پاس آمد و رفت رکھنے والوں کے اصلاح اخلاق کی ایک فکر دامنگیر رہا کرتی تھی اسلئے برابر مجلس میں بھی اکثر اسی سے متعلق مضامین بیان فرماتے تھے اور اسلاف کی کتابوں سے بھی انھیں مضامین کو زیادہ تر بیان فرماتے تھے جن میں اخلاق کی تحسین سے متعلق کلام ہوتا تھا۔ چنانچہ الٰہ آباد تشریف آوری پر محی الدین ثانی شیخ المشائخ حضرت شاہ محب اللہ الٰہ آبادی قدس سرہٗ کا جو اپنے ہی سلسلے کے بزرگ تھے انکا، ایک رسالہ ہفت احکام حضرت کی نظر سے گذرا۔ حضرت شیخ کا رسالہ تھا اسکی خوبی اور عمدگی کا کہنا ہی کیا لیکن اسکا حکم سابع جو کہ رذائل اور انکے علاج پر مشتمل تھا حضرتؒ کو بہت پسند آیا چنانچہ حضرت والا نے بہت دنوں تک مجلس میں اسے سنایا اور بالآخر راقم سے فرمایا کہ اسکا اردو میں ترجمہ کردو اور تمہید میں اپنی تمنا کا اظہار بھی فرمادیا کہ ——— "دل چاہتا ہے کہ اسکو کوئی صاحب جلد طبع فرماتے تو عام لوگوں کو بھی اس سے مستفید ہونے کا موقع ملتا۔"

چونکہ مقولہ مشہور ہے کہ کل امر مرہون باوقاتہ "کہ ہر چیز کے وجود میں آنیکا ایک وقت مقرر ہوتا ہے" ابتک وہ ترجمہ مسودہ ہی کی شکل میں محفوظ رہا آج بحمد اللہ اسکی نوبت آسکی کہ ہم رسالہ میں اسکو طبع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ راقم کو خصوصاً اور سب ناظرین کو عموماً اس سے مستفید فرمائے۔ امید ہے کہ حضرت شیخؒ کی روح کو بھی اس سے خوشی حاصل ہوئی ہوگی۔ اور حضرت اقدس کے فیض روحانی سے بھی حق تعالیٰ ہمیں حصہ وافر نصیب فرمائینگے وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

(راقم جامی عفی عنہٗ)

تمہید از حضرت مصلح الامۃؒ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد۔ قطب جہانیاں، محی الدین ثانی، حضرت شاہ محب اللہ الٰہ آبادی قدس سرہٗ

ہمارے سلسلہ کے ایک عظیم المرتبۃ بزرگ اور شیخ المشائخ ہیں ان دنوں انکا ایک رسالہ " ہفت احکام " نظر سے گذرا اسکے جملہ مضامین بہت پسند آئے اور چونکہ کام کرنیوالوں کو اس قسم کے مضامین کی تلاش رہا ہی کرتی ہے اسلئے مجھے تو اس کی بڑی قدر ہوئی ۔ جی چاہا کہ اسکے بعض مضامین سے ناظرین بھی مستفید ہوں چنانچہ اسکا حکم سابع جو سالکین کے لئے نہایت ہی نافع اور بہت ضروری تھا اس کو یہاں بعینہٖ نقل کرتا ہوں اور اسکا ترجمہ کر کے بعض مقامات کی کسی قدر تشریح و توضیح بھی کر دی ہے تاکہ عوام کو بھی اس سے نفع ہو ۔ اللہ تعالیٰ اسکو مفید بنائیں اور ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں ۔ دل چاہتا ہے کہ اسکو کوئی صاحب جلد طبع فرما دیتے تو لوگوں کو اس سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ۔

شیخ فرماتے ہیں :—

(حکم سابع : در معرفت علل وادویۂ آں)

بدانکہ علل نفس بر سہ قسم است یکی علل بدن است ۔ و آں معروف است ۔ وادویۂ آں بعلم طب تعلق دارد چنانکہ معروف است ۔ و دیگر علل عقل ۔ و آں فساد عقائد عقل است و دوائے ازالۂ آں علل التزام خلوت است بمیزانِ طبعی و ترک تفکر و تعطیل قوۂ مفکرہ در اثبات عقائد ۔ دیگر علل نفس و مراد دریں جا بیان آں

[illegible]

(ساتواں حکم نفس کے امراض کی معرفت اور اسکے علاج کے بیان میں)

جان لو ! کہ امراض کی تین قسمیں ہیں ایک تو بدن کا مرض ہوتا ہے جس کو سب لوگ جانتے ہی ہیں اور اسکی دواؤں کا تعلق علم طب سے ہے چنانچہ یہ بھی سب کو معلوم ہے ۔

دوسری قسم عقل کے امراض ہیں اور وہ فاسد اعتقادات ہیں جو عقل کے مرض کا نتیجہ ہیں اور اسکو زائل کرنے والی چیز التزام اور اہتمام کرنا ہے خلوت کا طبعی اصول پر اور اپنے تفکر کو اور قوتِ مفکرہ کو عقائد کے باب میں بالکل ختم اور معطل کر لینا ہے ۔ تیسری قسم نفس کے امراض ہیں ۔ اور مقصود یہاں انھیں امراض کا بیان کرنا ہے

بیان امراض ظاہری و باطنی و علاج آنہا

اصل است وآں سہ قسم است یکے[1] در اقوال است و دیگر[2] در افعال و دیگر[3] در احوال و ہر واحد علاج و دوائے دارد۔

و ملازمتِ شیخ کامل و عارفِ واصل علاج ایں قسم است و قسم ثانی کہ علل عقل باشد اگر ہر عقد و قول و فعل و حال او در مرید کار کردہ باشد یعنی مرید بہر امر و در ہر حرکت و سکون تبعیتِ آن شیخ لازم گرفتہ باشد و چوں آن شیخ عارف است یقین است کہ از رائے و بدعت گریزاں باشد پس مداومتِ خدمت او برائے ازالۂ امراض عقلی و نفسی کافی باشد ــــــ پس بشنو کہ :۔

دوامِ صحبت و خدمت شیخ برائے ازالۂ امراض عقلی و نفسی کافی باشد

یکے از امراض قولی آں است کہ ہر حق لازم التلفظ باشد چہ نفس الامر بریں نیست ۔ آیا نمی بینی کہ غیبت و نمیمہ منہی التلفظ است و ہم چنیں با اہل فراش گذشت منہی التلفظ

ہر کلام حق لازم التلفظ نباشد

اور اسکی بھی تین قسمیں ہیں ۔ ایک یہ کہ مرض اقوال میں ہو ۔ دوسرے یہ کہ افعال میں ہو تیسرے یہ کہ احوال میں ہو ۔ اور ان میں سے ہر ایک کی دوا اور علاج الگ الگ ہے۔

اور کسی شیخ کامل اور عارف واصل کی صحبت کی ملازمت علل نفس کا بھی علاج ہے اور قسم دوم یعنی علل عقل کا بھی ۔ بشرطیکہ وہ شیخ ایسا ہو کہ اسکا ہر معاملہ ہر قول و فعل اور ہر حال مرید میں کر چکا ہو یعنی اس مرید نے ہر معاملہ میں بلکہ ہر حرکت و سکون میں اپنے اوپر اس شیخ کی متابعت کو لازم کر لیا ہو تو چونکہ وہ شیخ عارف کامل ہے اسلئے یقیناً وہ رائے اور بدعت سے (کہ وہ بھی ایک رائے ہی ہے) بچتا ہوگا اور اسکا سب عمل شریعت کے مطابق ہی ہوگا۔ لہٰذا ایسے شخص کی خدمت کی مداومت بلا شبہ امراض عقلی اور نفسی کے ازالہ کیلئے کافی ہوگا کیونکہ شیخ کی برکت سے یہ شخص بھی متبع سنت و شریعت ہو جائیگا پھر نفس اور عقل کا کیا دخل ــ پس سنو کہ :۔

امراض قولی میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی ہر حق بات کو زبان سے نکال ہی دے ۔ اور یہ چیز مرض اسلئے ہے کہ واقع اسکے خلاف ہے ۔ ایک بات حق ہوتی ہے حالانکہ تلفظ اسکا جائز نہیں ہوتا ۔ دیکھتے نہیں ہو کہ غیبت و چغلی زبان پر لانا شرعاً حرام ہے اسی طرح سے اپنے اہل خانہ سے خلوت میں جو باتیں ہوتی ہیں انکا ذکر مجمع میں منع

نصیحت در مجلس عام و ضرر او

باشد بلکہ از جملہ کبائر۔	اور حرام ہو بلکہ منجملہ کبائر کے ہو (حالانکہ وہ بات حق اور صحیح ہوتی ہے)
و ہمچنیں نصیحت بحق در مجلس عام	اسی طرح سے مجلس عام میں کسی کو حق بات کی نصیحت
کلمۂ حق است لیکن آں امراز جاہل[عہ]	کرنا بلاشبہ کلمۂ حق ہی ہے لیکن یہ بات کوئی جاہل کر سکتا
فضیحت شعار روئے نماید	جس کا کام ہی دوسروں کو فضیحت کرنا ہو باقی کوئی
نہ از عرفا و اولوالالباب چہ ایشاں	ذی فہم عارف ایسا کبھی نہیں کریگا اس لئے
نظر دارند بر لُبّ و مغز نصیحت	ان لوگوں کی نظر نصیحت کے لُبّ اور مغز پہ ہوتی ہے

عہ۔ قولہ " آں امراز جاہل فضیحت شعار روئے نماید نہ از عرفا الخ

(توضیح در آداب و تبلیغ و شرائط آں)

آیۃ کریمہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الآیۃ (چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی جانب لوگوں کو دعوت دے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے تحت حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

" اس آیۃ شریفہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیطرف دعوت دینا اور اسکا موجب خیر و فلاح ہونا ثابت ہو رہا ہے اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ امور واجبہ میں تبلیغ واجب ہے اور امور مستحبہ میں مستحب اور جو شخص اسپر قادر نہ ہو تو اس پر امور واجبہ میں بھی تبلیغ واجب نہیں ہے ہاں اگر عزم کرے تو ثواب کا مستحق ہوگا ۔ اور قدرت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر قادر بالید ہو تو ہاتھ سے انتظام کرنا واجب ہے اور اگر قادر باللسان ہو تو صرف زبان سے کہنا ضروری ہے اور جو اس پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو اسکے لئے یہی کافی ہے کہ ایسے لوگوں سے قلبی نفرت رکھے کما ورد فی الحدیث من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان (تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اگر ہو سکے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اور اگر اس پر قادر نہ ہو زبان سے منع کر دے اور اگر اسپر بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کام کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے)

مزید تفصیل اور شرائط کے لئے بیان القرآن نیز دیگر کتب تفسیر کا مطالعہ فرمایا جائے۔

بلکہ مشروعیت وعظ و نصیحت از جہت اتقاظ و تحقق وداد است و آں در مجلس عام متعسر الحصول است بلکہ متعذر الحصول بلکہ ثمرۂ آں کا لعداوت است و جرح در ابرار و حسنات ایشان چہ آنکس کہ بحال او شفقت دارد ناصح و بسوئے حسنات دلالت می کند او را خجل می شود و دراں مجلس بوعظ و نصیحت آں ناصح بے شعور ناعاقبت[عہ] فہم و تکذیب او خواہد نمود و را عتذار بلکہ منجر می شود کار و بار آں ناصح بسوئے فتنہ و فساد و بیار و تو عارف بانجام کار نصیحت می کند او را در خلوت کہ ثالث دراں خلوت بجز حق نباشد بطریق مقبول کہ اظہار عیب خود می کند دراں امر کہ بداں امر میخواہد نصیحت کند او را تا بداند اگر او جاہل است از قبح

کیونکہ وعظ و نصیحت کی مشروعیت اس لئے ہے کہ اس سے لوگ نصیحت قبول کریں اور باہم الفت و محبت قائم ہو اس غرض کا مجلس عام میں حصول بہت مشکل بلکہ قریب بمحال کے ہے اسلئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ اس طور پر جب نصیحت کیجاتی ہے تو اسکا نتیجہ بشکل عداوت ہی ظاہر ہوتا ہے اور نیکوکار لوگوں کے اندر اور انکے حسنات میں جرح ہی ایسے موقع پر کیجاتی ہے اسلئے کہ وہ جسکو ناصح شفقت و محبت سے اسکی کسی برائی پر مجمع میں ٹوکتا ہے اور اسکو نیک راہ بتلاتا ہے تو مجمع میں نصیحت کی وجہ سے وہ شرمندہ ہو جاتا ہے اور اس مجمع میں ناصح بے شعور اور ناعاقبت اندیش کے ٹوکنے میں اپنی ہیٹی اور ذلت محسوس کرتا ہے اسلئے اپنی شرم مٹانے کیلئے وہ اس ناصح کی تکذیب شروع کر دیتا ہے اور اسکا کوئی عذر بھی قبول نہیں کرتا بلکہ اس کج فہم ناصح کا معاملہ فتنہ و فساد کی حد تک پہونچ جاتا ہے ۔ رہا عارف تو وہ اسکو نصیحت کرتا ہے خلوت اور ایسی تنہائی میں کہ وہاں بجز حق تعالیٰ کے کوئی تیسرا نہیں ہوتا اور نصیحت بھی جو کرتا ہے تو بطریق مقبول یعنی بعنوان شائستہ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس معاملہ میں اس کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اس عیب کا خود اپنے اندر ہونا ظاہر کرتا ہے تاکہ اگر وہ ناواقف ہو تو اس طور پر اس امر کی قباحت سے واقف ہو جائے ۔ پس اس ناصح کا مشکور ہو اپنے

عہ - اصل نسخہ میں یہ "ناقباحت فہم" تھا - ۱۲

شروعیت وعظ و نصیحت از جہت اتقاظ و تحقق وداد است

فرق است درمیان نصیحت و فضیحت کہ نصیحت

نصیحت باید در خلوت بخلاف ملا که آن فضیحت است نه نصیحت

آں امر پس گویا می گوید آں ناصح را بباطن خود دعائے خیر می کند و محب او می شود در خلا و ملا۔ و ثمرۂ آیں کار اتفاق و وداد است پس اظہار ہر حق حسن نباشد نہ بنزدیک شرع و نہ نزدیک عرف۔

دل ہی دل میں اور اسکے لئے دعائے خیر کرے اور اسکو دوست رکھنے والا ہو جائے خلوت اور جلوت میں۔ اور اس نصیحت کرنے کا ثمرہ نصیحت قبول کرنا اور باہمی محبت ہے پس معلوم ہوا کہ ہر حق بات کا اظہار مناسب نہیں ہوا کرتا نہ شرع کے نزدیک نہ عرف ہی میں۔

ظاہر کردن عیب دیگرے کار لئیم و جاہل است

و دیگر از اں امراض ایں است کہ ظاہر کند عیب دیگرے چہ ایں کار از لئیم و جاہل آید کہ حیا ندارد و از خدا غیب بیں چہ دور است اینکہ او خود از آں عیب کہ رضائے حق مقرون نباشد بداں عیب خالی باشد از جمیع عیوب سالم پس اگر مشغول بودے بدیدن و شمردن عیب خود فرصت دیدن و شمردن عیوب دیگرے نیافتے۔

امراض قولی میں سے ایک یہ ہے کہ دوسروں کا عیب ظاہر کرے اسلئے کہ یہ کام تو لئیم اور جاہل شخص کا ہے جسکو کچھ بھی حیا اور غیرت نہ ہو اور غیب جاننے والے خدا سے کیا بعید ہے کہ یہ عیب گیرندہ خود اس عیب سے تو خالی ہو کہ رضائے حق تعالیٰ جس کے ساتھ مقرون نہیں اسلئے دوسرے عیوب سے سالم ہو۔ تو اگر یہ شخص اپنے ہی عیوب کے دیکھنے اور شمار کرنے میں مصروف ہوتا تو دوسروں کے عیوب کے دیکھنے اور شمار کرنے کی فرصت ہی نہ پاتا۔

پس آنکس خالی از بیحیائی و بے انصافی نباشد و سالم از لئیمی نبود چنانکہ گفتہ است عارفے۔

اسی سے معلوم ہوا کہ یہ شخص بیحیا بھی ہے اور نا انصاف بھی اور نہایت ہی کمینہ طبیعت والا ہے جیسا کہ کسی عارف نے خوب فرمایا ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۴۶)

حال : ۱۶ رصفر کو براہ باغپت موڑ سے شاملی ہوتا جھنجھانہ حاضر ہوا ساتھ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھی تھے ۔ حضرت میانجیؒ کے مزار پر جب پہونچا تو پھوار پڑ رہی تھی یہ پہلی حاضری تھی ۔ دیر تک مزار شریف کے قریب فاتحہ پڑھکر دعائے اصلاح کی ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : حضرت والا تصور کرنے سے بڑا فائدہ ہوا ایسا معلوم ہوا کہ حضرت والا ہی سامنے موجود ہیں اور اس خادم پر توجہ فرما رہے ہیں ۔ قلب میں آثار نسبت پیدا ہو گئے ۔ حضرت والا کا تصور جتنی دیر رہا اتنی ہی دیر تک حاضری کے برکات میسر رہے ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : وہاں سے تھانہ بھون کو روانہ ہوئے قصبہ کے قریب پہنچتے پہنچتے بہت بارش ہوئی حتیٰ کہ سڑک پر گھٹنوں پانی تھا ۔ لوگوں نے کہا کہ لوٹ چلا جائے اس سے بڑی مایوسی ہوئی کہ اسقدر قریب آکر محروم جائیں ہمت کر کے اسی پانی میں موٹر ڈالدی ۔ اللہ تعالیٰ نے پار کرادی اور تھانہ بھون کے بازار کے سامنے ہملوگ اتر گئے ۔ قصبہ کے اندر پانی میں بھیگتے ہوئے پیدل گئے دو بجے دن میں خانقاہ پہنچے ۔ مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب سے ملاقات ہوئی ظہر کی نماز پڑھکر تکیہ میں حضرت حکیم الامۃ کے مزار پر ۳ بجے دن میں حاضری ہوئی پانی سے تمام جل تھل تھا ۔ مزار اقدس پر دیر تک فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی ۔ وہاں بھی حضرت والا ہی کے تصور سے بسیار فائدہ ہوا ۔ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا ہی سامنے ہیں اور اس ناکارہ پر متوجہ ہیں ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔

حال : جھنجھانہ اور تھانہ بھون ہر جگہ حضرت ہی کا فیض اس حقیر کو محسوس ہوا بالکل صحیح عرض کر رہا ہوں کہ حضرت ہی کی شبیہ دونوں جگہ نظر آئی ۔ معلوم ہوتا تھا کہ تمام سلسلۂ چشت کے برکات سمٹ سمٹا کر الٰہ آباد پہونچ گئے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے فیوض و برکات کو عرصہ دراز تک قائم رکھیں اور اس ناکارہ کو فائدۂ تام اور کامل عطا فرمائیں ۔

تحقیق : آمین ثم آمین ۔

حال : اپنی اصلاح کی طرف برابر متوجہ رہتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے نفس و شیطان سے بچائے رکھیں ۔ تحقیق : آمین

حال : پرسوں شام کو کھانا ٹھیک نہیں پکا تھا گھر کے لوگوں سے کہا کہ آپ کو ذرا خیال رکھنا چاہیئے ۔ ۴،۵ منٹ کبیدگی کی کیفیت رہی اور دو ایک جملے ناخوشی کے نکل گئے کہ پوری تنخواہ خرچ ہو جاتی ہے اور کھانا تک مزے کا نہیں ملتا ۔ ملازم سے بھی بازپرس کی ۔ کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی جنھوں نے بے نمک کا کھانا کھایا اور ذکر تک نہ کیا اسی پر انکی مغفرت ہو گئی ۔

پرسوں صبح ایک دانت کے ڈاکٹر ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب آئے انھوں نے اپنے نانا صاحب کا ذکر کیا جو ۔ ۔ ۔ ۔ کے سادات میں سے تھے رئیس بھی تھے بعد میں غریب ہو گئے ایک سو پچیس کا سن تھا منہ میں دانت نہ تھے سوکھی روٹی کو پانی میں بھگو دیتے اور اسی کو نوش فرماتے اور انگلیاں چاٹتے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک رب العزت کا شکر ادا کرتے کہ اسے مالک شکر ہے پیٹ بھر کھانے کو تو نے دیا ہے یہ بھی نہ ہوتا تو کیا ہوتا ۔ جب انکا انتقال ہوا تو اس شب ۲ بجے سے فجر کے وقت تک برابر قصبہ میں آواز آتی رہی کہ ولی اللہ کی نماز جنازہ جسکو پڑھنی ہو وہ مخدوم شاہ ولایت میں پڑھے چنانچہ انکی نماز جنازہ مخدوم شاہ ولایت میں پڑھائی گئی ۔ اس آواز کے سننے والے کچھ بوڑھے اب بھی زندہ ہیں ۔

ان سے یہ واقعہ سنکر اور بھی اثر ہوا ۔ چنانچہ پرسوں دن اور کل دن بھر بڑی ندامت طاری رہی ۔ بہت گندگی اپنے اندر پاتا ہوں ۔ اسی ندامت اد

احساس خطا کی وجہ سے پرسوں بعد مغرب ۴ رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھکر اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کی۔ معافی مانگی کہ اللہ تعالےٰ مجھے صابر و شاکر بنا دیجئے میں بہت ناشکرا اور بے صبرا ہوں اپنی نالائقی کو محسوس کرکے اللہ تعالیٰ کے انعامات واکرامات اور انکا حلم وعفو بہت یاد آیا۔ اس سے بہت فائدہ ہوا۔ قلب میں تواضع اور انکسار کے آثار پیدا ہوئے۔ تحقیق: الحمدللہ۔ بارک اللہ۔

حال: احساس خطا وقصور کے بعد ہی بندگی اور بیچارگی کا کچھ پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کس قدر معاف کیا کرتے ہیں۔ تحقیق، بیشک

حال: یہ بھی احساس ہوا کہ حضرت کا سایہ مجھ پر نہ ہو تو خدانخواستہ جس گڈھے میں گر پڑوں یا مواخذہ میں پڑ جاؤں۔ تحقیق: نعوذ باللہ منہ۔

حال: حضرت والا میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں ہمیشہ کے لئے صابر و شاکر بندہ بنجاؤں اور تاکہ آئندہ پھر کبھی بے صبری اور ناشکری نہ کروں۔ تحقیق: آمین

حال: میرے لئے کوئی دستور العمل بھی تجویز فرمادیں جو کہ میرے لئے حفاظت کا باعث ہو سکے۔ تحقیق: بس کافی ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۴۹)

حال: گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ تا بمقدور کام سے لگا ہوں بقدر عزم اور اہتمام کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو کچھ ہو جاتا ہے محض اللہ کا فضل ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: اطاعت کیا محض شکل اطاعت ہے قبول ہو جائے تو انکی رحمت ہے ورنہ نفس کی آمیزش ہر کام کو زہر آلود کر دیتی ہے۔ ایک دن اسے متمیز ہونا ہی ہے اسی دارِ فانی میں امتیاز کی توفیق ہو جائے تو بڑی سعادت حاصل ہو جائے۔ ہر نفس کی نگہداشت مشکل امر ہے اللہ تعالیٰ سے طلب توفیق کرتا ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضرت والا کی توجہ کا محتاج ہوں۔ سوء استعداد کم بے فکری زیادہ مانع ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال : اللہ کا شکر ہے کہ اس قسم کی فکر اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ عزم میں پختگی اور حوصلہ عطا فرمائیں۔ تحقیق : آمین

حال : یہ بڑی پست ہمتی کی بات ہے کہ صرف چند حالات پر خوشی کیجائے حال و استقبال کے لئے فکر نہ رکھی جائے۔ زندگی تیزی سے گذرتی جارہی ہے۔ معمولات کو بہت سمجھا جارہا ہے۔ حالانکہ عقارب دامن سے لپٹ رہے ہیں ابلہ فریبی یہ ہے کہ اپنے اوپر نکوکاری کا گمان ہے۔ حالانکہ دامن اب بھی داغدار ہی ہے۔ بات تو یہ ہے کہ حیا نہیں ہے اگر اسکا کوئی ذرہ نصیب ہوجاتا تو کام نجاتا معمولات الحمدللہ پابندی سے پورے ہورہے ہیں۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : ادنیٰ کمی یادداشت کی بڑا اثر بد پیدا کردیتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ کوتاہی کا احساس جلد ہی ہوجاتا ہے اور تلافی کی فکر ہوجاتی ہے۔ دو ہفتہ قبل صحت کی خرابی کے باعث ضرور کوتاہی ہوئی۔ اب مستعد ہوں امید ہے بہتری ہوگی۔ تحقیق : الحمدللہ۔

حال : بعض اوقات بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے جب قرآن مجید میں منافقین اور کفار کے احوال میں غور کرتا ہوں کچھ نہ کچھ عادت انکی اپنے اندر پاتا ہوں۔ تحقیق : منافق کو خوف نہیں ہوتا۔

حال : اگر یہ بات نہ ہوتی تو صادق اور مخلص جیسا حال ہوتا۔ جب اپنے حالات دیکھتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ صدق نہیں۔ تحقیق : یہ تو سچ ہے۔

حال : کتنے نکرنے کے کام صرف اس وجہ سے نہیں کئے جاتے کہ مخلوق کی نظر میں خفت ہوگی، خدا کے علم و احاطہ کا اندازہ ہر وقت کہاں رہتا ہے۔ ایسے میں اطمینان کی کیا صورت ہے۔ ایسا دیکھ رہا ہوں کہ فضا میں شمشیر برہنہ لٹک رہی ہے اور دل باور کرتا ہے کہ کہا جارہا ہے "گردگرد بڑھ سر سلامت نہ رہے گا" — حضرت والا دعا فرمائیں کہ علم کا نفع حاصل ہو۔ ایمان و استقامت نصیب ہو نفس کے کید و مکر کا علم ہو۔ امید کیساتھ خوف آخرت پیدا ہوجائے۔ تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

یں پھر کشمکش میں پڑ گیا بالآخر خود ہی مجرب نسخہ کہ اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ
پنے بندوں کی دستگیری فرماتے ہیں یاد آیا اور میں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ
سے پھر دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھ پر رحم فرما آخر میری یہ باطنی حالت
یک حال پر کیوں قائم نہیں رہتی پارہ کی طرح ادھر ادھر کیوں لڑھک رہی
ہے، میرے مالک مجھے ایک حال پر رکھ اور استقامت نصیب فرما!
اس سے دل کو قدرے سکون ہوا اٹھا اور اٹھکر نماز فجر گھر ہی میں پڑھی اور
مجلس کے وقت کے انتظار کی توفیق ہوگئی۔

الغرض وقت ہوگیا تو میں گھر سے خانقاہ کی طرف چلا چونکہ اس
ماحول کے لئے نیا اور اجنبی سا تھا اس لئے روشن باغ کے چوراہے پر
آیا اور کھڑا ہوگیا دیکھتا کیا ہوں کہ ہر چہار جانب سے لوگوں کی آمد شروع ہے
ور خانقاہ کے اوپر کے حصے پر جارہے ہیں اور کچھ لوگ جو ادہر ادہر دکانوں
پر چار چار پانچ پانچ کی تعداد میں پہلے سے کھڑے تھے وہ بھی اب اوپر کو
یک ایک کرکے جانے لگے۔ میں نے ایک صاحب سے ہمت کرکے یہ دریافت
کیا کہ جناب کیا میں بھی مجلس میں چل سکتا ہوں کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے انھوں
نے کہا نہیں نہیں آپ شوق سے چلئے اور آئیے میرے ساتھ چلئے چنانچہ
میں بھی اوپر چڑھ گیا دیکھا کہ صحن میں بہت سے متشرع صورت کے لوگ،
بہت سے مولوی نما حضرات سر جھکائے خاموش بیٹھے ہیں میں بھی سب کے
پیچھے خاموشی سے جاکر بیٹھ گیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد جو میں نے مجمع کیجانب
نظر کی تو دیکھا کہ سامنے سہ دری کے اندر (جسپر کھپریل پڑا تھا) ایک گوشہ میں
ایک چوکی بچھی ہے اور اس پر پشت کیجانب گاؤ تکیہ اور سامنے ایک چھوٹی سی
تپائی جس پر چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں اس سے میں نے یہی سمجھا کہ ابھی مولانا
شاید اس مجمع میں نہیں تشریف لائے ہیں کمرہ میں ہیں اور آکر اسی مسند پر بیٹھیں گے
اسکے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ کمرہ سے بھی ایک ایک دو دو کرکے چند حضرات

باہر آکر مجلس گاہ میں بیٹھ گئے اور اب سب لوگوں کی نگاہ اسی کمرہ کی جانب لگی تھی جس سے شاید حضرت مولانا تشریف لانے والے تھے یہ بھی دیکھا کہ مجلس کے کچھ لوگ مجھے بھی غور سے دیکھ رہے ہیں اسپر مجھے خیال ہوا کہ یہ لوگ مجھے اجنبی سمجھکر دیکھ رہے ہیں اور یہ دیکھکر تسلی کرلی کہ اور بھی چند حضرات ایسے تھے جنکی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی اور لباس کوٹ و پتلون تھا انکو دیکھکر مجھے اطمینان ہوا اور اب میں مطمئن ہوکر بیٹھا سب اہل مجلس کو ایک ایک کرکے دیکھنے لگا بعض حضرات مجھے اس مجمع میں ایسے نظر آئے جس نے ابتک کے اس خیال کی تردید کردی کہ وہابی کے چہرہ پر نور نہیں ہوتا کیونکہ میں نے ایسی نورانی صورت اپنے سابقہ مجمع میں کبھی نہیں دیکھی تھی بہرحال لوگوں کی اسقدر مہذب اور شائستہ مجلس اور مجلس میں ایسی سنجیدگی سچ کہتا ہوں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی بغرض جملہ سامعین بڑی بیقراری کے ساتھ حضرت مولانا کا انتظار کررہے تھے کہ اسی اثنا میں حضرت والا کمرہ سے کسی صاحب کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلے اور تخت پر آہستہ سے رونق افروز ہوگئے۔ اب اہل مجلس کا رنگ ہی بدل گیا اور میرا تو دل دھک دھک کرنے لگا (راقم عرض کرتا ہے کہ شاید یہ اس لئے رہا ہو کہ ابھی یہ آنا ایمانی نہ تھا بلکہ امتحانی تھا اور یہ آنا آمد نہ تھا بلکہ آورد تھا یعنی خود نہیں آئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیشانی پکڑ کر بھیجا تھا اسلئے ابھی قلب میں اعتقاد بھی نہ تھا اور سابق گندگیوں کا اثر تھا ہی اس لئے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں قلعی نہ کھل جائے۔ ایسے ہی موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ ؎

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نہ باشی پیش اہل دل خجل

اللہ والوں کے سامنے اپنے دل کی بہت حفاظت کرنا ورنہ اہل دل کے سامنے تم رسوا ہی ہوجاؤ گے۔ چونکہ ابھی عقیدت کامل نہ ہوئی تھی تردد تھا اس لئے یہ الجھن تھی۔ واللہ اعلم)

لیکن میں نے پھر اپنے کو سنبھالا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس کی زیارت

کے تم متمنی تھے اللہ نے کرادی۔ یہاں ایک لطیفہ اور سن لیجئے کہ حضرت والا کے تشریف لانے سے پہلے میرے ذہن میں یہ آرہا تھا کہ مولانا جوں ہی کمرہ سے باہر قدم رکھیں گے تو یہ سب مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگ بلند آواز سے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر! کہیں گے اور مولانا وصی اللہ صاحب زندہ باد کا نعرہ لگائیں گے اس لئے کہ یہی طرز علمار بریلوی کا میں اب تک دیکھ چکا تھا لیکن شور کو کون کہے خاموشی ہی میں اضافہ ہوگیا اور ہوا یہ کہ ہر شخص حرکت میں آگیا کوئی سنبھل کر بیٹھ رہا ہے کوئی اپنی ٹوپی درست کر رہا ہے کوئی آہستہ آہستہ آگے جگہ پاکر کھسک رہا ہے۔ کوئی اپنے پھیلے ہوئے دامن کو سمیٹ کر دوسروں کے لئے جگہ بنا رہا ہے کوئی پیچھے سے آکر خالی جگہ پر کر رہا ہے۔ یہ عمل ایک آدھ سکنڈ میں بس پورا ہو چکا تھا اب سب لوگ ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے میرے دل میں آیا کہ دیکھئے مولانا آخر کیا بیان کرتے ہیں بہت ممکن ہے علمار بریلی ہی پر ہاتھ صاف کریں سوچا کہ اگر ایسا ہوا تو تم کیسے سن سکو گے ادھر مجلس کا رعب اتنا تم پر غالب آچکا ہے کہ تم درمیان سے اٹھکر بھاگ بھی نہ سکو گے میں ان لغویات ہی میں مشغول تھا کہ مولانا تشریف لائے اور مسند پر بیٹھکر مجمع پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ نظر مجمع کے ہر فرد پر پڑ رہی تھی اور جس پر پڑتی وہ سرنگوں ہو جاتا تھا۔ یہ میں نے پہلی کرامت دیکھی کہ بڑے سے بڑا شخص بھی حضرتؒ سے نگاہ ملا نہیں سکتا تھا۔ میں حضرتؒ کی طرف بغور دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت کی نظر فیض اثر مجھ پر پڑی فوراً ہی میری نگاہ نیچی ہوگئی۔ اب میں گردن جھکا کر سوچنے لگا کہ دیکھئے پہلا جملہ زبان مبارک سے کیا نکلتا ہے۔ اتنے میں میرے کانوں نے یہ سنا کہ فرمایا کہ سنو! شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب میں صحبت اہل اللہ کی تاثیر کے متعلق فرماتے ہیں۔ عبارت تو یاد نہیں رہی ایسا یاد پڑتا ہے کہ نیک صحبت اختیار کرنے کی ترغیب کا بیان اس میں تھا۔

(احقر ناقل عرض کرتا ہے کہ شاید حضرت والاؒ نے اس موقع پر یہ عبارت

سنائی ہو کہ —— بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر حقیر، اللہ قوی و باری کا یہ نحیف ترین بندہ عبد الحق بن سیف الدین ترک دہلوی بخاری عرض پرداز ہے کہ تمام ان اہل فہم اور ارباب بصیرت کے نزدیک جن کا شمار باخبر اور قابل اعتبار ہستیوں میں کیا جاتا ہے یہ امر محقق اور مسلّم ہے کہ موثر ترین حالات بلکہ افضل ترین عبادات اہل اللہ کی صحبت اور مقربان خدا کی ہمنشینی ہے۔ اسلئے کہ ان کی استقامت اور ان کے ثبات و استقلال کو دیکھکر سالک کے اندر بھی ایک قوت و ہمت پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے عبادت کا تعب اور ریاضت کی مشقت کا برداشت کرنا جو کہ اس طریق پر چلنے کے لئے لازم ہے اسکے لئے آسان ہو جاتا ہے بلکہ ان حضرات کے جمال کے مشاہدے سے اسکے قلب میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شک و شبہات کی تاریکیاں کہ در اصل وہی بعد و حجاب ہوتی ہیں اسکے قلب سے زائل ہو جاتی ہیں۔ انتہی۔
دیکھئے یہاں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے مصاحبت اہل کمال کو افضل ترین عبادت قرار دیا ہے۔)

پھر حضرتؒ نے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا نام اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا اور ان کے نام کے بعد رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا۔ ان سے اقوال بھی صحبت نیک کے فوائد و برکات سے متعلق تھے۔ اس وقت ذہن میں نہیں کہ کیا قول بیان فرمایا تھا۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا شاید یہ کلام نقل فرمایا ہو کہ —— شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل میں ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ پانچویں شرط شیخ کے لئے یہ ہے کہ وہ کسی مرشد کامل کی صحبت میں رہا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو۔ زمانہ دراز تک ان سے باطنی نور اور اطمینان حاصل کیا ہو اور یہ یعنی صحبت کاملین اسلئے

شرط ہوئی کہ مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے جیسے انسان کو علم نہیں حاصل ہوتا مگر اہل علم کی صحبت سے ۔ اور اسی قیاس پر ہیں اور پیشے جیسے آہنگری کہ بدون صحبت آہنگر کے یا نجاری کہ بدون صحبت نجار کے نہیں آتی :

اسکے تحت حاشیہ میں مترجم لکھتے ہیں کہ :۔ شاہ صاحب نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جو جاری ہوئی ہے کہ آدمی مراد کو نہیں پہونچتا بدون مراد پانے والوں کی صحبت کے اسکا راز یہ ہے کہ انسان اسی نہج پر مخلوق ہوا ہے کہ یہ کمال کو حاصل نہیں کر سکتا بغیر اپنے ابنائے جنس کی مشارکت اور اسکی معاونت کے ، بخلاف اور حیوانات کے کہ ان کے کمالات پیدائشی ہیں اور کسبی نہایت کمتر ۔ چنانچہ تیرنا حیوانات میں پیدائشی کمال اور انسان کو بغیر سیکھے نہیں آتا ۔ (شفاء العلیل ص۲۱)

اور حضرت قاضی صاحب پانی پتی کا شاید یہ ارشاد بیان فرمایا ہو کہ تحفۃ السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین میں ہے کہ قرب الٰہی کا سبب جذب ہے اور یہ جذب کبھی بلا کسی واسطہ کے ہوتا ہے اسکو اجتبار کہتے ہیں اور اکثر کسی امر کے توسط سے ہوتا ہے اور وہ توسط بحکم استقرار دو چیزیں ہو سکتی ہیں ایک عبادت (اور جو جذب اسکے واسطہ سے ہوتا ہے اسکو ثمرۂ عبادت کہتے ہیں) دوسری انسان کامل کی صحبت (اور جو جذب اسکے توسط سے ہوتا ہے اسکو تاثیر شیخ کہتے ہیں) یہ تاثیر شیخ تاثیر عبادت سے بڑھکر ہے ۔ لہٰذا جو جذب کسی شیخ کامل کے توسط سے ہوتا ہے وہ بڑھا ہوا ہوتا ہے اس جذب سے جو کہ عبادت کے واسطہ سے ہوتا ہے ۔ جیسا کہ فرشتوں کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وما منا الا لہ مقام معلوم یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک معین مقام ہے ۔ اور شیخ سے جو جذب ملتا ہے وہ ترقی پر ترقی دیتا ہے

یہاں تک کہ شیخ کے مقام تک پہونچا سکتا ہے)

غرض تمام علماء و مشائخ کا نام حضرت بہت احترام سے لیتے تھے اور ہر ایک کے نام کے بعد رحمۃ اللہ علیہ یا قدس سرہٗ ضرور فرماتے تھے اسی اثناء میں خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آیا ان کے نام نامی کو حضرت کی زبان سے سنکر یقین جانیئے کہ میں چونک پڑا اور غور کرنے لگا کہ دیکھیں ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ لیکن حضرتؒ نے انکی جو بات نقل فرمائی وہ آجتک یاد ہے۔ فرمایا کہ حضرت اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ "اچھی صحبت اچھے عمل سے بہتر ہے اور بری صحبت برے عمل سے بھی بدتر ہے" اور اسکے بعد حضرت نے مولانا رومؒ کا ایک شعر پڑھا جس کو میں بریلوی مولوی صاحبان کی زبان سے بھی سن چکا تھا وہ شعر یہ تھا کہ ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ✲ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(تھوڑے عرصہ تک اولیاء اللہ کی صحبت سو سال کی طاعت بے ریا سے بڑھکر ہے)

اس شعر کو پڑھکر حضرت نے پاس بیٹھے ہوئے ایک صاحب کے سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اس شعر کیطرف حضرات علماء کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کو لوگ پڑھ پڑھکر وعظ کی محفل کو تو خوب گرماتے ہیں لیکن اسکا مطلب شاید ہی کوئی سمجھتا ہو۔ میں نے جب یہ سنا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس مجمع میں ماشاء اللہ علماء بھی موجود ہیں جب ہی تو حضرت انکو مخاطب فرمارہے ہیں اس سے حضرت کی ایک خاص عظمت قلب میں بیٹھ گئی کہ حضرت بزرگ ہونے کیساتھ ساتھ زبردست عالم بھی ہیں اور حدیث شریف میں جو آتا ہے کہ عالم اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے تو اسکا مطلب حضرت کی بارعب مجلس ہی کو دیکھکر سمجھ میں آیا۔ کیسی باوقار اور کیسی مہذب و شائستہ اور کسقدر نورانی مجلس اور تقریر تھی کہ سبحان اللہ نہ کسی کو برا بھلا کہا جارہا تھا نہ گالی گلوج کا انداز تھا سیدھے سادے طور پر ایک نہایت اہم بات اور ضروری مسئلہ جو دین میں اساس کی حیثیت رکھتا ہے یعنی صحبت نیک کی ضرورت اور اسکے فوائد پر مدلل کلام فرمایا جارہا تھا اور ساری مجلس دم بخود تھی کیا عوام اور کیا خواص یعنی علماء۔ سمجھ میں آیا کہ ایک عالم ربانی اور شیخ حقانی

کی یہی شان ہوا کرتی ہے۔ اور جب سامعین کے قلب میں کسی کی اتنی عظمت ہوتی ہے جب ہی اس سے فائدہ اور فیض بھی پہونچتا ہے۔ اس موقع پر مجھے مولانا روم کا ایک شعر یاد آگیا۔ فرمایا ہے کہ ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

کیونکہ علماء کو اس مجلس میں حضرت کا مطیع و منقاد دیکھکر مولانا روم کا خود کو حضرت شمس تبریز کا غلام کہنے کا مطلب سمجھ میں آگیا اور اسکا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور مجھے احساس ہوا کہ واقعی جو بزرگ کہ نائب رسول کہلانے کے مستحق ہوا کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے حضرت مولانا۔ اور صحیح معنوں میں جو لوگ صوفی کہے جانے کے مستحق ہیں وہ یہی لوگ ہیں واقعی انھیں لوگوں کو صوفی کہنا زیب دیتا ہے اور ابتک جو تم نے پیری مریدی کا ماحول دیکھا وہ تو اس مبارک جماعت کی نقالی اور طریق کی ایک تفریح تھی، جہاں پیر اور مرید دونوں آزاد ایک طرف پیری و مریدی تھی اور دوسری طرف نماز تک غائب اور معًا بعض بدعتی پیر ذہن میں آگئے جو یہ راگ الاپتے ہیں کہ ہماری نماز تو پیر کی محبت ہے توبہ توبہ۔ حضرات صحابہ کرامؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واقعی دل و جان سے فدا تھے انھوں نے کبھی ایسی بات زبان سے نہیں نکالی کہ ہماری نماز تو رسولؐ کی محبت ہے اور بس۔ اور آج بدعت کی نئی شریعت میں لوگ اسکے کہنے سے بھی باک نہیں رکھتے۔ اس سلسلہ میں خود اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے اندازہ لگائیے کہ یہ بدعت لوگوں کو کس طرح دین سے دور کر دیتی ہے۔ ایک جگہ قوالی ہو رہی تھی ایک خوش الحان قوال کوئی شعر گا رہا تھا اتنے میں مغرب کی اذان ہو گئی ایک صاحب نے کہا کہ مغرب کی اذان ہو رہی ہے لہٰذا اب یہیں اسی جگہ نماز پڑھ لی جائے یہ سنکر ایک شاہ صاحب نے قوال سے کہا تم اپنی قوالی جاری رکھو ہماری نماز یہی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ انکا یہ جملہ سنکر عوام کو بھی برا لگا کیونکہ لوگوں میں بے عملی آگئی ہے لیکن الحمدللہ بداعتقادی نہیں آئی ہے اور یہ موجودہ بدعت تو لوگوں کو بداعتقاد بنا دیتی ہے۔

بہرحال حضرت کے یہاں حاضری سے مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی خانقاہ جسکا نام ہے وہ اسی اور اسی طرح کی جگہوں کا نام ہے جہاں اصلاح و تربیت اور اور روحانی امراض کا علاج اور تزکیۂ نفس کرایا جاتا ہے۔

اور میں اپنی ان ہدایات کو بھی حضرت والا ہی کا فیض، برکت بلکہ کرامت سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے پہلے کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حضرت اقدس سے مجھے اتنی عقیدت، اتنی محبت اور حضرت کی ایسی عظمت میرے قلب میں ہوجائیگی اور بلاشبہ یہ حضرت والا کی للٰہیت ہی کا ثمرہ تھا کہ ایک میں کیا نہ جانے کتنے گمراہ لوگوں نے حضرت کے توسل سے صراط مستقیم پایا۔

غرض تھوڑی دیر کے بعد (یعنی تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہ کر) مجلس ختم ہوگئی لیکن اسکے بعد بھی سب لوگ گردن جھکائے (جیسے کسی گہری سوچ میں ہوں) بیٹھے ہی رہے۔ شاید یہ بات ہو کہ یہ حضرات ابھی بیان کی ہوئی حضرت کی باتوں کو اپنے حالات پر منطبق کر رہے تھے، اور سب لوگ گویا اپنے گریبان میں منہ ڈالکر یہ غور کر رہے تھے کہ افسوس ہمکو کیسا ہونا چاہیئے اور ہم کیسے ہیں یا جو بھی وجہ ہو مجھے انکی یہ ادا بہت پسند آئی پھر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد ایک صاحب آئے اور حضرت سے مصافحہ کرکے رخصت ہوئے پھر دوسرے اٹھے پھر تیسرے اسی طرح سے ایک ایک کرکے لوگ اٹھتے رہے اور مصافحہ کرکے جاتے رہے۔ واپسی میں اور ختم مجلس میں شور اور ہلڑ نہیں تھا بلکہ نہایت ادب و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ ایک ایک کرکے لوگ اٹھے، یہ منظر بھی دل پر اپنا نقش جما گیا۔ اتنے میں میں نے ایک صوفی صاحب کو جو کہ مجلس سماع میں رقص کرتے تھے انکو بھی یہاں دیکھا ان سے آہستہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کہاں؟ انھوں نے جواب دیا کہ پھر کیا ہوا! یہ کہکر چلدیئے۔ جب مجمع کم ہوا تو میں بھی مصافحہ کیلئے بڑھا حضرت نے مجھے آتے دیکھا تو فوراً ہاتھ بڑھا دیا میں نے مصافحہ کیا تو مجھ پر رعشہ طاری تھا پیر کی پنڈلیاں تھرتھرا رہی تھیں وہاں سے آکر ایک دوسرے کمرے میں بیٹھ گیا اور مڑکر دیکھا تو حضرت مسند پر سے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔

۱۲۲۔ تقلید شخصی کے متعلق تحقیق انیق

(مکتوب از قطب عالم فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح)

ذیل کا مکتوب قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہ کے کاغذات سے عرصہ ہوا برآمد ہوا تھا اور صاحبزادہ حضرت حکیم مسعود احمد صاحب مرحوم سے احقر نے حاصل کر لیا تھا کیونکہ وہ بہت سے علمی جواہرات پر مشتمل ہے۔ یہ مکتوب اس زمانہ کے ایک صاحب تصنیف بڑے عالم کے شبہات کے جواب میں ہے افسوس کہ اصل خط جن کے جواب میں یہ والانامہ تحریر فرمایا گیا ہے نہیں دستیاب ہوا جس سے جواب کا مضمون پوری طرح واضح ہوتا لیکن اہل علم کے لئے اب بھی مطلب سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں ہو سکتی افادۂ اہل علم کے لئے اسکو شائع کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

از بندہ رشید احمد ——— مولوی صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ نمایند آپ کا خط دیکھکر بیساختہ یہ شعر یاد آیا ؎

مرا خواندی و خود بدام آمدی ۔۔۔ نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

(مجھکو بلایا اور خود جال میں پھنس گئے ذرا اپنی نظر کو اور گہری کرو اور دیکھو کہ تم خود ابھی خام اور ناقص الحال ہو)

آپ نے خوب مباحثہ کیا ہے کہ خود ہی فریفتہ ہو گئے۔ بندہ آجکل نہایت عدیم الفرصت ہے لکھنا دشوار ہے۔ کاش تم حاضر ہوتے تو اچھی طرح تقریر ہو جاتی ۔

قولکم: "تقلید شخصی کو واجب سمجھنا بدعت سیئہ ہے"

اقول: آپ کے نزدیک تقلید شخصی مباح ہے چنانچہ آپ اوپر مقر ہوئے ہو مگر مباح ہونے کے آپ معنی نہیں سمجھے کہ کیا ہیں؟ سنو تو سہی تم نے تو منقول و معقول دونوں کو دھو دیا ہے۔ نفس تقلید یعنی تقلید مطلق تو فرض ہے بقولہ تعالیٰ فاسئلوا الخ اور حدیث انما شفاء العی السوال (ناواقفیت کی بیماری کا علاج دوسروں سے پوچھنا ہے)۔ اور خود بدیہی بھی کہ دین بدون سیکھے نہیں آتا۔ عقل و حس کو اس میں دخل ہی نہیں پس

مطلق تقلید تو فرض ہے یقین ہے کہ آپ بھی قبول کرلیں گے ورنہ اثبات اس کا کردیا جاوے گا اور اسکے دو فرد ہیں تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی کیونکہ دونوں سے ایک جنس کے ہیں خواہ اسکو جنس اور دونوع کہو یا مطلق اور دو فرد مقید کہو خواہ کلی اور دو جزئی کہو جس طرح چاہو مقرر کرو۔ بہرحال ہر دونوع تقلید تحت تقلید مطلق کے ہو دیں گی جو فرض ہے۔ بھلا آپ سے پوچھتا ہوں کہ فرض کے نوع یا فرد مباح کس طرح ہوئے؟ مردخدا فرض اور مباح تو مبائن دو نوع ہیں کہ تحت جنس حکم کے ہیں پھر ایک نوع مبائن دوسری نوع کی فرد کس طرح ہوگئی۔ ذرا سوچو تو تقلید مطلق تو فرض اور شخصی مباح اور حالانکہ یہ فرد ہے تقلید فرض کی۔ پس تمام آپ کا خدشہ اسی ہی خطار فہم پر مبنی ہے۔ پس ہوش کرو کہ تقلید بہر دو قسم فرض ہے کوئی مباح نہیں مگر چونکہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کرو دوسرے کی ضرورت نہیں اور جو دونوں نکروگے تو عاصی ہوگے اس تخییر کو مباح کہدیا ہے مجازاً نہ یہ کہ خود شخصی بذاتہ مباح ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کفارہ میں حلف کے۔ مثلاً نفس کفارہ فرض ہے اور اطعام اور کسوۃ اور رقبہ میں تخییر جس کو ادا کردیا مطلق کفارہ سے برأت ہوگئی اور جو کسی کو نہ کیا عاصی رہا۔ علی ہذا مطلق اضحیہ واجب اور بکرا اور سبع بقر وابل اور پھر نر یا مادہ وغیرہ ما جزئیات میں خیار جس فرد کا آتی ہوا آتی فرض ہی کا ہوا۔ مباح کوئی بھی نہیں سب فرض ہیں مگر ایک کے اتیان سے سب بری ہوجاتا ہے یہی حال جملہ کلیات کا ہے کہ مطلق شرعی فرض ہوتا ہے اور مباح کہنا اسکا باعتبار اباحت اختیار کسی فرد کے ہے نہ مباح مقابل فرض کے۔ آپ نے شبہ فرض ہوجانے مباح کا بے موقع کیا ورنہ اگر یہی شبہ ہے تو شخصی والے اس کی آپ کی تقریر سے غیر شخصی کو بدعت سئیہ کہدیویں گے کیونکہ غیر شخصی کس طرح فرض ہوتی ہے وہ بھی تو مباح ہمیں معنی ہے جو مذکور ہوا ـــ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے کہاں کہا ہے کہ غیر شخصی کے وجوب پر اجماع منعقد ہوا تاکہ مقابل نوع اسکے حرام ہو۔ کیونکہ وجوب کا مقابلہ حرمت سے ہوتا ہے اگر فرضاً یہ کہا ہے تو شخصی مباح کس طرح ہوگی

بلکہ حرام ہوئی اور یہی کوتاہ فہمی غیر مقلدین جہال کو ہوئی ہے۔ بلکہ شاہ صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ قرون ثلٰثہ میں با جماع جائز رہی ہے۔ پس جواز سے دوسری نوع مقابل کی کراہت کس طرح ثابت ہوگئی۔ امکان خاص تو پڑھا ہی ہوگا اور شرع میں ایک فرد کلی کے جواز سے دوسرے فرد کی کراہت کہاں ثابت ہے۔ جواز اضحیہ شاۃ سے جو صحابہ میں شایع رہا سبع بقر حرام کیونکر ہوا بلکہ کلی کے حکم سے سب افراد جائز ہیں۔ اور تعاملِ فرد واحد سے دیگر افراد مرتفع نہیں ہوتے مساوی الاقدام رہتے ہیں۔ پس اگر یہ قاعدہ ذہن نشین ہوگیا ہے تو سوچو کہ جیسے آپ کے نزدیک شخصی مباح ہے ایسے غیر شخصی بھی مباح ہے۔ اور جیسا کہ غیر شخصی مرادف اسکی غیر معین ہے آپکے نزدیک واجب ہے ویسے ہی معین کہ شخصی اسکی مرادف ہے واجب ہی ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں واجب ہیں اور اباحت دونوں میں بمعنی تخییر احدہما ہے اور بس۔ اپنی ذات میں دونوں فرض ہیں تو آپکا شبہ تو گاؤ خورد ہوا ــــ اب دوسرے جملہ کو بیان کرنا بھی بطور اعتراض کے ضرور ہے

قولکم: "اور جو آمین بالجہر اور رفع یدین" الخ ــــ لاریب اگر موافق مسلک علماء کے یہ امور بوجہ عمل بالحدیث کے کریگا اس سے لڑنا حرام ہے مگر بوجہ تلبی اور ہوا نفسانی کریگا اور فتنہ اندازی کیوجہ سے اس سے لڑنا عین دین ہے کہ رفع فساد واجب ہے۔ یہ بھی بدیہی ہے اگر اس میں شبہ ہو از بس واضح ہو جائے گا۔ اب حاجت نہیں سمجھی گئی۔

قولکم: "پھر تفرد عوام کے خوف سے تقلید شخصی کو" الخ ــــ عزیزا بدعت سیئہ جب ہوتا کہ شخصی بذاتہ مباح ہوتی، وہ بذاتہ حق تعالیٰ اور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض بنائی ہوئی ہے مثل غیر معین کے۔ اگر بوجہ سہولت کے یا عدم تقرر مذاہب کے شیوع غیر معین کا رہا تو عملدرآمد قرون ثلاثہ سے منصوص فرض مباح کس طرح بن گیا اور کس طرح اسکا التزام بدعت ہوگیا اور کیوں خود التزام قرون ثلٰثہ کا خلاف تخییر نص سے ایک فرد کو بدعت نہ ہوا اگر غیر معین کا التزام بدعت نہیں تو معین کا کیسے

بدعت [illegible] معین کا بدعت تو غیر معین کا کیا وجہ ہے کہ بدعت نہ ہو۔ نعلین یعنی دونوں برابر۔ فرضیت میں دونوں مساوی۔ عمل میں ہر دو یکساں۔ عجب العجاب ہے۔ اگر کہیں وجوب عمل غیر معین پایا جاتا ہے تو ہمکو بھی مطلع کردو۔ ہم نے اجتک دیکھا نہ سنا نہ عقل قبول کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کلی حکم کے ایک فردکو التزام عملی امت [illegible] عوام کو [illegible] اور عوام جو خدا تعالیٰ کے ایک حکم کلی کا ایک فرد کا التزام کریں [illegible] قرون سابقہ [illegible] بلکہ دوسرے فرد کے وہ ملتزم تھے تو عوام بیچارے [illegible] قرون سابقہ کے خدا تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بھائی اسکو اگر کوئی تم سے پوچھے کہ قرون ثلثہ کا عمل خدا تعالیٰ کے حکم فرض کا تارک [illegible] اور [illegible] ہیں؟ تو کیا جواب دوگے؟ ایسی حماقت سے مقلد معین کو غیر مقلدین مشرک بنا کر خود مشرک ہوئے۔ اور خبر نہیں ہوئی کہ الٹا وہ طوق شرک اپنی ہی گردن میں آپڑا۔ ذرا سنبھل کر دیکھنا۔

قولکم: "پس اس صورت میں عوام کو تنبیہ الخ" ـــــ اقول: بیشک تنبیہ چاہیئے کہ ایسا عقیدہ فاسد نہیں بلکہ دونوں کو فرض مساوی الاقدام جان کر جس کو چاہیں عمل کریں [illegible] عدم [illegible] فساد کر ممکن ہو۔ مگر بیشک ظاہر ہے کہ فساد سے خالی [illegible] خواص تو رہ سکتے ہیں مگر عوام فساد سے ہرگز خالی نہ رہیں گے اپنے مزے کو آج جو رہ حلال اور کل حرام۔ ایک روز ضب حلال اور دوسرے روز ناپاک خبیث۔ خوب ٹھٹھے ہوں گے کہ ہمارا دین خوب دہریوں کا مذہب ہے۔ اب بھی نصاریٰ، ہندو اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ پھر خود اہل اسلام عوام بھی ایسا کہا کریں گے۔ ذرا جزئیات کو سوچکر دیکھنا اگر شبہ رہے تو پھر لکھنا دو چار صورت لکھ دونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولکم: "جیسے اور رسوم شادی اور غمی کی الخ" ـــــ اقول: مثال غلط ہے رسوم فی ذاتہ مباح تھی نہ فرض مخیر۔ اسکو دوسرے سے کیا مناسبت ہے یہ آپکی بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ مباح کو واجب بنانا حرام اور حرام سے منع کرنا واجب۔

واجب میں فساد کا خوف درست نہیں اور نکاح خواہ اول ہو یا ثانی یا ثالث عند التوقان واجب اور بخدشہ زنا فرض اسکا ترک حرام باوجود قدرت کے۔ تو نکاح ثانی کا اجرا بھی واجب ہے اور واجب کا ترک بخدشہ عوام درست نہیں۔ اور تاکید نکاح ثانی رفع فساد کے واسطے ہے زنا سے اور وہ مشہود ہے پس آپکی نظر نے بالکل بے محل نفس وغربت کو دیکھ لیا اسکے ثمرہ لازم کو نہ دیکھا اگر نکاح میں بھی کوئی دوسرا امر قائم مقام نکاح ثانی کے ہوکر دافع زنا ہو جاتا ہے تو اس کی بھی وہی صورت ہوتی مگر یہاں تو سوائے نکاح کے کوئی چارہ ہی نہیں۔ لہٰذا نکاح کی ہر فرد واجب ہوئی۔ تقلید میں غیر معین کو چھوڑ کر دوسری فرد خود فرض کے عمل کو موجود ہے فرض بھی ادا ہوا اور فرض رفع فساد کا بھی ادا ہوا ہم سیخ و ہم کباب سالم و بجا رہی نکاح کے مقابل قائم مقام بتاؤ کیا ہے بجز قطع اعضاء تناسل کے کہ وہ حرام ہی ہے۔ فافہم

قولکم " البتہ کوئی مثال ایسی قرون خیر میں الخ " ـــــ اقول: یہ کلام آپ کا تو بس عجیب در عجیب ہے سنو فاتم بائیں ہاتھ میں مباح تھی پیچھے بوجہ مشابہت روافض کہ یہ بھی فتنہ ہے بقولہ من تشبہ بقوم فھو منھم مکروہ تحریمی ہوئی۔ ہدایہ دیکھ لو۔ پس یسار کا تختم اور یمین کا تختم دونوں جائز اور قرون ثلٰثہ میں یمین کا مباح رہا۔ پھر یسار کا مکروہ ہوا اور ترک تختم یسار کا واجب ہوا کہ ترک مکروہ واجب ہے۔ بحث فلاں کہنا اول مباح تھا فقہاء نے ترک کے اسکو واجب کیا بسبب فتنہ عوام اور شیوع مذہب معتزلہ کے کہ ان کے نزدیک حق علی اللہ ہے۔ ثواب مطیع و عذاب عاصی۔ دو مثال سے اگر تسلی نہ ہو تو پھر دیکھا جائے گا۔ اور تم تو خود ہی بول رہے ہو کہ رسوم مباح اور اب بسبب فتنہ کے حرام۔ اور نکاح ثانی مباح اور اب بسبب خوف زنا واجب ہوا۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمام دنیا کے عالم تو قول و فعل رسول کو حجت گردانتے ہیں کہ اصل مقیس علیہ تو وہی ہے اور آپ لکھتے ہیں کہ وہ خود شارع تھے ماشاء اللہ اگر شارع کے فعل پر قیاس نہ ہوگا تو قیاس کی اصل کہاں سے آئیگی یہ تو تم نے ایسی کہی کہ دنیا میں کوئی نہیں کہہ سکتا۔ قیاس قرآن و حدیث پر اول ہے

اسکے بعد کوئی امر دلیل ہوتا ہے تو اب بولو کہ کیا تم نے لکھدیا ہے۔ اور صحابہؓ کا قول بھی خود حجت ہے جیساکہ صحابہ مامور باتباع ہیں متبع بالکسر رسولؐ کے اور متبع بالفتح مَنْ بعد کے۔ ایسا ہی دیگر قرون میں ہے۔ نہ معلوم یہ فرق کہاں سے نقل کیا ہے صحابہؓ کا فعل حجت اور مقیس علیہ ہوتا ہے۔ اگر قیاس صحابہؓ کا نہ ہوا صول کو دیکھ لو۔ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قریش کی زبان میں قرآن کو مباح کیا حضرت عثمانؓ نے اس کو حرام اور ترک کرنا اسکا واجب کردیا۔ شورش عوام کی وجہ سے یہ عین حجت ہے نہ یہ کہ اسکو مقیس علیہ بنانا درست نہیں کہ یہ قول بالکل غلط اور خطا ہے۔ اب دوسری قسم کی مثال آپ کی محض خلاف فہم ہے کیونکہ قرون ثلٰثہ میں عمل نہ ہونے سے فرض منصوص بدعت نہیں ہوسکتا اور جو بدعت ہے وہ جائز نہیں ہوسکتی۔ یہ آپ کی فہم غلط سے پیدا ہوا ہے۔ فاسئلوا اهل الذكر (اہل علم سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے ہو تو) میں مجتہدین بھی داخل ہیں نہ جانیں تو دوسرے سے پوچھیں حکم عام ہے کوئی مخصوص نہیں۔ احادیث صحیحہ اور غیر منسوخہ کا جاننا ہی تو مشکل ہے اسلئے تقلید کیجاتی ہے اگر کسی کو معلوم ہو جاوے تو حاجت تقلید کی نہ ہو مگر کیونکر معلوم ہو خود یہ بھی تقلید ہی ہے دو حدیث متعارض کہ نسخ کسی کا معلوم نہیں پھر کسی سے پوچھکر کسی کو مرجح کرے گا ورنہ تذبذب میں رہا اور احتمال ائمہ کے حدیث نہ ملنے کا ایک لغو امر ہے جب مصرح اسکی تحقیق موجود ہے پھر یہ احتمال محض ہوائے نفس ہوائے نفسانی ہے جیسا احادیث جہر اور رفع یدین وغیرہ میں صحیح ہیں دوسری جانب بھی صحیح ہیں۔ ترجیح معارضہ کے وقت ہوتی ہے یہاں معارضہ ہی نہیں۔ امام صاحب بھی وجود ان افعال کے مُقر ہیں مگر آخر فعل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تعارض میں وحدت زمان شرط ہے۔ دو وقت میں دو فعل کے ناسخ کا حال اور منسوخ کا محقق نہیں۔ ہر ایک نے ترجیح ایک جانب کو اجتہاد سے دی ہے۔ جس کو چاہے قبول کرلیوے۔ اگر سمجھ جاؤ تو مطلع کردینا ورنہ پھر لکھنا کہ تمھاری اصلاح ضروری ہے۔ تم تو ایک ہی بحث میں بہک کر آل بتال بکنے لگے اور شرم مت کرنا صاف صاف لکھنا کہ دین کی بات ہے۔ لغزش عالم کی خلق کو

تباہ ہی کرتی ہے۔ غیر مقلدین انہی دو تین قاعدہ کے خبط سے تباہ ہو گئے ہیں۔ براہین قاطع کو سمجھ لیتے تو ان خدشات سے محفوظ رہتے مگر سرسری نظر سے دیکھا ہے

(بندہ رشید احمد از گنگوہ)

۱۲۳۔ وقت کا تقاضا کیا ہے؟

ذرا گرد و پیش کی رسوم اور سہولت پسندی وعیش پرستی کے جذبات سے الگ ہٹ کر غور کیجئے، تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وقت بیچارا نہ تو کسی کو شراب پینے کے لئے پکارتا ہے نہ عیاشی اور بےحیائی کی دعوت دیتا ہے۔ نہ عورت کو گھر کی ملکہ بننے کی بجائے دفتر کی کلرک بننے پر مجبور کرتا ہے اور نہ وقت کسی حال عورت کو ننگے رہنے ننگے پھرنے اور غیر محرموں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے پر مجبور کرتا ہے نہ وقت نے کسی سے یہ کہا ہے کہ سنیما کی لعنت اختیار نہ کی تو تیرا گلا گھونٹ دونگا۔ یا یورپ والوں کی معاشرت اختیار نہ کی اور فضول خرچی اور اسراف کے بے شمار مدات خرچ خود پیدا کر کے ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے سود، قمار، رشوت اور حرام مال نہ کمایا تو تمھیں زندہ نہیں رہنے دونگا۔

ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولیئے (معلوم ہوگا کہ یہ تقاضے ہمارے دلوں میں شیطان نے پیدا کئے، وقت بیچارے کے ذمہ ہم نے ناحق بہتان باندھا ہے۔ آج بھی دنیا میں کروڑوں انسان ہیں جو ان سب چیزوں سے دور ہیں (اور اسی بیسویں صدی عیسوی کے وقت اور زمانہ میں زندہ ہیں اور زندہ ہی نہیں بلکہ نظر حقیقت شناس سے دیکھو تو انکی زندگیاں ہر حیثیت سے اُن تقاضوں کی پیروی کرنے والوں کی زندگیوں سے زیادہ پرسکون اور پاکیزہ ہیں۔

ایک لمحہ فکریہ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ یہ تقاضے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اچھے ہوں یا برے لیکن بہرحال دنیا کا ایک بڑا حصہ ان تقاضوں کو پورا کر رہا ہے اور یورپ کے وہ لوگ جو اس تہذیب نما بے تہذیبی کے موجد ہیں تو

کم از کم ان سب کاموں میں پورے کے پورے ڈھلے ہوتے ہیں اور ہمارے عام پڑھے لکھے طبقہ نے بھی ان کی نقل اتارنے میں اپنے مقدور کی حد تک کوئی کمی نہیں کر رکھی اس کے ساتھ قانون کے ذریعہ دنیا میں امن و امان قائم کرنے جرائم کو مٹانے کے لیے جو نئے سے نئے طریقے پہلے تصور میں بھی نہ آ سکتے تھے وہ آج رائج ہیں قانونی مشنری کو کامیاب بنانے کے لئے سیکڑوں روپے اور محکمے کروڑوں روپے کے خرچ سے کام کر رہے ہیں، انسانوں کو صحت و تندرستی کے لئے جو طرح طرح کی دوائیں سائنٹفک آلات اور شفا خانوں کی بھرمار اور بڑے بڑے ڈاکٹروں کی بہتات جو آج ہے پچاس سال پہلے کسی کے وہم و گمان میں نہ تھی، ضروریات زندگی کی ارزانی اور فراوانی کے لئے جتنی ملیں اور کارخانے، زراعت کے جدید آلات بیج اور کھاد کے نئے تجربات آج کام میں لائے جا رہے ہیں پچاس سال پہلے انکا کہیں وجود نہ تھا، سائنس جدید اب زمین سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف جا رہی ہے اور خلاء کے سفر کی راہیں نکال لی ہیں۔ غرض یہ فکر جاندنی جس کو آج ترقی کا نام دیا جاتا ہے اپنے منصوبوں اور پروگراموں اور اسباب و آلات کے ساتھ آج پورے عروج اور شباب پر ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اسکے حیرت انگیز کارنامے انسانی دماغوں کو مسحور کرنے میں کامیاب ہیں لیکن یہاں دیکھنے اور سوچنے کی بات اہل عقل و بصیرت کے لئے یہ ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے ملانے اور قانون اور اسکی مشنریوں کو انتہائی عروج پر پہنچانے کے نتیجہ میں انسان اور انسانیت کو کیا ملا افراد اور رجال کی بحث نہیں مجموعہ انسانیت کو دیکھنا ہے کہ کیا اسکو اسنے کسی شعبۂ زندگی میں چین و آرام ملا کیا ضروریات زندگی سستی اور انکی تحصیل آسان ہو گئی کیا بیماریوں میں کچھ کمی آئی اور بیماروں میں شفا پانے والوں کی تعداد بڑھ گئی کیا جرائم کا انسداد ہو گیا کیا قتل و غارتگری کم ہو گئی یا محکموں میں رشوت ستانی کا بازار کچھ سرد ہو گیا۔ کیا انسان کو عدالتوں سے انصاف حاصل کرنا آسان ہو گیا کیا دنیا کے کسی حصہ میں جہاں ان نئے طریقوں کی حکومت ہے کہیں امن و امان حاصل ہو گیا بلکہ ان سوالات کا جواب واقعات و مشاہدات کی زبان دے گی۔ (بقیہ آئندہ)

حضرت زید بن وھب رضؓ حضرت ابو ذر رضؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! یہ صحف موسیٰ میں کیا باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں چھ امور تو یہ مذکور تھے کہ مجھے اُس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو جہنم کا اعتقاد رکھے کہ کیسے اس کو ہنسی آتی ہے۔ اور اس۲ پر حیرت ہوتی ہے کہ جو شخص موت کا یقین رکھتا ہو وہ کس طرح دنیا میں خوش ہوتا ہے۔ اور اس شخص۳ پر تعجب ہوتا ہے جس کا آخرت کے حساب وکتاب پر ایمان ہو کہ آخر کیسے وہ گناہ کے کام کرتا ہے۔ اور اس۴ پر کہ جو شخص قضا وقدر پر ایمان رکھتا ہو کیسے وہ چین کے ساتھ بیٹھتا ہے اور ایک۵ روایت میں ہے کہ کیسے وہ مغموم ہوتا ہے (مطلب یہ کہ مصیبت بھی خدا کی جانب سے مقدر ہوتی ہے تو اسکے آنے پر اسی کا رونا لیکر بیٹھنا کیا صبر کرنا چاہیئے کہ خدا کے ارادے کے بعد کوئی اسکا رد کرنے والا نہیں اس سے اسکا غم غلط ہو جائے گا)۔ اسی طرح سے اُس۶ شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جس نے دنیا کی حقیقت اور اسکے تقلبات کو (یعنی یہ آج ہے کل نہیں یا یہ کہ آج اسکے پاس ہے کل دوسرے کے پاس چلدی) اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ کہ وہ اہل دنیا کے ساتھ کس طرح بیوفائی کرتی ہے آخر وہ اسکے بعد پھر کیونکر اس سے دل لگاتا ہے اور اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ اسیطرح سے اُس۷ شخص پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ جس پر جنت کی حقیقت منکشف ہوگئی کہ وہ کیوں اس سے صبر کئے ہوئے ہے اسکے لئے اعمال حسنہ کیوں نہیں کرتا۔ (اور اسکے آخر میں لکھا تھا کہ) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے (آخری) رسول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک مرتبہ کوفہ کے پاس کسی طرف کو تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ فساق وفجار کے ایک مجمع پر سے آپ کا گذر ہوا جو کسی شراب وکباب کی مجلس میں جمع تھے اور انکے درمیان ایک گویا بھی تھا جس کا نام زاذان تھا وہ کوئی لکڑی کا باجہ تھا اسکو بجا بجا کر گا رہا تھا آواز اسکی نہایت دلکش اور حسین تھی جسے عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی جاتے جاتے سنا فرمایا کہ سبحان اللہ کیا عمدہ

اور دلکش آواز پائی ہے اس نے کاش کہ مصروف تلاوت قرآن ہوتا۔ یعنی یہ آواز قرآن شریف کے پڑھنے میں استعمال کیجاتی۔ یہ فرمایا اور اپنی چادر سر پر ڈالکر روانہ ہو گئے۔ اور ہر زاذان نے بھی ایسی آواز سن لی۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب جارہے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی۔ پھر اس نے پوچھا کہ وہ کیا فرمارہے تھے؟ لوگوں نے کہا کچھ نہیں بس یہ کہتے ہوئے گذر گئے کہ بہت ہی عمدہ آواز ہے کاش یہ قراۃ قرآن میں صرف ہوتی۔ یہ سننا تھا کہ اسکی وجہ سے اسکے قلب میں ایک دھکا سا لگا اور دل میں دہشت سما گئی فوراً اٹھا اور باجے کو تو زمین پر اٹھاکر زور سے پٹک کر توڑ دیا اور جھپٹ کر حضرت کے پاس پہونچا اور اپنے رومال کو انکے گلے میں ڈالدیا اور سامنے کھڑے ہو کر رونے لگا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اسے گلے سے لگا لیا اور پھر ایک دوسرے سے ملکر خوب روئے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھائی میں بھلا کیوں نہ محبت کروں اس شخص سے جس سے خدا تعالیٰ کو محبت ہے (شاید اس سے اشارہ اسکی توبہ کیجانب فرمایا ہو کیونکہ تائب کے بارے میں آتا ہے کہ واللہ یحب التوابین واللہ تعالیٰ اعلم) چنانچہ اس نے بالآخر آپ ہی کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی اور پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں رہتے ہی لگا ان سے قرآن پڑھا علم دین حاصل کیا یہانتک کہ اپنے وقت میں علم کا امام ہوا۔ اور یہ جو بہت سی روایتوں میں آتا ہے کہ زاذان نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے تو اس سے یہی حضرت زاذان مراد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(اس واقعہ کو لکھکر) حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ اسپر سے مجھے اپنے والد مرحوم کا بیان کردہ ایک اور قصہ یاد آیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سنا فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جس نے لوگوں کو اپنے حسن کیوجہ سے فریفتہ اور مفتون کر رکھا تھا اسکے گھر کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا وہ ظالم سامنے ہی بن سنور کر بیٹھی رہتی تھی چنانچہ جو شخص

ادھر سے گذرتا تھا اور اسکی نظر پڑ جاتی تھی اسپر عاشق ہوجاتا تھا پھر جو شخص اس سے ملنا چاہتا اسکے لئے اس نے دس دینار مقرر کر رکھے تھے یوں جس سے چاہتی تھی کم لے لیتی یا کسی سے زائد بھی لے لیتی تھی تب داخلہ کی اجازت دیتی تھی۔
ایک دن اسکے مکان کے سامنے سے ایک عابد صاحب کا گذر ہوگیا یہ اپنے دروازہ کے سامنے ہی بیٹھی ہوئی تھی ان عابد صاحب کی نظر اس سے دوچار ہوگئی مفتون ہوگئے پہلے تو ہرچند مجاہدہ کیا کہ اس خیال کو دل سے نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ سے بھی بہت بہت دعائیں کیں لیکن وقت امتحان آگیا تھا اسلئے نہیں نکل سکے بالآخر اپنا سامان فروخت کیا اور دس دینار فراہم کیا اور اسے لیکر اسکے پاس گئے۔ اس نے کہا یہ رقم تو آپ میرے منیجر کے پاس وہاں دروازہ پر جمع کر دیجئے اور فلاں وقت مجھ سے ملئے چنانچہ وہ عابد صاحب وقت مقررہ پر اسکے مکان پر پہونچے وہ عورت زیب و زینت کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہوکر اپنے دروازہ کے سامنے مسند پہ بیٹھی تھی انکو اندر بلایا اور باہم خوش طبعی کی باتیں ہونے لگیں اس اثنا میں عابد نے جو نہی اسکی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اسکی سابقہ عبادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اس پر جوش آگیا اور اسکے قلب میں اللہ تعالیٰ کا خوف گھر کر گیا اور یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس حالت میں بھی دیکھ رہے ہیں اپنے عرش کے اوپر سے اور میں ہوں کہ یہ معصیت کرنے جا رہا ہوں اور اسکی وجہ سے میری پچھلی تمام کی کرائی عبادت یک لخت سوخت ہوا چاہتی ہے۔ یہ تصور کر کے اسکے قلب میں ایک ہیبۃ چھا گئی جسکی وجہ سے رنگ چہرہ کا بدل گیا اور کپکپی طاری ہوگئی۔ اس عورت نے جو یہ منظر دیکھا تو اس سے پوچھا کہ یہ تمکو کیا ہوگیا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا خوف مجھ پر طاری ہے اسی کا یہ سب اثر ہے لہٰذا تم مجھے بس معاف کردو اور مجھے گھر جانے کی اجازت دیدو۔ اس نے (مجھے بہلاتے ہوئے) کہا اجی تم بھی کیسے بے وقوف آدمی ہو کہ کتنے لوگ تو مجھ سے اس ملاقات کے متمنی رہتے ہیں جو تمھیں اسوقت حاصل ہے یہ تمھیں آخر کیا خبط سوار ہوگیا ہے کہ تم حاصل شدہ فرصت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے

یہ تمھارا حال آخر کیا ہے ؟ اس عابد نے کہا کچھ نہیں صرف خدا تعالیٰ کا خوف ہے مجھے اب یہاں رہنے سے مانع ہو رہا ہے تم مجھے اب باہر جانے دو اور باقی وہ رقم جو میں نے جمع کی ہے تمکو ہبہ کرتا ہوں واپس بھی نہ لوں گا مجھے اجازت دو۔ اس شوخ نے پھر کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم ان سب کاموں سے اناڑی ہو اور اس سے کبھی لطف اندوز نہیں ہوئے ہو۔ آخر تمھارا نام کیا ہے اور تمھارا مقام کہاں ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے اپنا نام بتایا اور اپنی بستی کا پتہ بھی بتا دیا تب اس عورت نے کہا بہتر ہے تشریف لیجائیے۔

چنانچہ وہ عابد اس طوائف کے مکان سے نکلکر دیل و ثبور پکارتا رہا یعنی اپنے اوپر ملامت کرتا رہا روتا رہا اور اپنے سر پر خاک اڑاتا رہا۔ یہ نقشہ دیکھکر اس عورت کے قلب میں بھی ہیبۃ پیدا ہو گئی۔ اُسنے خیال کیا کہ دیکھو اس ناکردہ گناہ کا تو یہ حال ہے کہ یہ اسقدر پریشان ہے اور اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر رہا ہے اور میں اتنے دنوں سے اسی بدعملی میں مبتلا ہوں اور میرے دل کے اندر ذرا خدا کا ڈر نہیں! حالانکہ میرا اور اسکا رب ایک ہی ذات ہے مجھے تو اس سے کہیں زیادہ خوف کرنا چاہیئے تھا۔ بس اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے بھی اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ و استغفار کیا۔ اور اپنے دروازے کو لوگوں پر بند کر دیا۔ سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا اور عمدہ لباس کو اتار موٹا جھوٹا لباس پہنا اور اللہ تعالیٰ کی طاعت میں لگ گئی۔ ایک مدت تک (جب تک خدا کو منظور رہا) اسکا یہی طریقہ رہا۔ اسکے بعد ایک دن اس نے سوچا کہ کیوں نہ ایسا ہو جائے کہ میں اسی عابد سے نکاح کر لوں تاکہ اس سے دین کی مزید معلومات حاصل کر کے اور ترقی کر سکوں۔ یہ خیال کر کے اس نے سامان ضرورت کیا اور روپیہ پیسہ خدم و حشم ہمراہ لئے اور معلومہ پتہ پر پہونچی عابد کو اطلاع دی گئی کہ ایک اسماۃ ان سے ملنے آئی ہے۔ عابد صاحب باہر تشریف لائے۔ عورت نے اس خیال سے کہ دیکھوں یہ وہی ہے یا کوئی اور شخص ہے اپنا نقاب سرکا کر اسے دیکھا اس درمیان میں عابد کی نظر جب اس پر پڑی تو اس نے اسے پہچان لیا کہ ارے یہ تو وہی عورت ہے

جس کے ساتھ ایک امتحانی معاملہ ہمارا پیش آچکا تھا (خیال ہوگا کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے ایک بار نجات مل گئی تھی اب دوبارہ یہ مصیبت خود میرے گھر کیسے آگئی) یہ خیال کر کے ایک زور کی چیخ ماری اور گرا اور اسی دم روح پرواز کر گئی عورت کو یہ دیکھکر بڑا ہی رنج ہوا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ کیا ہوگیا میں کس خیال سے آئی تھی اور یہاں آکر میں نے غریب کی جان ہی لے لی، میری ہی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا انا للہ۔ (اس اپنے سفر کا تذکرہ اس نے وہاں لوگوں سے کیا ہوگا) اس پر لوگوں نے اس سے کہا کہ ہاں وہ بیچارہ تو اب مر ہی گیا ہے البتہ اسکا ایک بھائی ہے وہ بھی بہت نیک و صالح ہے اگر تو چاہے تو اسکے ساتھ نکاح کرلے۔ چنانچہ اس عورت نے اسی کے ساتھ نکاح کرلیا اسکے بعد اسکے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے اور سب کے سب بنی اسرائیل کے انبیاء ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

گیارھواں باب

(والدین کے حقوق کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ (اپنی سند کے ساتھ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ اسکے والدین زندہ ہوں اور وہ ان کے ساتھ خدمت اور حسن و خوبی کا معاملہ روا رکھتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت کا دروازہ مفتوح فرمادیں گے۔ اور جو شخص ایسا ہو کہ اس کے والدین میں سے کوئی ایک بھی اس سے ناراض ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض رہیں گے تاآنکہ وہ (احد الوالدین) اس سے راضی نہ ہوجائیں۔ کہا گیا کہ اگرچہ قصور و

زیادتی والدین ہی کی ہو؟ فرمایا ہاں چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں (انکا حق ہے کہ اولاد انکو اپنے سے راضی اور خوش رکھے)۔ اور یہی حدیث مرفوعاً بھی بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اسکے والدین اس سے ناراض ہوں تو اسکے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائینگے اور اگر کوئی ایک ناراض ہے تو ایک دروازہ کھولدیا جائے گا۔

ابن جریج حضرت عطاؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پروردگار مجھے کچھ وصیت ونصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ میں تمھیں اپنے متعلق وصیت کرتا ہوں (کہ میرے حقوق کا خیال رکھنا۔ پھر عرض کیا کہ اور کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا کہ اپنی ماں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ پھر عرض کیا کہ اور کچھ وصیت فرمائیے! فرمایا کہ اپنی ماں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ پھر عرض کیا کہ اور کچھ وصیت فرمائیے! فرمایا کہ بس اپنی والدہ کے حقوق کا خیال رکھنا (دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے متعلق تو صرف ایک بار فرمایا اور والدہ کے حقوق کے بارے میں تین بار فرمایا اس سے ماں کے حق کا اندازہ کیجئے)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں مجھے بھی کہیں بھیجدیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تمھارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اسنے عرض کیا جی ہاں بحمداللہ حیات ہیں فرمایا تو پھر گھر ہی جاؤ اور انکی ہی خدمت کرکے جہاد کا ثواب حاصل کرو۔ (اسوقت تمھارے لئے یہی جہاد ہے)

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ والدین کی خدمت جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھکر ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم فرمایا کہ جہاد کو چھوڑ دے اور والدین کی خدمت میں مصروف ہو اسی بنا پر ہم کہتے ہیں (یعنی مسئلہ یہ نکلا کہ بدون والدین کی اجازت کے انسان کے لئے جہاد کیلئے جانا جائز نہیں چہ جائیکہ وہ محتاج خدمت بھی ہوں۔ ہاں نفیر عام اور

اور اعلان عام ہو جائے تو اور بات ہے حاصل یہ کہ والدین کی خدمت کرنا جہاد میں نکلنے سے افضل ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ جہاں اس زمانہ میں ہم میں بہت سی دینی کوتاہیاں ہو رہی ہیں منجملہ ان کے معاشرت کے اس ایک مسئلہ کی کھلی پامالی ہے کہ نفلی مشاغل کے لئے اس فریضہ کو بے تامل ترک کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے ثواب کی امید کیجاتی ہے اسی لئے نیکی کی برکت سے بھی ہم محروم رہتے ہیں)

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مخلوق میں سے کس کی فرماں برداری کروں؟ فرمایا کہ اپنے والدہ کی۔ عرض کیا پھر کس کی؟ فرمایا اپنے والد کی پھر جیسا جو قریبی رشتہ دار اور عزیز دار ہو۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں اپنی سند کے ساتھ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے والدین کی نافرمانی کے سلسلہ میں زبان سے اُف کرنے سے کمتر کسی اور چیز کو سمجھتے تو اسی سے منع فرماتے (یعنی والدین کو اُف کہنا یعنی ہٹ وغیرہ کہکر جھڑکنا کم سے کم شے ہے اور اس سے بھی منع کیا گیا ہے) لہٰذا اب والدین کا نافرمان اور انکا ایذا رساں جو چاہے کام کرے اسکو جنت تو ملنے سے رہی اسی طرح سے مطیع اور فرمانبردار جو کام چاہے کرے جہنم سے تو وہ محفوظ ہی رہے گا

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں والدین کے احترام کا تذکرہ اور اسکی وصیت نہ بھی فرمائے ہوتے تو بھی عقل ان کے احترام کے وجوب کی قائل ہوتی اور ایک عاقل کو انکا احترام لازم ہوتا چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ کتب میں یعنی توراۃ، انجیل زبور اور قرآن حکیم میں اسکی تاکید فرمائی ہے اور تمام انبیاء کو وصیت فرمائی ہے کہ والدین کا احترام کیا جائے اور انکا حق پہچانا جائے اور اپنی رضا کو انکی رضا میں اور اپنی ناراضگی کو انکی ناراضگی کے ساتھ وابستہ فرمایا تب تو اسکی اہمیت اور بڑائی کا اندازہ کرنا چاہیئے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین آیتوں کے ساتھ تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں اس طرح سے کہ ایک ان میں سے بدون

دوسری شے کے مقبول نہیں ۔ ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جس شخص نے نماز پڑھی اور زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اسکی نماز بھی قبول نہیں ہوگی ۔ دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی ۔ پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی تو اطاعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کی تو اس سے وہ بھی قبول نہ ہوگی ۔ اور تیسری آیت میں فرمایا اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا ۔ پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا شکر تو ادا کیا اور والدین کا نہیں ادا کیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی نہیں ادا کیا وہ بھی اس سے قبول نہ ہوگا ۔ اور دلیل اسکی وہ روایت ہے کہ منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ والدین کی لعنت ولد کے اصل ہی کو منقطع کر دیتا ہے جبکہ وہ انکا نافرمان ہو ۔ پس جس نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اپنے خالق کو راضی کیا اور جس نے انھیں ناراض کیا اس نے اپنے خالق کو ناراض کیا ۔ اور جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کے ساتھ بھلائی اور احسان نہ کیا تو وہ جہنم میں جائیگا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور فرما دیں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک وقت پر نماز پڑھنا ۔ پھر اسکے بعد والدین سے سلوک کرنا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا ۔

حضرت فرقد سبخی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتب سماوی میں دیکھا ہے کہ اولاد کو اپنے والدین کی موجودگی میں بدون انکی اجازت کے بولنا نہیں چاہیئے اور نہ ان کے آگے آگے چلنا چاہیئے اور نہ ان کے دائیں بائیں چلنا چاہیئے ۔ ہاں اگر وہ بلائیں تو بولدینا چاہیئے باقی چلے ان کے پیچھے پیچھے ہی جسطرح سے کہ خادم اپنے مالک کے پیچھے پیچھے چلتا ہے ۔

تیسری نظیر اور لیجئے زکوٰۃ کہ مقصود معنوی اس سے اغنارِ مساکین ہے مگر باایں ہمہ اسکے لئے ایک خاص مقدار ایک خاص وقت معین ہے جس سے مقصودیت صورت ایک درجہ میں یہاں بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ صرف اغنار تو ان امور پر موقوف نہیں۔ لیکن دعار میں نہ کسی وقت کی شرط، نہ زبان عربی کی شرط، نہ کسی خاص جہت کی شرط، نہ کوئی مقدار معین، نہ وضو وغیرہ کی قید۔ اس میں صرف عاجزی نیازمندی اور اپنی احتیاج کا اظہار اپنے مولیٰ کے آگے بس یہ کافی ہے ــــــ

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں صورت پر بالکل نظر نہیں معنیٰ ہی معنیٰ مقصود ہیں پس اب یہ صرف زبانی دعار کہ آموختہ سا رٹا ہوا، نہ خشوع نہ خشیت نہ دل میں اپنی عاجزی کا تصور یہ خالی از معنی دعار کیا ہوئی۔

۲۱۴۔ دُعار میں حضور قلب کی ضرورت بغیر حضور قلب کے دعار کی مثال

اس بے توجہی کی مثال تو ایسی ہوئی جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے یہاں عرضی دینی چاہے اور اس طور پر عرضی پیش کرے کہ حاکم کی طرف پیٹھ کرے اور منھ اپنا کسی دوست یار کیطرف کرکے اس عرضی کو پڑھنا شروع کرے دو جملے پڑھ کے پھر یار دوست سے ہنسی مخول کرنے لگے۔ پھر دو جملے پڑھ دیئے اور ادھر مشغول ہوگئے۔ اب سوچ لینا چاہیے کہ حاکم کی نظر میں ایسی عرضی کی کیا قدر ہوسکتی ہے؟ بلکہ الٹا یہ شخص قابل سزا ٹھیرایا جائیگا بس یہی معاملہ ہے دعار کا۔ دعار میں جب تک کہ پورے طور پر قلب کو حاضر نہ کرے گا اور عاجزی اور فروتنی کے آثار اس پر نمایاں نہ ہوں گے وہ دعار دعار نہیں کہی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قلب کی حالت کو دیکھتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم و قال را ما دروں را بنگریم و حال را

(ہم ظاہر اور قال کو نہیں دیکھا کرتے ہم تو صرف دل کو دیکھتے ہیں اور حال کو)

ناظر قلبیم گر خاشع بود   گرچہ گفتِ لفظِ ناخاضع بود

(ہم قلب ہی کو دیکھتے ہیں جبکہ وہ خشوع والا ہو چاہیے الفاظ ناخضوع والے ہی ہوں)

حدیث شریف میں ہے ان اللہ لاینظر الی صورکم و لکن ینظر الی قلوبکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے لیکن انکی نظر تمہارے قلوب پر ہوتی ہے) غرض یہ بات پورے طور پر ثابت ہو گئی کہ دعار میں حضور اور خشوع ہی مقصود ہے۔ اگر بے اس کے بھی کسی کی دعار قبول ہو جائے تو اس کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ مجھ پر خداوند تعالیٰ کا انتہائی احسان ہے، دعار کا اثر نہیں

۲۱۵۔ دعار کے امر میں اہتمام اور حکمار کی ایک بیعقلی

یہ ایک تمہید تھی مضمون دعار کی اب آیت کا مضمون سنیئے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس آیت میں بڑے اہتمام سے دعار کا مضمون بیان فرمایا ہے چنانچہ شروع میں یہ تصریح فرمائی کہ وقال ربکم (اور تمہارے رب نے فرمایا) حالانکہ پہلے سے معلوم تھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے مگر پھر اسکو اس لئے ظاہر فرمادیا کہ اسکی تاثیر نفس میں قوی ہو جائے اور مضمون مابعد کی وقعت دلوں میں زیادہ ہو۔ پھر لفظ ربکم ارشاد فرمایا اس میں بوجہ اظہار ربوبیت گویا اشارہ ہے دعار کے قبول کر لینے کا اس طور پر کہ چونکہ ہم ہمیشہ سے تمہاری پرورش کرتے آئے ہیں حتیٰ کہ بدون تمہاری درخواست کے بھی کی ہے تو کیا تمہاری عرض کو درخواست کرنے پر بھی قبول نہ کرینگے ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود   لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

(نہ ہم تھے نہ ہمارا کوئی کچھ زور اور بس تقاضا محض آپکے لطف و کرم نے میری نہ کہی ہوئی بات بھی سن لی)

آیت اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ الخ (جبکہ تمکو مٹی سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنے رحم مادر میں چھوٹے بچے تھے) میں

سی تربیت بے درخواست کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد پیدائش کے
عد کی حالت قابل غور ہے کہ یہ حالت ایسی تھی کہ کسی قسم کی تمیز و شعور اس
تت تک نہ ہوا تھا اس حالت میں اگر تمام دنیا کے حکما سقراط و بقراط وغیرہ
کٹھا ہو کر صرف اتنی ہی تدبیر کرنا چاہیں کہ بچہ دودھ پینا سیکھ جائے تو ہرگز وہ
یامت تک اس پر قادر نہیں ہو سکتے یہ اسی قادر ذوالجلال کی حکمت اور
حمت و عنایت ہے کہ اس نے بچہ کو دودھ چوسنا سکھایا۔ حکماء کہیں گے
کہ یہ خود طبیعت کا فعل ہے مگر جبکہ وہ خود طبیعت ہی کو بے شعور مان
چکے ہیں تو ایسے پرحکمت کاموں کا اسکی طرف منسوب کرنا بے شعوری نہیں
و اور کیا ہے؟ تیسرا اہتمام ربکم کی اضافت ہے گویا فرماتے ہیں کہ ہم
تمہارے ہی ہیں تم ہم سے مانگو اور اسی کی نظیر دوسری آیت میں اضافت
ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ الی قولہ بِعِبَادِهٖ بَصِيرًا (اور اگر اللہ اپنے بندوں
سے مواخذہ فرمائیں — وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے) حالانکہ یہاں
عباد ماخوذین کا ذکر ہے مگر انکو بھی اپنی طرف مضاف فرماتے ہیں سبحان اللہ
یا رحمت ہے۔

۲۱۶ - آیۃ ولو یواخذ اللہ الناس کیمتعلق ایک عجیب تحقیق

اس آیت کے متعلق ایک فائدہ علمیہ تفسیریہ سمجھنے کے قابل ہے
آدمیوں کے مواخذے کی تدبیر پر تمام دواب کے ہلاک کو کیسے مرتب
رمایا، تو وجہ اسکی یہ ہے کہ سب چیزیں انسان ہی کے لئے پیدا ہوئی ہیں
میا کہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا یعنی تمام چیزیں
و زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں خواہ انکا نفع بلا واسطہ تمکو پہونچے
واسطہ در واسطہ۔ پس چونکہ انسان کے لئے ہی سب چیزیں پیدا کی گئی
یں اسلئے انسان اگر گناہ پر ہلاک کیا جاتا ہے تو دوسری چیزیں بھی اسلئے

ہلاک کیجاتی ہیں کہ جب وہی نہ رہا جس کے لئے یہ سامان تھا تو پھر اس سامان کی کیا ضرورت ؟ جب آدمی نہ ہو تو پھر خیمے ڈیرے اور دیگر اسباب و سامان کس کام کے ۔ البتہ یہ شبہ اور باقی رہ گیا کہ بُروں کو تو ان کے بُرے کام کی سزا ملتی ہے اور نیک آدمیوں کو کیوں ہلاک کیا جاتا ہے ؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اچھے آدمی قدرے قلیل ہوتے ہیں اور انسان کی ضرورتیں تمدن و آسائش کے متعلق اس کثرت سے ہیں کہ تھوڑے آدمی ہرگز اسکو پورا نہیں کر سکتے پھر اگر بروں کے بعد نیک زندہ رہتے تو انکو جینا وبال ہو جاتا ان کے لئے یہ مرنا ہی مصلحت و رحمت ہوتا ہے۔

۲۱۷۔ دعا اگر دنیائے مباح کیلئے ہو وہ بھی عبادت ہے بخلاف اور عبادات کے اور اسکا راز۔ اور فناء الفنا کی توضیح ایک مثال سے

ایک خصوصیت خاص دعا میں اور عبادت سے زیادہ یہ ہے کہ اور جتنی عبادتیں ہیں اگر دنیا کے لئے ہوں تو عبادت نہیں رہتیں مگر دعا۔ ایک ایسی چیز ہے کہ یہ اگر دنیا کے لئے ہی ہو تب بھی عبادت ہے اور ثواب ملتا ہے مثلاً مال مانگے دولت مانگے یا اور کوئی دنیوی حاجت مانگے جب بھی ثواب کا مستحق بنے گا بر خلاف اور عبادت کے کہ اگر ان میں دنیوی حاجت مطلوب ہو تو ثواب نہیں ملتا ۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر طبیب نے کسی کو رائے دی کہ تم آج دن کا کھانا نہ کھاؤ اگر کھایا تو ضرر دیگا اس نے کہا کہ لاؤ آج روزہ ہی رکھ لیں پس روزہ رکھ لیا تو اسکو خالص روزے کا ثواب نہ ملیگا کیونکہ اسکو دراصل روزہ رکھنا مقصود نہیں ۔ ایسے ہی کوئی شخص مسافرت میں اس نیت سے مسجد کے اندر اعتکاف کرلے کہ سرائے کے کرایہ وغیرہ سے بچیگا تو اسکو خالص ثواب اعتکاف کا نہ ملے گا ۔ مگر دعا

یں یہ بات نہیں چاہے کتنی ہی حاجتیں دنیوی مانگو مگر پھر بھی ثواب ملیگا اور دعا میں یہ خصوصیت اسلئے ہے کہ دعا سراسر نیازمندی ہے اور عجز وانکسار اور اظہار عبدیت واحتیاج یہ دعا مانگنے کے وقت بھی متحقق ہے اور نیازمندی خود ایک بڑا محبوب عمل ہے کیونکہ جہاں نیازمندی ہوگی وہاں کبر نہیں رہے گا اور کبر اور خودی بھی بڑا مبغوض اور بڑا حائل ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ الکبریاء ردائی والعظمة ازاری (کبریائی میری چادر ہے اور بڑائی میری ازار ہے) ردا اور ازار سے مراد یہ ہے کہ دونوں میرے وصف خاص ہیں اور کوئی دوسرا ان دو وصفوں کا مدعی محقق نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک دفعہ منام میں جناب باری سے عرض کیا کہ دلنی علی اقرب الطرق الیك (مجھے اپنی جانب کا قریبی راستہ بتلا دیجئے) جواب ارشاد ہوا دع نفسك وتعال (نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ) حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو کیا خوب بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست   تو خود حجاب خودی حافظا از میاں برخیز

(عاشق اور معشوق کے درمیان میں کوئی حائل نہیں ہے تم ہی خود اپنے حجاب ہو اسے حافظ درمیان سے ہٹو)

تو در رو گم شو وصال اینست و بس   گم شدن گم کن وصال اینست و بس

(تم محبوب میں گم ہو جاؤ بس وصال یہی ہے اور پھر اپنے گم ہونے کو بھی گم کر دو بس وصال یہی ہے)

حاصل یہ کہ اپنی خودی کو مٹاؤ یہاں تک کہ اپنے مٹانے پر بھی نظر نہ رہے یعنی اس صفت فنا پر بھی نظر نہ رہے اور اسکا نام اصطلاح میں فناء الفناء ہے۔ اور اسکو شاعرانہ مضمون نہ سمجھا جائے کہ مٹانے کو بھی مٹاؤ۔ اس کے نظائر تو روزمرہ واقع ہوتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ فناء الفناء کی توضیح اس مثال سے اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی کا کوئی دلربا معشوق ہو اور عاشق اسکے خیال میں مستغرق ہو اس حالت میں اسکو خیال نہیں کہ میں خیال کر رہا ہوں کسیکو یاد کیجئے

س یاد کی طرف ذرا بھی ذہن نہیں جاتا۔ آدمی سوتا ہے مگر اسوقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ میں سوتا ہوں اور اگر یہ خبر ہو جائے تو وہ سوتا ہوا نہیں ہے۔

۲۱۸۔ احوال عالیہ کے حصول سے مایوس نہ ہونا چاہیئے اوران کے حصول کی شرط

اوران احوال عالیہ کو سنکر یہ نا امیدی نہیں چاہیئے کہ بھلا ہمکو کب یہ دولت سر ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا واسع ہے اسکو کچھ دشوار نہیں ؎

تومگو مارا بداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

(یہ مت کہو کہ ہماری اس شاہ تک رسائی نہیں ہے۔ بھائی کریموں کے لیے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

البتہ ایسے احوال کے حصول کے لئے شیخ کی ضرورت ہے اور صحبت وہ چیز ہے کہ دیکھو انڈا کیا چیز ہے سفیدی اور زردی کے سوا اس میں کچھ بھی نہ تھا مگر مرغی کے سینے سے اس میں جان آگئی تو کیا صحبت کاملین کی اس سے بھی گئی گذری ہے۔ اور یہ وسوسہ بھی نہ ہو کہ صحبت تو ایسی چیز ضرور ہے مگر خود وہ لوگ کہاں ہیں جنکی صحبت میں یہ برکت ہو سو یقین کے ساتھ سمجھو کہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس برکت کے موجود ہیں ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشان است　　　خم وخمخانہ با مہرو نشان است

(ابھی تک وہ ابر رحمت اسی طرح سے برس ہی رہا ہے خم اور خمخانہ بدستور ہے اور مہر و نشان بھی موجود ہے)

دل سے میدانِ طلب میں آنا چاہیئے نری روکھی سوکھی آرزو سے کام نہیں چلتا صدق طلب ہونی چاہیئے اور کوشش ؎

گرچہ رخنہ نیست در عالم پدید　　　خیرہ یوسف وار می باید دوید

(اگرچہ (احاطہ) عالم میں کہیں شکستگی (یعنی بھاگ نکلنے کی راہ) بظاہر نہیں معلوم ہوتی لیکن یوسف کیطرح دیوانہ وار دوڑنا چاہیئے)

یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کو کیا اپنے مولیٰ پر بھروسہ تھا کہ باوجود دروازے

بند ہونے کے دوڑے اور کوشش کی اللہ تعالیٰ نے دروازے بھی کھول دیئے
اگر صدق دل سے طلب اور کوشش ہو تو مقصود ملنے کی یقینی امید ہے۔

۱۱۹۔ رجوع بجانب سرخی
(دعا، اگر دنیا کے لئے ہو وہ بھی عبادت ہے)

غرض حاصل یہ کہ دعا کا خلاصہ نیاز مندی ہے اور دعا خواہ کسی قسم کی ہو دینی ہو یا دنیوی ہو مگر ناجائز امر کے لئے نہ ہو سب عبادت ہے خواہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کی ہو یا بڑی چیز کی حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ اگر جوتی تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو خدا تعالیٰ سے مانگا کرو۔

۲۲۰۔ اہل اللہ کبھی اظہار عبدیت کیلئے بےصبری کی صورت اختیار کرتے ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کی شکایت مرض کی ایک لطیف توجیہ

حکایت: ایک بزرگ رو رہے تھے کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو فرمایا بھوک لگی ہے۔ اس نے کہا کیا بچے ہو کہ بھوک سے روتے ہو؟ انھوں نے فرمایا کہ جب مولیٰ کی یہی مرضی ہو کہ میں بھوک سے روؤں تو پھر استقلال کیوں اختیار کروں ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں — خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(اگر دین کے سلطان ہی ہم سے طمع کی خواہش کریں تو پھر قناعت کے سر پر خاک ڈالنا چاہیئے)

نالم ایرا کہ نالہا خوش آیدش — از دو عالم نالہ و غم بایدش

(میں اسلئے روتا ہوں کہ اسکو نالہ و فریاد پسند ہے اور اسکے نزدیک نالہ و غم دونوں جہان کی سب چیزوں سے بڑھکر ہے)

بعض اہل لطائف کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ

اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ میں مرض کی شکایت کا اظہار کروں تب فرمایا رب انی مسنی الضر الخ (اے میرے رب مجھے فاقہ اور تنگی پہونچی ہے) ورنہ یہ اظہار بے صبری کیوجہ سے نہ تھا۔ اگر بے صبری ہوتی تو اللہ تعالیٰ انکی یوں تعریف نہ فرماتے انا وجدناہ صابرا نعم العبد (ہم نے اسکو صابر پایا۔ ایوب ہمارا کتنا اچھا بندہ ہے) سہ

در نیابد حال پختہ ہیچ خام ۔۔۔ پس سخن کوتاہ باید والسلام

(کامل کے حال کو کوئی ناقص اور خام شخص نہیں سمجھ سکتا لہٰذا بات کو اب ختم ہی کر دینا چاہیئے)

۲۲۱۔ کاملین کا مقصود صرف حق تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے کیفیات باطنیہ پر انکی نظر نہیں ہوتی

غرض ان کاملین کی نظر خدا تعالیٰ کی رضا پر ہوتی ہے اپنا حظ ظاہری یا باطنی کچھ مقصود نہیں ہوتا جس میں خدا تعالیٰ راضی ہوں وہی کرنے لگتے ہیں

گفت معشوقے بعاشق اے فتیٰ ۔۔۔ تو بغربت دیدۂ بس شہرہا

پس کدامی شہر ازانہا خوشتر است ۔۔۔ گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

(ایک معشوق نے عاشق سے پوچھا کہ اے جوان تو نے ادھر ادھر پھرنے میں بہت سے شہر دیکھے پس کونسا شہر ان شہروں میں زیادہ خوبصورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہی شہر جس میں (میرا) دلبر ہے)

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ ۔۔۔ جنت است او گرچہ باشد قعر چاہ

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا ۔۔۔ بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

(جہاں کہیں یوسف جیسا چاند موجود ہوگا وہ جنت ہی ہے اگرچہ کوئیں کا گڈھا ہی کیوں نہو (اے میرے محبوب تو ساتھ ہو تو دوزخ بھی جنت ہی ہے اور اے دلربا بغیر تیرے جنت بھی ہو تو وہ دوزخ ہے عاشقوں کی کچھ اور ہی شان ہے۔

Regd. No.1 2/9/AD-111
MAR. 1984
nthly
WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعہ تالیفات مصباح الامۃ

پریس اینڈ رجسٹریشن آف بکس ایکٹ (۱۹۵۶ میں ترمیم شدہ) کی دفعہ ۱۹ ڈی کے قاعدہ ۸ کے مطابق ماہنامہ وصیۃ العرفان کی ملکیت وغیرہ کے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیلات شائع کی جاتی ہیں

(۱) مقام اشاعت :- الہ آباد

(۲) وقفہ اشاعت :- ماہوار

(۳) پرنٹر کا نام، قومیت اور پتہ :- مولوی عبد المجید۔ ہندوستانی۔ ۵، جانسن گنج۔ الہ آباد

(۴) پبلشر کا نام، قومیت اور پتہ :- صغیر حسن۔ ہندوستانی۔ ۱۸، اقبال پور۔ الہ آباد

(۵) اڈیٹر کا نام، قومیت اور پتہ :- مولوی عبد المجید۔ ہندوستانی۔ ۵، جانسن گنج۔ الہ آباد

(۶) ان اصحاب کے نام جو اس رسالے کے مالک و حصہ دار ہیں یا جن کے تمام سرمایہ کے ایک فیصدی سے زیادہ کے حصہ دار ہیں :- مولوی احمد متین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد

میں صغیر حسن اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

(دستخط) صغیر حسن (پبلشر)

شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا
دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۴ ، اپریل ۱۹۸۴ء جلد ۲

مکتبہ وصیۃ العلوم بخشی بازار



حاملِ مضامینِ تصوف و احسان — ماہنامہ — افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپیے — چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپیے

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ — مدیر: عبد المجید عفی عنہ — دو روپیے ۲ پیسے

شمارہ ۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ مطابق اپریل ۱۹۷۹ء — جلد ۷

فہرستِ مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی محمد عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و پبلشر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷ ڈی ۱۱۱

پیش لفظ

(ایک ترمیم اور ایک توسیع)

گذشتہ ماہ کے پیش لفظ میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ دائرۃ الاشاعۃ خانقاہ مصلح الامۃ کی جانب سے حضرت مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کی ایک مستند اور جامع سوانح عمری بنام "حیات مصلح الامۃ" عنقریب ناظرین کرام کی خدمت میں پیش ہونے والی ہے چنانچہ اسکے ۲۶ فارم پریس بھی روانہ کردیئے گئے لیکن احباب کی رائے ہوئی کہ اگران کاپیوں کو حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہٗ بھی ملاحظہ فرمالیتے اور چند الفاظ میں اپنے تاثرات و خیالات کا بھی اظہار فرمادیتے تو ہمارے لئے شرف و تقویت کا باعث ہوجاتا ۔ چنانچہ چند احباب نے رائے بریلی کا سفر کیا ۔ حضرت مولانا مدظلہٗ نے خود ہی دریافت فرمایا کہ کوئی خاص بات تنہائی میں فرمانی ہو تو فرمالیں ۔ ان حضرات نے لکھی ہوئی کاپیاں پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسی کو ملاحظہ فرما کر چند کلمات تحریر فرمادینے کی درخواست ہے ۔ تفصیل سفر کا بیان مقصود نہیں ، حاصل یہ کہ اس درخواست سے حضرت مولانا بہت ہی خوش ہوئے اور پیش لفظ لکھنے کو انتہائی مسرت کے ساتھ منظور فرمالیا جیسا کہ اپنے مقدمہ کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"حیات مصلح الامۃ" تالیف مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی پر یہ چند تعارفی و تمہیدی سطور تحریر کرنا میرے لئے بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے کہ خریداران یوسف کی صف میں ایک بضاعۃ مزجاۃ لیکر راقم السطور بھی شامل ہوگیا ۔ ع ۔
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است "

اور ختم تحریر کے قریب ارقام فرمایا کہ :-

" مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی کی تالیف کی ہوئی کتاب حیات مصلح الامۃؒ کا کتابت شدہ مسودہ جو طباعت کے لئے دیا ہے اور جسکی اشاعت دائرۃ الاشاعۃ خانقاہ مصلح الامۃ ۔ الٰہ آباد کیطرف سے عنقریب ہونے والی ہے سامنے آیا

میں نے جستہ جستہ اس پر نظر ڈالی اور اسکے بعض حصے سے کتاب جدید اسلوب اور مذاق کے مطابق لکھی گئی ہے اور اس میں (جہاں تک مجھے اندازہ ہوا) وہ خصوصیات موجود ہیں جنکی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ میرا مصنف سے اس کتاب کے ذریعہ پہلی مرتبہ تعارف ہوا وہ مدرسہ دینیہ غازی پور میں مدرس ہیں جنکا اصلاً اشتغال درس و تدریس سے ہوگا لیکن ان میں تصنیفی سلیقہ۔ تحریر میں ایسی شگفتگی اور سلاست۔ کتاب میں ایسی حسن ترتیب اور مضامین کا انتخاب ہے جو کہنہ مشق مصنفوں اور اہل قلم میں پایا جاتا ہے

اس کتاب کی اشاعت وقت کی ایک اہم دینی و اصلاحی خدمت اور بزرگوں کی سوانحعمریوں میں ایک قابل قدر اضافہ ہے میں مصنف اور "دائرۃ الاشاعۃ خانقاہ مصلح الامۃ" کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انکو ایک ایسی مفید کتاب کی اشاعت کی توفیق ہو رہی ہے۔ حضرتؒ کے خلیفہ و مجاز اور جانشین مولانا قاری محمد مبین صاحب اور حضرت کے معتمد و کاتب خاص مولانا عبدالرحمن جامی صاحب قارئین و مستفیدین کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے ایما و حکم سے ایک ایسی مفید و جامع کتاب وجود میں آئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ نفع پہونچے اور پڑھنے والوں میں اس سے اپنے اصلاح حال کا جذبہ اور دینی ترقی کا شوق پیدا ہو

(حضرت مولانا) ابوالحسن علی ندوی (صاحب مدظلہٗ)

(دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ)

اس سفر میں ایک چیز یہ پیش آئی کہ بعض احباب نے کتاب کا نام "آثار مصلح الامۃ" ہونے پر اشکال کیا اور فرمایا کہ نام تو نہایت عام فہم اور واضح ہونا چاہئے اسکو حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ندوی مدظلہ کی خدمت میں بھی برائے استصواب پیش کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ دو تین نام اور پیش کئے گئے۔ مولانا مدظلہ نے "حیات مصلح الامۃ" کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ بڑا زندہ نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے ہمارے قلوب میں بھی حیات پیدا فرمادے

اسلئے اب اس کتاب کا نام مآثرِ مصلح الامۃؒ کے بجائے حیاتِ مصلح الامۃؒ کردیا گیا۔ یہ تو ترمیم تھی جسے عنوان میں عرض کیا گیا ہے اور توضیح یہ ہے کہ جامی صاحب کی علالت اور بعض حضرات اہل مشورہ کے سفر کی وجہ سے اشاعت میں قدرے تاخیر ہو رہی ہے۔ چنانچہ رسالہ بھی تاخیر ہی سے شایع ہو رہا ہے۔

اسلئے حیاتِ مصلح الامۃ کی رعایتی قیمت =/35 Rs کی آخری مدت اب آخر رجب کے بجائے آخر شعبان ۱۴۰۲ھ تک اور آخر اپریل کے بجائے آخر مئی ۱۹۸۲ء تک کردی گئی ہے

حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ندوی مدظلہٗ کا پیش لفظ جو کتاب حیاتِ مصلح الامۃ کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے اس میں شک نہیں کہ تالیف ہٰذا کے عین مطابق اور حضرت اقدسؒ کے مزاج شناسی کا کامل مظہر ہے کیونکہ حضرت اقدس بھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہی اخلاص و نفاق کی بحث میری ساری عمر کی کمائی ہے۔ اس طور پر گویا حضرت مولانا ندوی مدظلہٗ نے اپنے پیش لفظ میں حضرتؒ کی حیات کا خلاصہ اور حضرت کی تعلیمات کا محور متعین فرماکر حاصلِ حیاتِ مصلح الامۃؒ کی طرف نشاندہی فرمائی ہے اور امت کو اس مصلح کے پسندیدہ طریق کی جانب متوجہ فرمانے کے لئے چند لفظوں میں اسکا حاصل بیان فرمادیا ہے اس لحاظ سے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مولانا ندوی کا یہ پیش لفظ ایک متن ہے جسکی شرح گویا پوری حیاتِ مصلح الامۃ ہے یا مفصل حیاتِ مصلح الامۃ کا یہ ایک نہایت عمدہ پرمغز اور کارآمد خلاصہ ہے۔

میرے ناقص خیال میں کسی کتاب کا مقدمہ دراصل وہی کہلائے جانے کا مستحق ہے جسکو اصل کتاب سے کم ازکم اجمال و خلاصہ یا تفصیل و بسط کا تو تعلق ہو۔ الحمدللہ حضرت مولانا ندوی نے اسکا خوب ہی خوب حق ادا فرمادیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء سارا پیش لفظ ذرا طویل تھا یہاں صرف اسکا اول و آخر بطور نمونہ کے ذکر کردیا گیا ہے باقی پورے کا لطف حاصل کرنے کے لئے تو کتاب 'حیاتِ مصلح الامۃ' ہی کا انتظار فرمایئے۔

(اب گذارش یہ ہے کہ)

آپ احباب کو متوجہ فرمانے کے لئے ماہ مارچ کے رسالہ کا پیش لفظ انھیں سنائیں اور تاثر مصلح الامۃ کو حیات مصلح الامۃ سے تبدیل فرمادیں۔ اور مزید یہ کہ حیات مصلح الامۃ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ آپ کو اسکے شروع میں حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ العالی کے قلم کا لکھا ہوا ایک پیش لفظ ملیگا جس کے حسن کا اندازہ تو آپ کو اسکے ابتدائی اور آخر کے چند جملوں سے ہی ہوگیا ہوگا اور پورا لطف تو کتاب کے مطالعہ ہی سے حاصل ہو سکے گا۔

حیات مصلح الامۃ کا سرورق ملاحظہ کرکے ایک جانب اگر آپ کو یہ شعر متاثر کرے گا کہ ؎

سالہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

سالہا سال تک ساری دنیا میں ہر جگہ (حیات (زندگی) آہ و فغاں اور نالہ و فریاد کرتی رہتی ہے تب جاکر عشق کی بزم سے ایک دانائے راز پیدا ہوتا ہے) دوسری جانب آپ کو اپنے ان داغہائے سینہ کو تازہ رکھنے کے لئے یہ مضمون آمادہ کرے گا کہ ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اگر تم اپنے ان سینہ کے زخموں کو ہرا اور تازہ رکھنا چاہتے ہو تو کبھی کبھی اس دیرینہ قصہ (حضرت اقدس کی صحبت اور ان کے کارناموں کو بھی یاد کر لیا کرو۔)

حیات مصلح الامۃ کی قیمت تو 50/- روپیہ ہے لیکن تا اختتام مئی ۸۳ء اور شعبان ۱۴۰۳ھ کے اندر اندر پیشگی قیمت آجانے پر صرف 35/- روپیہ میں حاصل کیجا سکتی ہے۔

(ادارہ)

من ابصر محاسن نفسہ ابتلی بمساوی الناس ومن ابصر عیوب نفسہ سلم من رویۃ مساوی الناس۔

وغایت لئیمی وشقاوت دریں است کہ کس در تتبع وتفحص کاروبار یار خود باشد چہ ایں بدترین امراض باشد کہ ایں شغل است بما لایعنی وفوات ما یعنی چہ شغل واشتغال بکاروبار خود باید داشت نہ بکار وبار دیگرے ونیز نفس شوم او ذخیرہ میکند امور صاحب خود را واو خبر ندارد چہ دوستیٔ او در حق آں صاحب کہ بالفعل وار غافل ساختہ است از اندیشۂ نفس ومکروے کہ وے یکروزے بداں ذخیرۂ کار خود خواہد ساخت پس وقتے کہ می بیند آنکس درآں یار چیزے کہ موافق مزاج آں نباشد می برآرد ذخیرہ عیوب آں یار وہمہ را یگاں یگاں برآں بیچارہ شرح می دہد ومنجر می شود کاروبار مفسداں بسوئے فساد عظیم وعداوت جسیم

مرزا صاحب مراد حضرت مرزا مظہر ۱۲

جو شخص اپنے نفس کی خوبیوں کو دیکھے گا تو دوسروں کے عیوب دیکھنے میں مبتلا کر دیا جاویگا اور شخص اپنے نفس کے عیوب کو دیکھے گا تو وہ لوگوں کے عیوب دیکھنے سے محفوظ رہیگا۔

اور انتہائی شقاوت اور کمینہ پن ہے کہ کوئی اپنے ساتھی کے حالات ومعاملات کے تتبع اور تجسس میں لگ جائے اسلئے کہ یہ ایک بدترین ہے کیونکہ ایک لایعنی شے میں مشغول ہونا اور کام کی بات کا فوت کرنا ہے اس لئے دوسروں کی باتوں میں مشغول ہونے کے بجائے خود اپنے حالات میں نظر کرنا چاہیئے۔ نیز یہ اسکا یہ منحوس نفس خود اپنے ساتھی کی باتوں اور برائیوں کا ذخیرہ کرتا رہے گا اور اسکا علم بھی نہ ہوگا اس لئے کہ اس کے ساتھی کی موجودہ دوستی اسکو نفس کے مکر اور فریب سے غافل رکھے گی، یہاں تک کہ ایک دن ایسا آئیگا کہ اس ذخیرے سے اپنا کام نکالے گا چنانچہ جب کسی وقت اپنے اس ساتھی کیجانب کوئی ایسی بات دیکھے گا جو اسکے مزاج کے موافق نہ ہوگی تو اسکے عیوب کے ذخیرہ کو اٹھا لائیگا ان سب کو ایک ایک کرکے اس غریب پر شمار کریگا یہاں تک کہ یہ امر فساد عظیم اور عداوت شدید کا سبب بن جائیگا۔

این بیماری در اصحاب واصدقہ
بیار است و درین باب گفتہ اند
حذر عدوک مرۃ واحذر صدیقک
الف مرۃ فلربما ھجر الصدیق
فکان اعلم بالمضرۃ۔

و ہمہ آں وبال است کہ
باز می شود بر قائل اگر آں ہم
راست بود۔

و یکے از امراض مذکور سوال
از احوال مردم باشد و از اعمال
ایشاں دبہ پرسد کہ زید چرا آمد
و خالد چرا رفت و اہل من عقب
من چہ می کنند و بچہ کار مشغول میشود

و دوائے آں ہمہ کہ مذکور شد
سکوت باشد و عدم استعلام و
استیذان در وقت دخول در
بیت خود و بیوت غیر۔ آیا
نمی بینی کہ رسول ستار العیوب
چوں از سفر در بیت بر اہل خود
ناگاہ نرفت و بہ طریق ناگہانی
داخل نہ شد و مطلوب او ستر بود
و عدم علم بحال اہل چہ او می داند
کہ ہر کسے ہیآتے دارد و خصالاتے

اور یہ بیماری ساتھیوں اور دوستوں میں بہت ہوتی ہے
اسی لئے اس بات میں کہا گیا ہے کہ نہ اپنے دشمن سے ایک مرتبہ
احتیاط رکھو اور دوست سے ہزار مرتبہ اسلئے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ
یہ دوست ساتھ چھوڑ دے گا تو گھر کا بھیدی ہونے کی وجہ
سے تمہاری کمزوریوں سے زیادہ واقف ہوگا اسلئے زیادہ مضر ہوگا۔

اور یہ سب ایسا وبال ہے جو بات کہنے والے پر لوٹتا
ہے۔ اگرچہ باتیں ٹھیک ہی کیوں نہ ہوں۔

اور انھیں امراض مذکورہ میں سے ایک مرض
لوگوں کے حالات اور اعمال کا دریافت کرنا ہے
مثلاً یہ کہ یوں پوچھے کہ زید کیوں آیا؟ اور
خالد کیوں گیا؟ اور میرے اہل و عیال میری
عدم موجودگی میں کیا کرتے ہیں اور کن امور
میں مشغول ہوتے ہیں۔

اس مرض کا علاج یہ ہے کہ سکوت اختیار
کرے اور اس قسم کے سوالات ہی کو ترک کرلے۔
اور اپنے یا غیر کے گھر میں داخل ہوتے وقت
اجازت لے۔ نہیں دیکھتے ہو کہ رسول ستار العیوب
صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سفر سے اپنے اہل کے گھر
اچانک تشریف نہیں لاتے تھے اور گھر کے اندر
یک بیک نہیں داخل ہوتے تھے اس سے آپ کا
مقصد ستر تھا تاکہ اپنے اہل کے حال غیر ملائم پر آپ
واقف نہ ہوں اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ
ہر شخص ایسی ہیئت میں بھی کبھی ہوتا ہے کہ جس پر غیر کا

کہ واقف نتواں شد و نیز نہ بر حال کس واقف تواند شد اگرچہ نیک باشد۔

چہ ہر کار و بارے کس واجب المعرفۃ نباشد بر تو و سر بسر بے مزہ می شود آں شخص کہ می پرسی آنرا از حال یار برادر خود چہ او نمی خواہد کہ بگوید از اسرار برادر و یار تو و اگر نگوید تہر میکنی و می گوئی کہ اگر او خود بودے می گفتے آنچہ می پرسم از حقیقت او و ظاہر می کنی مودت او کہ در یک وقت مار خونخوار می شود۔ آں مودت و ایں ہمہ بلا از فضولیٔ کلام است و از استعلام مالایعنی۔

پس دواے آں بلا ترک آں کلام و استعلام باشد کہ مقتضائے مروت و دینداری آں کار است۔

و از امراض مذکور یکے ایں است کہ منت نہی بر برادر در احسان و انعام خود بر آں برادر در حضور و در غیبت۔

واقف ہونا پسند نہیں کرتا۔ نیز یہ کہ ہر شخص کے جملہ حالات پر واقف ہونا ہی کیا ضرور ہے اگرچہ اچھے ہی کیوں نہ ہوں۔

اسلئے کہ لوگوں کے تمام حالات تمھارے لئے واجب المعرفۃ کلی تو نہیں ہوتے۔ اور سراسر مکدر اور بے لطف ہو جائیگا وہ شخص جس کے بھائی کا جو کہ تمھارا دوست ہے حال تم اس سے حال دریافت کرو اسلئے کہ اسکو پسند نہیں ہے کہ اپنے بھائی کا بھید جو کہ تمھارا دوست بھی تم سے بیان کرے اور اگر نہیں بیان کرتا تو تم اس پر خفا ہوتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر وہ خود موجود ہوتا تو ہم سے ضرور بیان کر دیتا ان تمام باتوں کو جو میں تم سے دریافت کر رہا ہوں اور تم اس شخص کی ایسی محبت ظاہر کرتے ہو کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے وقت میں یہی محبت تمھارے لئے مار خونخوار ثابت ہو۔ غرضیکہ یہ تمام مصیبتیں فضول کلامی کا نتیجہ اور لا یعنی باتیں دریافت کرنیکا ثمرہ ہیں۔

پس اسکا علاج یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں کو ترک کیا جائے اور سوال ہی نہ کیا جائے کہ انسانیت اور دینداری کا یہی تقتضا ہے۔

اور منجملہ امراض قولی کے ایک یہ ہے کہ تم احسان کر کے اپنے بھائی پر اپنے احسان اور انعام کو جتلاؤ اس کے سامنے یا پس پشت۔

چہ آں کار تو خوش نیاید اورا بلکہ آں کار را ایلام باشد در نفع انعام۔

و مقرر است میان اہل دانش کہ احسان با امتنان جمع نمی شود غایۃ الامر آں برادر در شکر و ثنائے تو خواہد بود تا دیگر احسان مسدود الباب نہ شود و نیز حبط می شود اجر آں چنانکہ فرمود علام الغیوب لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی و ہیچ ایذائے بزرگ تر نمی باشد از منّ و امتنان و دوائے آں بلائے بزرگ ایں است کہ نہ بینی وصول نعمت بسوئے برادر مگر از حق ۔ و دست خود را نیابی مگر دست امانت و ودیعت لیکن قبل ازیں نمی دانستی کہ بکہ حوالہ نمایم آں امانت پس اکنوں صد شکر بگو برادر نمودن آں امانت کہ حفظ آں بارِ عظیم بود بر گردن تو۔ و از عارف بایں حالت و حاضر بریں منت و احسان متصور نیست۔

یہ اسلئے مذموم ہے کہ اولاً تو اسکو تمھاری یہ بات پسند نہ آئیگی بلکہ ایسا کرنے سے اسکو تکلیف ہوگی اور تمھارے انعام کو بھی ختم کر دے گا۔

کیونکہ اہل دانش کے نزدیک یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ کہ احسان و امتنان دونوں جمع نہیں ہو سکتے زیادہ سے زیادہ یہ ہو جائے گا کہ تمھارا وہ بھائی تمھاری کچھ تعریف کر دے اور وہ بھی اسلئے تاکہ تمھاری جانب سے احسان و انعام کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔ ثانیاً اسلئے کہ عند اللہ اسکا اجر حبط ہو جائے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے صدقات کے ثواب کو احسان جتلا کے یا ایذا کی بات منھ سے نکال کر کے ضائع نکرو اور سچ یہ ہے کہ احسان رکھنے اور جتلانے سے بڑھکر کوئی بات تکلیف دہ نہیں ہے۔ اور اس بڑی بیماری کا علاج یہ ہے کہ اپنے اس بھائی کو جو کچھ تم نے دیا ہے اسکو حق تعالیٰ کی جانب سے سمجھو اور اپنے ہاتھ کو امانت کا ہاتھ جانو یعنی یہ سمجھو کہ یہ چیز کسی کی امانت تھی لیکن دینے سے پہلے تم جانتے نہ تھے کہ کس کے حوالہ کرو پس اب صد شکر بجالاؤ کہ تم اس امانت کو اسکے اہل کو دیکر اسکی حفاظت کے بار اور ذمہ سے عہدہ برآ ہو گئے ہو اور اس سے تمھاری گلو خلاصی ہو گئی ہے اور جو شخص اس حقیقت کو سمجھتا ہے اور جس کے پیش نظر یہ راز ہوتا ہے وہ احسان نہیں جتلایا کرتا۔

یکے از امراض قولی این است که بگوئی شخصے که درحق یک فرزند خود زیاده احسان کرده است بحکم وقت مصلحت این که چرا آن درحق این فرزند نیز نکرد۔ چه این کلام فضولی و مورث عداوت فرزند درحق پدر۔ و این امر واقع نمی شود مگر از جاہل غبی که کلام فضولی بسیار گوید و حکم صبی علی الدوام دارد۔

و این بیماری بعد از وقوع علاج پذیر نباشد اما قبل از وقوع دوائے آن این است که مطالعه کند قول رسول علیه السلام را من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه

ویکے از امراض مذکور این است که بگوئی ۔ من اظہار حق میکنم و می گویم آنرا مخاطب و سامع خوشحال شوند یا دیگر۔ و خبر نداری این کلمه تو فضول است در آن و نمی دانی که کلمه حق مواطن دارد پستر میگوئی که من کلمه حق بزید گفتم و گران آمد آن حق بر وے۔

اسی طرح سے منجملہ امراض قولی کے ایک یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص سے جس نے اپنے لڑکوں میں سے ایک کے ساتھ کسی وقتی مصلحت کی بنا پر کچھ زیادہ انعام واحسان کیا ہو یہ کہو کہ اس دوسرے کے حق میں بھی تم نے ایسا کیوں نہیں کیا اور یہ قول مرض اس لئے ہے کہ بالکل فضول اور لغویات سے ہے اسکی وجہ سے اس لڑکے کو باپ ہی سے عداوت ہو جائیگی اور اس قسم کی بات کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے جو کہ بالکل غبی ہو اور بیکار باتیں بکتا رہتا ہو اور یہ شخص ایسا ہے جیسے اس سے اسکا بچپنا ابھی ختم نہیں ہوا۔

اور یہ مرض واقع ہو جانے کے بعد لا علاج ہو جاتا ہے البتہ وقوع سے پہلے علاج پذیر رہتا ہے چنانچہ اسکا علاج یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو مستحضر رکھا جائے کہ "آدمی کے اسلام کی خوبی سے یہ بات ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کر دے"

نیز امراض قولی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم یوں کہنے لگو کہ میں تو حق بات کہوں گا اور اس کو پہنچا کے مانوں گا خواہ سننے والے کو اچھی لگے یا بری لگے ۔ اور تم کو یہ خبر نہیں کہ تمہاری یہ بات بالکل لغو ہے اور نہیں جانتے کہ حق بات کہنے کے بھی مواقع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بھی تم یہ کہتے ہو کہ میں تو زید سے حق بات کہتا ہوں اور وہ اس پر شاق ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۳۵)

حال : پس از سلام مسنون نیاز مشحون ۔ عرض ہے کہ پرسوں ہفتہ کے دن والا نامہ شرف صدور لانے کے بعد ایک خط لکھا مگر طبیعت میں سکون نہیں ہے چند واقعات پھر خدمت میں پیش کرنے کے لئے تقاضا شدید ہو رہا ہے لہٰذا آج بھی کچھ عرض کرتا ہوں ۔

حضرت والا نے فتحپور میں جب یہ ناکارہ خدمت میں حاضر ہوا تھا تنہائی میں فرمایا تھا کہ — " دیکھو حضرت گنگوہی حضرت تھانوی قدس سرہم ائمہ دین ہونے کے مستحق تھے انکا علم ایسا تھا ۔ اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ علم ظاہری کے پورے عالم بھی کسی استاد سے پڑھکر نہیں بنے تھے اور بہت ساری چیزوں میں ان حضرات کو حضرت حاجی صاحبؒ سے کچھ اختلافات بھی تھے باوجود اسکے ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک حضرت حاجی صاحبؒ کے عاشق تھے ۔ ان حضرات کے کمالات باطنی جو انتہا درجہ کو پہونچے ہوئے ہیں اس کامیابی کا راز یہی ہے اسکو یاد رکھو " — حضرت والا اس وقت سے یہ ارشاد میرے دل میں خوب راسخ ہوگیا ہے اسی کی فکر رہتی ہے کہ اس کلید کامیابی کو حد کمال تک حاصل کرلوں ۔ الحمد للہ کہ ہر طرف سے ذہن اور دل کو خالی کر کے حضرت والا کے قدموں میں آکر پڑا ہوں نہ کسی کی تقریر و تحریر سے دلچسپی نہ کسی کی تصنیف و تالیف کی طرف رغبت ہے نہ کسی سے استفادہ کی خواہ کسی قسم کا ہو دل میں ذرہ بھر ہوس نہ کسی کے افاضہ کی جانب ذرہ بھر توجہ ہے ۔

دل آرامیکہ داری دل درو بند   دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(جس محبوب سے تعلق ہے بس دل کو اسی کے ساتھ وابستہ رکھو اور بقیہ تمام عالم سے آنکھیں بند کرلو)

کا قریب قریب مصداق ہوں ۔

تحقیق : الحمد للہ ۔

سال: اس میں جب کبھی کسی مشغلہ سے ذرہ بھر خلل پڑنے کا شائبہ بھی ہوتا ہے تو اسکے متعلق تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے اور اسکی تحقیق بھی حضرت والا کے سوا اور کہاں سے ہوسکتی ہے۔

تحقیق: آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔

سال: اسوقت یہی بات پیش ہوئی کہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ وغیرہ کا مطالعہ کرنے اور دوسروں کو سنانے کے مواقع بہت پیش آتے رہتے ہیں

تحقیق: الحمدللہ۔

سال: نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی ایسے حضرات سے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر خلفاء سے تعلق رکھنے والے ہیں یا کسی دوسرے بزرگوں سے انکا تعلق ہوتا ہے، کبھی کبھی ہوجاتا ہے مگر میں دل سے کہتا ہوں کہ اسوقت دل میں تقاضا رہتا ہے کہ حضرت والا کا تذکرہ بھی شروع کردوں چنانچہ اسے ذرا سی تقریب سے شروع کردیتا ہوں۔ یہ بات کبھی کبھی اس قسم کے حضرات کسی ضرورت سے میرے پاس آکر ضمنی طور پر چھیڑ دیتے ہیں تو ہوتی ہے۔ اس میں مجھے یہ خدشہ پیدا ہوا کہ جس طرح ہر طرف سے دل کو خالی کرنا ضروری ہے اسی طرح سے شیخ الشیخ کے متعلق بھی کرنا ہوگا یا اسکے متعلق کوئی ضابطہ ایسا ہے کہ اس ضابطہ کی حد تک کچھ گنجائش ہے؟

اب حضرت والا کا ارشاد دیکھنے کے بعد اسکی برکت سے یہ بات ذہن میں آئی کہ اگر غلو نہ ہو حدود کے اندر رہ کر ہوسکتا ہے تو اس میں گنجائش ہے۔

لیکن اول تو حدود کے اندر رہنا مشکل ہے خاصکر مبتدی کے لیئے دوسرے جب تک اپنے شیخ کے ساتھ محبت عشق کے درجہ تک پہونچکر پھر اس میں رسوخ نہ ہوجائے اسوقت تک اپنے شیخ کے سوا ساروں کو نسیاً منسیا ہی کرنا ہوگا۔ اب رہا محبت عشق کے درجہ تک پہونچی یا نہیں یہ شیخ دامت برکاتہم ہی کو معلوم ہوگا۔

تحقیق: بیشک۔

حال : جب اس پر گرفت ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابھی تو اس مرحلہ میں طفل مکتب ہی ہے۔

تحقیق : مجھکو آپ کی طرف سے اطمینان ہے

حال : حضرت والا اسکے متعلق جو ارشاد فرمائیں گے اسی پر دل وجان سے عمل ہوگا۔

تحقیق : لکھدیا۔

حال : باقی وہاں کے متعلق جو میں نے دریافت کرنا چاہا۔ واللہ صرف حضرت والا سے محبت ہی اسکا منشا رہے یعنی وہاں کے حالات معلوم کرنے کا خود بخود دل میں تقاضا ہوتا رہتا ہے۔

تحقیق : صحیح ہے اس پر کیا کلام ہوسکتا ہے محبت کے لوازم سے ہے۔

حال : اگر کوئی استفاضہ سے محروم ہوگا تو میں یہی کہوں گا۔ ع

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است

الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں ایسی باتوں کی سمجھ ہے میرا عقیدہ ہے کہ اہل اللہ تخلقوا باخلاق اللہ کے پورے مظہر ہوتے ہیں۔ اگر ساری دنیا ان سے پھر جائے انکا ایک بال بیکا نہ کرسکے گی، انکا کچھ نہیں بگڑتا۔ جو بدنصیب ان سے محروم ہوگا خسر الدنیا والآخرت کا مصداق خود ہوگا۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ تحقیق : بیشک۔

حال : حضرت والا اس نادار ناکارہ، دور افتادہ کے حال زار پر توجہ فرمادیں میرے لئے استقامت اور فلاح دارین اور انجام بخیر ہونے کی دعا فرمادیں

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(جو حضرات مٹی کو اٹھالیں تو کیمیا ہوجائے کاش انکا ایک گوشۂ چشم مجھ ناچیز پر بھی پڑجائے)

تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۳۵۱

حال : ..... آنے کے لئے جب حضرت والا سے اجازت طلب کی تو فرمایا کل چلے جانا اسی روز شب میں بعد تہجد بیٹھا ہوا بعد تسبیح درود شریف پڑھ رہا تھا کہ یکایک قلب نے فرحت وانشراح محسوس کیا۔ پھر معلوم ہوا گویا آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ کسی کے دو ہاتھوں نے جنکی انگلیاں ایک میں ایک گتھی ہوئی ہیں اپنی ہتھیلی کے درمیان میرے قلب کو لیکر زور سے دبا دیا۔

تحقیق : خوب خوب۔

حال : اور انشراح جاتا رہا، یہ کیفیت صرف اتنی ہی دیر رہی جیسے ہوا کا ایک تیز جھونکا آئے اور چلا جائے۔ دوسرے روز چلا ہی آیا اس لئے حضرت سے تذکرہ نہ کر سکا۔ یہ کیا چیز تھی اسطرح سے دبا دیا جانا کیا معنی رکھتا

تحقیق : ایسا ہوتا ہے۔ پھر بتا دوں گا التفات نکرو۔

حال : ماہ سوا ماہ جو حضرت کی خدمت میں گذرے نہایت ہی سکون سے گذرے تمام افکار دنیوی سے نجات تھی۔ وہاں کے باہمی خلوص۔ ہمدردی۔ خوش گفتاری ایسی دل کو بھائی کہ دل بے اختیار چاہتا ہے کہ اگر عمر نوح بھی ملے تو حضرت ہی کے سایۂ عاطفت میں گذار دے۔ نہ کسی سے خوف نہ کسی سے وحشت ہمہ بے ربطی کے ساتھ انتہائی ربط بھی۔ ہر ایک کی عزت واحترام مدنظر۔ تحقیق : خوب

حال : پھر دیدار شیخ جس کے پرتو انوار کے یہ کرامات ہوں اور جس کی دید بقول قطب الاقطاب فرد الاحباب الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ من رای محبا للہ فقد رای اللہ یعنی ؎

دیدن او دیدن اللہ بود گرچہ شکلش چوں بعید اللہ بود

(اسکو دیکھنا گویا اللہ کا دیدار ہے اگرچہ اسکو بشکل عبد اللہ دیکھا ہے)

گویا جنت دنیا ہی میں موجود ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است　　　ہمیں است وہمیں است وہمیں است

(اگر جنت کہیں دنیا میں موجود ہے تو بس یہی ہے اور یقیناً یہی ہے)

بمقتضائے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب جب ذکر اللہ سے قلب کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر دیدار سے تو بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ حضرت کی خدمت میں رہ کر کام کرنے سے مقصد سے انتہائی درجہ قرب ہو جاتا ہے جو باعث سکون قلب ہے۔

تحقیق: بیشک۔

حال: علیحدگی پر دنیاوی گتھیوں کے الجھاؤ کے باعث مقصد سے بُعد ہو جاتا ہے جو باعث پریشانی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میرا قلب تو میدان کارزار بن جاتا ہے کبھی اپنے حال پر حیرت ہوتی ہے تو کبھی ندامت اور پھر کبھی وحشت ہوتی ہے جی چاہتا ہے سب چھوڑ چھاڑ کر کہیں بھاگ نکلوں۔ غرضیکہ ایک عجیب الجھن میں جی پھنسا رہتا ہے سمجھ نہیں پاتا کیوں کر ایک طرف ہو جاؤں کہ مقصد حاصل ہو جائے۔

تحقیق: لگے رہو اسی طرح بتدریج کامیاب ہو جاؤ گے۔

حال: یہاں کچہری میں . . . . . ایک صاحب ہیں جو ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر ہیں اور جوتشی بھی ہیں ایک روز میں پریشان خاطر کچہری میں انھیں سے گفتگو کر رہا تھا تو بات ہی بات میں میں نے انکو اپنی نبض دکھائی کیونکہ عرصہ ایک یا ڈیڑھ سال سے میرے قلب میں گرانی رہتی ہے اور بوجھ سا محسوس ہوتا ہے کمزوری بھی رہتی ہے گھبراہٹ بھی رہتی ہے تو انھوں نے کہا کہ آپ کا قلب دوا سے ٹھیک نہیں ہوگا اگر ہوا بھی تو محض عارضی طور سے اور مرض پھر عود کر جائے گا۔ تو پھر سوال کیا کہ کیا کروں؟ تو جواب دیا کہ روحانیت کو ترقی

دیجئے۔ اسکے لئے جھوٹ اور اکلِ حرام کا ترک کرنا بہت ضروری ہے۔
تحقیق: خوب
حال: پھر میں نے سوال کیا کہ کیونکر روحانیت کو ترقی دوں؟ تو کہا کہ خدا تعالیٰ سے صحیح نسبت پیدا کیجئے کیونکہ جب ایک تار سے دوسرا تار ملا ہوتا ہے جب ہی باجہ سے آواز نکلتی ہے لہٰذا آپ ابجد کے طریقہ پر اپنے نام کے اعداد معلوم کریں پھر انھیں اعداد پر خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام تلاش کریں پھر اسی قدر اللہ تعالیٰ کے اس نام کا ورد رکھیں پھر مجھکو بتلا دیں تو اور باتیں بھی بتلاؤں۔ لیکن میں نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور نہ اس سلسلہ میں ان سے پھر کوئی بات کی کیونکہ جو کچھ حضرت نے بتلایا ہے وہ میرے لئے کیا کم ہے کہ دوسری طرف نظر کروں۔ لیکن یہ بات دل سے دور نہیں ہوئی کیونکہ اکثر خیال ہوتا ہے کہ خدا کے ناموں ہی کا تو ورد کرنا ہے۔ لہٰذا حضرت سے استدعا ہے کہ بتلا دیں کہ ایسا کرنا کہاں تک جائز ہے؟
تحقیق: میں نے جو بتلایا ہے کافی ہے
حال: اللہ تعالیٰ میرے قلب میں حضرت والا کی محبت عطا فرمائیں کہ میرا کام بنجائے
تحقیق۔ آمین
کیونکہ اہل اللہ کی شان تو یہ ہے سہ

رہ کے دنیا میں بھی حق سے واصل ہیں یہ بزم رحمت میں ہر وقت شامل ہیں یہ
آسماں جس امانت سے گھبرا گیا اس امانت کے واللہ حامل ہیں یہ

ان پہ جو جان و دل سے فدا ہو گیا
وہ حبیب حبیبِ خدا ہو گیا

انکی صورت سے ہے جلوۂ حق عیاں ان کے سینے ہیں توحید کے رازداں
انکی مٹھی میں ہے دولتِ دوجہاں انکے قدموں میں ہیں بادشاہ زماں

جو ولی سے ملا وہ نبیؐ سے ملا
جو نبیؐ سے ملا وہ خدا سے ملا

ہم یہ بیان کر رہے تھے کہ الہ آباد کے قیام میں اگر ایک جانب مخالفین کی مخالفت چل رہی تھی تو دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی جانب سے عجیب عجیب طرح سے نصرت بھی ہو رہی تھی اس سلسلہ کے جزئی واقعات تو بہت ہیں ہم نے صرف ایک عامی کا حال آپ کے سامنے انھیں کی زبان میں پیش کیا دیکھئے کتنا زیادہ انہماک رسوم و بدعات میں انھیں تھا لیکن حضرت اقدس کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے کس کس طرح سے انکی ہدایت کا انتظام فرمایا بھائی انیس صاحب کی اس آپ بیتی میں ہمارے لئے یہ سبق موجود ہے کہ نفس اور شیطان۔ انسان کے احباب ۔ اسکا خاندان اور دنیوی ماحول کس طرح سے اسکو اپنی بندش میں لئے رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت نہو تو انسان کا ان بندشوں سے نکلنا بڑا ہی مشکل ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان سے نجات کا طریقہ صرف تضرع و زاری بجناب باری ہی ہے۔ اگر کسی کو اسکی توفیق ہو تو پھر حسب وعدۂ الٰہی وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اللہ تعالیٰ اسکی ضرور ہی دستگیری فرماتے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب بھائی انیس صاحب کو اسکی توفیق ہو گئی تو پھر لیلائے مقصود نے بھی رونمائی کی یعنی حضرت والا کی نہ صرف زیارت ہی سے وہ بہرہ ور ہوئے بلکہ حضرتؒ کی توجہ اور دعاؤں سے بھی مورد بنے اور بیعت کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ پھر اسکے بعد انھوں نے اپنے احباب میں حضرتؒ کی تعلیمات کا چرچا کیا اور گاؤں کے لوگوں کو بھی مسلک حق کی جانب دعوت دی۔ چنانچہ بہت لوگوں کو ان سے نفع پہونچا۔

دوسرا واقعہ نصرت کا براہ راست حضرت کی ذات سے متعلق تو نہ تھا لیکن حضرت کے شیخ حضرت حکیم الامۃؒ سے متعلق تھا اسلئے اسکا اثر ظاہر ہے کہ خود حضرت پر پڑا اور حضرتؒ کے مسلک پر بھی پڑا اور میری مراد اس سے شاہ عبدالمعبود صاحب کی نصرت ہے مجھسے خود جناب شاہ صاحب کے کسی عزیز قریب نے ایک دن یہ بتلایا کہ مات کو ایک نہایت اہم واقعہ ہو گیا وہ یہ کہ ہمارے محلہ میں میلاد

کے نام سے سالانہ جلسے ہوا کرتے ہیں امسال بھی ہو رہے تھے میاں (یعنی شاہ عبدالمعبود صاحب) چونکہ حضرت مولانا کی خدمت میں اکثر آتے رہتے ہیں یہ بات دوسری جماعت کو نہایت شاق گذرتی تھی اسلئے امسال محلہ کے جلسے میں بھی تقریباً روزانہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا نام لیا جاتا تھا اور برا بھلا کہا جاتا تھا۔ آخری دن ایک مولوی صاحب نے اسٹیج پر آتے ہی زہر اگلنا شروع کر دیا۔ میاں کی طبیعت خراب تھی دائرے والے مکان میں لیٹے ہوئے تھے لاؤڈ اسپیکر کا رخ بھی اسی جانب تھا اسلئے صاف آواز آ رہی تھی۔ نیند تو نہ آسکی تھوڑی دیر تک تو میاں لیٹے لیٹے سنتے رہے بالآخر چھڑی ٹیکتے ٹیکتے جلسہ گاہ میں پہونچے لوگوں نے دور سے دیکھا کہ میاں آ رہے ہیں تو کرسی کا انتظام کیا سمجھے کہ شاید تقریر سننے آ رہے ہیں اور کرسی کو مجمع کے آخر میں لاکر رکھدیا میاں آئے تو یہ فرمایا کہ کرسی وہاں اسٹیج کے قریب بچھاؤ لوگوں نے تعمیل حکم کیا اور کرسی اسٹیج کے قریب ہی بچھا دی گئی اسپر تشریف رکھکر فرمایا کہ لائیے ذرا مائیک مجھے دیجئے روزانہ کی تقریر گھر ہی سے سنتا رہتا تھا اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ شاید کچھ لوگوں کو اسپر ناگواری ہے کہ میں نے بارش کے موسم میں جلسہ کی اجازت اپنی خانقاہ میں کیوں نہیں دی اسی وہم کے پیش نظر مولانا تھانویؒ کے ساتھ ساتھ اشارۃً وکنایۃً مجھے بھی کہا سنا جا رہا تھا تو میں قریب اس لئے آگیا ہوں کہ میرے اوپر آپ کے مقرر صاحب کو فتویٰ لگانے میں آسانی ہو یہ کہکر مائیک پھر مقرر صاحب کیطرف بڑھا دیا کہ ہاں لیجئے اور اب فرمائیے آپ کیا فرماتے ہیں اُن مولوی صاحب نے شاہ صاحب سے کہا کہ آپ سے میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اشرف علی کو مسلمان سمجھتے ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مسلمان! یہ تو آپ نے بہت معمولی سی بات کہی میں تو انھیں نہ صرف مسلمان بلکہ عالم دین۔ فقیہ زمانہ۔ اور اپنے وقت کا غوث وقطب بلکہ مجدد سمجھتا ہوں اس پر وہ مولوی صاحب خفا ہوکر اور یہ کہکر اسٹیج سے اتر کر چلے گئے کہ پھر میں

آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا اور جلسہ میں ایک شور و ہنگامہ مچ گیا اور سب لوگ منتشر ہو گئے جلسہ ختم ہو گیا۔ خیریت یہ ہوئی کہ معاملہ صرف معمولی شور و شغب کے بعد ختم ہو گیا کوئی فساد نہیں ہوا۔" انتہی۔

شب کے اس واقعہ کی اطلاع حضرت والا کو بھی ہوئی حضرت پر بیحد اثر ہوا۔ راقم کے ذریعہ حافظ لیسین صاحب اور راقم کے والد مولوی سراج الحق صاحبؒ کو بلوایا اور ایک پیغام شاہ عبدالمعبود صاحبؒ کے پاس بھیجا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پیغام کے بیان سے پہلے کچھ مختصر تعارف شاہ عبدالمعبود صاحب کا بھی کردوں تاکہ ناظرین کو واقعہ علی وجہ البصیرت ذہن نشین ہو سکے۔

شاہ عبدالمعبود صاحب سجادہ نشین ہونے سے پہلے مجیدیہ اسلامیہ کالج الٰہ آباد میں ٹیچر تھے ان کے ماموں حافظ محمد لیسین صاحب مدظلہ حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے اور حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادیؒ کے مخصوص خدام میں تھے حافظ صاحب کے ہمراہ شاہ عبدالمعبود صاحب بھی تھانہ بھون تشریف لیجاتے تھے اور حضرت حکیم الامۃؒ سے بیعت بھی ہو گئے تھے تھانہ بھون میں آمد و رفت کے سلسلہ میں ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ سے بھی شاہ صاحب کی اچھی خاصی ملاقات تھی یہاں الٰہ آباد میں دائرہ حضرت شاہ محمدی میں (جو دائرہ شاہ غلام علیؒ کے نام سے بھی مشہور ہے) حضرت محمدی شاہ صاحبؒ کے بعد شاہ عبدالمعبود صاحب کے بڑے والد جناب شاہ عبدالشکور صاحبؒ صاحب سجادہ ہوئے پھر ان کے بعد شاہ عبدالمعبود صاحب کے والد صاحب گدی نشین ہوئے۔ ابتک شاہ عبدالمعبود صاحب اس مسلک سے دور بلکہ نفور تھے۔ تھانہ بھون کی آمد و رفت جاری رہی اسکول میں ماسٹر تھے راقم کے والد مولوی سراج الحق صاحبؒ سے بڑی گہری دوستی تھی شاہ صاحب نے مزاج چونکہ مرنج و مرنجان کا پایا تھا اور بڑے ظریف

اور خوش مذاق شخص تھے والد صاحب کے ہمراہ اصغر گونڈویؒ کے یہاں بھی اکثر حاضری رہا کرتی تھی۔ حضرت تھانویؒ کے وصال کے بعد مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادیؒ کی تربیت میں بھی دونوں حضرات ساتھ ساتھ رہے چنانچہ جب مولانا عیسیٰ صاحب الہ آبادیؒ علیل ہوئے تو زمانۂ علالت شاہ عبدالمعبود صاحب کے مکان ہی میں جو نوراللہ روڈ کے قریب ہے گذارا اور اسمیں شک نہیں کہ شاہ عبدالمعبود صاحب نے حق تیمار داری اور حق خدمت ادا ہی کر دیا پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولانا عیسیٰ صاحبؒ علاج کیلئے جون پور ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہٗ کے یہاں تشریف لے گئے وقت موعود آپہونچا تھا وہیں اس دنیا سے سفر کر گئے اور محلہ کی مسجد کی پشت پر امام کی محراب سے متصل دفن ہوئے۔ واقعی شیخ کی موجودگی بھی خدا کی رحمت ہوتی ہے اور اسکا سایہ اٹھ جانا گویا تاریکی میں انسان کو ڈالدیتا ہے یہی یہاں ہوا کہ حضرت تھانویؒ کے وصال کے بعد جب مولانا عیسیٰؒ صاحب نہ رہ گئے تو ان حضرات پر سے اصلاحی گرفت ختم ہو گئی ادھر یہ سانحہ در پیش آگیا کہ شاہ صاحب کے والد شاہ عبدالرؤف صاحب بھی بیمار ہوئے اور انکی حالت دن بہ دن گرتی ہی گئی لہٰذا یہ مسئلہ سامنے آیا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ شاہ عبدالمعبود صاحب دل سے ان رسوم کے قائل تو نہ تھے جو آجکل کے پیروں کے یہاں رائج ہیں تاہم بعض حالات ایسے سامنے آئے کہ جانشین بنا دیئے گئے اور شاہ صاحب انکار نہ کر سکے۔ ادھر شاہ عبدالرؤف صاحب کا انتقال ہو گیا تو شاہ عبدالمعبود صاحب لوگوں کی جن رسوم پر ابتک ہنستے تھے اب ان تمام امور کو خود انجام دینا پڑ گیا۔ خاندانی جانشین اور یہ کہ پیر کا لڑکا ہی پیر ہوگا یہ کسقدر غلط اصول تھا کہ اہل ہو یا نہ ہو بہر حال لڑکے کے لئے باپ کی گدی پر بیٹھنا لازم تھا یہ طریقہ بھی اختیار کرنا پڑا قوالی اور دیگر رسوم میں بھی شرکت بھی ناگزیر سی ہو گئی۔ حالات سے مجبور ہو کر

سب کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا تھانویؒ کے مسلک سے تعلق رکھنے والوں کو بڑی ندامت اٹھانی پڑی اور ہر وقت کی شماتت اعدار برداشت کرنی پڑی یعنی لوگ طعنے دینے لگے کہ دیکھئے شاہ صاحب تو آپ ہی کے سلسلہ کے آدمی تھے اور مولانا تھانویؒ کے مرید تھے بالآخر انکو بھی اِدھر ہی آنا پڑا اسکا اثر یہ ہوا کہ شاہ عبدالمعبود صاحبؒ گویا اپنی جماعت سے کٹ سے گئے اور ہم لوگوں کا باہم ملنا جلنا بھی ختم سا ہوگیا۔ والد صاحبؒ یا شاہ صاحبؒ کے اور دوسرے احباب مثلاً محمد احمد صاحب ٹیلر ماسٹر۔ پروفیسر محمد احمد صاحب صدیقی۔ شاکر حسین خانصاحب۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب۔ سید حسن صاحب کمشنر وغیرہ جو کہ نہایت ہی بے تکلف دوستوں میں سے تھے اور حافظ یٰسین صاحب جو شاہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے ان سب سے تعلق ختم سا ہوگیا بس کہیں راستہ میں شاہ صاحب مل جاتے تو سلام و دعا رہو جاتی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہی حالات تھے کہ اسی دور میں حضرت مصلح الامتؒ کا ورود الٰہ آباد میں ہوا پھر حضرتؒ نے بخشی بازار میں مکان خریدلیا تو حضرت والاؒ کا مکان شاہ صاحب کے اپنے آبائی مکان اور دائرہ شاہ محمدی کے درمیان میں پڑتا تھا اسلئے کبھی کبھی شاہ صاحب حضرت مولاناؒ سے ملنے بھی آجاتے تھے لیکن ہمارے حضرت والاؒ نے کبھی ان کے اس تبدیلی مشرب کے متعلق ایک لفظ ان سے نہیں فرمایا بس خیر خیریت جانبین سے دریافت ہوتی اور مختصر سا قیام کر کے شاہ صاحب واپس تشریف لیجاتے مگر اسطرح سے بھی آتے جاتے رہنے سے انکا حجاب کم ہوا اور حضرت تھانویؒ کا اور زمانۂ قیام تھانہ بھون کے سابق واقعات کا چرچا حضرت سے ملاقات کی مجلس میں رہتا اور یہ مجلس کچھ دیر دیر تک رہنے لگی یہاں تک کہ ایک دن شاہ صاحب نے حضرت والاؒ سے عرض کیا کہ حضرت کی عام مجلس میں بھی آنے کو بہت جی چاہتا ہے لیکن طبیعت خراب رہتی ہے دیر تک بیٹھ نہیں سکتا اسی لئے

حضرت کوئی وقت مقرر فرمادیں تو اسوقت حاضر ہوجایا کروں گا ۔ چنانچہ بعد عصر اکثر شاہ صاحب تشریف لانے لگے حضرت نے اتنا فرمایا کہ آپ کے مجھ سے اس طرح سے ملنے سے آپ کے لوگ تو کچھ خفا نہ ہوجائیں گے شاہ صاحب نے فرمایا کہ نہیں حضرت بالکل نہیں یہ سلسلہ پیری مریدی کا ایسا ہے کہ جو پیر کا مسلک ہوتا ہے وہی مرید کا مسلک ہوتا ہے ۔ حضرت والا یہ سنکر مسکرائے ۔ بہرحال شاہ صاحب اس طرح سے برابر آتے رہے اور اب ان کے اس اقدام کا حضرتؒ کے لوگوں پر اثر پڑا کہ انکو بھی شاہ صاحب کی جانب سے انشراح ہونے لگا اور باہم ملاقات اب کچھ قلبی مسرت کے ساتھ ہونے لگی ۔

شاہ صاحب مستقل بیمار ہی رہتے تھے اور روز بروز کمزور ہوتے گئے بس یہی وہ زمانہ تھا کہ ان کے محلہ میں وہ جلسہ ہوا جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں اور وہ واقعہ پیش آیا جبکی اطلاع ہونے پر حضرتؒ متاثر ہوئے اور حافظ یٰسین صاحب مدظلہ، کو اور والد صاحب مولوی سراج الحق صاحبؒ کو بلوایا اوران لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ ہمارا ایک کام کردیں گے ؟ دونوں حضرات نے عرض کیا کہ حضرت کے حکم کی تعمیل کو ہم اپنی سعادت تصور کریں گے ۔ فرمایا کہ عبدالمعبود کے یہاں جانا ہے ــــ اور حافظ یٰسین صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ تو شایدان سے ملتے بھی نہیں پھر کیسے جائیں گے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا حکم ہوگا تو وہاں بھی چلا جاؤں گا ۔ فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے آپ دونوں حضرات شاہ صاحب کے پاس جایئے انسے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے کہ گزشتہ شب آپ کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا مجھے اسکی کچھ اطلاع ملی ــــ " اس بنا پر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کے اس واقعہ نے ہم سب کی گردن نیچی کردی کہ ہم لوگ تو ناحق تھانوی ہونے کا دم بھرتے ہیں تھانوی تو در اصل آپ ہیں کہ رات حضرت مولاناؒ (تھانویؒ) پر آپ نے اسپنے کو قربان ہی کردیا تھا کیونکہ نفسانیت کا زمانہ ہے اگر بات اور بڑھ جاتی

اور لاٹھی ڈنڈے چھری چاقو کی نوبت آجاتی تو کیا حشر ہوتا۔ وہ تو اللہ تعالےٰ نے فضل فرما دیا کہ سلسلہ آگے نہیں بڑھا لیکن آپ نے تو حضرت مولانا رحمۃ کی نصرت ایسے عنوان سے فرمائی کہ ہم نے کسی دیوبندی کو تو دیکھا نہیں کہ اسطرح سے پیش آیا ہو اس لئے ہم آپ سے شرمندہ ہیں۔ اور آپ کے اطمینان کیلئے آپ کو اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ آپ تھانہ بھون سے محروم نہیں آئے آپ کو وہاں سے کچھ ملا ہے یعنی کوئی دولت ملی ہے اور اسی کا یہ اثر تھا کہ آپ سے حضرت تھانوی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی برداشت نہ ہو سکی اس لئے کہتا ہوں کہ آپ انشاء اللہ حشر کے دن حضرت مولانا تھانوی رحمۃ ہی کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے" — (جس وقت ان کلمات کو اپنی زبان مبارک سے حضرت ادا فرما رہے تھے تو آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں اور انتہائی تاثر کے ساتھ یہ پیغام ارشاد فرمایا) — ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ حضرت ابھی عبدالمعبود کے پاس جاتا ہوں اور حضرت کا یہ پیغام سناتا ہوں اور آکر حضرت کو جواب دیتا ہوں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ باب اصلاح کی یہی وہ نزاکتیں تھیں جنکی رعایت کرنے پر اہلِ نفس قادر ہی نہیں ہو سکتے۔ اور ہمارے حضرت اس میدان کے شہسوار تھے۔ شاہ عبدالمعبود صاحبؒ کی اس تبدیلی کی اصلاح کسی کے بس کی بات نہ تھی اور لوگ صرف اتنا ہی کر سکے کہ ان سے اپنا تعلق ختم کر لیا اور ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ کو دیکھئے کہ بدعت اور رسوم کی شناعت اور قباحت کو ان سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا تاہم اپنے اخوان طریقت کی اس لغزش پر کتنا صبر و ضبط سے کام لیا اور بالآخر اس زلت سے گرے ہوئے پر کس طرح سے رحم اور شفقت کا معاملہ فرمایا اور کس طرح سے اس سے اس کو نکالنے کی سعی فرمائی یعنی ایک بھائی سے چوک اور لغزش ہو گئی تو اسکو چھوڑ نہیں دیا اور رشتہ اخوت کو توڑ نہیں دیا بلکہ حضرت تھانویؒ سے انکا رشتہ بالآخر

اس طرح سے جوڑ ہی دیا تاکہ آج بھی وہ یہ سمجھیں کہ بعض کوتاہیوں میں مبتلا ہونے سے ہم حضرت تھانویؒ کے سلسلہ سے نکلے نہیں بلکہ اب بھی اس سے داخل ہیں۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ ؎

نشا پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

غرض دونوں حضرات شاہ عبدالمعبود صاحب کے پاس گئے حضرت کا پیام پہونچایا شاہ صاحب نے بھی قلب بریاں سے نکلی ہوئی بات کو دل گریاں سے سنا اور تاثر کے ساتھ سنا۔ لوگ کہتے تھے کہ عبدالمعبود صاحب آنکھوں سے تو نہیں روئے لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ دل انکا بھی رو رہا ہے ؎

الفت کا جب مزا ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

حضرت والاؒ بھی تھانہ بھون کی ملاقات کی بنا پر شاہ عبدالمعبود صاحب کو اولاد کی مانند چاہتے تھے اور شاہ صاحب بھی حضرت والاؒ کی شفقت اور رافت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ سمجھے ہوں گے کہ ابھی ہمارے سر کے اوپر ہاتھ رکھنے والے موجود ہیں۔ سبحان اللہ۔

الغرض میں یہ عرض کر رہا تھا کہ الہ آباد میں مخالفین کیطرف سے مخالفت بھی ہوتی رہی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے لوگوں سے اس اس طرح سے حضرتؒ کی اور حضرت والا کے مشن کی نصرت فرمائی کہ لوگ متحیر ہی تو رہ گئے چنانچہ بھائی انیسؔ صاحب اور شاہ عبدالمعبود صاحب کے واقعات سے آپ نے اندازہ فرمالیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انیسؔ صاحب کو خلوص واستقامت نصیب فرمائے اور شاہ صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آخرت میں مزید درجے بلند فرمائے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اور یہی نہیں ایک ایک چیز کلی نفی میں جواب دیگی بلکہ حالات و مشاہدات یہ پکاریں گے کہ ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔

اب سوچئے کہ وقت اور زمانہ کا تقاضا کیا یہی ہے کہ عالم میں امن و امان قائم کرنے والے عالم انسانیت کو راحت و سکون کی زندگی بخشنے کیلئے جن طریقوں اور جن اسباب و آلات کا فیل ہونا ہر روز مشاہدہ میں آتا رہتا ہے انہی کی پرستش کئے چلے جائیں یا کوئی دوسرا راستہ ڈھونڈھیں یا کوئی نیا تجربہ کریں ؟ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں دو رائیں نہ ہونی چاہئیں ۔ بلکہ سب کا متفقہ فیصلہ یہی ہونا چاہیئے کہ کوئی اور راستہ تلاش کرنا چاہیئے ۔ اب وقت کا تقاضا قرآن کی زبان اور اسکے الفاظ میں سنئے :۔

اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اہل ایمان کے دل اللہ کی یاد اور انکی طرف نازل کئے ہوئے حق کیطرف جھک جائیں

اس آیت کے مفہوم کے مطابق اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین ہی وہ چیز ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جب تک انسان انسان نہیں بنے گا کوئی قانون اور قانونی مشینری دنیا میں امن و امان قائم نہیں کرسکتی کیونکہ قانون کوئی آٹومیٹک مشین نہیں جو خود کام کریگی اسکو انسان ہی چلائیں گے جب انسان کے اعمال اور اخلاق اور نیت فاسد ہوجائے تو سارے قانون بیکار ہوجاتے ہیں اور قانون ایک قابل فروخت مال بنکر سر بازار اسکی رسوائی مشاہدہ میں آتی ہے اسلئے دنیا میں امن و امان قائم کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان کو اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین سکھانے اور اس رنگ میں رنگنے کے لئے پوری توانائی و قوت صرف کیجائے اور کسی کو کسی عہدہ و منصب سپرد کرنے کے لئے جیسے اسکی قابلیت کار کو دیکھا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ اس پر نظر کیجائے کہ اسکے

دل میں ایمان اور خوف آخرت کتنا ہے
دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی انسانی معاشرہ ان اوصاف کا حامل ہوا دنیا میں امن وامان اور چین وسکون پایا گیا اور جب اس سے ہٹا تو ہزاروں آفات اور بدامنی کا شکار ہوگیا۔
یورپ کے نکالے ہوئے مختلف ازموں اور نظموں کا تجربہ ہو چکا نہ سرمایہ داری کے نظام نے دنیا کو راحت بخشی نہ اشتراکی نظام نے۔ اسلئے اب خدا کے لئے اہل عقل وبصیرت اس دنیا پر رحم کر کے ایک تجربہ اسلامی نظام کا بھی کرلیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ ماڈرن خودساختہ اسلام کا نیا ایڈیشن نہ ہو بلکہ قرآن وسنت کی اصلی اور صحیح ہدایت پر مبنی ہو جو عہد رسالت سے آج تک مسلسل سمجھا جاتا رہا ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

۱۲۴۔ امن عالم کیلئے صرف قانون کافی نہیں

اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین کے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا

مہذب ممالک میں جرائم کا طوفان

لکھے گا کلک حسرت دنیا کی ہسٹری میں اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

کل تک مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقیات نے غیر قوموں کو بھی اس اقرار پر مجبور کردیا تھا کہ دنیا کا امن وامان اور نظام سیاسی اور تمام ترترقیات مذہب کے ساتھ وابستہ ہیں اور مذہب ہی وہ چیز ہے جو امن عالم کا صحیح معنے میں ذمہ دار ہوسکتا ہے۔ عہد فاروقی کا وہ واقعہ صفحات تاریخ سے ابھی تک نہیں مٹا جبکہ مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر بے سروسامان جماعت نے فارس کی ٹڈی دل فوجوں سے ٹکرا کر ان کے فوجی کمانڈر کو دربار شاہی

میں یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ ہم اس جماعت سے کیسے عہدہ برا ہو سکتے ہیں کیونکہ انکا ہر سپاہی صبح سے شام تک اگر گھوڑے کی پشت پر بیٹھا ہوا میدان کارزار میں سرفروشی کرتا ہے تو شام ہوتے ہی کسی نرم گدے اور آرام کی خواب گاہ کے بجائے اسکی شب باشی کی جگہ ایک مصلی ہوتا ہے اور جس وقت ہماری فوج خواب غفلت میں سرشار ہو کر اپنے وجود سے بے خبر ہوتی ہے انکا سر نیاز اپنے مالک کے سامنے زمین پر رکھا ہوتا ہے اور وہ رو رو کر شہنشاہ عالم کو پکارتے ہوئے شام سے صبح کر دیتے ہیں ؎

ہم رات کو رویا کرتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے
اک ٹیس جگر میں اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے

اسلئے وہ جس طرف بڑھتے ہیں خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے الغرض مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقی کا راز غیر مسلموں کے نزدیک بھی انکا اسلام اور مذہبی پابندی تھی اور مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ تھا ہی کہ مذہب ہی ہماری انتہائی معراج کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے ایک عامل (گورنر) کو اسی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے جو کلمات لکھے تھے وہ ہر مسلمان حکمران کو ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھنے اور لوح دل پر نقش کرنے کے قابل اور مسلمانوں کی ہر دینی اور دنیوی صلاح و فلاح کے ضامن ہیں وہ الفاظ یہ ہیں۔

کنتم اقل الناس فکثرکم	تم دنیا میں سب سے کم تھے تعداد میں
اللہ بالاسلام وکنتم	اللہ نے اسلام کی وجہ سے تمہاری تعداد
اذل الناس فاعزکم اللہ	زیادہ کردی۔ تم سب سے زیادہ ذلیل تھے
بالاسلام وکنتم افقر الناس	اللہ نے اسلام کیوجہ تمھیں عزت دی تم سب سے
فاغناکم اللہ بالاسلام	زیادہ غربت میں تھے اللہ نے اسلام کیوجہ سے تمھیں غنی کردیا۔

یہ کہکر پھر فرمایا کہ یاد رکھو اگر اب بھی تم نے اسلام اور اسکے احکام سے منہ موڑا تو تم پھر اسی گڑھے میں جا گروگے جسمیں پہلے تھے۔

لیکن ہمارے اعمال اور مسلمانوں کی قسمت سے آج وہ دن بھی دیکھنے پڑے جبکہ مسلمانوں کی عزت وشوکت کا خاتمہ ہوا، انکی علمی عملی اور اخلاقی حالت تباہ ہوئی اور وہ خواب غفلت میں مزے لیتے رہے اور جب آنکھ کھلی تو مرض کو دوا سمجھکر الٹی تدبیریں کرنے لگے اور ترقی کی سب سے پہلی قسط اسکو سمجھا کہ مذہب کا گلا گھونٹا جائے، اسلام اور اسلامی شعائر کو مٹایا جائے۔ حسرت وافسوس کی انتہا نہیں رہتی جب یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی قومیت کا آخری سہارا اور انکی رہی سہی موجودہ حکومتیں جنکی حرکت کو انکی قسمت کا فیصلہ سمجھا جاتا تھا آج جبکہ ترقی کے میدان میں قدم رکھنے کا ارادہ کرتی ہیں تو سب سے پہلے جس چیز کو اس راستے کا کانٹا سمجھکر علٰحدہ کیا جاتا ہے وہ مذہب اور شعائر مذہب ہیں۔

آہ! انکو اگر اپنے اسلاف کے نشان قدم اور ان کے اتباع میں ترقی کے آثار نظر نہیں آتے تھے بلکہ ترقی کے لئے یورپ کی چوکھٹ پر ہی جبہ سائی کی ضرورت تھی تو کاش وہ یورپ ہی کی پوری تقلید کرتے اور پہلے فنون حرب سیکھنے اور آلات حرب پیدا کرنے میں وہ کمال حاصل کرتے جو یورپ نے کیا۔ اپنے ملک کی صنعت وتجارت اور ایجاد وزراعت کو ترقی دینے میں یورپ کی نقل اتارتے اور جب وہ یہ سب حاصل کر چکتے تو پھر اگر ترک مذہب اور انکی خاص عیش پرستی اور وضع وتمدن میں بھی تقلید کر لیتے تو شاید کسی درجہ میں معذور سمجھے جاتے لیکن یہاں تو ترقی کی ابتدا ہی اس سے ہوتی ہے کہ گویا ترقی کا مفہوم ان کے نزدیک صرف فیشن اور یورپین وضع اور عیش پرستی میں منحصر ہے۔

کاش! کوئی اس مزعومہ ترقی یافتہ قوم سے پوچھ لیتا کہ اگر تم انگریزوں کیطرح

کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرتے تو ترقی کا کون سا قلعہ فتح ہونے سے رہ جاتا ؟ یا انگریزی ہیٹ، بوٹ، چھری کانٹا استعمال نہ کرتے تو دنیا کی کونسی ترقی اسپر موقوف تھی جس کا حاصل ہونا محال ہو جاتا۔ یورپ کی بے حیائی اگر اختیار نہ کی جاتی تو مسلمانوں کی ترقی میں کیا نقصان ہو جاتا ــــ اور بالآخر ملکہ ثریا جاہ کی وہ نیم برہنہ تصویر جو عام اخبارات میں شائع کی گئی ہے جس کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکو واقعیت سے کتنا تعلق ہے اگر منظر عام پر نہ آتی تو مسلمانوں کی قومیت اور قومی ترقی کو کیا کھٹیں لگ جاتی جس کے رفع کرنے کے لئے خود نیم برہنہ ہوکر تمام مسلمان خواتین میں بے حیائی اور بے پردگی کا ایک طوفان برپا کر دیا گیا ہے۔ سچ ہے جب کسی قوم یا شخص کے برے دن آتے ہیں تو عقل اندھی ہو جاتی ہے۔

جو حضرات مذہب ہی کو ترقی کے لئے سنگ راہ سمجھکر تمام سیاسی انتظامات کی تکمیل اس پر موقوف کرتے ہیں کہ مذہب ہی کو الوداع کہہ دیا جائے میں اسوقت انکی خدمت میں ان اقوام و ممالک کے سیاسی انتظام اور انکی کامیابی کے متعلق ایک مختصر نقشہ موازنہ کے لئے پیش کرتا ہوں جس کے دیکھنے سے یہ یقین کرلینا پڑتا ہے کہ دنیا کا انتظام بھی صرف مذہب سے قائم ہو سکتا ہے مذہب کو چھوڑ کر کوئی سیاسی قانون امن عالم کا ہرگز کفیل نہیں ہو سکتا۔

یورپین شہروں میں جرائم قتل معزز ہمعصر "سچ" لکھنؤ جلد ۴ نمبر ۲۵ اپنی اشاعت مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۲۸ء میں بحوالہ اخبار خلافت لکھتا ہے :-

"حسب ذیل الفاظ میں ڈاکٹر موف مین نے امریکہ کی جدید تہذیب پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے" :-

"سال بسال قتل کی جو خوفناک وارداتیں سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہیں

وہ ہماری امریکی تہذیب پر بدنما داغ ہیں اور جرائم کی نوعیت روز بروز اتنی پیچیدہ ہوتی گئی ہے جس سے سراغ رسانی مشکل ہوتی جاتی ہے سنہ ۱۹۲۷ء میں تو بعض قتل اتنے خوفناک ہوئے تھے جنکی نظیر تاریخ جرائم میں ملنی محال ہے تیئیس سال کے جرائم حسب ذیل نقشہ سے معلوم ہوں گے۔

سال	تعداد شہر	آبادی	قتل	شرح فی لاکھ
سنہ ۱۹۰۰ء	۳۱	۱۱۹۸۱۰۳۴	۶۰۹	۵٫۱
سنہ ۱۹۰۵ء	"	۱۴۰۲۴۴۲۲	۶۶۰	۶٫۶
سنہ ۱۹۱۰ء	"	۱۶۸۷۳۲۲۳	۱۲۶۵	۸٫۱
سنہ ۱۹۱۵ء	"	۱۸۷۲۲۷۶۲	۱۶۱۴	۸٫۶
سنہ ۱۹۲۵ء	۲۸	۲۱۵۸۸۲۷۴	۲۳۹۷	۱۱٫۰۱
سنہ ۱۹۲۶ء	۳۰	۲۲۹۱۳۵۰۰	۲۳۰۲	۱۰٫۰
سنہ ۱۹۲۷ء	۳۰	۲۳۱۹۷۴۰۳	۲۳۰۴	۱۰٫۱

لندن کا مشہور روزنامہ ڈیلی ٹیلیگراف اپنی اشاعت مورخہ ۴ اگست میں اس کمیشن کی رپورٹ کے ذیل میں لکھتا ہے جس کو امریکہ کے لئے بٹھایا تھا کہ انگلستان و ویلز میں تعلیم کے باوجود قتل عمد کے کل واقعات کی تعداد سالانہ ۱۵۴ رہی جس کے مقابلے میں اتنی ہی مدت کے اندر سارے ملک امریکہ میں نہیں بلکہ اسکے صرف ایک شہر نیو یارک میں ان واقعات کی گنتی ۲۲۱ تک پہونچی (سچ لکھنؤ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء)

خدا کی پناہ اس دو کروڑ کی مختصر آبادی میں سال بھر کے عرصہ میں دو ہزار تین سو ستانوے (۲۳۹۷) قتل عمد کے واقعات ان شہروں میں پیش آئے جنھیں نہ اپنے آپ کو مہذب و متمدن کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور نہ دوسرے ممالک کو وحشی کہتے ہوئے حیا دامنگیر ہوتی ہے۔ اگر یہی تہذیب و تمدن ہے تو ایسی تہذیب کو ہمارا سلام۔

اس کے بالمقابل جب ہم اپنے غیر مہذب ہندوستان کے طول و عرض میں یہ دیکھتے ہیں کہ ۲۰ کروڑ کی کثیر التعداد آبادی میں اس قسم کے سالانہ واقعات ایسے گنے چنے ہوتے ہیں کہ فی لاکھ آدھے کا اوسط بھی یقینی طور سے نہیں ہوتا تو بلا تامل کہنا پڑتا ہے کہ ایسی تہذیب سے ہماری بربریت ہزاروں درجہ بہتر ہے۔

پولیس کا خرچ اٹھائیس ارب روپیہ

اور حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب اسکے ساتھ ہی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ۱۹۲۷ء میں جس میں قتل عمد کی تعداد ۱۲۳۴۰ دکھلائی گئی ہے امریکہ میں محکمہ جرائم پر جو کچھ صرف ہوا اسکی میزان دس بیس کروڑ نہیں اٹھائیس ارب روپیہ تک پہونچتی ہے۔ اس پر بھی پولیس کی تعداد ناکافی خیال کیجاتی ہے چنانچہ اب پولیس میں اضافہ کی تجویز ہے اسکے مقابل جب بیچارے ایشائی غیر مہذب ممالک پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اسکے محکمہ پولیس کے مصارف کو اس سے کوئی بھی نسبت نہیں۔

یہ بیانات کسی مخالف کے الزامات نہیں بلکہ خود امریکہ نے اپنے یہاں تحقیقات جرائم کے لئے جو کمیشن بٹھایا تھا اسکے قلم سے نکلے ہوئے اعترافات ہیں جو روزنامہ ڈیلی ٹیلیگراف ۴ اگست کے ذریعہ ہندوستان تک پہونچے ہیں۔

جب جرائم کا مقابلہ جرائم سے اور اسی کے ساتھ محکمہ پولیس کے مصارف کا موازنہ یہاں کے مصارف سے کیا جاتا ہے اور اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۸ ارب روپیہ خرچ کرنے والی پولیس کے زیر نگرانی ایک سال میں ۱۲۳۴۰ قتل عمد کی وارداتیں ایک تعلیم یافتہ ملک میں پیش آتی ہیں اور اسکے بالمقابل ہندوستان جیسے غیر تعلیم یافتہ ملک میں باوجودیکہ نہ پولیس کا کوئی معقول انتظام ہے نہ اس رقم کا کوئی معتدبہ جزو یہاں کی پولیس پر خرچ ہوتا ہے مگر اس قسم کے جرائم کالعدم ہیں تو ایک بصیر انسان یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اس

عظیم الشان فرق کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہندوستان میں ابتک کچھ نہ کچھ مذہبی روح باقی ہے اور یورپ اس سے بالکل محروم ہوچکا ہے اور صرف یہی وہ چیز ہے جو انسان کو بلا نگرانی پولیس بھی جرائم سے باز رکھ سکتی ہے۔

حرام کاری اور بیحیائی انگلستانی تعلیم و تہذیب اور قانونی سیاست کی برکات کا خاکہ مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہو سکتا جو انگلستان میں صرف ایک سال کے عرصہ میں رونما ہوے۔

جرم	گرفتار	سزایاب	جرم	گرفتار	سزایاب
بیحیائی	۳۲۵	۲۵۸	دلالی	۲	۲
حرامکاری	۲۶۹	۲۴۲	برہنگی	۱	۱
اعانت جرم بالا	۳۶	۳۶			

اس میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جس حرامکاری کو انگلش قانون نے جرم قرار دیکر سزا کا مستحق بنایا ہے وہ عام زناکاری نہیں بلکہ اسکا صرف ایک شعبہ ہے یعنی زنا بالجبر ورنہ مطلق زنا تو یورپین شریعت میں تہذیب کا رکن اعظم ہے ہائیڈ پارک لندن کا مشہور پارک ہے اس میں واقع ہونے والے بعض جرائم کے متعلق ہوم سکرٹری (وزیر داخلہ) نے جو اعداد پالیمنٹ کے سامنے حال میں پیش کیے انکا خلاصہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء تک ایک سال کیلیے حسب ذیل ہے

جرم	گرفتار	سزایاب	جرم	گرفتار	سزایاب
زنا بالجبر	۱	۱	توہین	۵۶	۴۰
حملہ مجرمانہ	۲				

یہ اعداد کسی چھپے چھپائے مقام کسی بدمعاشوں کے اڈے یا تہہ خانے کے نہیں ایک کھلی تفریح گاہ کے ایک عام پبلک مقام کے ہیں جہاں ہر وقت پولیس کا پہرہ قائم رہتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ماں بہت بوڑھی معذور ہو گئی ہے میں ہی اپنے ہاتھ سے اسے کھانا کھلاتا ہوں۔ پانی پلاتا ہوں۔ اسکو میں ہی وضو کراتا ہوں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنی گردن پر لئے لئے پھرتا ہوں تو کیا یا رسول اللہ! میں نے انکا حق ادا کر دیا؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ کبھی نہیں (سواں حصہ بھی نہیں) مگر یہ کہ تم نے یہ اچھا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ تمکو تمھاری اس قلیل آزمائش پر کثیر ثواب عطا فرمائیں گے۔

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حکمت میں لکھا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنے والد پر لعنت کرے۔ اور ملعون ہے وہ شخص جو اپنی والدہ پر لعنت کرے۔ ملعون ہے وہ شخص جو کسی کو اللہ تعالےٰ کے راستے سے روکے یا کسی اندھے کو راستہ سے بہکا دے۔ اسی طرح ملعون ہے وہ شخص جو غیر اللہ کے نام سے جانور ذبح کرے۔ اور ملعون ہے وہ شخص جو اپنے اور دوسرے کے کھیت کی درمیانی حد (میڈھ) میں تبدیلی کر دے اور ماں باپ کو لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس سے اسکے والدین پر لعنت کیجائے بس یہ ایسا ہی ہوا گویا کہ اس نے خود ہی لعنت کی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے والدین کو بھلا کوئی گالی دیگا؟ فرمایا کہ ایسا کرے کہ کسی دوسرے کے والد یا والدہ کو گالی دے اور وہ اسکے جواب میں الٹ کر اسکے والد یا والدہ کو گالی دیدے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص علقمہ نامی تھا جو کہ عبادت میں بڑا مستعد تھا اور صدقہ و خیرات بھی بہت کرتا تھا ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا اور بہت سخت بیمار ہوا اسکی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میرا شوہر نزع کی حالت میں ہے میں نے

یہ چاہا کہ آپکو اسکی اطلاع کردوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ۔ بلالؓ
سلمانؓ اور عمارؓ سے فرمایا کہ جاؤ جی ذرا علقمہ کے یہاں چلے جاؤ اور دیکھو تو انکا کیا
حال ہے ؟ یہ حضرات گئے اور اندر ان کے پاس پہونچے دیکھا کہ نزع کی حالت ہے
انھوں نے تلقین کے طور پر کہا لا الہ الا اللہ کہو۔ انکی زبان سے نہ نکلا جب ان لوگوں
نے یہ سمجھا کہ ارے یہ تو ہلاک ہو رہے ہیں تو فوراً بلال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں بھیجا تاکہ صورت حال سے آپ کو مطلع کر دیں۔ انکا حال سن کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا علقمہ کے والدین زندہ ہیں ؟ آپ سے
عرض کیا گیا کہ ان کے والد کا تو انتقال ہو چکا ہے ہاں بوڑھی ماں موجود ہے
آپ نے فرمایا کہ اے بلال ! تم ام علقمہ کے پاس چلے جاؤ اور ان سے میرا سلام کہو
اور کہو کہ اگر تم آسکتی ہو تو آجاؤ ورنہ میں خود تمھارے ہی پاس آجاؤں ۔ بلالؓ نے
جاکر یہ پیغام پہونچا دیا تو ام علقمہ نے کہا کہ ارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
میری جان فدا ہو مجھے خود حاضر ہونا چاہیئے یہ کہکر اپنی لاٹھی اٹھائی اور ٹیکتی ٹیکتی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جاکر سلام کیا آپ نے سلام کا
جواب دیا۔ وہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئی ۔ آپ نے فرمایا
جو کچھ پوچھوں سچ سچ جواب دینا ورنہ اگر غلط بیانی کروگی تو وحی تمھاری تکذیب کردیگی
یہ بتاؤ کہ علقمہ کے کیا حالات تھے ؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہ اتنی نمازیں روز پڑھتا تھا اور اتنا اتنا روزہ رکھتا تھا اور صدقہ وخیرات
بھی خوب کرتا تھا خدا ہی انکی مقدار جانتا ہے۔ فرمایا کہ تمھارے اور اس کے
درمیان کیسے تعلقات تھے ؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میں تو اس سے
ناراض ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں اسکا سبب کیا ہوا ؟ اس نے کہا کہ وہ اپنی
بیوی کو مجھ پر ترجیح دیتا تھا اور ہر معاملہ میں اسکی اطاعت کرتا تھا اور میری نافرمانی
کرتا تھا ۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جو اپنی والدہ کو
ناراض کر لیا ہے اسی چیز نے اسکے منہ سے کلمہ شہادت کے نکلنے کو روک رکھا ہے

اور پھر آپ نے بلال رضؓ سے فرمایا کہ بلال جاؤ اور بہت ساری لکڑیاں جمع کرو تاکہ میں علقمہ کو اس آگ میں جلادوں۔ یہ سنکر ماں نے کہا یارسول اللہ! وہ میرا بچہ ہے اور میرا لخت جگر ہے کیا آپ اسکو میرے سامنے آگ میں جلائیں گے؟ میرا دل اسکو کیسے برداشت کریگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اری ام علقمہ تو سن لے کہ پھر اللہ تعالےٰ کا عذاب تو اس سے زیادہ سخت ہوگا اور دائمی ہوگا۔ اب اگر تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکو بخش دے تو اس سے راضی ہوجا اور اسکے قصور کو معاف کردے۔ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جس کے قبضہ میں ہے جب تک تو اس سے ناراض رہیگی اسکو نماز روزہ اور صدقہ کچھ بھی نفع نہ دیگا۔ یہ سنکر اس بڑھیا نے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آسمان پر خدا کو اور یہاں آپ کو اور جو لوگ موجود ہیں ان سب کو گواہ بناتی ہوں کہ میں علقمہ سے خوش ہوگئی اس کا قصور معاف کیا۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ سے فرمایا کہ علقمہ کے گھر پھر جاؤ اور دیکھو کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے پر قادر ہوسکے یا نہیں شاید ام علقمہ نے محض میرے خیال سے صرف زبان سے معاف کیا ہو اور دل سے ابتک ناراض ہو۔ بلال گئے جوں ہی دروازہ پر پہونچے وہیں سے سنا کہ علقمہ اپنی زبان سے کہہ رہے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ گھر میں جاکر حاضرین سے کہا کہ ان کی والدہ ان سے ناراض تھیں اسی وجہ سے کلمہ منہ سے نہیں نکل رہا تھا اور اب وہ راضی ہوگئیں تو زبان پر کلمہ بھی جاری ہوگیا۔ چنانچہ اسی دن علقمہ کا انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنکر تشریف لائے غسل دیا تجہیز و تکفین فرمائی۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر کے کنارے کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے مہاجرین و انصار سن لو کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں پر ترجیح دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو ورنہ تو اسکے فرض قبول ہوں گے اور نہ ہی کوئی نفل عبادت مقبول ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے اس آیت کی کہ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا کی تفسیر میں مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ حکم فرمایا ہے

تمھارے رب نے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ایک نہ جانو یا یہ کہ کسی کی اطاعت (والی) نہ کرو معصیت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اسکے اوامر میں اور والدین کی فرمانبرداری کرو اور ان پر دل سے مہربان رہو اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جاویں فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ تو انکو اپنے کسی قول وفعل سے مکدر نکرو یا یہ مطلب ہے کہ جب والدین بوڑھے ہو جائیں اور اپنے پیشاب پاخانہ کرنے میں تمھارے محتاج ہو جائیں تو انکا بول وبراز اٹھا کر پھینکنے میں ناک بھوں نہ چڑھاؤ نہ پیشانی پر بل لاؤ۔ انھوں نے تمھارے بچپنے میں تمھارا بہت گوہ موت کیا ہے اور تمھارا پاخانہ پیشاب دیکھکر ناک بھوں نہیں سکوڑی ہے وَلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا یعنی انھیں کوئی سخت بات مت کہو بلکہ نرم بات ان سے کرو وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ یعنی ان کے سامنے ذلت اور رحمۃ کا بازو پست کردو یعنی پست اور ذلیل ہو جاؤ وقل رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا یعنی اور یہ کہو کہ اے پروردگار تو ان پر بھی اسی طرح سے رحم فرما جس طرح سے کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے۔ مطلب یہ کہ جب والدین کا انتقال ہو جائے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگے یعنی اولاد پر لازم ہے کہ والدین کا حق زندگی میں بھی پہچانے اور ادا کرے اور ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے لئے ہر نماز کے بعد دعاء مغفرت کرے۔

بعض تابعین سے مروی ہے کہ جس شخص نے والدین کے لئے دعاء مغفرت دن میں پانچ بار کی تو اس نے گویا انکا حق ادا کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ وَاِلَیَّ الْمَصِیْرُ یعنی میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو اور میرے پاس تمھیں لوٹ کر آنا ہے تو اللہ تعالیٰ کا تو شکر یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز ادا کرے، اسی طرح سے والدین کا شکر یہ ہے کہ ان نمازوں کے بعد ان کے لئے دعاء مغفرت کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ تمھارا رب جانتا ہے کہ تمھارے قلب میں کیا ہے والدین کی طرف

نرمی اور بھلائی ہے یا نہیں اِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا یعنی اگر تم والدین کے مطیع ہوئے تو اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے ملیگا اسلئے کہ وہ نیک کام کرنے والوں کو اجر عطا فرماتا ہے اور اگر تم سے اس میں کوتاہی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اسلئے کہ وہ رجوع کرنے والوں کا گناہ معاف فرمانیوالا ہے

کہا گیا ہے کہ اولاد پر والدین کے دس حقوق ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں سے جو بھی کھانے کی جانب محتاج ہو تو اسکو کھانا کھلا دے۔ دوسرے یہ کہ کوئی اگر کپڑے کی جانب محتاج ہو تو اسکو کپڑے پہنائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا کی یہی تفسیر مروی ہے فرمایا کہ مصاحبۃ بالمعروف یہی ہے کہ اگر وہ کھانے کے محتاج ہوں تو کھانا کھلائے اور کپڑے کے محتاج ہوں تو کپڑا پہنائے تیسرے یہ کہ وہ اگر خدمت کے محتاج ہوں تو انکی خدمت کرے۔ چوتھے یہ کہ وہ جب پکاریں تو جواب میں بولے اور فوراً حاضر ہو جائے۔ پانچویں یہ کہ وہ جب کسی بات کا حکم کریں بشرطیکہ وہ معصیت نہو تو انکی اطاعت کرو۔ چھٹے یہ کہ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے سختی سے ان سے کلام نکرے۔ ساتویں یہ کہ انکا نام لیکر انکو نہ پکارے آٹھویں یہ کہ راستہ چلنے میں ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ نویں یہ کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی ان کے لئے پسند کرے، اسیطرح ناپسند بھی۔ دسویں یہ کہ انکے لئے بھی مغفرت کی دعا کرے جب خود اپنے لئے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ اے میرے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی بھی۔ اسی طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی قول ہے کہ فرمایا رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ یعنی اے اللہ ہماری دعا قبول کر اور ہمیں اور ہمارے والدین کو اور سب مؤمنین کو قیامت کے روز بخشدے۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ والدین کے لئے دعا کا ترک کرنا اولاد پر روزی کو تنگ کر دیتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ انکی وفات کے بعد انکو کس طرح راضی کیا جائے

تو اسکے متعلق کہا گیا ہے کہ تین طریقہ سے وہ راضی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اولاد بنات خود صالح ہو جائے اسلئے کہ کسی دیندار والدین کو اپنی اولاد کے صالح ہونے سے بڑھکر کوئی شے محبوب نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے بعد ان کے قرابت داروں اور دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ تیسرا یہ کہ ان کے لئے استغفار اور بخشش کی دعائیں کرے اور ان کے لئے خیر خیرات کر کے ایصال ثواب کیا کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے سب اعمال بھی ختم ہو جاتے ہیں سوا تین عمل کے کہ انکا ثواب باقی رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ۔ دوسرا علم نافع جو دوسروں کو سکھلا گیا۔ تیسرا ولد صالح جو چھوڑ گیا جو کہ اسکے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کے ساتھ سلوک کرنیوالوں سے مقاطعہ مت کرو (بلکہ ان کے ساتھ تم بھی صلہ رحمی کرو) اس لئے کہ اسکی وجہ سے تمھارا نور بجھ جائے گا کیونکہ تمھارا ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا گویا تمھارے والد ہی کا احسان کرنا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص بنی سلمہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والدین کا انتقال ہو گیا ہے تو اب بھی ان کے ساتھ سلوک کا کوئی طریقہ ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ان کے لئے استغفار کرنا۔ اور ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا اور اپنے اُن اُن رشتہ داروں کا خیال و لحاظ کرنا جن میں والدین واسطہ بنتے ہوں یعنی ان کے ذریعہ سے تمھارا ان سے تعلق ہوا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بارھواں باب

باپ کے ذمہ اولاد کے حقوق کا بیان

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ والدین پر اولاد کے تین حق ہیں ایک یہ کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسکا اچھا سا نام رکھے اور پھر جب کچھ سمجھدار ہو جائے تو اسکو قرآن شریف پڑھائے اور پھر جب بالغ ہو جائے تو اسکا نکاح کردے۔

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس اپنے لڑکے کو لیکر آیا کہ امیر المومنین میرا یہ لڑکا ہے جو کہ میری نافرمانی کرتا ہے اس سے میں پریشان ہوں حضرت عمرؓ نے لڑکے سے فرمایا کہو میاں صاحبزادے تمکو اپنے والد کی نافرمانی کرتے خدا کا خوف نہیں ہوتا اسلئے کہ والد کے یہ یہ حقوق ہیں۔ لڑکے نے یہ سنکر عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ فرمائیے کہ اولاد کے بھی کچھ حقوق والدین پر ہوتے ہیں یا صرف والد ہی کے حقوق اولاد پر ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں کیوں نہیں۔ لڑکے کا حق باپ پر یہ ہے کہ اسکو شریف عورت سے حاصل کرے یعنی کسی خراب اور آوارہ عورت سے نہ نکاح کرے تاکہ کل کو لوگ اس لڑکے کو اسی کی جانب منسوب کرکے عار نہ دلائیں کہ یہ تو فلانی عورت کا لڑکا ہے اور دوسرا حق یہ ہے کہ اسکا نام اچھا رکھے اور اسکو قرآن سکھلائے لڑکے نے کہا بخدا نہ تو میری ماں نجیب اور شریف تھی بلکہ وہ ایک سندھی باندی تھی جس کو میرے والد نے چار سو درہم میں خریدا تھا اور نہ میرا نام ہی اچھا رکھا اس نے میرا نام جُعل رکھا (جس کے معنی ہیں گُبریلا گوہ کے کیڑے کے) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کہا اور مجھے قرآن میں سے ایک آیت بھی نہیں سکھائی۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو باپ کی جانب متوجہ ہوگئے اور فرمایا کہ تم شکایت کرتے ہو کہ میرا لڑکا نافرمانی کرتا ہے اور میرا حق ادا نہیں کرتا تو تم نے بھی تو اسکے ساتھ ظلم ہی کیا اسکا کون سا حق ادا کیا جو آج اپنے حق کا مطالبہ کرنے آئے ہو چلو یہاں سے ہٹو۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ ابو حفص کندی جو کہ سمرقند کے علماء میں سے تھے ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے شکایت کی کہ میرے لڑکے نے مجھکو مارا ہے اور ستایا ہے

انھوں نے فرمایا اسے سبحان اللہ اب ایسا وقت آگیا ہے کہ لڑکا باپ کو مارتا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں مجھے ستایا بھی ہے اور مارا بھی ہے اس پر انھوں نے باپ سے پوچھا کہ آپ نے اسکو کچھ تعلیم و ادب سکھایا تھا اور اسکو قرآن شریف پڑھایا تھا (اس پر وہ خاموش رہا) تو فرمایا کہ یہ لڑکا کام کیا کرتا ہے؟ کہا کھیتی کرتا ہے۔ فرمایا کہ جانتے ہو اس نے یہ کام تمھارے ساتھ کیوں کیا۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ جاہل تو تھا ہی شاید کہ صبح صبح کھیت پر جا رہا ہوگا گدھے پر سوار ہوکر آگے آگے اس کے بیل جا رہے ہوں گے اور پیچھے پیچھے اس کا کتا جاتا ہوگا۔ اسکو قرآن تو آتا نہ تھا کہ پڑھتا ہوا جاتا تم ایسے وقت میں اسکے سامنے آگئے ہوگے تو اس نے یہ سمجھا ہوگا کہ یہ میرا بیل ہے جو سامنے آگیا ہے۔ تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھارا سر نہیں توڑ دیا صرف مارا ہی ہے جاؤ یہی تمھارا فیصلہ ہے۔

حضرت ثابت بنانیؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص اپنے والد کو کسی جگہ مار رہا تھا تو اس سے کہا گیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس پر اسکا باپ بولا کہ چھوڑ دو اسکو کچھ نہ کہو (یہ میرا پاداش عمل ہے کہ) میں نے بھی اپنے باپ کو اسی جگہ ایک دفعہ مارا تھا اسلئے اسکا بدلہ پا رہا ہوں اسکا کچھ قصور نہیں۔

بعض عقلاء کا یہ کہنا ہے کہ جس شخص نے اپنے والدین کی نافرمانی کی وہ اپنی اولاد کیجانب سے خوشی اور سرور نہ پائیگا اور جس شخص نے اپنے معاملات میں مشورہ نہ لیا وہ مطلوب نہ پاسکیگا اور جس شخص نے اپنے اہل کے ساتھ مدارات کا برتاؤ نہ کیا وہ عیش کی لذت نہ دیکھے گا۔

حضرت شعبیؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس باپ پر رحم فرمائے جس نے اپنی اولاد کی فرمانبرداری میں مدد فرمائی یعنی اسکو ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس سے وہ اسکی نافرمانی کرے۔ (مطلب یہ کہ اسکی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا)۔

۲۲۲۔ ذکر سے اصلی مقصود اور اس سے قصد دنیا کی مذمت خصوص تسخیر کا عدم جواز

حضرت حافظ محمد ضامن شہید علیہ الرحمہ کی حکایت ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس واسطے ذکر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (سبجھے یاد کرو میں تمکو یاد کروں گا) یعنی احوال و کیفیات باطنی پر نظر نہ تھی۔ دیکھئے محققین کی تو یہاں تک نگاہ ہے کہ خدا کے نام اور احکام میں کیفیات باطنی تک کا قصد نکریں اور افسوس آجکل لوگوں کا یہ حال ہے کہ وظائف تحصیل دنیا کے لئے پڑھتے ہیں۔ کوئی دست غیب تلاش کرتا پھرتا ہے حالانکہ اس میں جواز تک بھی نہیں کیونکہ اس کے ذریعہ سے جو کچھ ملتا ہے وہ حرام ہے کیونکہ جن مسخر ہو جاتے ہیں اور لوگوں کا مال چرا چرا کر عامل کو دیتے ہیں یا اگر اپنا لائیں تب بھی مجبور ہو کر لاتے ہیں۔ ایسا ہی تسخیر قلوب کا حال ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے جو مال دیا جاتا ہے وہ طیب خاطر سے نہیں دیا جاتا مغلوب الرائے و مضطر ہو کر دیا جاتا ہے۔

۲۲۳۔ عملیات کی خرابیاں

اور اگر کسی عمل میں جواز بھی ہو تب بھی ایسے اغراض کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کی بیقدری کرنا اور بھی بے ادبی ہے اور احادیث میں سورہ واقعہ کا پڑھنا وغیرہ آیا ہے وہ دنیا کو معین دین بنانے کی غرض سے ہے جو کہ دین ہی ہے۔ کاش یہ لوگ بجائے ان اعمال کے دعا کیا کرتے اگر مقصود حاصل ہو جاتا تو بھی مطلب کا مطلب اور ثواب کا

ثواب اور اگر نہ ہوتا تو بھی دعار کا ثواب کہیں گیا ہی نہ تھا۔ مذکورہ بالا خرابی کے علاوہ عمل میں ایک اور بھی خرابی ہے کہ دعار سے تو پیدا ہوتی ہے عاجزی اور فروتنی اور عمل سے پیدا ہوتا ہے دعویٰ۔ عامل جانتا ہے کہ بس ہم نے یہ کر دیا اور وہ کر دیا۔

حکایت: مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کا لوگ ذکر کرتے ہیں فرماتے تھے کہ اگر صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عجب پیدا ہو جاتا ہے اور یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے۔

۴۲۔ امور اختیاریہ میں بھی دعار کی ضرورت ہے۔ اور اسباب کے موخر ہونے کی حقیقت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے سرد ہو جانے کے قصہ سے رفع تعجب

دعار صرف امور غیر اختیاریہ کے ساتھ خاص نہیں جیسا عام خیال ہے کہ جو امر اپنے اختیار سے خارج ہوتا ہے وہاں مجبور ہو کر دعار کرتے ہیں ورنہ تدبیر پر اعتماد ہوتا ہے بلکہ امور اختیاریہ میں بھی دعار کی سخت ضرورت ہے اور ہر چند کہ انکا وجود اور ترتیب بظاہر تدبیر و اسباب پر مبنی ہے لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے خود ان اسباب کا جمع ہو جانا واقع میں غیر اختیاری ہے اور اسکا بجز دعار اور کوئی علاج نہیں۔ مثلاً کھیتی کرنے میں ہل چلانا۔ بیج بونا وغیرہ تو اختیاری ہے مگر کھیتی اگنے کے واسطے جن شرائط اور اسباب کی ضرورت ہے وہ اختیار سے باہر ہیں مثلاً یہ کہ پالا نہ پڑے یا اور کوئی ایسی آفت نہ پڑے جو کھیتی کو اگنے نہ دے۔ اسلئے اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (یہ جو تم کھیتی کرتے ہو اسکو دیکھو کہ تم جو بیج بوتے ہو تو کھیتی تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں) پھر ان سب کو احتیاج ہے تعلق مشیتِ خداوندی کی اور صاف ظاہر ہے کہ وہ عباد کے اختیار میں نہیں پس ثابت ہو گیا کہ امورِ اختیاریہ میں بھی تدبیر اور کسب کے ساتھ دعا کی ضرورت ہے۔ خصوصاً جبکہ اس پر نظر کیجائے کہ ہم جن اسباب کو اسباب سمجھے ہوئے ہیں وہ بھی درحقیقت برائے نام ہی اسباب ہیں ورنہ ان میں بھی وصفِ سببیہ بمعنی تاثیر محلِ کلام میں ہے بلکہ احتمال ہے کہ عادت اللہ اس طرح جاری ہو کہ ان کے تلبس اور اور اقتران کے بعد حق تعالیٰ اس اثر کو ابتداءً فرما دیتے ہوں اور جب چاہیں اثر مرتب نہ فرمائیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں اثر کو پیدا نہ فرمایا تو جو شخص اس راز کو سمجھ گیا وہ کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے سرد ہونے میں تعجب نہیں کرے گا کیونکہ اگر تعجب ہے تو تاثیر کے مسلوب ہونے میں ہے اور اثر پیدا نہ ہونا چنداں عجب نہیں۔ بالجملہ ان اسباب کے تاثیر کی ایسی مثال معلوم ہوتی ہے کہ جیسے سرخ جھنڈی دکھانے سے ریل رک جاتی ہے اب کوئی نادان یہ سمجھے کہ سرخ جھنڈی میں کوئی تاثیر ہے جس سے ریل رک جاتی ہے تو یہ اسکی نادانی ہوگی۔ سرخ جھنڈی سے تو کیا رکتی وہ تو کسی چلانے والے کے روکنے سے رکی ہے۔ سرخ جھنڈی صرف اصطلاحی علامت قرار دی گئی ہے یہی مثال ہے اسباب اور ترتب اثر کی اصل کام تو اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے یہ اسباب و علامات تو محض عباد کی تسلی اور دیگر حکمتوں کے لئے مقرر فرما دیئے ہیں ؎

ایں سببہا در نظر ہا پردہ ہاست   درحقیقت فاعلِ ہر شے خداست

(یہ جملہ اسباب پردہ کے طور پر ہیں ورنہ تو درحقیقت ہر شے کا فاعل خدا ہے)

کب فلک کو یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں
عارفین اس بات کو سمجھے اور حقیقت معلوم کرکے یوں گویا ہوئے ؎

عشق من پیدا و معشوقم نہاں یار بیروں فتنۂ او در جہاں
(میرا عشق تو ظاہر ہے باقی میرا معشوق پس پردہ ہے یار تو کہیں اور ہے اور اسکا فتنہ جہاں میں موجود ہے)

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی
کار زلفت تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند
مشک کی خوشبو پھیلانے کا کام تو در اصل آپ کی زلف کا ہے لیکن عاشقوں نے کسی مصلحت سے چین کے ہرن کیجانب منسوب کر رکھا ہے)

آب و خاک و باد و آتش بندہ اند با من و تو مردہ با حق زندہ اند
(پانی، مٹی اور آگ سب بندے ہیں ہما شما کے نزدیک مردہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں)

مثنوی میں اس یہودی بادشاہ کی حکایت ہے جو مسلمانوں کو بتوں کے سجدے پر مجبور کرکے آگ میں ڈلواتا تھا یہاں تک کہ اخیر میں یہ قصہ ہوا کہ وہ آگ میں نہیں جلتے تھے اس پر اس یہودی بادشاہ نے آگ سے مجنونانہ غصہ میں یہ خطاب کیا کہ تجھے کیا ہوگیا تو نہیں جلاتی کیا تو آگ نہیں رہی تو آگ نے باذن خالق جواب دیا ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم اندر آتا تو بہ بینی تابشم
(آگ نے جواب دیا کہ میں تو وہی آگ ہوں میری تابش دیکھنا ہو تو تم اندر آکر دیکھ لو)

پھر اس گستاخی کا یہ انجام ہوا ؎

بانگ آمد کار تو اینجا رسید پاسئے دار اسے سگ کہ قہر ما رسید
(ندا آئی کہ تو اس درجہ گستاخ ہوگیا ہے؟ اچھا ذرا ٹھیر تو کتے میرا قہر پہنچنا چاہتا ہے)

دیکھئے وہی آگ تھی ایک کو جلایا ایک کو نہ جلایا اس سے یہ بات بہت وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ اسباب بھی باختیار حق ہیں۔ جب یہ ہے تو اسباب کے اعتماد پر خالق سے قطع نظر و استغنار کرنا بڑی غلطی ہے غرض امور اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاریہ سب میں دعار کی حاجت ثابت ہوئی،

۲۲۵- امورِ اختیاریہ میں دعا کے ساتھ تدبیر بھی کرنی چاہیئے اور مباشرتِ اسباب کا فائدہ

البتہ امورِ اختیاریہ میں اسباب کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ تدبیر بھی کیجائے اور دعا بھی۔ یہ نہ ہو کہ بلا تدبیر صرف دعا پر اکتفا کیا جائے مثلاً کوئی شخص اولاد کی تمنا رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اول نکاح کرلے پھر دعا کرے اور بے نکاح کے اگر یونہی چاہے کہ اولاد ہو جائے تو یہ اسکی نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کئے ہیں اور اس میں حکمتیں اور مصلحتیں رکھی ہیں مطلق اسباب کا اس طور پر معطل چھوڑنا افراط وغلو ہے اور ایک گونہ تعلیل ہے حکمِ الٰہیہ کی جو کہ خلافِ عبدیت اور سوئے ادب ہے اور مباشرتِ اسباب میں اظہارِ عبدیت اور افتقار الی اللہ بھی ہے جو کہ اعظم مقاصد سے ہے اسلئے ایسے امور میں مباشرت اسباب اور دعا دونوں کا ہونا ضروری ہے کہ اس میں اعتدال اور تعدیل ہے۔

۲۲۶- دعا کے قبول ہونے پر بھروسہ اور یقین ہو تو بشرطِ عدمِ عارضِ خاص ضرور اثر ہوتا ہے گو اسباب ناتمام ہی ہوں

بعض دفعہ اللہ جل شانہ اپنی رحمت وعنایت سے نیک بندوں کی عاجزی اور دعا وزاری پر نظر فرما کر محض اپنی قدرت سے تھوڑے سے ناتمام اسباب سے یا بلا اسباب بھی اثر مرتب فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ قصہ موجود ہے کہ ایک نیک بی بی نے تنور میں سوختہ جھونک

اللہ تعالیٰ سے دعا کی اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا (اے اللہ ہمکو روزی دے)
تھوڑی دیر کے بعد گیا دیکھا کہ تنور روٹیوں سے پُر ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ ان لوگوں میں قوتِ یقینیہ زیادہ تھی پورا یقین اسکی رزاقی پر تھا۔
چنانچہ اسکا ظہور بلا اسباب ہوا اور یہ حضرات تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ
تھے ابلیس کے یقین اور توقع اجابت دعا کی کیفیت دیکھئے کہ عین غضب
اور قہاری کے موقع پر بھی اسکو پورا بھروسہ تھا کہ غضب الٰہی اجابت دعا کے
لئے مانع نہیں اِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي (بلاشبہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے)
حالانکہ یہ سوال ایسا بعید ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی خلود
اور دوام نہیں عنایت کیا گیا مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (ہم نے کسی
بشر کو جو آپ سے پہلے ہوئے ہمیشگی نہیں بخشی) مگر شیطان نے رحمت
کی وسعت کے بھروسہ پر اسکی دعا کردی اور حکم بھی ہوگیا فَإِنَّكَ مِنَ
الْمُنْظَرِينَ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (جا تجھکو مہلت دی وقت
مقررہ (قیامت تک) کے لئے۔) دعا کے قبول ہونے پر
بھروسہ اور یقین ہو تو ضرور اثر ہوتا ہے اور یقین ایسی چیز ہے کہ اس سے
بڑے بڑے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

حکایت: چنانچہ حضرت علاء بن الحضرمی حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں
جب غزوۂ مرتدین کے لئے بحرین پر گئے اور راستہ میں دریا پڑا تو ساتھیوں
نے اسوجہ سے کہ کشتی تیار نہ تھی ٹھہرنے کو کہا فرمانے لگے کہ خلیفہ کا حکم
ہے جلدی پہونچنے کا اسلئے میں ٹھیر نہیں سکتا اور یہ کہکر دعا کی کہ اے اللہ
جس طرح تو نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے (بنی اسرائیل) کو
دریا سے پار کیا اسی طرح آج ہمکو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
برکت سے پار اتار دے، اور دعا کر کے گھوڑا دریا میں ڈالدیا اور دریا پایاب
ہوگیا اور سارا لشکر پار ہوگیا۔

حکایت : مشہور حکایت ہے کہ ایک مولوی صاحب بسم اللہ کے فضائل میں وعظ فرما رہے تھے کہ بسم اللہ پڑھکر جو کام کریں وہ پورا ہو جاتا ہے ایک جاہل گنوار نے سنا اور کہا یہ ترکیب تو اچھی ہاتھ آئی ہر روز کشتی کے پیسے دینے پڑتے ہیں پس بسم اللہ پڑھکر دریا کے پار اتر جایا کریں گے۔ چنانچہ وہ مدتوں اسی طرح سے آتا جاتا رہا۔ اتفاقاً ایک روز مولوی صاحب کی دعوت کی اور گھر لیجانے کے لئے انکو ساتھ لیا راستہ میں وہی دریا آملا۔ مولوی صاحب کشتی کے انتظار میں رکے اس نے کہا مولوی صاحب آئیے! کھڑے کیوں ہو گئے؟ مولوی صاحب بولے کہ کیسے آؤں؟ اس نے کہا بسم اللہ پڑھکر آجائیے۔ میں تو ہمیشہ بسم اللہ پڑھکر ہی اتر جاتا ہوں مولوی صاحب کی تو ہمت نہ ہوئی مگر اس نے انکا ہاتھ پکڑکر اپنے ساتھ ان کو بھی پار اتار دیا۔ یہ قوت یقینیہ ہی تھی جسکی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کو آسان کر دیا۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ تعویذ دیتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ اسکو کھولنا مت ورنہ اثر نہیں ہوگا۔ وجہ اسکی یہی ہے کہ کھولنے سے دیکھنے والا وہی معمولی کلمات سمجھکر ضعیف الیقین ہو جاتا ہے اور اثر نہیں ہوتا ان مثالوں سے معلوم ہو گیا کہ تھوڑے بہت اسباب جمع کرکے اگر تعالےٰ کے بھروسہ دعا کیجائے تو اللہ تعالےٰ اس تھوڑے حیلہ میں یقین کی برکت سے سب کچھ دیدیتا ہے اور یہی معنی معلوم ہوتے ہیں وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَتَوَکَّلُوْا عَلَیْہِ (طلب میں خوب کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو کہ تدبیر اور مباشرت اسباب میں اختصار ہو اجملوا اسکی طرف اشارہ ہے اور نظر تقدیر پر ہو وَتَوَکَّلُوْا عَلَیْہِ میں اسکی طرف اشارہ ہے۔

۲۲۷۔ روزی کا مدار محض تدبیر پر نہیں ہے اور اسکا ایک نہایت بدیہی ثبوت

اور درحقیقت اگر روزی صرف سعی و تدبیر پر ہی موقوف ہوتی تو اکثر آدمی

حکمت وتدبیر سے غنا ر حاصل کر سکتے تھے مگر غنا ر اور تمول دیکھا جاتا ہے کہ حکمت اور سعی اور تدبیر پر موقوف نہیں بلکہ بکثرت دیکھا گیا ہے کہ ایک معمولی آدمی جو دو آنے تین آنے کی مختصر مزدوری کیا کرتا تھا چند سال میں وہ لکھ پتی ہوگیا۔ اگر غنا تدبیر اور سعی سے بلا تقدیر حاصل ہو سکتا ہے تو ہم ایک دوسرا آدمی منتخب کرتے ہیں جو قوت وہمت رائے وتدبیر میں اس سے زیادہ ہو اور مدت بھی اسکے لئے دونی تجویز کرتے ہیں اور اس سے پہلے کو دو آنہ روزانہ ملتے تھے ہم اسکو چار آنہ یومیہ دیتے ہیں اور اس پہلے شخص کا تمام کارنامہ اسکو دیئے دیتے ہیں پھر ہم دیکھیں گے کہ اس پہلے کے برابر یا اسکے قریب مضاعف مدت میں کما سکتا ہے ہرگز نہیں ترقی کے اسباب اور تدابیر بہت قومیں جانتی ہیں مگر ترقی وہی قومیں کرتی ہیں کہ جنکی تدبیر اور سعی کے ساتھ تقدیر بھی مساعدت کرتی ہے ورنہ ان سے دگنی محنت کرتے ہیں اور افلاس نہیں جاتا

۲۲۸۔ اسباب کے بھروسے دعار سے بیفکر نہ ہوجائے اور نہ توکل کے اسباب کو بالکل چھوڑ دے

اصل یہ ہے کہ نہ تو نرے اسباب پر مدار ہے بلکہ تقدیر اور مشیت کی موافقت شرط ہے اور نہ یہ کہ کارخانۂ اسباب بالکل معطل ہے کہ اسکو چھوڑ کر صرف دعار ہی سے کام لیا جائے۔ افراط وتفریط دونوں کو چھوڑیں۔ اس طرح سے کہ اسباب کو بھی اختیار کریں کیونکہ اس میں بھی اظہار ہے عبدیت اور افتقار الی اللہ کا اور اسباب کے بھروسے دعار سے بھی غفلت نہ کیجائے۔ ہم میں جو بعضے متوکل ہوئے اس میں بھی غلو کرنے لگے۔

Monthly

Regd. No. 12/9/AD-111

APR. 1984

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعۂ تالیفاتِ مصلح الامۃ

حصہ اول

Rs.30—

حصہ چہارم

Rs.40/

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار
الٰہ آباد

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندہ ششماہی		چندہ سالانہ
عـ۱۳		عـ۲۵
تیرہ روپے		پچیس روپے

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبد المجید عفی عنہ | دو روپے ۲۰ پیسے

شمارہ ۵ | رجب المرجب سنہ ۱۴۰۲ھ مطابق مئی سنہ ۸۲ء | جلد ۷

فہرستِ مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۴ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر منیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۴ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷-ڈی ۱۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

بعض حالات اور اعذار کی بنا پر گذشتہ دو ماہ سے رسالہ کی روانگی میں بہت تاخیر ہو رہی تھی تاہم ارباب ادارہ کو برابر یہ فکر رہی کہ اسکا نظم درست ہو جائے چنانچہ امید ہے کہ اب اس پر قابو پا لیا جائیگا کیونکہ مئی کا رسالہ اندازہ ہے کہ اپنے صحیح وقت سے ناظرین کو مل سکیگا۔

ابھی کچھ پہلے احباب کے خطوط بھی آئے تھے جس میں انھوں نے حضرت اقدسؒ کا مضمون، رویت ہلال طلب کیا تھا اور اس مضمون کو بہت کچھ سراہا تھا نیز اس مسئلہ میں تقریباً ہر سال اور ہر جگہ مسلمانوں میں باہم اختلاف ہوتا رہتا ہے جسکا منشاء مسئلہ شرعی سے انکی ناواقفیت ہوتی ہے اس ضرورت کے پیش نظر حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کی بھی رائے ہوئی کہ "مسئلہ رویت ہلال" کو دوبارہ شایع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس اشاعت میں وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ اسکی پہلی اشاعت اب سے بیسؔ سال قبل ہوئی تھی اس عرصہ میں بہت سے احباب ایسے ہونگے جو رسالہ کے جدید خریدار بنے ہونگے اسلئے اکثر لوگوں کے نزدیک یہ مضمون جدید ہی ہوگا اور نافع تو بہرحال سب ہی کے لئے ہے۔

حیات مصلح الامۃ زیر طبع ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موانع مرتفع کرکے اسباب کو سازگار رکھے تاکہ جلد سے جلد ناظرین کی آنکھیں اسکے دیدار سے بہرہ ور ہو سکیں۔ لوگوں کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل ذوق کو اسکا کس درجہ اشتیاق ہے۔ انشاء اللہ وہ اپنی اس تاخیر میں دیر آید درست آید کا مصداق ہوگی۔ ع
برنگ اصحاب ظاہر را بوا ارباب معنیٰ را۔

آخر ماہ مئی [illegible]ء اور آخر ماہ شعبان [illegible]ھ رعایتی قیمت کی آخری تاریخ ہے کہ اسوقت کتاب کی پیشگی قیمت آنے پر صرف Rs 35/- میں ملجائیگی بعد میں اپنی اصلی قیمت یعنی Rs 50/- میں ملیگی۔

ماہ شعبان مدارس عربیہ کیلئے ماہ امتحان ہوتا ہے اسکے بعد تعطیل کلاں ہو جاتی ہے اور مدارس بند ہو جاتے ہیں اسال بھی حسب دستور سابق حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ رمضان شریف کا مہینہ بمبئی ہی میں گذاریں گے اور الہ آباد سے ۲۰ مئی کو انشاء اللہ بمبئی روانہ ہو جائیں گے۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ ۱۵ شعبان کی شب برات کے موقع پر جہاں اپنے لئے اور اپنے اعزہ کیلئے دعاء خیر فرمائیں وہیں ارباب خانقاہ اور احباب ادارہ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

(ادارہ)

وتزکیہ می کنی نفس مکارۂ خود را و فراموش کنی قول حق کہ فرمودہ است کہ تزکیہ مکنید نفوس خود را۔

اور اپنے مکار نفس کا تزکیہ کرتے ہو اور حق تعالیٰ کے ارشاد کو بھلا رکھا ہے کہ فلا تزکوا انفسکم اپنے نفس کا تزکیہ مت کیا کرو۔

ودوائے آں احتراز کلام فضولی است و معرفت بمواطنِ کلمۂ حق و عمل کردن بموجب آں چہ اگر عمل نکنی بمقتضائے مواطن کلمۂ حق و بگوئی آں را در غیر موطن آں ستم کردہ باشی بر خود کہ آں کلمہ موجب تقاطع و تنافر خواہد شد۔ سعدی بیت

اور علاج اس مرض کا یہ ہے کہ فضول کلام سے احتراز کیا جائے، کلمۂ حق کے مواقع کی معرفت حاصل کیجائے اور اسکے مقتضیٰ پر عمل کیا جائے اسلئے کہ اگر تم نے کلمۂ حق کے مواقع کا لحاظ نہ کیا اور اس بات کو بے موقع کہدیا تو اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ وہ بات باہم تقاطع اور تنافر کا سبب بن جائیگی۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ؎

دو چیز طیرۂ عقل است دم فروبستن بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

”دو چیزیں کم عقلی کی دلیل ہیں ایک تو یہ کہ آدمی بولنے کے موقع پر خاموش رہے اور دوسرے یہ کہ جو موقع خاموش رہنے کا ہے وہاں بولدے“۔

پس تو در رضائے حق سبحانہٗ تعالےٰ سعی بکن و ببیں کہ او بچہ راضی است و بکن آں و آں شرع شریعت معلوم شود نہ بعقل و فکر۔

لہٰذا تم حق تعالیٰ کی رضاء کے کاموں میں مشغول رہو اور سعی کرو اور دیکھو کہ وہ کن باتوں سے راضی ہوتا ہے اسکو کرو اور یہ تمکو شریعت سے معلوم ہوگا عقل و فکر سے نہیں

و دیگرے از امراض مذکور ایں افت کہ تغیر بدہی منکر را بر شخص معین از سلطان و غیر آں و ہمچنیں امر کنی آں را بخصوص نہ بعموم۔

اسی طرح امراض قولیہ میں سے ایک مرض یہ ہے کہ تم کسی معین شخص کو مثلاً بادشاہ وقت کو یا وزیر کو نہی عن المنکر کرکے اسکی اصلاح کرنا چاہو اور خصوصی طور پر اسی کو مخاطب بناؤ نہ یہ کہ خطاب عام سے اسکو نصیحت کرو۔

و دوائے آں بلائے
جانکاہ جاہلاں معرفت موازین
است و براءت نفس ہر امر
کہ منکر باشد از قبل شرع بحسب
مذہب و اجتہاد او نہ بحسب مذہب
و اجتہاد دیگرے۔ پس لازم
نیست کہ باز ماند از چیزے کہ در
مذہب او حلال باشد و در مذہب
دیگرے حرام۔

پس علاج ایں است کہ بگوئی
و سکوت نکنی اگر نفس تو مشتاق و
آرزومند سکوت باشد و سکوت
کنی و نگوئی اگر نفس تو مشتاق و
آرزومند گفتن باشد۔

و دیگر ایں است کہ نگوئی
مگر وقتے کہ سکوت کنی عاصی شوی
و زنہار مگو اگر بر گفتن تو تحسین
کنند چہ گفتن دراں وقت از
بزرگ ترین مرضہا است و بجز
صمت دوائے آں نباشد۔ و
ضابطہ کلی ہمین است

و اما امراض افعال پس

ان جاہلوں کی اس بلائے جانکاہ کا علاج یہ ہے
کہ آدمی پہلے اصلاح کے طریقوں کو جانے اور اسکو
سمجھے کہ نفس کو ہر اس منکر سے بچانا لازم ہے
جو شریعت میں اسکے مذہب اور اجتہاد کی رو
سے منکر ہو نہ کہ دوسرے کے اجتہاد اور دوسرے
کے مذہب کے اعتبار سے منکر ہو۔ پس لازم نہیں کہ
آدمی اس چیز سے بھی باز رہے جس کو وہ اپنے
مذہب کی رو سے حلال سمجھ رہا ہے گو وہ
دوسرے کے مذہب میں حرام ہو۔

پس علاج اسکا یہ ہے کہ تمہارا نفس اگر
اس جگہ سکوت کا اور خاموش رہنے کا آرزومند
ہو تو سکوت نہ اختیار کرو بلکہ بولو۔ اور اگر تمہارا
جی بولنے کو چاہتا ہے تو قطعی نہ بولو بلکہ خاموش
رہو۔

دوسرا علاج یہ ہے کہ ہرگز کلام نہ کرو مگر
اسوقت جبکہ یہ سمجھو کہ اگر خاموشی اختیار کروگے
تو گنہگار ہوگے اور اگر لوگ تمہاری گفتار
پر تحسین کریں تو اسوقت تو ہرگز نہ بولو اس لئے
کہ ایسے وقت میں کلام کرنا بہت ہی بڑا مرض (یعنی
عجب) ہے اور بجز خاموش رہنے کے اسکا کوئی دوسرا
علاج نہیں۔ ضابطہ کلیہ تو یہی ہے۔

بہرحال اب رہے امراض افعال تو وہ

ایں است کہ بگذاری نماز دراز در نظر مردم بتعدیل ارکان و اطمینان تمام چنانکہ تحسین کنند آنرا و نیکو تر باشد در نظر ایشاں و فوت کنی آنرا اگر در خلوت بگذاری و در مثل ایں کار میفرماید رسول غیب بیں صلی اللہ علیہ وسلم ان ذالک استہانۃ استہان بھا ربہ عزوجل و ایں سخت تر مرضیت در امراض نفسی۔

و دوائے آں بیماری صعب قول حق است الم یعلم بان اللہ یری و یعلم سرکم وجھرکم۔ و اللہ احق ان یستحی منہ و امثال آں اقوال۔

و دوائے آں دیگرہم دارد لیکن غامض الترکیب باشد وآں ایں است کہ بداں تعدیل تحسین صلوٰۃ کہ در جماعت می گذارد تعلیم جاہل و تزکیہ غافل قصد کردہ باشد

و دیگر از امراض فعلی

یہ ہے کہ مثلاً تم لوگوں کے سامنے تو تعدیل ارکان اور خوب اطمینان کے ساتھ نمازیں پڑھو تاکہ لوگ تعریف کریں اور لوگوں کی نگاہ میں نیک اور دیندار معلوم ہو لیکن اگر اسی نماز کو خلوت اور تنہائی میں پڑھو تو یہ سب باتیں غائب۔ اس جیسے کام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ تو ایک مذاق کرنا اور اہانت آمیز فعل ہے جس کے ذریعہ سے یہ شخص اپنے رب عزوجل سے مذاق کرتا ہے (دیکھی کوئی عبادت ہے؟) اور یہ ایک انتہائی سخت مرض ہے امراض نفسانی میں سے۔

اور اسکا علاج حق تعالیٰ کے ان ارشادات کا استحضار ہے کہ "کیا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیکھ رہے ہیں" اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمہارے علانیہ و چھپے ہوئے سب امور کو جانتے ہیں" اور یہ کہ "اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے حیا کی جائے" یا اسکے مانند اور ارشادات۔

نیز علاوہ اسکے ایک اور علاج بھی ہے مگر ہے وہ ذرا غامض۔ وہ یہ ہے کہ اپنی اس تعدیل اور تحسین سے جیسے وہ جماعت میں لوگوں کے سامنے کررہا ہے یہ خیال کرلیا کرے کہ میں اسکے ذریعہ سے جاہلوں اور ناواقفوں کو نماز پڑھنا سکھا رہا ہوں اور اہل غفلت کو تعلیم دے رہا ہوں کہ خدا کی عبادت اطمینان سے ہونی چاہیے

اور امراض فعلی میں سے ایک مرض یہ ہے کہ

این است کہ ترک کند اعمال خیر
از جہت احتراز ریا وسمعہ۔
و دوائے آں مرض قول
حق است واللہ خلقکم وما
تعملون۔
و دیگر از امراض فعلی
کردن خیرات لا لوجہ اللہ است
و دوائے آں احتراز از عجب
است و شہود حق ہر جائے
اینما تولوا فثم وجہ اللہ وھو
معکم اینما کنتم۔

و اما مرض حالی پس از آں
این است کہ در ملازمت صلحاء
و عرفاء باشد از برائے اینکہ
تا بزبان مردم یکے از ایشاں باشد
و حال آنکہ دامن عصمت او
از چنگ شہوت ہرگز خلاصی
ندارد و در خلوت عشقبازی
دارد بجاریہ یا بغلامے چنانکہ
مردم نیایند۔

اعمال خیر کو ترک کر دے ریا اور سمعہ (دکھاوے
اور سناوے) سے بچنے کی خاطر۔
اس مرض کی دوا اللہ تعالیٰ کے اس
ارشاد کو پیش نظر رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے
بھی اور تمہارے اعمال کے بھی خالق ہیں
اسی طرح سے امراض فعلی میں سے ایک
یہ ہے کہ جملہ خیرات اور تمام نیکیوں کو غیر اللہ
کیلئے کرے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ عجب اور خود بینی
سے پرہیز کرے اور تمام اوقات میں حق تعالیٰ
کا تصور رکھے جدھر بھی تم متوجہ ہو خدا کی رضا اسی
جانب پاؤ گے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے
ساتھ ہیں جہاں کہیں بھی تم ہو۔
بہرحال امراض حالی تو ان میں سے ایک یہ کہ
صلحاء و عرفاء کی صحبت میں محض اسلئے بیٹھے تاکہ
لوگوں کی زبان پر ان ہی میں کا ایک فرد شمار کیا جائے
حالانکہ اسکی عصمت کا دامن ابھی شہوات
کے پنجے سے بھی نہیں چھوٹ سکا ہے۔ چنانچہ
خلوت میں وہ کسی عورت یا امرد سے عشقبازی
اختیار کئے ہوتا ہے اس طرح سے کہ لوگوں کو
اس کے حال کی خبر نہ ہو۔

(افادہ) ـــــ حضرت شیخ الہ آبادیؒ نے امراض حالی کے سلسلہ میں یہ جو فرمایا کہ
مثلاً بزرگوں کے یہاں اسلئے رہے تاکہ اس جماعت میں اسکا شمار ہو حالانکہ اسکے عصمت

کا دامن ابھی شہوت سے خالی بھی نہیں پائے ہوئے ہے۔ یعنی عرفا اور صلحاء کی معیت اور پھر شہوت تک سے عدم خلاصی! ان دونوں کے اقتران کو دیکھکر میرا ذہن فوراً مہاجر ام قیس کے واقعہ کی جانب منتقل ہوگیا جس کا واقعہ یہ ہے کہ مہاجرین نے جو ہجرت کی تھی تو وہ تو محض اللہ و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے اخلاص کے ساتھ کی تھی لیکن ایک شخص نے اسلئے کی تھی کہ اسکی محبوبہ ہجرت کرگئی تھی تو اسکا مقصود ہجرت سے اس سے نکاح کرنا تھا۔ چنانچہ سب تو مہاجر فی سبیل اللہ ہوئے اور یہ شخص مہاجر ام قیس کہلایا اور اسی لقب سے ملقب ہی ہوگیا۔

نیز اسکی وجہ سے مجھے بڑا لطف آیا یہ خیال ہوا کہ دیکھئے حضرت شیخ رحؒ کو کس قدر علوم مستحضر ہیں اور نظر کیسی عمیق ہے کہ اسی چیز کو مثال میں بیان فرمایا جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات کس درجہ متبع سنت ہیں کہ ہر امر میں انکے پیش نظر تعلیماتِ رسولؐ ہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ عجب نہیں کہ شیخ نے آگے جو واقعہ شیخ روزبہان کا نقل فرمایا ہے اس کا ماخذ یہی واقعۂ مہاجر ام قیس ہو کیونکہ بظاہر وہ بھی مہاجرین کے ساتھ شریک ہجرت تھے لیکن باطن میں ایک عورت سے تعلق تھا اسکی خاطر یہ ہجرت کی تھی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نیک لوگ جن چیزوں سے خراب ہوتے ہیں خواہ ابتداءً یا طریق میں آنے کے بعد ان میں سب سے بڑا فتنہ عورت یا اسکے مثل تنے ہے۔

حضرت شیخؒ کے اس انطباق پر مجھے بیحد مسرت ہوئی اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ذرا سا بھی کسی کو ذوق ہو تو وہ وجد ہی کرنے لگے۔ آگے فرماتے ہیں کہ:۔

پس غلبہ می کند وجد و حال بروے ازاں عشق پس صیحہ می کند و زفرات دارد و می گوید اللہ اللہ و ہو ہو و اشارت از زبان نہ از جنان

پس کبھی اسکا وجد و حال اسی عشق کے سبب غلبہ کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیختا ہے اور ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے کبھی اللہ اللہ اور کبھی ہو ہو کہتا ہے اور یہ سب اسکی زبان پر ہوتا ہے دل میں نہیں ہوتا۔

پس می دانند مردم کہ او صاحب سوز خدائے والہی است و بیشک وجد و حال نفس الامری دارد لیکن برائے کہ؟ و بہر چہ؟

و دوائے آں قول حق است و قد خاب من دسّٰھا۔

و دیگر از امراض حالی ایں است کہ حال او مناسب لباس او نباشد و دوائے آں ایں است کہ لباس او بحسب حال او باشد چنانکہ محکی است از شیخ روزبہان بقلیؒ کہ او صاحب صیحات و زفرات کثیر بود در حال وجد فی اللہ چنانکہ بر طائفان بیت اللہ گراں بود آں لاجرم طواف میکرد خود بر سطح حرم و صادق بود دراں کار ناگاہ بہ محبت زنے مغنیہ مبتلا شدہ و ہیچ کس واقف نبود براں سِرّ و انتقال یافت وجد فی اللہ و صیحات و زفرات آں وجد بسوئے آں مغنیہ و آں ہمہ وجد و حالات منصرف شدہ بسوئے حسن و نغمہ مغنیہ۔

اسکی وجہ سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدائی سوز و گداز والا ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ اسکا یہ سب وجد و حال واقعی اور نفس الامری ہے لیکن کسکے لئے؟ اور کسکی وجہ سے ہے؟

اس مرض کا علاج حق تعالےٰ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھنا ہے کہ خائب و خاسر ہوا جس نے نفس کو رذائل سے دبا دیا۔

اور ایک دوسرا حالی مرض یہ ہے کہ اسکا حال اسکے لباس کے مناسب نہ ہو اور اسکا علاج یہ ہے کہ اسکا لباس اسکے حال کے مناسب ہو جائے۔ جیسا کہ ایک بزرگ روزبہان بقلیؒ کی حکایت ہے کہ وہ بڑی زور زور سے چیخیں مارتے تھے اور ٹھنڈی سانسیں نکالا کرتے تھے اور یہ سب اللہ تعالےٰ کے لئے اور حال صحیح کے طور پر ہوتا تھا اور اتنا مچاتے تھے کہ بیت اللہ کے طواف کرنیوالوں پر گراں گذرتا تھا اکثر تنہا ایسا ہوا کہ یہی بزرگ سطح حرم پر طواف کر رہے تھے اور اپنے اس حال میں سچے تھے کہ اچانک ایک گانے بجانے والی عورت کے عشق میں مبتلا ہو گئے اور اس راز پر کوئی شخص واقف نہیں کہ اسکی وجہ سے انکا وہ سارا وجد فی اللہ اور چیخ و پکار ٹھنڈی سانسیں بھرنا سبکی سب چیزیں اس مغنیہ کیجانب منتقل ہو گئیں اور انکا وہ کیف حال اب مغنیہ کے نغمہ اور اسکے حسن کی نذر ہو گیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے)

صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ
(چاند دیکھکر روزہ رکھا کرو اور چاند دیکھکر افطار کیا کرو)

(بناءً علیہ مسئلہ)

رُویتِ ہلال

(مولفہ)

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

جو پہلی بار رسالہ معرفت حق اپریل [illegible] میں شایع ہو چکا تھا اب پھر احباب کی فرمائش اور ضرورت کے پیش نظر رسالہ وصیۃ العرفان مئی [illegible] میں دوبارہ شایع کیا گیا۔ مسئلہ رویت پر ایک محققانہ کلام ہے

(ناشر)

دفتر رسالہ وصیۃ العرفان - ۲۳ بخشی بازار - الہ آباد ۳
(قیمت: ایک روپیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ہلال

میں مسئلہ ہلال پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اس سے پہلے کہ کچھ کہوں ایک اصولی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ بات میرے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ علماء صاحب افتاء کی پہلی اصل ہے۔ جس پر ان کے افتاء کا مدار ہے اور جو ان کا معمول بہ رہا ہے اور اس پر سلفاً وخلفاً عمل ہوتا رہا ہے۔ یہ زبردست منصب ہے اس لئے کہ اصل مفتی حق تعالیٰ ہیں یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ اور قاضی ومفتی خدا کا نائب ہوتا ہے اس لئے اس کے بڑے شرائط اور آداب ہیں جو کتب فقہ میں مرقوم ہیں۔ طحطاوی علی الدر میں ہے ھکذا نصہ :۔

وعن ابی یوسف رحمہ اللہ اذا استفتی فی مسئلۃ استوی و ارتدی وتعمم تعظیماً لامر الافتاء

جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کسی مسئلہ میں استفتاء کئے جاتے تھے تو سیدھے ہو جاتے اور سنبھل کر بیٹھ جاتے تھے اور چادر استعمال فرماتے تھے اور عمامہ سر پر باندھ لیتے تھے افتاء (یعنی فتویٰ دینے کے کام) کی تعظیم کے لئے۔

اور اسی کتاب میں ہے :۔

ومن شرائط الفتویٰ ان یکون حافظا للترتیب والعدل بین المستفتین لایمیل الی الاغنیاء واعوان السلطان والامراء بل یکتب جواب من سبق غنیاً کان اوفقیراً حتی یکون البعد عن المیل۔

اور فتویٰ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور فتویٰ لینے والوں میں باہم عدل کرے یعنی مالداروں۔ حکومت کے لوگوں اور امیروں کی جانب مائل نہ ہو کہ ان کا کام پہلے کر دے۔ بلکہ جو شخص پہلے آیا ہے اس کا کام پہلے کرے۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ بیجا رعایت سے دور ہے (یا دور سمجھا جائے تاکہ متہم نہ ہو) (طحطاوی علی الدر صفحہ ۱۷۵ ج ۳)

پھر آگے کچھ کلام کے بعد فرماتے ہیں کہ :۔

لا یفتی فی حال تغیر اخلاقہ
خروجہ عن الاعتدال ولو
ج ومدافعۃ الاخبثین۔

اور جس وقت کہ اسکے اخلاق میں تغیر واقع ہو جائے یا طبیعت اعتدال سے ہٹی ہوئی ہو تب بھی فتویٰ نہ دے اگرچہ خوشی ہی کی وجہ سے طبیعت میں اعتدال نہ رہے (پھر غصہ کا کیا کہنا ہے) اسی طرح قضائے حاجت کے تقاضے کے وقت بھی فتویٰ نہ دے (اسلئے کہ طبیعت دوسری طرف متوجہ ہونیکی وجہ سے مبادا فتویٰ میں غلطی ہو جائے)

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ :۔

ال فی الھندیہ وینبغی ان یکون
نزھا من خوارم مروءۃ فقیہ
نفس سلیم الذھن حسن التصرف۔

عالمگیری میں ہے کہ (مفتی اور قاضی کے لئے) مناسب ہے کہ مروۃ یعنی انسانیت کے خلاف امور سے بھی بچنے والے ہوں طبیعت فقیہانہ رکھتے ہوں اور ذھن صاف شفاف ہو، اور کام کا ڈھنگ آتا ہو۔

اسی طرح ردمن میں ہے کہ مفتی کے لئے تیقظ اور قوت ضبط کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ غفلت رسہو سے محفوظ رہے۔ تیقظ ہوگا تو غفلت سے حفاظت رہے گی اور قوت حفظ کی وجہ سے سہو نسیان سے محفوظ رہے گا۔

اسی طرح مفتی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ آئین فتویٰ سے بھی واقف ہو اور اسکو یہ معلوم ہو کہ کسی مسئلے میں علماء کے مختلف اقوال ہوں تو ان میں سے کسے ترجیح دیجائیگی۔ چنانچہ صاحب درمختار نے سراجیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے امام صاحب رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائیگا سکے بعد امام یوسف صاحب رحمہ اللہ کے قول پر۔ پھر اسکے بعد امام محمد صاحب رحمہ اللہ کے قول پر۔ پھر سکے بعد امام زفرؒ اور حسن ابن زیاد رحمہ اللہ کے قول پر۔ اور حاوی قدسی میں ہے کہ قوت دلیل کو دیکھا جائیگا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ نے حاوی قدسی اور سراجیہ کے اقوال کو اس طرح جمع کیا ہے کہ جس شخص کے اندر دلیل کی قوت میں تمیز کرنے کا مادہ ہو وہ تو دلیل کو لے ورنہ ترتیب مذکورہ ہی کا لحاظ کیا جائیگا۔

پھر اس کو نہیں بیان فرمایا کہ جبکہ امام صاحب ہی سے مختلف روایات ثابت ہوں یا امام صاحب یا ان کے اصحاب سے کوئی بھی روایت ثابت نہ ہو تو اس وقت کیا کرنا چاہیئے ؟ حاوی قدسی کے ان کے اعتبار سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو دلیل میں قوی ہو وہی لیا جائیگا۔ پھر جب کسی واقعہ میں ان سے کسی بزرگ سے کوئی جواب نہ منقول ہو مگر بعد کے مشائخ نے متفقہ طور پر اس مسئلہ میں ایک ہی قول

...ملتے تو اسی کو لے لیا جائیگا اور اگر مشائخ کا اختلاف ہو تو اکثرین کا قول لیا جائے گا اور اکثرین وہ لوگ ...یں جن پر اکابر فقہا نے اتفاق کیا ہو۔ مثلاً ابو حفص، ابو جعفر، طحاوی وغیرہ اور اگر ان حضرات کے کلام میں بھی صریح جواب نہ ملے تو مفتی خود غور و تأمل کرے اور اجتہاد سے کام لے تاکہ اس پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اور اس میں اٹکل سے کلام نہ کرے بلکہ حق تعالےٰ سے ڈرے اور ہمیشہ اس کا مراقبہ رکھے اس لئے کہ یہ افتاء ایک امر عظیم ہے۔ اور منصب فخیم ہے اس پر جسارت وہی شخص کر سکتا ہے جو جاہل و شقی ہو۔

(شامی ص۴۸ ج۱)

دیکھا آپ نے یہ آداب و شرائط ہیں اس منصب کے ان عبارات سے اس کام کی جلالت قدر معلوم ہوتی ہے اور اسی سے جو اس کا حال ہے اسکی بھی عظمت معلوم کی جا سکتی ہے۔ پہلی اصل جس پر افتاء اور اسی طرح قضاء کا مدار ہے جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہے جسے صاحب ردالمحتار نے درمختار کی ایک عبارت کی شرح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی مُلزِمٌ بہ۔

مفتی اور قاضی میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے کہ مفتی تو صرف حکم شرعی کا بتا دینے والا ہوتا ہے اور قاضی اس کو اپنی قوت سے منوا بھی دیتا ہے۔

(درمختار)

اس کے تحت صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں کہ:۔

(قولہ لا فرق) ای من حیث ان کلًّا منہما لا یجوز لہ العمل بالتشہی بل علیہ اتباع ما رجحوہ فی کل واقعۃ وان کان المفتی مخبراً والقاضی ملزماً ولیس المراد حصر عدم الفرق بینہما من کل جہۃ فافہم۔

اس معنی کر تو ان دونوں (یعنی قاضی اور مفتی) میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی یہ کہ عمل بالتشہی کسی کے لئے جائز نہیں بلکہ ہر ایک پر ہر معاملہ میں اسی کا اتباع کرنا ہے جو متقدمین نے راجح قرار دیدیا ہے اگرچہ فرق بس اس قدر ہے کہ مفتی مخبر محض ہے اور قاضی ملزم بھی ہے باقی ان دونوں میں ہر جہت سے فرق کا نہ ہونا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ اس کو سمجھ لو۔

(شامی ص۵۱ ج۱)

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی اور مفتی دونوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ افتاء وقضاء میں تشہی یعنی محض اپنی خواہش اور میلان سے بدون دلیل معتبر کے اخراج کے اور بدون کتب معتبرۂ افتاء کی مراجعت کے افتاء وقضاء کو عمل میں لائیں بلکہ ان کے لئے لازم ہے کہ اہل فتویٰ نے جس کی ترجیح اپنی کتب میں بیان فرما دی ہے ہر واقعہ میں اس کا اتباع کریں۔ مفتی وقاضی دونوں اس میں یعنی فتوی شرعی کے امتثال میں برابر ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ مفتی خبر دیتا ہے اور قاضی ملزم ہوتا ہے (یعنی حکم کا لازم کرنے والا ہے) تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مفتی ملزم نہیں ہوتا۔ ملزم یہ بھی ہوتا ہے آخر کسی امر شرعی کا مثلاً کسی خاص صورت میں طلاق پڑنے نہ پڑنے کا جب اس سے حکم دریافت کیا جائے گا اور بالفرض اس نے کہہ دیا کہ اس صورت میں طلاق واقع ہوگی تو کیا کسی کی مجال ہے کہ مفتی کے اس حکم کے بعد بھی اپنی زوجہ سے تعلق رکھے، یہی مطلب ہے ملزم ہونے کا اور یہی قاضی بھی کرتا ہے کہ زوجہ نے مثلاً اپنے زوج کا متعنت ہونا اس کے روبرو ثابت کر دیا اور موقع دینے پر بھی زوج نے رویہ نہیں بدلا تو وہ قاضی کہہ دیگا کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی۔ اب اس کے بعد زوج اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

غرض ملزم جس طرح قاضی ہوتا ہے مفتی بھی ہوتا ہے۔ بس ایک ذرا سا فرق یہ ہوتا ہے کہ قاضی اپنے فیصلہ کے نہ ماننے والوں کو قید وتعزیر کے ذریعہ منوا سکتا ہے اور مفتی کے پاس اس قسم کی قوت نہیں ہوتی ورنہ تو آدمی کے اندر تقویٰ اور خدا کا خوف ہو تو اس کے لئے مفتی کا فیصلہ کافی ہے بلکہ مفتی میں الزام کا ہونا زیادہ ظاہر ہے کیونکہ قاضی کے الزام میں تو شبہہ اس کا بھی ہے کہ سزا کے ڈر سے مانا ہو اور یہاں اس کا شبہہ نہیں۔

بہرحال مفتی بھی جو خبر دیتا ہے تو اسکی خبر بھی واجب التصدیق اور واجب العمل ہوتی ہے جو کوئی تصدیق وعمل نہ کریگا فاسق اور گنہگار ہوگا اور خدا اور خدا کے رسول کے حکم سے یہ سرتابی سمجھی جائے گی بخلاف قاضی کے کہ وہ مخبر ہونے کے ساتھ پابند عمل کرنے والا بھی ہے۔ اگر کوئی اس کے امر کا امتثال نہ کرے تو اس کو حق حبس وتعزیر حاصل ہے اور اقامۃ حدود وقصاص اس کا منصب ہے۔ عمل نہ کرنے والوں کے لئے اور امتثال امر سے عدول کرنے والوں کے لئے یہ منصب رکھا گیا ہے جو مفتی وعالم کے علاوہ ہے۔ اب جو علماء کے فتویٰ سے سرتابی عمل میں آرہی ہے وہ اسی کے نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ نیز خدا کے خوف نہ ہونے کے سبب سے ہے نیز فتوی کی تصدیق نہ کرنے کے سبب سے ہے۔ منصب قضاء کی ضرورت شرع نے بتلائی ہے اور اب تو واقعات ومشاہدات نے بھی اس کی ضرورت کو تسلیم کرا دیا ہے۔

جب اہل فتویٰ کو تشہی جس کا مفہوم واضح ہو چکا جائز نہیں۔ اور اس سے ان کی اہلیت پر
رب کاری لگتی ہے۔ اس لئے یہ ان کے منصب کے سراسر خلاف ہے۔ اس تشہی سے اگر فتویٰ صادر ہو تو
توی دلیل شرعی نہیں بن سکتا تو پھر عوام کو تشہی پر عمل کب جائز ہو سکتا ہے؟ اب سنئے کہ اپنے ذہن اور
ئے پر اعتماد بھی ایسا ہی ہے اور یہ بھی تشہی پر عمل ہے۔ چنانچہ طحطاوی علی الدر میں ہے کہ:۔

ن اولیٰ ما یستنزل به فیض الرحمة
الٰهیه فی تحقیق الواقعات الشرعیه
اعة الله والتمسك بحبل التقوىٰ
ال الله تعالیٰ اتقوا الله ویعلمکم
لله ومن اعتمد علی رایه وذهنه
فی استخراج دقائق الفقهیة وکنوزه
وهو فی المعاصی حقیق بانزال الخذلان
فقد اعتمد علی مالا یعتمد علیه
ومن لم یجعل الله له نوراً فما له
من نور۔

واقعات شرعیہ اور نوازل حادثہ کی تحقیق میں اول اور اولیٰ چیز
جس سے فیض رحمانی کا طلب نزول کیا جا سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ
کی طاعت اور تمسک بحبل التقویٰ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اتقوا
اللہ ویعلمکم اللہ اور جو شخص اپنے فہم اور ذہن پر ان کی
تحقیق میں اعتماد کرے حالانکہ وہ معاصی میں ہے تو وہ مستحق خذلان
ہے یعنی اس کے لئے نزول فیض رحمانی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے
اس چیز پر اعتماد کیا جس پر اعتماد روا نہیں اس لئے وہ اس
آیۃ کا مصداق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو نور نہیں عطا فرمایا
اس کو نور کیسے ملے۔

(طحطاوی علی الدر ص)

اور یہ تشہی خواص و عوام دونوں کے لئے منع اور حرام ہے۔ اس تشہی میں یہ بھی داخل ہے
کہ محض اخبارات اور تار برقی اور ریڈیو اور ٹیلیفون کی تصدیق بدون طلب فتویٰ شرعی کے کر لی جائے۔

سے یہ بہت ہی عمدہ بات ہے اہل علم اور اہل افتاء کو اسے اپنے دل پر آب زر سے لکھنا چاہیئے۔ (احقر ناقل)

ہلال رمضان

چاند کا مسئلہ کچھ مشکل مسئلہ نہیں ہے

قال اللہ تعالیٰ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے اس ماہ (رمضان) کو پائے تو اس میں روزہ رکھے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ کی فرضیت چاند دیکھنے سے ہو جاتی ہے۔ اس میں سب کا دیکھنا شرط نہیں ہے کچھ آدمی بھی دیکھ لیں اور وہ کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو سب پر روزہ فرض ہو جائیگا حتی کہ ایک ہی آدمی دیکھے تو اس پر بھی روزہ رکھنا فرض ہو جائے گا اور اس کی خبر سے دوسرے لوگوں پر بھی (جبکہ وہ لوگ چاند دیکھنے والے کی تصدیق بھی کرتے ہوں)

ویجب علی من رأی الھلال وعلی من صدقہ الصیام ولو رد القاضی شھادتہ الا انھما لو افطرا فی حالۃ رد الشھادۃ فعلیھما القضاء دون الکفارۃ۔

جو شخص چاند دیکھے اسی طرح جو اس کی تصدیق کرے ان دونوں پر روزہ رکھنا واجب ہے اگرچہ قاضی شاہد کی شہادت رد کر دے۔ لیکن شہادت کر دیئے جانے کی صورت میں اگر ان دونوں نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا ہی آوے گی۔ کفارہ لازم نہ ہوگا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص۵۱۵ ج۲)

رمضان میں جو ایک کا اعتبار ہے تو اس وجہ سے کہ وہ خبر ہے اور چونکہ منجملہ اخبار دینیہ کے ہے۔ اس لئے اس میں خبر واحد اور وہ بھی خبر عدل کی معتبر ہے اور ویسے اگر فاسق ہو مگر حاکم کو اس کی خبر میں صدق کا یقین ہو جائے تو اس کا بھی اعتبار کیا جا سکتا ہے یہ مسئلہ شامی، بدائع اور عالمگیری تینوں میں ہے۔ (شہادت فاسق کی مفصل بحث آگے آتی ہے۔)

اور چونکہ یہ خبر ہے اس لئے اس پر اس کے بہت سے احکام متفرع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بدائع میں ہے کہ :-

وان کانت السماء متغیمۃ تقبل شھادۃ الواحد بلا خلاف بین اصحابنا سواء کان

حراً او عبداً رجلاً او امرأة غیر محدود فی قذف او محدوداً تائباً بعد ان کان مسلماً عاقلاً بالغاً عدلاً

(بدائع ص۸۱ ج۲)

اس عبارت سے حسب ذیل احکام متفرع ہوئے۔

(۱) رمضان شریف کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاتفاق ایک شخص کی شہادت سے بھی چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔ چاہے وہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت، یا محدود فی القذف ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ توبہ کر چکا ہو۔ باقی اس کا مسلم، عاقل، بالغ، عادل ہونا وجوب قبول میں ضروری ہے اور ہلال رمضان میں ایک ہی کی شہادت اس لئے کافی ہے کہ یہ دراصل شہادت ہی نہیں بلکہ خبر ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا بیشک آپ نے فرمایا کہ اے بلالؓ جاؤ لوگوں میں اعلان کر دو کہ لوگ کل روزہ رکھیں۔

(بدائع ص۸۱ ج۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہلال رمضان میں ایک شخص کی خبر بھی کافی ہے۔ اسی طرح یہ جو چاند کا اعلان کیا جاتا ہے اسکی بھی اصل معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اعلان کا حکم فرمایا تھا۔

نیز انسان جب کسی چیز کو اپنے اوپر بھی لازم کرے تو اس میں وہ متہم بھی نہیں قرار دیا جاتا۔ اس لئے اس میں عدد شرط نہیں ہے اس سے اس کا خبر ہونا واضح ہوا۔ بخلاف شہادت افطار کے کہ اس میں متہم ہوتا ہے اس لئے اس میں عدد شرط ہے۔ (اسی کو نصاب شہادت کہا جاتا ہے یعنی دو مرد یا ایک مرد اور ا

(۲) اور اس کے خبر ہونے کی وجہ سے اس میں واحد عادل کی شہادت بھی واحد عادل پر مقبول ہے اگرچہ دیگر احکام میں شہادت علی الشہادۃ کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ ہر شاہد اصل کی شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔ (بدائع ص۸۱ ج۲)

(۳) عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک فاسق نے حالت ابر وغیرہ میں رمضان کے چاند کی گواہی دی اسکو امام نے قبول کر کے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو اب اگر خود اس شاہد نے یا اس بستی کے کسی شخص نے کر دیا تو عام مشائخ فرماتے ہیں کہ اس پر کفارہ لازم ہے۔ (عالمگیری ص۵۵ ج۱)

(۴) اسی طرح یہاں یعنی ہلال رمضان میں ایک عبد کی شہادت پر ایک عبد کی اور ایک عورت کی شہادت پر ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

وتقبل شہادۃ عبد علی شہادۃ عبد فی ہلال رمضان وکذا المرأۃ علی المرأۃ۔

(عالمگیری صفحہ ۱۵۵ ج ۱)

(۵) جب ایک شخص رمضان کا چاند دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ اسی شب میں قاضی کے پاس جا کر اس کی گواہی دے خواہ وہ حُر ہو یا عبد۔ مرد ہو یا عورت، یہاں تک کہ اگر کوئی پردہ نشین عورت ہے تو اس کو بھی گھر سے باہر جا کر قاضی کے پاس گواہی دینی ہوگی اور اس میں حُرّہ کو اپنے شوہر سے اور باندی کو اپنے مولا سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی صفحہ ۹۴ ج ۲)

دیکھئے مسئلہ تو یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے کو قاضی کے پاس جا کر اپنی رویت کی اطلاع دینی ضروری ہے مگر آج ہمارا حال یہ ہے کہ عالم کے پاس جا کر گواہی دینے سے انکار کرتے ہیں اور الٹے اسی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے گھر جا کر ان سے شہادت لیں۔ کس قدر قلب موضوع ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ شرعاً گنہگار ہیں۔ یہ سب جہالت کے کرشمے اور بداخلاقی کے ثمرات ہیں۔

(۶) یہ حکم شہر کا ہے باقی جہاں کہ قاضی نہیں ہوتا یعنی دیہات وہاں اگر کسی ایک شخص نے چاند دیکھا ہے تو اسکو چاہئے کہ اپنی بستی کی مسجد میں جا کر اسکی شہادت دے واسطے کہ یہاں جماعت مسلمین ہی قائم مقام قاضی اور عالم کے ہو جائیگی۔ اور اگر یہ شخص عادل ہے تو اہل بستی پر واجب ہے کہ اس کی شہادت کو قبول کریں اور روزہ رکھیں۔ (عالمگیری صفحہ ۱۵۵ ج ۱)

(۷) اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ رمضان کے چاند کی شہادت در اصل شہادت نہیں بلکہ خبر ہے۔ تو لوازم شہادت بھی یہاں سے ساقط ہو جائیں گے۔ یعنی نہ تو یہاں دعوی کی ضرورت ہوگی نہ لفظ اشہد کی نہ حکم حاکم کی اور نہ مجلس قضا کی۔ درمختار میں ہے:-

وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور۔ (درمختار صفحہ ۹۳ ج ۲)

اور حکم حاکم کی ضرورت یہاں اس لئے نہیں ہے کہ یہ حقوق اللہ میں سے ہے اور اس کا حاکم خود خدا ہے اور اس کا حکم موجود ہی ہے۔ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ اور یہاں شہود شہر بھی ہو گیا ہے لہذا جس مسئلہ میں خدا کا حکم موجود ہو وہاں کسی دوسرے قاضی یا حاکم کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے کہ اگر حاکم کے پاس ایک شخص نے اپنے چاند دیکھنے کی خبر دی اور دوسرے شخص نے

اس کی شہادت کو سن لیا اور بظاہر یہ شاہد عادل بھی معلوم ہوتا ہے تو اس سننے والے پر اسی اتنے سے روزہ رکھنا واجب ہو جائیگا۔ یعنی حکم حاکم یا قضائے قاضی پر موقوف نہ ہوگا۔

(عالمگیری ص۱۵۵ ج۱)

ہلال عید

(۸) یہ احکام ہلال رمضان کے تھے اب ہلال عید کے متعلق سنیئے:۔

در مختار میں ہے۔

وشرط للفطر مع العلة المتقدمة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد لکن لاتشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامة وطلاق الحرة۔

(شامی ص۹۴ ج۲)

اس عبارت سے حسب ذیل احکام متفرع ہوئے۔

(۱) مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کے لئے خبر کافی نہیں ہے بلکہ شہادت کی ضرورت ہے۔

(۲) اور نصاب شہادت یہ ہے کہ دو مرد اپنا دیکھنا بیان کریں۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں اپنی رویت کی گواہی دیں تب معتبر ہوگی۔

(۳) شاہدین کو لفظ اشهد ضروری ہوگا۔ یعنی یوں کہنا ہوگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ اسی طرح یہاں یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی شاہد محدود فی القذف نہ ہو (تہمت لگانے میں سزا پائی ہو)

(۴) ہلال عید کے ثبوت کے لئے شہادت اس لئے ضروری ہے کہ اس سے عباد کا نفع متعلق ہے پس یہ اور دوسرے حقوق العباد کے مثل ہوگیا۔ یعنی جس طرح ان کے دیگر حقوق اور معاملات کے ثبوت کے لئے شہادت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ یہاں بھی ہوگی۔ محض خبر کافی نہیں۔ باقی یہ کہ حدیث شریف میں تو دونوں کے متعلق یہی آیا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ بھی رکھا جائے اور چاند ہی دیکھ کر افطار بھی کیا جائے تو اس کا تقاضا تو بیشک یہی تھا کہ جس طرح رمضان کا ثبوت ایک شخص کی خبر سے ہوجاتا ہے اسی طرح فطر کا ثبوت بھی ایک ہی شخص کی خبر سے ہوجانا چاہیئے۔ کیونکہ رویت یہاں بھی ہوگئی۔ لیکن فقہائے امت نے ان دونوں میں تفریق فرمائی ہے جو ان کے تفقہ کی واضح دلیل ہے۔ اس کو

شمس الائمہ سرخسی نے اپنی کتاب مبسوط میں نہایت ہی عمدہ بیان فرمایا ہے۔ ہم اس کو بعینہ بیان کرتے ہیں۔ هذا نصہ ـــ

واشار فی بعض النوادر الی الفرق فقال المتعلق بهلال رمضان هو الشروع فی العبادة وخبر الواحد فیه مقبول کما لو اخبر باسلام رجل والمتعلق بهلال شوال الخروج من العبادة وذالک لا یثبت الا بشهادة رجلین کما فی الشهادة علی ردة المسلم واشار ههنا الی فرق آخر فقال المتعلق بهلال شوال ما فیه منفعة الناس وهو الرخص بالفطر فیکون هذا نظیر الشهادة علی حقوق العباد والمتعلق بهلال رمضان محض حق الشرع وهو الصوم الذی هو عبادة یوخذ فیها بالاحتیاط فلهذا یکتفی فیه بخبر الواحد اذا کان بالسماء علة۔

بعض نوادر میں ان دونوں میں فرق بیان کرتے ہوئے کہا ہے ہلال رمضان کا تعلق ایک عبادت کے شروع ہونے سے ہے۔ اس باب میں خبر واحد بھی مقبول ہے جس طرح سے کہ کوئی ایک شخص کسی کے اسلام لانے کی خبر دے (تو مان لیا جائیگا) اور ہلال شوال۔ متعلق ایک عبادت سے نکلنا ہے اور اس کو ترک کرنا ہے اور یہ بدون دو شخص کی شہادت کے ثابت نہیں ہوگا۔ جس طرح سے والعیاذ باللہ، کسی شخص کے مرتد ہونے (یعنی اسلام سے نکلنے) کی خبر کے معتبر ہونے کے لئے دو کا ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح سے یہاں ایک اور فرق بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ ہلال شوال سے متعلق ایسی چیزیں ہیں جن سے لوگوں کی منفعت متعلق یعنی کھانے پینے کی آزادی ہو جاتا (پس یہ حقوق العباد جیسا ہو گیا) لہٰذا اس کی شہادت بھی دیگر حقوق کی شہادت کی طرح ہو گئی یعنی جس طرح دوسرے حقوق کے اثبات کیلئے دو گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگی اور ہلال رمضان سے متعلق خالص حق شرع ہے۔ یعنی عبادت صوم کا ذمہ میں لازم ہونا اس لئے اس میں احتیاط یہی ہے کہ ایک ہی شخص کے کہنے سے اس کا ثبوت ہو جائے جبکہ مطلع صاف نہ ہو۔

(المبسوط للسرخسی ص۱۳۹ ج ۳)

سبحان اللہ صاحب مبسوط نے ہلال رمضان اور ہلال فطر کے ثبوت میں جو فرق ہے اس کی کیسی عمدہ دلیل بیان فرمائی ہے۔ رمضان کی خبر کی کفایت اور شوال میں شہادت کی ضرورت اور ان دونوں میں فرق کی تقریر تو سبھی لوگ بیان کرتے ہیں لیکن انھوں نے جو پہلا فرق بیان کیا وہ بہت ہی خوب ہے یہ فرمایا کہ رمضان کے چاند سے ایک عبادت شروع ہوتی ہے اس کے لئے خبر واحد کافی ہے اور اس کی مثال یہ دی کہ جیسے کوئی شخص کسی کے اسلام میں داخل ہونے کی خبر دے تو اس سے اس کا اسلام ثابت ہو جائے گا۔ لیکن ہلال شوال سے خروج عن العبادة (یعنی عبادت کے خاتمہ) کا تعلق ہے۔ یہ بدون

شخص کی شہادت کے نہیں ثابت ہوتا جس طرح کہ کسی مسلم کا خروج عن الاسلام العیاذ باللہ ایک شخص کے کہنے سے نہ ثابت ہوگا بلکہ اس میں ضرورت نصاب شہادت کی ہوگی. نہایت عمدہ مثال بیان کی اور اس میں شک نہیں کہ دونوں مسئلے اور ان میں باہمی فرق کی وضاحت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ اس کو تو آپ نے سن لیا۔ اب انھیں حضرات کی برکت سے میں بھی ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ رمضان میں شہادت کی ضرورت اس لئے نہیں پڑتی کہ اس میں حکم حاکم ہی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حاکم حقیقی حق تعالیٰ ہیں اور ان کا حکم موجود ہے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه اور شہود شہر کے ثبوت کے لئے ایک کی رویت بھی کافی ہے بخلاف ہلال فطر کے کہ یہاں روزے کی فرضیت پہلے سے چلی آرہی ہے لہذا رویت ہلال فطر کی خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ آج سے اب خدا کا حکم ختم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا علم ہم کو کسی نائب ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور یہاں وہ نائب حاکم یا قاضی ہے مگر وہ بھی خدا کے ثابت شدہ حکم کو ختم کرنے کی آسانی سے ہمت نہ کر سکے گا جب تک کہ اس کو رویت ہلال کا یقین نہ ہو جائے اس لئے یہاں دو کی شہادت شرط ہے. کیونکہ شہادت یقین کا ذریعہ ہے۔ گویا صورت یوں ہوتی ہے کہ جب دو عادل ابر وغیرہ کی حالت میں عید کا چاند دیکھتے ہیں تو عامۃ المسلمین اس بات کے مدعی ہو جاتے ہیں کہ اب ان سے حکم صوم ختم کیا جائے اور اکل و شرب وغیرہ کی اجازت دیجائے اور اپنے اس دعوی کو حاکم یا قاضی کے پاس جو اس باب میں خدا کا نائب ہوتا ہے پیش کرتے ہیں اور اس پر انھیں دونوں کو گواہ بناتے ہیں اس کے بعد قاضی یا حاکم کے نزدیک جب ان کی شہادت معتبر ہو جاتی ہے تو اسے قبول کر کے حکم افطار کر دیتا ہے۔ جو در حقیقت خدائے تعالیٰ ہی کا حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دوسرے حکم سے پہلا حکم مرتفع ہو جاتا ہے۔

اس توضیح کے بعد اب آپ کی سمجھ میں بھی آگیا ہوگا کہ علماء چاند کے مسئلے پر بھی نہایت مفصل و مدلل کلام فرما چکے ہیں۔ اسکو بعد والوں کے لئے باقی نہیں چھوڑا ہے۔ مگر اب ہم لوگ ان کی کتابوں کو بھی نہ دیکھیں اور آپ لوگوں کو نہ سمجھائیں تو ظاہر ہے جہالت کا دور دورہ ہو ہی جائیگا۔ اور جب کسی معاملہ میں کوئی قاعدہ اور اصول نہ تسلیم کیا جائیگا تو جس کی جو سمجھ میں آئے گا کرے گا۔ اور اس کی وجہ سے نزاع اور خلاف کا باب کھلے گا۔

رویت ہلال میں فاسق کی شہادت کا حکم

چنانچہ اسی قبیل سے رویت ہلال کے باب میں مسئلہ عدالت وفسق بھی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں نزاع کا بیشتر حصہ اس پر مشتمل ہوتا ہے کہ چاند دیکھنے والے بالعموم فسق کے مرتکب ہوتے ہیں اور امر اس پر مستقر ہوگیا ہے کہ ایسے لوگوں کی شہادت مطلقاً رد کردیجاتی ہے جس کا ایک اثر تو یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ باوجود فسق کے ارتکاب کے بامروّت صاحب جاہ صادق القول ہوتے ہیں انھیں یہ خیال گذرتا ہے کہ ہم جب سچ بات کہہ رہے ہیں تو پھر ہماری شہادت کیوں رد کردیگئی؟ اس کی وجہ سے بہت سی طبیعتوں میں مذہب کی جانب سے تنگ نظری کا خیال راہ پانے لگتا ہے۔ اور دوسری دقت یہ درپیش ہوتی ہے کہ فساد زمانہ کے سبب چونکہ ہر طرف فسق وفجور کا شیوع ہوگیا ہے اس لئے ہر موقع پر اسی قسم کے لوگ خانۂ شہادت میں نظر آتے ہیں اب اگر ان کی شہادت کو ایک طرف سے رد کردیا جائے تو معاملات میں بڑی دقت پیش آجائیگی اس لئے مسئلہ کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ علماء نے کچھ اس میں تفصیل فرمائی ہے اور لوگوں کی ضرورت کا لحاظ کیا ہے بالخصوص رویت ہلال کے سلسلے میں چنانچہ سب سے زیادہ واضح تقریر کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے جو کہ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی ملقب بہ ملک العلماء کی تالیف ہے اور فقہ کی معروف ومعتبر کتاب ہے جس کے متعلق علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:۔

هذا الكتاب جليل الشان لم ار له نظيرا فی كتبنا وهو للامام ابی بكر بن مسعود ابن احمد الكاسانی شرح به تحفة الفقهاء لشيخه علاء الدين السمرقندی فلما عرضه عليه زوّجه ابنته فاطمة بعد ما خطبها الملوك من ابيها فامتنع ۔ وكانت الفتوی تخرج من دارهم وعليها خطها وخط ابيها وزوجها (ص۲۸ ج۱)

یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے میں نے تو اپنے حضرات کی کتابوں میں اس کا ثانی نہیں پایا یہ امام ابو بکر مسعود بن احمد کاسانی حنفی کی تصنیف ہے۔ انھوں نے اپنے شیخ علاء الدین سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہا کی شرح اس میں کی ہے۔ چنانچہ جب اسکو استاذ کی خدمت میں پیش کیا وہ اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی لائق صاحبزادی فاطمہ کا ان سے عقد کردیا حالانکہ اس سے نکاح کا پیغام بادشاہ تک دیتے تھے مگر شیخ انکار فرمادیتے تھے۔ پھر نکاح کے بعد سے جو فتویٰ ان کے گھر سے نکلتا تھا اس پر فاطمہ، ان کے والد اور ان کے شوہر تینوں کے دستخط ہوتے تھے۔

اس کتاب میں فاسق کی شہادت کو بھی معتبر گردانا ہے جبکہ تحری سے اس کا صدق غالب ہو جائے اور فاسق و عادل کی شہادت میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ عادل کی شہادت بلا تحری قبول کی جائے گی اور قبول کرنا بھی اس کا واجب ہے بخلاف فاسق کے کہ وہ بلا تحری قبول نہیں کی جائے گی اور قبول بھی اس کا واجب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سب کا قبول کرنا واجب نہیں جس کو تحری صدق کی ہو جائے وہ قبول کرے اور جس کو نہ ہو وہ نہ قبول کرے غرض یہ شہادت واجب الرد نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جا رہا ہے۔ چنانچہ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا کا بھی یہی مطلب ہے کہ فاسق کی خبر کا تبین بھی ضروری ہے رد واجب نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ عمل کے لئے تبین ضروری ہے اور جب عمل نہ کرنا ہو تو ضروری نہیں میں کہتا ہوں کہ مسئلہ رویت ہلال میں تو تبین ضروری ہی ہے کیونکہ شہادت ہی پر حکم شرعی مبنی ہوتا ہے۔ اسی لئے بزازیہ میں ہے کہ اگر فاسق چاند دیکھ لے تو اسکو شہادت دینی ضروری ہے کیونکہ شاید قاضی قبول کرے چنانچہ درمختار میں ہے:۔

وحل له ان یشهد مع علمه بفسقه قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبله۔

اب علماء کی بصیرت کے لئے بدائع کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ هذا نصه:۔

قال اصحابنا انها (العدالة) شرط القبول للشهادة وجودا على الاطلاق ووجوبا لا شرط اصل القبول حتى يثبت القبول بدونه وقال الشافعی انها شرط اصل القبول حتى لا يثبت القبول اصلا دونها حتى ان القاضی لو تحرى الصدق فی شهادة الفاسق یجوز له قبول شهادته ولا يجوز القبول من غير تحر بالاجماع وكذا لا يجب عليه القبول بالاجماع وله ان يقبل شهادة العدل من غير تحر واذا شهد يجب عليه القبول وهذا هو الفصل بين شهادة العدل وبين شهادة الفاسق عندنا وعند الشافعی عليه الرحمة لا يجوز للقاضی ان يقضی

ہمارے اصحاب (یعنی حنفیہ) فرماتے ہیں کہ عدالت قبول شہادت کے وجود اور وجوب قبول کے لئے شرط ہے۔ نفس قبول کی شرط نہیں۔ یہاں تک کہ عدالت کے بغیر بھی شہادت کا وجود اور ثبوت ہو جائیگا۔ اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نفس قبول کیلئے شرط ہے بایں معنی کہ عدالت کے بغیر شہادت قبول ہی نہ کی جائیگی یہانتک کہ ہمارے (یعنی حنفیہ) نزدیک اگر قاضی فاسق کی شہادت پر صدق کی تحری کرے تو اسکے لئے جائز ہے کہ اس شہادت قبول کرے ہاں بدون تحری کے فاسق کی شہادت کا قبول بالاتفاق جائز نہیں۔ اسی طرح سے اسپر بھی اجماع ہے کہ قاضی فاسق کی شہادت کا قبول کرنا واجب بھی نہیں ہے اور عادل شہادت بدون تحری کے بھی قبول کی جائیگی۔ اور جب وہ آکر دے دے تب تو قاضی پر لازم ہے کہ اس کی شہادت کو قبول یہی فرق ہے ہمارے نزدیک عادل اور فاسق کی شہادت میں امام شافعیؒ کے نزدیک شہادت فاسق پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

بشهادة الفاسق اصلاً۔

وجه قول الشافعي ان مبنى قبول الشهادات على الصدق ولا يظهر الصدق الا بالعدالة۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ قبول شہادت کا دارومدار صدق پر ہے اور صدق کے ظہور کا ذریعہ ظاہر ہے کہ عدالت ہے۔ (جب عدالت ہی نہیں تو صدق بھی نہیں)

ونحن نقول اما قوله الركن في الشهادة هو صدق الشاهد فنعم لكن الصدق لا يقف على العدالة لا محالة۔ فان من الفسقة من لا يبالي بارتكابه انواعاً من الفسق ويستنكف عن الكذب والكلام في فاسق تحرى القاضي الصدق في شهادته فغلب على ظنه صدقه۔ (بدائع ص۲۷۱ ج۶)

اور ہم کہتے ہیں کہ آپ کا یہ فرمانا کہ صدق شہادت کا رکن رکین ہے۔ یہ مسلّم ہے لیکن صدق کچھ عدالت ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ بہت سے فساق ایسے ہوتے ہیں جو دیگر انواع فسق کے ارتکاب میں تو ذرا پاک نہیں رکھتے مگر کذب سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور گفتگو یہاں اسی فاسق میں ہے کہ قاضی نے جس کے صدق پر تحری کرلی ہو اور اس کے غالب گمان میں اس کا صدق آگیا ہو۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی فرنگی محلی قدس سرہٗ بھی فاسق کی شہادت دمسئلہ ہلال میں معتبر مانتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

در رسائل ارکان می آرند۔

رسائل ارکان میں ہے کہ

نحن نقول ان شرط العدالة في امثال هذا في زماننا يخل بالكثر الاحكام لا سيما في الصيام فالاحرى ان يفتى بما عن ابي يوسفؒ ان كان الشاهد ذا مروة بحيث يغلب على الظن صدقه يقبل قوله لئلا يختل امر الصائم

ہم کہتے ہیں کہ عدالت کی شرط لگانا اب اس زمانہ میں اور ان جیسے معاملات میں بہت سے احکام میں اختلال کا سبب ہوگا۔ خاصکر روزہ کے معاملہ میں۔ اس لئے مناسب ہے کہ بس ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ یعنی جب شاہد با مروت شخص ہو اور گمان غالب اسکے صدق پر قائم ہو جائے تو اس کا قول قبول کرلیا جائے تاکہ روزہ رکھنے والوں کے نظم صوم میں اختلال نہ واقع ہو۔

(مجموعۃ الفتاوی ص۶۹ ج۳)

یہ بحث تو فسق وعدالت سے متعلق تھی چونکہ اس زمانہ میں اکثر یہی چیز سبب اختلاف بنتی

ہے اس لئے میں نے مفصل کلام اس پر کر دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ فقہاء نے اس میں جس حد تک تسہیل فرمائی ہے ہم کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اسی طرح یہ سمجھئے کہ یہ سارا کلام جو ابتک مذکور ہوا کہ "رمضان میں خبر کافی ہے اور عید میں شہادت کی ضرورت ہے اور نصاب شہادت کی حاجت ہے" یہ اس تقدیر پر ہے جبکہ مطلع صاف نہ ہو لیکن اگر مطلع صاف ہو تو پھر رمضان اور عید دونوں کے چاند کے ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک جماعت کثیر اپنی رویت کی شہادت دے۔ رہی یہ بات کہ لوگوں کی تعداد کیا ہونی چاہیئے تو اس کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں اسکی کوئی تحدید نہیں ہے جس عدد سے بھی حاکم یا قاضی کو رویت کا یقین ہو جائے جو کہ دیکھنے والوں کے تقویٰ و دیانت کے اعتبار سے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ کہیں دس پانچ کی شہادت سے بھی یقین حاصل ہو جائیگا اور کہیں سو پچاس بھی کافی نہ ہوں گے۔

چنانچہ طحطاوی علی الدر میں ہے کہ:۔

قیل الجمع العظیم اھل المحلۃ وعن ابی یوسفؒ خمسون کالقسامۃ وعن خلفؒ خمس مائۃ ببلخ قلیل وقال البقالیؒ الالف ببخارا قلیل:۔	کہا گیا ہے جماعت کثیرہ سے مراد محلہ والے ہیں۔ اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے پچاس آدمی جتنے قسامۃ میں ہوتے ہیں خلف کہتے ہیں کہ بلخ جیسے شہر میں پانچسو بھی کم ہی ہیں اور بقالی کہتے ہیں کہ بخارا میں ایک ہزار بھی قلیل ہی شمار ہوں گے۔

اس سلسلہ میں ایک بات اور بہت ضروری ہے وہ یہ کہ ثبوت ہلال کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ ہر ہر بستی اور قریہ میں اس کا مستقل ثبوت ہو یا بعض جگہ کا ثبوت بعض دوسری جگہ کے لئے بھی کافی ہے؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بیان کے لئے ایک سوال وجواب بعینہٖ نقل کر دوں۔

استفتاء

کسی مقام پر خواہ شہر ہو یا قصبہ ہو یا دیہات جب مفتی کے حکم سے ہلال کا شرعی ثبوت ہو گیا تو دوسرے مقامات پر ثبوت کی کیا صورت ہے؟ آیا ہر مقام کے دو آدمی آکر مفتی سے تحقیق کر لیں یا وہاں کے چاند دیکھنے والوں سے شہادت لیں جن سے مفتی نے شہادت لیکر حکم کیا تھا یا قرب وجوار کے لوگوں کیلئے کچھ تخفیف ہوگی؟ اگر ہوگی تو کتنے قریب کے لوگوں کے لئے میل سے تحدید فرمائی جائے۔

الجواب

جو مقامات اس جگہ کے تابع نہیں ہیں وہاں ثبوت ہلال کے لئے یہ شرط ہے کہ یا تو دو آدمی تحمل

شہادت کرکے شہادت دیں۔ یا حکم حاکم پر دو گواہ ہوں یا خبر مستفیض ہو اور جو مقامات تابع ہیں ان ہاں مستقل ثبوت کی ضرورت نہیں۔

فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب۔

(درمختار ص ـــ)

كان يحتمل الثنان شهادة او يشهد اعلى حكم القاضي او يستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبران اهل بلدة كذا راوه لانه حكاية۔ (ردالمختار ص ـــ)

وقال الشامي ايضا والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قری ملحقہ مرکز کے تابع ہوتے ہیں۔ ہر گاؤں اور ہر محلہ کے لئے مستقل ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ باقی اس کے لئے مسافت کی کوئی تحدید نہیں یہ وہاں کے حالات کے تابع ہے کہ وہ لوگ ایسے معاملات میں وہاں کے تابع ہوتے ہیں یا مستقل فقط واللہ اعلم۔

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر العلوم ۔ سہارنپور

صحیح عبد اللطیف ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ

دیکھئے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کسی جگہ کے تابع ہیں متبوع کا فتویٰ ان کیلئے حجت ہوگا جیسا کہ علامہ شامی کی تصریح ہے یعنی جو لوگ کسی مرکز کے تابع ہوں ان کے لئے نہ شہادت کی ضرورت ہے نہ کسی شخص کی خبر ہی کی۔ بلکہ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ان کو یقین ہو جائے کہ مرکز میں ثبوت ہوگیا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ کسی ظاہری علامت سے بھی اس کا علم ہو جاتا ہے مثلاً شہر کے مناروں پر روشنی کا ہونا یا حکومت کی جانب سے توپ کا دغنا وغیرہ وغیرہ۔

میں کہتا ہوں کہ اسی میں خط اور تحریر بھی داخل ہے یعنی قاضی یا عالم جس کے پاس اصالۃً اور مستقلاً چاند کا ثبوت ہوا ہے اور اس نے شرعی شہادت وغیرہ لیکر اس کا اعلان بھی کر دیا ہے تو اگر وہ اپنے اس فیصلہ کی اطلاع بذریعہ خط کسی ایسے مقام میں کرے جہاں کے لوگ اس کے تابع ہیں یعنی اسی کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں تو ان کے لئے بھی اس تحریر سے ثبوت ہو جائیگا۔ نہ اس لئے کہ یہ کوئی مستقل ثبوت ہے بلکہ اس لئے کہ ثبوت کی اطلاع ہے۔ اور اطلاع کے لئے جب روشنی و توپ کافی ہے تو خط و تحریر کیوں نہ کافی ہوگی۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ خط پہچانا جاتا ہو۔ یہی حکم ٹیلیفون کا ہے کہ اگر آواز پہچانی جاتی ہو تو اس کی خبر معتبر ہے

ن اس پر شہادت معتبر نہیں۔ اس لئے کہ شہادت میں ضروری ہے کہ شاہد سامنے آکر اپنا بیان دے۔
اب اور پردے کی آڑ سے دی ہوئی شہادت معتبر نہیں ہوتی۔

حاصل یہ ہوا کہ جو جگہ کسی مقام کے تابع ہو اس کا معاملہ تو آسان ہے یعنی وہاں مستقل ثبوت بہم
پہنچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ ان کے مرکز میں ثبوت ہو جانے کی اطلاع ان کے لئے کافی ہے۔
ی جو مقامات کہ مستقل ہیں وہاں رویۃ کے ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ طریق موجب سے اثبات رویۃ
ہو۔ اور طریق موجب حسب تصریح فقہا تین ہیں۔

نمبر ۱ شہادت بالرویۃ یعنی رمضان میں حالت ابر میں کم از کم ایک اور عید میں کم از کم دو مرد یا ایک مرد
و دو عورتیں شہادت کا تحمل کریں یعنی خود چاند دیکھیں اور اس پر گواہ بنیں یعنی حاکم یا قاضی یا عالم مفتی کے
س آکر اپنے رویۃ کی شہادت دیں۔ یہ شہادت بالرویۃ ہے اور صور ثلثہ میں اصل یہی ہے۔ بقیہ اسی کے
نب راجع ہوتی ہیں۔

اور عالم اس لئے کہا کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جس جگہ کوئی حاکم نہ ہو وہاں عالم ثقہ ہی قائم مقام
اکم کے ہوگا۔ کما فی بحث رویۃ الھلال من عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ مانصہٗ۔

العالم الثقۃ فی بلدۃ لاحاکم فیھا
ائم مقامہ (یعنی القاضی) فلنہ ایضًا
لمختص بمورد کلامہ یعنی فی فصل رویۃ
لھلال التی لایشترط فیھا القضاء لاعامۃ
لقضایا کمالا یخفی علی المتدرب ھذا ھو
لصوب وللہ الامر والیہ المآب فی کل باب۔

اور جس بستی میں کوئی حاکم نہ ہو تو جو عالم ثقہ وہاں ہو وہی
قائم مقام قاضی کے متصور ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بھی خبر پیش
کئے جانے کا مورد اور محل ہے یعنی کم از کم چاند کے مسئلہ میں جس
میں کہ قضا شرط نہیں ہے۔ عام قضایا مراد نہیں۔ جیسا کہ اہل علم و خبرت
پر مخفی نہیں۔ یہی صحیح قول ہے۔ اور سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے
حکم سے ہوئی ہیں اور اسی کی جانب مرجع ہے تمام امور میں۔

نمبر ۲۔ شہادت علی قضاء القاضی یعنی اس دوسرے مقام میں رویۃ کے عینی گواہ تو نہ آدیں مگر
ایسے دو شخص آدیں جنکے سامنے قاضی نے گواہی لیکر رویۃ کا حکم کیا تھا اور یہ لوگ اس کے فیصلہ کے وقت
وہاں موجود تھے۔ اس سے بھی ثبوت ہو جائیگا۔

نمبر ۳۔ خبر مستفیض ہو جائے یعنی نہ تو رویۃ کی شہادت ہو نہ قضائے قاضی پر ہو بلکہ یہ ہو کہ
کسی شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور یہ بیان کریں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے یا چاند

دیکھ کر افطار کیا ہے اور یہ خبر حد تواتر کو پہنچکر مفید یقین ہو جائے تو یہ بھی ثبوت شرعی ہے اور حجت ہے۔ (اور تواتر کا مطلب یہ ہے کہ اتنی کثرت سے لوگ بیان کریں کہ ان سب کے کذب پر اتفاق کر لینے کو عقل محال جانے۔ لوگوں کے تدین وغیرہ کے اعتبار سے اس کی تعداد بھی مختلف ہو سکتی ہے) البتہ کسی خبر کا یوں ہی مشہور ہو جانا تواتر کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ یہ تشہی ہی کے حد میں رہے گا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔

لا لو شهد وا برؤية غيرهم لانه حكاية نعم لو استفاض الخبر فى البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب ۱ھ

نہ یہ کہ لوگ اکثر دوسروں کی رویت کی گواہی دیں (اس سے رویت ثابت نہ ہوگی) اسلئے کہ یہ حکایت محض ہے۔ مگر یہ کہ یہی خبر مستفیض ہو جائے یعنی دوسرے شہر میں خوب مشہور ہو جائے تو اب انلوگوں پر بھی روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا۔ صحیح قول یہی ہے۔

اور اس کے تحت علامہ شامیؒ استفاضہ کے طریق موجب ہونے کی علت بیان فرماتے ہیں کہ:۔

قلت وجه الاستدراك ان هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاضى ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم الصوم بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعى عادة فلابد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكم شرعى فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور۔

میں کہتا ہوں کہ استدراک کی وجہ یہ ہے کہ اس استفاضہ میں نہ تو شہادت علی قضاء القاضی ہے اور نہ شہادت علی الشہادت ہی ہے پھر بھی جبکہ یہ مثل خبر متواتر کے ہو گیا اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس شہر والوں نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اب یہ استفاضہ ہو گیا لہذا اسکی وجہ سے ان لوگوں پر بھی روزہ لازم ہو گیا اور یہ اس لئے کہ شہر بالعموم حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوا کرتا تو جب تواتر سے یہ خبر پہونچی کہ ان لوگوں نے روزہ رکھا ہے تو ضروری ہے کہ ان کا یہ روزہ رکھنا کسی نہ کسی حاکم شرعی کے حکم ہی پر مبنی ہو پس گویا اس دوسرے شہر میں استفاضہ کا مطلب یہ ہوا کہ وہی پہلا حکم یہاں بھی منتقل ہو گیا ہے۔ (غرض استفاضہ کی اصل بھی رویتہ یا قضا ٹھہرتی ہے۔)

(شامی ص۹۷ ج۲)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے مگر اہل تشہی اور اہل اہواء کے لئے خود دین ہی کا سمجھنا مشکل ہو رہا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ طریق موجب تین ہی ہیں اور یہی اصول ہیں تو اب اگر کوئی اور صورت اختیار کی جائے گی تو لا محالہ اس کو بھی انہی میں داخل کرنا پڑے گا۔ مثلاً ریڈیائی جہاز وغیرہ سے چاند دیکھا جائے گا اسکو بھی انھیں صورتوں میں داخل کیا جائے گا۔ یعنی جن

لوگوں نے دیکھا ہے ان کو قاضی یا مفتی کے پاس آکر باقاعدہ شہادت دینی ہوگی اور جب وہ اس کی شہادت کو مان لیگا تب ہی رویتہ کا ثبوت ہوگا۔

آلات جدیدہ کا حکم

اب آلات جدیدہ میں سے ٹیلیفون و تار وغیرہ کا حکم سنیئے۔

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی قدس سرہٗ سے تار برقی کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ:-

در خبر تار برقی معتبر نیست۔ زیرا کہ از کفار است و یکے از شرائط استشہاد اسلام است و آں یافتہ نمی شود و در جامع الرموز است۔ انہٗ یشترط الاسلام والبلوغ انتہٰی۔

(مجموعۃ الفتاوی ص۲۶۵ ج۱)

رہا خط تو اس کے متعلق فقہاء عام طور سے تو یہی فرماتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کیا جائیگا اسلئے کہ اس کے مزور یعنی جعلی ہونے کا احتمال ہے کیونکہ الخط یشبہ الخط۔ مگر خود فقہا ہی اس سے چند صورتوں کو مستثنیٰ بھی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں خط پر عمل جائز ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے کہ:-

لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق البرأت والبیاع والصراف والسمسار وجوزہ محمد لراوٍ وقاضٍ وشاھدٍ ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی۔	خط پر عمل نہ کیا جائے گا سوا امان کے متعلق اور اسی حکم میں ہے براٗت اور سوداگر صراف اور دلال کے دفتر۔ اور امام محمدؒ نے راوی۔ قاضی اور شاہد کے لئے بھی اس کی اجازت دی ہے اگر یقین ہوجائے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(درمختار ص۳۶۸ ج۴)

کیونکہ ان صورتوں میں اطمینان ہوتا ہے کہ جعلی نہیں ہے چنانچہ قاضی اپنی تحریر کو دیکھ کر قضا کرسکتا ہے۔ اسی طرح راوی مروی عنہ کا خط دیکھ کر اس کی روایت کرسکتا ہے۔

اسی طرح شاہد اپنی تحریر دیکھ کر شہادت دے سکتا ہے اور فتوی بھی اسی قول پر ہے اس لئے

کہ ان حالات میں ادلاً تو اس تحریر پر اعتماد ہے۔ نیز ضرورت کے موقع پر فقہاء اس قسم کے مسائل میں لوگا پر آسانی بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ شامی میں تیقن حاصل ہو جانے کی صورت میں خط کا اعتبار کر لیا گیا ہے اور وجہ یہ لکھی ہے کہ تاکہ لوگوں کے حق میں سہولت باقی رہے۔ هذا نصه:۔

والفتوی علی قولهما اذا تیقن انه خطه سواء کان فی القضاء او الروایة او الشهادة علی الصك لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیه وقلما یشتبه الخط من کل وجه فاذا تیقن جاز الاعتماد علیه توسعةً علی الناس۔

اور فتوی صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے بشرطیکہ یقین ہو جائے کہ یہ فلاں کا ہی خط ہے۔ عام اس سے کہ قضا کی صورت ہو یا روایت کی ہو صک وغیرہ پر شہادت کا مسئلہ ہو۔ اس لئے کہ یہاں غلطی کا وقوع نادر اور تبدیلی کے آثار ظاہر ہو ہی جائیں گے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک خط دوسرے خط سے من کل وجہ مشابہت رکھتا ہو۔ لہذا جب اس کا یقین ہو جائے تو اعتماد کرنا جائز ہے تاکہ لوگوں پر ان کے معاملات میں تسہیل ہو جائے۔

(شامی ص۳۶۸ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جب تحریر پر یقین ہو جائے تو خبر کے باب میں اس پر اعتماد جائز ہے۔ فقہاء کی اس تصریح کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ رویت ہلال کے مسئلے میں بھی اگر کہیں سے خط آجائے اور اس پر یقین ہو جائے کہ یہ فلاں کا خط ہے اور کاتب ثقہ و معتبر ہو تو اس کی تحریر یہاں یعنی رمضان میں حجت ہے۔ اسلئے کہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ فارسی میں لکھتے ہیں کہ ان الکتابة کالنطق فی الاحکام ــ باقی شرط یہی ہے کہ تزویر سے امن ہو اور خط کا اعتبار خبر ہی میں ہوگا شہادت میں نہ ہوگا۔ چنانچہ عید کے چاند کا ثبوت بذریعہ خط نہ ہوگا الّا یہ کہ اس کثرت سے خطوط آجائیں کہ خبر مستفیض ہو جائے۔ اور یہاں اس لئے معتبر ہے کہ استفاضہ میں خبر کافی ہے شہادت کی ضرورت ہی نہیں رہجاتی

آخر میں بطور نصح نصیح کے ایک نہایت ہی اہم اور ضروری بات عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس اتنے بڑے ملک میں جبکہ قضاء وغیرہ کا بھی کوئی نظم نہیں ہے یہ ممکن ہے کہ کسی جگہ رویت ہلال ہو جائے اور کسی جگہ پر چاند نہ دیکھا جائے کہیں طریق موجب سے ثبوت ہو جائے اور کہیں نہ ہو تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور نہ اس میں گھبرانے اور پریشان ہونے اور رنج کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم حکم شرعی کے موافق روزہ اور عید کرلیں گے۔ یعنی جہاں شرعی قاعدہ سے رویت متحقق ہو جائے گی وہاں کے لوگ روزہ اور عید کرلیں گے اور جہاں ثبوت بہم نہ پہنچے نہ کریں گے۔ یہ اختلاف مضر بھی نہیں آدمی مکلف دلیل شرعی اور حکم کا ہے۔ اس کا پابند بہر حال رہنا چاہیئے۔

البتہ افسوس ورنج کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ نزاع وجنگ وجدال۔ فتنہ وفساد، مناقشہ و مناظرہ، سب وشتم اسلام میں روا نہیں۔ اسلام نے اس کو مٹایا ہے مگر جو دن ہماری عین خوشی اور مسرت کا ہوتا ہے وہ بھی مسلمانوں کی باہمی اختلاف کی نذر ہو جاتا ہے اور اس مخالفت اور منازعت کی وجہ سے عید کرکری ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ان حالات پر اگر خون کے بھی آنسو روئے جائیں تو کم ہے سنا ہے کہ ایک جگہ لاؤڈ اسپیکر سے یہ منادی کرائی جا رہی تھی کہ آج عید ہے اور اسی جگہ دوسری طرف یہ منادی ہو رہی تھی کہ نہیں ہے۔

اب آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ سب کیا ہے؟ کیا اسی کا نام دین ہے یا دین کو لہو ولعب بنانا ہے اور عمل بالتشہی ہے؟ اس سے بڑھ کر عمل بالتشہی کا ایک اور واقعہ سنیئے۔

ایک جگہ چاند کا ثبوت ہوا وہاں کے ایک مستند عالم سے تحریری فتویٰ لیکر چار آدمی دوسرے قریب ہی کے مقام میں گئے۔ بستی میں دوسری جماعت کے جو بڑے سمجھے جاتے تھے انھوں نے بھی تصدیق کرلی اور اعلان ہو گیا۔ لوگوں نے روزہ افطار کرلیا۔ اس کے بعد اسی جماعت کے عوام الناس ان صاحب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ کیا دس سال سے ہم لوگوں نے یہ طے نہیں کر رکھا ہے کہ فلاں جگہ کا فتویٰ نہ مانیں گے پھر آپ نے وہاں کا فتویٰ کیوں تسلیم کرلیا؟ ان سے مطالبہ کیا اس پر انھوں نے بھی کہدیا کہ ہاں آپ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ وہاں کا فتویٰ نہ مانا جائے گا اور اعلان کرادیا کہ چاند کا ثبوت نہیں ہوا۔ اب اس کو کیا فرمائیگا؟ ابھی چاند مان لیا ابھی انکار کردیا۔ کیا یہ سب تقویٰ ہی کے ثمرات ہیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ حال ہو گیا ہے عوام کا۔ اسی کے متعلق کہا ہے کہ اگر خون کے آنسو بھی روئے جائیں تو کم ہے اور مزید افسوس اس کا ہے کہ اس بارے میں ایسے ایسے لوگ فتویٰ دینا شروع کردیتے ہیں جو کسی طرح بھی اس کے اہل نہیں ہوتے۔ فقہا لکھتے ہیں کہ ایسے مفتی کو فتویٰ دینے سے منع کرنا حاکم پر واجب ہے۔ فی الدر مختار۔

بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ وکالذی یفتی عن جہل شرنبلالیہ عن الخانیہ۔

مفتی ماجن کو فتویٰ دینے سے منع کیا جائے گا اور ماجن وہ ہے جو باطل باطل حیلے مثلاً مرتد ہو جانا وغیرہ العیاذ باللہ لوگوں کو سکھلاتا ہو اور اسی حکم میں ہے وہ مفتی بھی جو جہل سے فتوے صادر کرتا ہو۔

اور ماجن کے معنی علماء لکھتے ہیں۔

عدم المبالاۃ بالدین وبرقابۃ

ماجن اس کو کہتے ہیں جسے دین کی ذرا سی پرواہ نہ ہو اور خدائے عظیم

الخبیر العلیم ویشعر والمسلمین۔ (الادب النبوی ص۱۲۴) | وخبیر کے مطلع ہونے سے بھی نہ ڈرتا ہو۔ اور اسکی شرم اسکو نہ ہو کہ عامۃ المسلمین کیا کہیں گے۔ یعنی پورا بے حیا اور بے غیرت ہو۔

اور مجمع البحار میں ہے کہ :-

ان من المجانۃ ان یعمل باللیل ویکشفہ وعدم المبالاۃ بالفعل والقول۔ یعنی من اظہر ذنبہ فعولا یبالی بغیبتہ الناس لہ۔ | مجانت ہی سے یہ بات بھی ہے کہ شب کو تو ایک کام کرے اور صبح اس کو لوگوں پر بطور فخر کے ظاہر کرتے اس کو نہ لحاظ اپنے فعل کا ہو اور نہ اپنے قول ہی کا۔ یعنی گناہ ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی بھی پروا نہیں ہوتی کہ خلق کیا کہے گی۔

(ص۲۴۳ ج۳)

یوں مسئلہ ہلال بالکل صاف ہے جبکہ شرعی اصول پر لوگ عمل کریں اور اس کے مسائل میں علماء سے رجوع کریں۔ خود اپنی رائے اور خواہش پر عمل نہ کریں اور علماء سے اسے منوانے کی کوشش نہ کریں۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کی قوت اسی وقت دیکھی جاتی ہے کہ اپنا کل زور اپنے بھائی مسلمانوں پر ہی عین عید کے دن صرف کر دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کا احترام دل میں نہیں ہے ورنہ یہ احترام مانع ہے ان خرافات کے ارتکاب سے اور تماشہ یہ ہے کہ عیدی مصافحہ اور معانقہ بھی کئے جا رہے ہیں۔ حضرت سرمد فرماتے ہیں :-

یاران ہمہ آئین دو رنگی دارند
مصحف بہ بغل دین فرنگی دارند

(ترجمہ) یعنی ہمارے دوست اس زمانہ میں دو رنگا دین رکھتے ہیں۔ یعنی بغل میں قرآن شریف بھی اور طور طریقہ فرنگیوں کا اختیار کئے ہوئے ہیں)

اب ان سب باتوں کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے۔ احساس صحیح ہو تو اس کی برائی بھی سمجھ میں آئے۔ کوئی کام بغیر نظم کے انجام پذیر نہیں ہوتا۔ اس کا بھی نظم ہے اور بہت ضروری ہے۔ اگر کیا جائے تو ہو سکتا ہے۔ عوام ہمیشہ خواص کے تابع ہوتے ہیں۔ خواص و عوام ملکر اس کا نظم بنائیں تو بن سکتا ہے۔ اہل احساس کو اس کا رنج اور صدمہ رہتا ہے اور اسی چیز نے اسلام کو بالکل کھوکھلا کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کے شیرازے کو بالکل منتشر کر دیا ہے۔ آیات قرآنیہ میں مسلم کی مدح کی گئی ہے سنئے حق تعالیٰ کا ارشاد کہ :-

بلیٰ من اسلم وجہہ للہ ۔۔۔ جو شخص کہ مطیع و منقاد کر دے اپنے چہرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے۔

روح المعانی میں ہے کہ :-

ای انقاد لما قضی اللہ وقدر وھو محسن ای فی جمیع افعالہ۔	یعنی اللہ تعالیٰ نے جو قضا و قدر فرما دیا ہے اس کا منقاد ہو جائے اور اپنے تمام امور میں نیکوکار ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

ومن یسلم وجہہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ۔	جو شخص کہ اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر دے۔ اور نیکوکار بھی ہے تو اس نے گویا ایک مضبوط کڑے سے متمسک کیا۔

اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :-

بان فوض الی اللہ تعالیٰ جمیع امورہ واقبل علیہ سبحانہ بقلبہ وقالبہ	یعنی اپنے تمام امور میں تفویض اختیار کی اور قلب و قالب سے اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوا۔
فالاسلام کالتسلیم التفویض۔	اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور تسلیم دونوں کے معنی تفویض کے ہیں۔

آج کل کی فضا و حالات کو دیکھ کر جو تأثرات و انفعالات قلب میں ایک مدت سے ہیں آج ان کا اظہار آپ کے روبرو کرتا ہوں مگر ؎

کون سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

والسّلام
وصی اللہ عفی عنہٗ

اس کے مقابلہ میں جب ہم ان ممالک پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں جنمیں ابھی تک مذہب کے بقیہ اثرات موجود ہیں تو ان کو اس طوفان بے تمیزی سے مامون پاتے ہیں اور جوں جوں ان میں سے مذہبی روح نکلتی جاتی ہے اسی طرح جرائم کی تعداد روز افزوں ترقی کرتی جاتی ہے۔

عہد فاروقی کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک رات حسب عادت احوال رعیت کی تفتیش کے لئے گشت لگا رہے تھے ایک کوچہ میں پہونچے تو اچانک ایک مکان کے اندر سے کچھ اشعار پڑھنے کی آواز آئی۔ غور سے سنا تو ایک عورت یہ اشعار گا رہی تھی

فواللہ لو لا اللہ تخشی عواقبہ لزعزع من ھذا السریر جوانبہ

یعنی بخدا اگر خدا کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو آج (جوانی کی امنگوں کو پورا کرنے میں) اس چارپائی کی چولیں ہلا دی جاتیں۔

یہ سنکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تحقیق کی کہ یہ کس کا مکان ہے اور یہ کون عورت ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ ایک سپاہی کی بیوی ہے جو عرصہ سے جہاد کے لئے گیا ہوا ہے اور یہ اسکی جدائی میں عفت کے ساتھ اپنا وقت گذار رہی ہے اسی وقت حکم نافذ کر دیا گیا کہ چار ماہ سے زاید کوئی سپاہی اپنے وطن سے غائب نہ رکھا جائے۔

یہاں کونسی پولیس حفاظت کر رہی تھی اور اس مغلوب جذبات عورت کو رات کی خموش تاریکی میں کسکا ڈر تھا؟ جواب متعین ہے کہ صرف مذہب اور اسکی تعلیمات تھیں جو اسکو فساد عظیم سے بچا رہی تھیں اور جن ممالک میں کچھ مذہب کے آثار باقی ہیں انمیں اس واقعہ کی آج بھی بہت سی نظیریں ملتی ملتی ہیں کیا ان واقعات اور احوال کے بعد بھی ہمارے تعلیم یافتہ حضرات مذہب کو سیاسی انتظام اور ترقی کے لئے سنگ راہ بتائیں گے فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔ (ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے)

تکملہ مضمون بالا

یہ مضمون احقر نے اب سے چونتیس سال پہلے مشترکہ ہندوستان میں اسوقت لکھا تھا جبکہ انگریز اپنی پوری آب وتاب سے ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا اور خلافت وکانگریس کی جنگ آزادی تقریباً مردہ ہو چکی تھی کسی اسلامی مملکت کے وجود میں آنے کا تصور دور دور تک نہ تھا اس وقت دارالعلوم دیوبند سے شایع ہونے والے ہفتہ وار اخبار الانصار کی اشاعت مورخہ ۸ راکتوبر ۱۹۲۸ء میں، شایع ہوا تھا۔

اتفاقاً اسوقت اخبار کا کٹنگ کاغذات میں سامنے آگیا تو مفید سمجھکر اسکو ثمرات الاوراق کا جزو بنانے کا خیال ہوا مگر ساتھ ہی اب سے چونتیس سال پہلے کے زمانے اور زمانہ حال کے موازنہ کی طرف دھیان چلا گیا جس میں ہر خیر وفلاح کے انتہائی انحطاط اور ہر شر وفساد کے طوفانی رفتار سے بڑھنے کی تصویر مثالی سامنے آکھڑی ہوئی۔ چوری ڈاکے، دھوکے فریب۔ قتل ا غارتگری، بدکاری فحاشی، عریانی بے حیائی کے وہ اعداد و شمار سامنے آئے جس کے مقابلے میں اس مضمون سابق کے اعداد و شمار کوئی حیثیت نہیں رکھتے

سب سے زیادہ قلب ودماغ پر جس چیز نے بجلی گرائی وہ زمانے کی یہ ستم ظریفی تھی کہ انگریزی عہد میں ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ سب نحوستیں ونجاستیں انگریز کی لائی ہوئی ہیں وہ جائیگا تو یہ سب نجاستیں خود بخود دُھل جائینگی۔

اسلئے جب کسی سوراخ سے آزادی کی کرن نظر آئی تو اسکی طرف دوڑنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس واقعہ کے تقریباً چالیس سال بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ آرزو بھی پوری فرمادی کہ انگریز سے آزادی ملی۔ ایک آزاد اسلامی مملکت پاکستان کے نام سے وجود میں آگئی اسکے ساتھ اس مملکت میں خیر وفلاح امن وسکون، غیروں کی غلامی سے نجات۔ اسلامی غیرت وحمیت، اسلامی معاشرہ

اسلامی کردار و عمل کے وہ سب نقش ابھر کر آنکھوں میں پھرنے لگے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کے نتیجہ میں حاصل ہونا آفتاب کی طرح یقینی ہیں مگر جو کچھ آنکھوں نے پندرہ سال کے عرصے میں دیکھا وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ؎

بلبل ہمہ تن خوں شد و گل شد ہمہ تن چاک اے وائے بہارے اگر اینست بہارے

(بلبل ہمہ تن خون ہوگئی اور گل ہمہ تن چاک ہوگیا افسوس ہے اس بہار پر اگر اسی کا نام بہار ہے)

کیا خبر تھی کہ انگریز چلا گیا مگر لارڈ میکالے کی تعلیم کے رنگے ہوئے ایسے کالے انگریز ہم پر مسلط کر گیا جنھوں نے انگریز سے صرف اسکی برائیاں، عیاشی، فحاشی، شراب نوشی ہی سیکھی ہے اور سفید انگریز تو کچھ سوچ سمجھ کر بھی کوئی کام کر لیتا تھا ان کالے انگریزوں کے پاس سوچنے کا دماغ اور سمجھنے کی عقل نہیں ان کے نزدیک علم و حکمت صرف یہ ہے کہ جو کچھ انگریز کر گیا ہے اسکی نقل اتاری جائے اور جہاں اسلام اس نقالی میں آڑے آئے تو اسلام کی وسعت اور سہولت کے سنے ہوئے الفاظ کی دُھائی دیکر ایک ماڈرن اسلام کا ایسا ڈھیلا ڈھالا چولہ (جسمیں انگریز کی ساری بدمعاشی فحاشی کھپ سکے) تیار کرنے کے لئے ثقافت اور ریسرچ کے نام پر اسی میکالے کے ڈھالے ہوئے دماغوں کو بٹھا دیں جنھوں نے اسلام کو صرف انگریز کی زبان سے سنا اور انگریز کی آنکھ سے دیکھا علماء امت انکی غلطیوں پر کچھ بولیں تو ان کو اسلام کے اس خود ساختہ ایڈیشن کو اپنانے اور انکے ہر گناہ کو جائز قرار دینے کی تلقین کیجائے اور اسکا نام رکھا جائے زمانہ شناسی اور وقت کا تقاضا۔

۱۲۵۔ جنت و دوزخ کہاں ہیں؟

تفسیر خازن وغیرہ میں آیت کریمہ عرضہا السمٰوٰت والارض (اسکی چوڑان آسمان اور زمین کے بقدر ہے) کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ سے نقل کیا ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور جہنم زمین کے ساتویں طبقہ میں۔ (ص ۳۰۳)

۱۲۶- والدین کو نصیحت امر بالمعروف کرنیکا طریقہ

فقہ کی مشہور کتاب "الاحتساب" میں ہے کہ اگرچہ اولاد پر ماں باپ کا ادب واحترام لازم ہے لیکن اگر وہ کسی ناجائز کام میں مبتلا ہوں تو ادب و نرمی کے ساتھ صحیح بات بتلانا ادب واحترام پدری کے منافی نہیں بلکہ عین خیرخواہی ہے۔ البتہ ایک مرتبہ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انکی غلطی پر تنبیہ کرنے کے بعد پھر ان کے درپے نہ ہو جو انکی اذیت کا سبب بنے بلکہ سکوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ انکو صحیح راستہ کی ہدایت اور نیک عمل کی توفیق ہو۔

۱۲۷- کفریات اور معاصی پر مشتمل کتابوں کا پاس رکھنا بھی گناہ ہے

شیخ ابواسحق اسفرائنیؒ کی مشہور کتاب "مہذب" میں ہے کہ جن کتابوں میں اسلام اور ایمان کے خلاف مضامین ہوں یا ایسے مضامین جن سے گناہوں کی تحریص یا ترغیب ہوتی ہو انکو اپنے پاس محفوظ رکھنا بھی گناہ ہے کیونکہ ان کتابوں کا مطالعہ بھی گناہ ہے (مہذب ص۲۰۵)

اور زاد المعاد میں ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ جو کتابیں کفر و شرک پر مشتمل ہوں انکا فروخت کرنا بھی ناجائز ہے۔ (زاد ص۲۲ ج ۲)

مگر کوئی عالم تردید کے لئے ایسی کتابیں اپنے پاس رکھے اور دیکھے تو بوجہ ضرورت اسکے لئے جائز ہے۔

۱۲۸۔ ابوالکلام آزاد مرحوم کا کلمۂ حق

اپنے تذکرہ میں ص۲۲۹ پر لکھا ہے۔

"اصحاب حق و اقتصاد کا طریقہ ہے کہ تمام ائمہ سلف کو حق وراستی پر یقین کرتے ہیں اور تمام ائمہ مجتہدین اہلسنت کو اپنے اپنے مجتہدات میں برسر حق و بصیرت سمجھتے ہیں اور سب کی محبت و تعظیم اور عموم حسن ظن کو اہلسنت کے لئے ایک علامت بتلاتے ہیں۔ سب کا علم و عمل کتاب و سنت پر تھا کوئی نہیں جس نے بلا کسی دلیل و بصیرت کے اجتہاد کیا ہو البتہ عصمت صرف انبیاء کے لئے ہے"۔

۱۲۹۔ اسلامی تاریخ کا ایک عجیب واقعہ

مسلمانوں کا ہر چھٹا امیر معزول یا مقتول

علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حیوٰۃ الحیوان" میں سلامی تاریخ کا ایک عجیب لطیفہ تحریر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کا ہر چھٹا امیر عزول یا مقتول ہوا ہے۔ پھر اسے ثابت کرنے کے لئے صدیوں تک کی مختصر اریخ پیش کی ہے ہم اسکا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی خلافت ی ترتیب حسب ذیل رہی ہے۔

(۱) مسلمانوں کے سب سے پہلے امیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے ۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۴) حضرت ثمان رضی اللہ عنہ (۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ — اسکے بعد چھٹے خلیفہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے چنانچہ وہ معزول ہوئے۔

پھر خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی:۔

(۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (۲) یزید بن معاویہ (۳) معاویہ بن یزید (۴) مروان بن حکم (۵) عبدالملک بن مروان (۶) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یہ چھٹے امیر تھے اور قتل کیے گئے۔

پھر خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی :۔

(۱) ولید بن عبدالملک (۲) ابراہیم بن ولید (۳) مروان بن محمد۔

اسکے بعد خلافت بنو امیہ ختم ہوگئی اسلئے مندرجہ بالا تاریخی اصول کا عمل ظاہر نہ ہوسکا کیونکہ ولید بن یزید کے بعد صرف تین خلفاء ہوئے اور پھر خلافت بنو عباس قائم ہوئی اس میں یہی اصول اپنا عمل دکھاتا رہا۔

خلافت عباسیہ

انکی ترتیب حسب ذیل ہے :۔

(۱) سفاح (۲) ابوجعفر منصور (۳) محمد مہدی (۴) موسیٰ الہادی (۵) ہارون الرشید (۶) محمد امین بن ہارون الرشید ۔ یہ چھٹا خلیفہ تھا لہٰذا مامون رشید کے ہاتھوں معزول اور مقتول ہوا۔

اسکے بعد ترتیب اس طرح رہی :۔

(۱) مامون الرشید (۲) ابراہیم المعتصم باللہ (۳) واثق باللہ (۴) جعفر المتوکل (۵) محمد المنتصر باللہ (۶) احمد المستعین باللہ۔ یہ چھٹا تھا لہٰذا معزول ومقتول ہوا۔

اسکے بعد حسب ذیل خلفاء آئے :۔

(۱) محمد المعتضر باللہ (۲) جعفر المہتدی باللہ (۳) احمد المعتمد علی اللہ احمد المعتضد باللہ (۵) علی المکتفی باللہ (۶) جعفر المقتدر باللہ۔ یہ چھٹا ہے چنانچہ اسے دو مرتبہ معزول کیا گیا۔

اسکے بعد مندرجہ ذیل امراء آئے

(۱) عبداللہ بن معتز المرتضیٰ باللہ (۲) محمد القاصر باللہ (۳) احمد الراضی باللہ (۴) ابراہیم المتقی باللہ (۵) عبداللہ المکتفی باللہ بن المکتفی

(۶) ابوالفضل المطیع للہ یہ چھٹا تھا چنانچہ معزول ہوا۔

پھر ترتیب یوں ہے :—

(۱) المقتفی لامراللہ (۲) مستنجد باللہ (۳) مستضئ بنور اللہ (۴) ناصر لدین اللہ (۵) الظاہر بامراللہ (۶) مستعصم باللہ - یہ چھٹا ہے لہٰذا معزول اور مقتول ہوا

پھر ترتیب اس طرح رہی :—

(۱) مستنصر باللہ (۲) حاکم بامراللہ (۳) مستکفی باللہ (۴) حاکم بامراللہ بن مستکفی باللہ (۵) معتضد باللہ (۶) متوکل علی اللہ ان کے بعد خلافت عباسیہ چھ خلفاء تک نہیں پہونچ سکی

فاطمی خلفاء علامہ دمیریؒ نے مصر کے فاطمی خلفاء میں بھی یہی اصول بیان کیا ہے ان کی ترتیب یہ ہے :—

(۱) مہدی (۲) قائم (۳) منصور (۴) معز (۵) عزیز (۶) حاکم یہ اپنی بہن کے ہاتھوں قتل ہوا۔

پھر ترتیب اس طرح رہی :—

(۱) ظاہر (۲) مستنصر (۳) مستعلی (۴) آمر (۵) حافظ (۶) ظافر یہ چھٹے تھے اور معزول ہوئے —— پھر فائز - عاضد یہاں یہ خلافت ختم ہوگئی

ایوبی خلفاء ایوبی خلفاء میں بھی یہ اصول عمل دکھاتا رہا۔ انکی ترتیب حسب ذیل تھی۔

(۱) صلاح الدین ایوبی (۲) عزیز (۳) افضل (۴) العادل الکبیر۔ (۵) کامل (۶) العادل الصغیر یہ چھٹے تھے چنانچہ معزول ہوئے آگے چھ خلفاء تک تعداد نہیں پہونچ سکی۔

ترکی خلفاء علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی خلفاء میں بھی یہ اصول ثابت کیا ہے نمونہ کے لئے جتنا ہم نے ذکر کیا ہے وہ کافی ہے۔

(حیوٰۃ الحیوان ص ۳۴ تا ص ۳۵ ملخصاً)

۱۳۰۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ایک زریں ارشاد

کسی نے حضرت ممدوح سے حضرات علیؓ اور معاویہؓ کی باہمی جنگ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وما طهر الله عنها سيوفنا افلا نطهر عنها السنتنا یعنی یہ وہ خون ہیں کہ جن سے اللہ نے ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا ہے، تو کیا اب ہم اپنی زبانوں کو اس خون سے آلودہ کرلیں؟ (حیٰوۃ الحیوان ص۳۹۴ ج۱)

۱۳۱۔ فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" اہل یورپ کی نظر میں

مسٹر عبداللہ یوسف علی ایم اے ایل ایل ایم نے اپنی کتاب "انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ" شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے ص۶۳ پر لکھا ہے کہ مشہور سحر بیان مقرر اور مقنن اڈمنڈ برک نے فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "ہدایہ" کے ایک خلاصہ کے فارسی ترجمہ کا انگریزی ترجمہ دیکھکر جو الفاظ اس فارسی کتاب پر لکھے ہیں وہ یہ ہیں:۔

"اس کتاب میں دماغ کی ایک بڑی طاقت نظر آتی ہے اور یہ ایسا فلسفہ قانون ہے جس میں بہت باریکیاں پائی جاتی ہیں" — یہ کتاب آج بھی برک کی اس تحریر کے ساتھ آکسفرڈ کی مشہور بورڈلین لائبریری کی زینت ہے۔

برک کو اصل ہدایہ پڑھنے کی تو کیا نوبت آتی انگریزی ترجمہ بھی اصل کتاب کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ کسی نے فارسی زبان میں "ہدایہ" کا خلاصہ تیار کیا اسی خلاصہ فارسی کا انگریزی ترجمہ دیکھکر برک نے یہ رائے قائم کی۔ اگر یہ برطانوی مفکر اور مقنن اصل کتاب "ہدایہ" کو دیکھ پاتا تو خدا جانے ہدایہ اور صاحب ہدایہ کی کتنی عظمت اسکے دل میں قائم ہوتی (از صدق جدید ۴ اگست ۱۹۶۱ء) — امام محمد حسن شیبانیؒ تلمیذ امام ابو حنیفہؒ کی مشہور کتاب "مبسوط" کو ایک یہودی عالم نے دیکھا تو اتنا متاثر ہوا کہ اسی پر اسلام قبول کرلیا اور کہا هذا كتاب محمدكم الاصغر فكيف بكتاب محمد الاكبر یعنی یہ تو تمہارے چھوٹے محمد (یعنی محمد بن حسن) کی کتاب ہے تو تمہارے بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتاب کا کیا حال ہوگا" (سیرت محمد بن حسن شیبانیؒ)

ہماری بھی وہی مثال ہے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اس غلو کی بدولت بعض اوقات توکل نام ہوتا ہے واقعہ میں تعطل اور کم ہمتی کا ؎

چو باز باش کہ صیدے کنی و لقمہ دہی طفیل خوارہ مشو چوں کلاغ بے پروبال

(تم مانند باز کے بنو کہ خود شکار کرو اور دوسروں کو اس میں سے کھلاؤ کوے کے بچے کیطرح طفیلی بنکر نہ کھاؤ)

۲۲۹- توکل کے آداب و شرائط

البتہ اگر اسباب معیشت میں اشتغال مضر اسکے دین کو ہو اور یہ شخص اسکا اہل ہے اور توکل کی ہمت بھی ہے تو توکل بہتر ہے۔ مثلاً اسکے متعلق تعلیم و تربیت دینی ہو تو اسکو توکل اور دینی خدمت سے بہتر کوئی کام نہیں۔ البتہ یہ ضروری بات ہے کہ توکل صرف اللہ پر ہو لوگوں کی ہدایا اور تحف کیطرف نفس کا اشراف نہ ہو۔ حدیث میں من غیر اشراف نفس (بغیر اشراف نفس کے یعنی نفس کے انتظار کے بغیر) کی قید آئی ہے۔ ورنہ وہ توکل علی اللہ نہیں۔ غرض لوگوں کی اموال کی تاک میں نہ بیٹھا رہے۔ اس مقام پر ایک نکتہ سننے کے قابل ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اہل کشف کو کشف سے آمد معلوم ہو کر مال کیطرف اشراف نفس پیدا ہو جاتا ہے یا بعض وقت اموال مشتبہ کی حقیقت ظاہر ہو کر مال حلال ملنا مشکل ہو جاتا ہے سو کشف نہ ہونا بھی اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ عمل بالسنۃ میں مخل نہیں ہوتا۔

حکایت: اشراف کے متعلق بلگرام کے ایک بزرگ عالم کا قصہ یاد آیا کہ ان کے پاس انکے خاص شاگرد یا مرید آئے۔ شیخ کے اضمحلال اور ناتوانی کو دیکھکر انھوں نے جانچ لیا کہ آج فاقہ ہے اسلئے وہ اٹھے اور کچھ کھانا لیکر حاضر ہوئے اور پیش کیا

شیخ نے فرمایا کہ گو یہ پہونچا ہے حاجت کے وقت لیکن مجھکو اسکے قبول کرنے میں ایک عذر ہے اس واسطے کہ جس وقت تم میرے پاس سے اٹھ گئے تھے اس وقت میرے دل میں خیال آیا تھا کہ کھانا لائیں گے کیونکہ میرے دل کا انتظار (اشراف نفس) اسکے ساتھ ہوگیا اور ایسی حالت میں ہدیہ لینا خلاف سنت ہے اسلئے اسکے لینے سے معذور ہوں ماشاء اللہ مرید یا شاگرد تھے سمجھدار کہ ذرا اصرار نہیں کیا جیسا کہ بعض کم فہم لوگوں کی عادت ہے کہ بزرگوں سے جھک جھک کیا کرتے ہیں حالانکہ نہایت سوء ادب ہے بلکہ فوراً کھانا لیکر اٹھ گئے اور آدھے رستے سے پھر لوٹ آئے اور وہی کھانا پھر پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت لیجئے اب تو میرے واپس چلے جانے سے اشراف نفس نہیں رہا ہوگا اب قبول فرمالیجئے شیخ نے قبول فرمالیا اور انکی اس نکتہ رسی اور ذہانت پر آفریں فرمائی۔ آپ نے سنا بزرگان دین نے کس قدر اشراف سے تحرز کیا ہے۔ غرض توکل کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اشراف نہ ہو اور بدون اسکے اگر توکل ہو تو محمود ہے اور جو توکل کے شرائط نہوں تو تدبیر مسنون ہے۔ بالجملہ افراط و تفریط دونوں سے بچتا رہے اور اعتدال اختیار کرے ؎

گر توکل می کنی در کار کن کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

(اگر تم توکل کرتے ہو تو کام میں کرو یعنی اسطرح سے کہ عمل کرو اور نظر خدا پر رکھو)

گفت پیغمبرؐ باواز بلند بر توکل زانوئے اشتر ببند

(پیغمبر علیہ السلام نے ببانگ دہل اعلان فرمایا کہ توکل اونٹ کے پیر کو باندھکر)

۲۳۰۔ اسباب کا اختیار کرنا توکل فرض کے خلاف نہیں اور اسباب اور توکل کے اجتماع کی توضیح ایک مثال سے

اور جان لینا چاہیئے کہ تدبیر اور اسباب کا اختیار کرنا بھی توکل فرض کے

خلاف نہیں ہے اسکی بعینہ مثال توکیل جیسی سمجھ لینا چاہیئے مثلاً جب کوئی شخص کسی مقدمہ میں وکیل مقرر کرتا ہے تو کیا وکیل مقرر کرنے کے بعد یہ شخص نکما خالی بیٹھا رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ جتنی کوشش اس سے ہوسکتی ہے خود بھی کرتا ہے اور اسکو خلاف توکیل نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ وکیل کے کرنے کا جو کام ہے وہ کرے گا مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے مجھکو کرنا چاہیئے۔ اسی طرح تدبیر کرنا اعتدال کے ساتھ توکل کے خلاف نہیں۔

۱۳۱۔ توکل کے ساتھ ایک درجہ میں اسباب کی رعایت بھی ضروری ہے اور بعض ایسے امور پر تنبیہ جن سے دوسروں کو ایذا ہوتی ہے اور لوگ انسے بے پروائی کرتے ہیں

بلکہ تدبیر ایسی چیز ہے کہ جو امور محض غیر اختیاری ہیں جن میں تدبیر کو اصلا دخل نہیں محض دعاء پر انکا مدار ہے سنن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انمیں بھی دعاء کے ساتھ کچھ صورت تدبیر اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک قصہ حدیث سے بیان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح توکل اور دعاء کو جمع فرمایا اور اس حدیث کے ضمن میں اور بھی فوائد ہیں۔

حکایت: ایک صحابی جنکا نام مقداد ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر مسافرانہ مقیم تھے اور انکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں تبلادی تھیں کہ انکا دودھ نکال کر کچھ خود اور رفقاء پی لیا کرو اور کچھ میرے لئے رکھدیا کرو اور انکا اسی طرح معمول تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کو آنے میں دیر ہوئی تو میں سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہیں دعوت ہوگئی ہوگی۔

یہ خیال کر کے آپؐ کا حصہ بھی پی گیا۔ مگر جب پی چکا اسوقت خیال آیا کہ شا
آپ نے کچھ نہ کھایا ہوا اور بے چینی کا یہ حال ہوا کہ کروٹیں بدلتا تھا اور نیند
نہیں آتی تھی، اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور آپ کی عادت شریفہ آنے کے وقت یہ تھی کہ جب تشریف لا۔
اور دیکھتے کہ گھر والے لیٹے ہیں تو بہت آہستہ سے سلام کرتے اسطرح۔
کہ اگر حاضرین جاگتے ہوتے تو سن لیتے اور سوتے ہوتے تو آنکھ نہ کھلتی
اسی طرح سے نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آپ کا شب برات
بقیع میں جانے کے لئے آہستہ سے اٹھنا، آہستہ سے کواڑ کھولنا سب ک
آہستہ سے کرنا تاکہ سونے والوں کو تکلیف نہو آیا ہے۔ سو اسی طر
سلام بھی آہستہ فرماتے کہ اگر کوئی جاگتا ہو تو سن لے اور سوتا ہو تو اسکی نی
میں خلل نہ آئے۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لو
دوسرے آدمیوں کی تکلیف کا اصلا خیال نہیں کرتے سوتے آدمیوں م
اٹھکر سب کام بے تکلف زور زور سے کرتے ہیں اور اس سے دوسرو
ایذا ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی موجب ایذا ہے کہ مشغول کار آدم
اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جس سے اسکے ضروری کام میں حرج بھی
ہے اور پریشانی بھی۔

۲۳۲۔ آجکل محض لفظ پرستی رہ گئی ہے آداب اخلاق کی حقیقت سے اہل علم بھی بے خبر ہیں

حضرات! ہماری سبھی حالتیں بگڑ رہی ہیں۔ ہر چیز میں افراط و
ہو رہی ہے۔ اور عوام کی کیا شکایت کریں انصاف یہ ہے کہ آداب کو بع
اہل علم تک نہیں جانتے محض لفظ پرستی رہ گئی ہے سہ

مولوی گشتی و آگہ نیستی . خود کجا و از کجا و کیستی

(تم مولوی ہوگئے اور پھر بھی سمجھ نہیں پیدا ہوئی: کہاں تھے، کہاں ہوا اور کون ہو کچھ خبر نہیں)
اس لفظ پرستی پر ایک مثال یاد آئی ایک شخص کا انتقال ہوا موت کے قریب بیٹے کو وصیت کی کہ جو کوئی میری تعزیت کو آئے اسکو اونچی جگہ بٹھانا اور اور نرم وشیریں باتیں کرنا اور بھاری کپڑے پہنکر اس سے ملنا اور قیمتی کھانا کھلانا ۔ اب صاحبزادے کی سنیئے ۔ ایک صاحب انکے والد کے دوست تعزیت کو آئے آپ نے فوراً نوکروں کو حکم دیا کہ انکو مچان پر بٹھا دو ۔ وہ آئے اور مجرموں کی طرح سے انکو زبردستی پکڑ کر مچان پر بٹھا دیا اور وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے ؟ نوکر کہتے ہیں آقا کا یہی حکم ہے ۔ اب آقا صاحب تشریف لائے تو اس انداز سے کہ جاجم دری قالین میں لپٹے ہوئے ایک عجب بغلول جیسی شکل بنائے ہوئے ۔ آخر مہمان نے کچھ تعزیت میں کہا تو فرماتے ہیں گڑ ۔ انھوں نے کچھ اور کہا تو جواب ملتا ہے روئی ۔ مہمان بیچارہ دنگ ہے ۔ غرض کھانے کا وقت آیا گوشت گلا نہ تھا مہمان نے کہیں اسکا شکوہ کیا تو آپ تیز ہوکر کہتے ہیں واہ صاحب واہ میں نے آپ کے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ ڈالا اور آپکو پسند نہیں آیا ۔ اب مہمان اور بھی پریشان آخر تحقیق کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ ابا جان نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی شخص تعزیت کے لئے تمھارے پاس آئے تو اس کو اونچی جگہ بٹھانا اس واسطے میں نے مچان پر بٹھایا کہ سب سے اونچی جگہ یہی تھی اور یہ کہا کہ بھاری کپڑے پہنکر ان سے ملنا تو اس دری قالین سے بھاری کوئی کپڑا نہ تھا ۔ تیسرے یہ کہا تھا کہ نرم ومیٹھی باتیں کرنا، تو گڑ اور روئی سے زیادہ نرم اور میٹھی چیز مجھکو نہ معلوم ہوئی اور وصیت کی تھی کہ قیمتی کھانا کھلانا تو اس سے زیادہ قیمتی کوئی جانور ہمارے گھر میں نہ تھا ۔ مہمان لعنت بھیجکر وہاں سے رخصت ہوا ۔ پس یہی حالت ہماری ہے کہ الفاظ یاد کرلئے ہیں اور حقیقت

آداب و اخلاق کی نہیں سمجھے۔ چنانچہ ہم نے اخلاق نام صرف چاپلوسی اور خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے، سو حقیقت میں اخلاق کو نفاق سے بدل دیا ہے اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا ر ظاہری و باطنی حضور یا غیبت میں نہ پہونچے۔ ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہرداری کا نام ہے گو اس سے ایذا رہی پہونچے اسکی کچھ پرواہ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت اور رعایت کہ سلام بھی کرتے ہیں تو اس طرح سے کہ کوئی بیچین نہ ہو۔

۲۳۳۔ رجوع بجانب سرخی (توکل کے ساتھ ایک درجہ میں اسباب کی بھی رعایت ضروری ہے

غرض آنحضرتؐ عشاء کے بعد تشریف لائے اور حسب معمول سلام کر کے برتنوں کیطرف چلے وہ صحابی جو دودھ پی کر لیٹ گئے تھے یہ سب دیکھ رہے تھے آپکو اس میں دودھ نہ ملا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوقت بھوک لگی ہوئی تھی اور طعام کی حاجت بھی آپ نے حسب معمول کچھ نفلیں پڑھیں اور یوں دعاء فرمائی اللھم اطعم من اطعمنی (اے اللہ تو اسکو کھانا مرحمت جو مجھے کھانا کھلادے) دیکھئے یہ امر قابل غور ہے کہ اس دعاء میں آپ نے توکل کے ساتھ اسباب کی کس لطیف طور پر رعایت فرمائی کہ یہ ظاہر کر دیا کہ کھانا اکثر اس طرح ملتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں لے آئے ورنہ یہ بھی تو دعاء فرما سکتے تھے کہ اے اللہ! آسمان سے مائدہ یا رزق بھیج مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل اور تدبیر کو کس لطیف طریقہ پر جمع فرمایا جیسا مذکور ہوا تتمہ قصہ کا یہ ہے کہ اس دعاء کے سننے کے بعد وہ صحابی اٹھے چونکہ انکو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء قبول ہوئی ہوگی اسلئے گو بکریوں کا دودھ

دودھ بچے تھے مگر پھر برتن لیکر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بکریوں نے اسقدر دودھ دیا کہ برتن بھر گیا اس برتن کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے غرض اس قصہ کے بیان سے یہ تھی کہ دیکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء و توکل کے ساتھ اسباب کی رعایت کس طرح پر فرمائی۔ پس معلوم ہوا کہ نہ دعاء کے بھروسے پر اسباب کو چھوڑ دے اور نہ اسباب میں ایسا انہماک ہو کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے اعتدال اصل طریقہ نبویہ ہے اور یہ بدون تبحر و تحصیل علوم دین کے حاصل ہونا مشکل ہے کوئی آسان کام نہیں جو ہر ایک دعویٰ کرنے لگے۔

برکفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

(ایک ہاتھ میں شریعت کا جام ہو اور دوسرے میں عشق کا سندان' ہر ہوسناک جام و سندان سے کھیل نہیں سکتا)

آنحضرتؐ کے افعال سے تو یہاں تک اس اعتدال کا پتہ چلتا ہے کہ معجزات میں بھی جو کہ بالکل بطور خرق عادت ظہور میں آتے ہیں ان میں بھی تدبیر اور اسباب کی ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کی دعوت کا قصہ جو جنگ احزاب میں خندق کھودنے کے وقت ظہور میں آیا اسکا شاہد ہے آنحضرت نے ان سے فرمایا تھا کہ ہانڈی چولھے سے مت اُتارنا پھر اس میں آکر آب دہن ملا دیا اور وہ چند آدمی کی خوراک لشکر کے لشکر کو کافی ہوگئی۔ اسی طرح حدیث میں اور بھی معجزات کے قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ خرق عادت میں تھوڑی سی رعایت اسباب کی کیگئی ہے مثلاً چولھے پر ہانڈی اور توے کا رکھا رہنا اور ڈھک دینا وغیرہ کہ صورت اسباب کو حجاب بنایا گیا ورنہ ایسے بھی کھانا بڑھ سکتا تھا۔

۲۲۴۔ اسباب کے اندر منہمک ہونا سبب ہے ترکِ دعاء کا

یہ آداب ہیں توکل اور تدبیر کے سید المرسلین سے انکو سیکھنا چاہیئے

ان سے غافل رہنا بعض اوقات سبب ہوجاتا ہے انہماک فی الاسباب کا جو ایک سبب ہے ترک دعاء کا جس کا حاصل ہے اسباب میں انہماک اور مسبب الاسباب پر نظر نہ رکھنا اور عقیدت کی کمزوری۔

۲۳۵ - یہ خیال کہ ہم دعاء کے قابل نہیں ہم کیا دعاء کریں درحقیقت شیطانی وسوسہ ہے اور بعض احوال باطنہ کا ایک دوسرے کیساتھ مشتبہ ہونا اور ہماری عبادت کی حقیقت

اب ایک دوسرا سبب دعاء نہ کرنے کا سنیئے وہ یہ کہ عقیدہ تو دعاء کا ہے مگر یہ خیال ہوجاتا ہے کہ ہم دعاء کے قابل نہیں ہم کیا دعاء کریں اور درحقیقت یہ بھی شیطان کا ایک وسوسہ ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں تواضع کے رنگ میں ڈالا گیا ہے۔ درحقیقت بعض احوال باطنہ کچھ اس قسم کے ظاہراً مشتبہ معلوم ہوا کرتے ہیں کہ انکو برا یا بھلا قرار دینے میں بڑی فہم ودقت نظر اور آگاہی شرع شریف کی سخت ضرورت پڑتی ہے مرج البحرین یلتقیان بینھما - اس نے لا یبغیان (دو دریاؤں کو ملا دیا کہ باہم ملے ہوئے ہیں (اور) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے) میں اہل لطائف اسطرف بھی اشارہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر دو امر میں التباس ہوجاتا ہے ایک تو تواضع اور حیا اسکی علامت یہ ہے کہ گناہ کرتے ہوئے بھی اسکا خیال رہے، اپنی عبدیت اور خداتعالیٰ سے شرم کرنا ملحوظ رہے۔ ورنہ اگر صرف دعاء کے وقت تو تواضع کے خیال سے دعاء نہ کیجاوے اور گناہ کرتے وقت بیباک اور نڈر ہو جاویں تو یہ درحقیقت تواضع نہیں ہے بلکہ کم ہمتی اور سستی ہے۔ شیطان نے برکات دعاء سے محروم کرنے کے واسطے ایک حیلہ سکھا دیا ہے لہٰذا اسکا وسوسہ بھی دل میں نہ لانا چاہیئے۔

Regd No.129/AD-111
MAY, 1984

Monthly

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

Hayat-e-Musleh Ummat Ra. Al.

Price Rs. 50/-

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۶ جون ۱۹۸۴ء جلد

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۳ بخشی بازار

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ ۲۵ روپے — پچیس روپے

چندہ ششماہی ۱۳ روپے — تیرہ روپے

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

مدیر: عبد المجید عفی عنہ

فی پرچہ [illegible]

دو روپیہ ۲۰ پیسے

شمارہ ۶	شعبان سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق جون سنہ ۱۹۸۴ء	جلد ۷

فہرستِ مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

عرفتُ ربی بفسخ العزائم - ہمارے لئے اپنے رب کی معرفت کا ذریعہ ایک یہ امر بھی بنا کہ ہم نے خود کو اپنے بہت سے عزائم میں ناکام دیکھا۔ بہت چاہا کہ رسالہ لائن پر لگ جائے مگر ابھی ہم کامیاب نہ ہو سکے لہٰذا جون کا رسالہ اب انشاء اللہ اواخر جون تک آپ کی خدمت میں پہونچ سکے گا۔

امید ہے کہ حیات مصلح الامتؒ بھی اس ماہ مبارک میں تیار ہو جائیگی جو کہ پریس میں ایک ماہ ہوئے پہونچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ عوارض کو دور فرما کر جلد از جلد ہماری آنکھوں کو اسکے مطالعہ سے نور اور قلب کو سرور بخشے۔

بعض احباب "حیات مصلح الامتؒ" کے خواہشمند تھے لیکن کسی مجبوری سے پیشگی رقم جمع نہ کر سکے تھے چاہتے تھے کہ مدت میں کچھ مزید توسیع ہو جاتی تو وہ بھی اس رعایت سے مستفید ہو جاتے۔ ان احباب کی خواہش کے مطابق ہم نے مدت میں مزید ایک ماہ کی اور توسیع کر دی ہے یعنی اب آخر ماہ رمضان المبارک آخر ماہ جون ۱۹۸۴ء تک پیشگی رقم بھیجنے والے کو کتاب "حیات مصلح الامتؒ" -/35 روپیہ ہی میں ملے گی اور اسکے بعد اپنی اصلی قیمت یعنی -/50 روپیہ ہی میں دیجائیگی۔

دفتر میں تالیفات مصلح الامتؒ اول کے چند نسخے رہ گئے ہیں جنکی قیمت -/24 روپیہ ہے اور حصہ چہارم کی رعایتی قیمت اب -/35 روپیہ ہوگئی ہے طالبین جلد توجہ فرمائیں۔

ایک اطلاع

من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اسکا گھر جنت میں بنائیں گے) مدرسہ وصیۃ العلوم کی مسجد کی تکمیل حضرت مصلح الامتؒ کے ہاتھوں ہو گئی تھی مگر اسی وقت سے صحن مسجد کو مسجد کے شایان شان نہ دیکھکر اسکے توسیع کی فکر تھی لیکن جن لوگوں کے تمام مکانات مسجد سے متصل تھے وہ اس کو فروخت کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے بالآخر اب قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کے دور میں بڑی کوششوں اور کاوشوں کے بعد کافی گراں قیمت پر وہ مکانات خریدے گئے پھر انکے انخلا میں مزید رقم صرف کرنی پڑی۔ خیال تھا کہ سفر بمبئی سے واپسی کے بعد اسکی تعمیر شروع کر دیجائیگی لیکن وہاں کے فسادات کیوجہ سے جب سفر ملتوی ہو گیا تو ۱۵ رشعبان کو جدید تعمیر کی بنیاد ڈالدی گئی ہے کہ ایک بڑا پھاٹک اور اسکے اوپر گنبد اور متصلاً ایک اونچا شاندار مینارا اور مدرسہ کے چند کمروں کی تعمیر زیر تجویز ہے اللہ تعالیٰ سے اسکے توسیع وتکمیل کی دعا رہے اور ناظرین کو بھی اسکی اطلاع کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ بعد میں کسی کو اس موقع خیر میں عدم شرکت کا افسوس اور ہم سے عدم اطلاع دہی کی شکایت نہ ہو۔ والسلام

(ادارہ)

ودانست کہ مردم بر اعتقاد سابق اند
واز لاحق خبر ندارند پس برفت بر
صوفیانِ حرم محترم و انداخت خرقہ
خود نزدیک ایشاں و از قصۂ خود
و باطن کار زخواند بر مردم و گفت
نمی خواہم کہ کاذب باشم در حالِ
خود۔ پس خدمت مغنیہ لازم گرفت
و چنگ وے در گردن خود می انداخت
در رکاب وے۔ پس مغنیہ را
خبر کردند کہ او از اکابر اہلِ اللہ
است و حالا او را خدا تعالےٰ
بمحبت و عشق تو ساختہ۔ پس حیا و ندامت
کرامت کرد خدا تعالیٰ آں مغنیہ را
و تائب شد از فعلِ خود و از برکت
صحبت و صدق شیخ و لازم خدمت
شد در ملازمتِ او۔ و خدا تعالیٰ
زائل گردانید آں تعلقِ خاص از
دل او پس رفت بر صوفیانِ مذکور
و بر دوش انداخت خرقۂ خود۔

پس آں صادق الحال
لازم نمود کہ در حال خود کاذب
باشد۔ پس ایں ہمہ کہ رفت عللِ
نفس اند و ادویۂ آں۔ پس اگر

انھوں نے یہ خیال کیا کہ لوگ میرے متعلق اگلی سابق
اعتقاد ہی پر ہیں اور میرے بعد کے حالات کی انکو
اطلاع نہیں ہے یہ خیال کرکے حرم محترم کے
صوفیوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خرقہ اتار کر
ان کے سامنے ڈالدیا اور اپنا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں
یہ نہیں چاہتا کہ اب اپنے حال میں کاذب رہوں یہ کہکر
مغنیہ کی خدمت میں آپڑے اور اسکا چنگ درباب
اپنی گردن میں ڈال لیا اور اس کے ساتھ ہو لئے
لوگوں نے مغنیہ کو اس امر کی اطلاع دی کہ ارے یہ
اکابر اہل اللہ میں سے ہیں اسوقت اللہ تعالیٰ نے انکو
تیری محبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مغنیہ
کو حیا و ندامت کرامت فرمائی اور وہ اپنے فعل سے
تائب ہوگئی شیخ کی صحبت اور صدق کی برکت سے
اور شیخ کی خدمت میں رہنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے شیخ
کے قلب میں سے اسکا یہ تعلق خاص ختم فرما دیا اس کے
بعد مذکورہ بالا صوفیوں کی خدمت میں شیخ پھر حاضر ہوئے
اور اپنے اتارے ہوئے خرقہ کو پھر پہن لیا۔

. . . .

. . . .

پس دیکھو اس صادق الحال بزرگ نے جائز
نہ رکھا کہ اپنے حال میں کاذب ہوں۔ الغرض
یہ تمام باتیں جو بیان ہوئیں نفس کے امراض سے
متعلق تھیں اور انکا علاج تھا اگر ان پر عمل کیا جاوے

کارفرمائی آں ادویہ را نافع آید

تو یہ دوائیں انشاء اللہ نافع ثابت ہوں گی۔

ومرض نفس محصور است در اقسام امراض مذکور کہ وے را کار با اقوال است یا با فعل یا باحال ورابع ندارد۔

اور نفس کے امراض، اقسام ثلٰثہ مذکورہ میں منحصر ہیں کیونکہ تعلق یا تو قول سے ہوگا یا فعل سے یا حال سے — ان کے علاوہ کوئی چوتھی چیز نہیں ہے۔

وباید کہ صاحب وجد تیز وقتے کہ ازاں حالت برآید بنشیند و تواجد نہ کند واگر در تواجد باشد و بگوید با حاضراں وقت کہ من تواجد دارم پس او صاحب مرض است

صاحب وجد کو چاہیئے کہ جب اسکی کیفیت وجد ختم ہو جائے تو بیٹھ جائے اور بہ تکلف وجد نہ ظاہر کرے اسلئے کہ اگر وہ تواجد میں ہوگا (یعنی بتکلف وجد ظاہر کرے گا)، تو اگر حاضرین مجلس سے کہہ بھی دے کہ میں تواجد میں ہوں تب بھی یہ شخص مرض والا ہے۔

وآں امور کہ مذکور شدند اصول اند وگرنہ تفاریع اقوال وافعال واحوال بسیار اند۔

اور یہ تمام باتیں جو بیان کی گئیں اصول کی حیثیت رکھتی ہیں ورنہ امراض قولی وفعلی اور حالی کی تفاریع اور جزئی جزئی بیشمار ہیں۔

پس باید کہ گریزاں باشد سالک وترساں از کذب ودراہ صدق سرکند وظاہر نہ کند بر مردم مگر چیزے کہ ظاہر کند اللہ سبحانہ درمواطن خاص کہ سزاوار ولائق آں باشد چہ علم بحکم حق در تفاصیل مذکور شرط باشد در اہل اللہ

الغرض سالک کو چاہیئے کہ کذب سے ڈرتا ہی رہے اور دور بھاگتا رہے (کذب جس طرح سے اقوال میں ہوتا ہے اسی طرح سے احوال اور اقوال میں بھی ہوتا ہے) اور راہ صدق چلے اور لوگوں پر نہ ظاہر کرے مگر انھیں باتوں کو کہ بوقت پیشی جنکو خدا تعالیٰ کے سامنے بھی بیان کر سکتا ہے (اسی کا نام صدق ہے) اور وہ لائق ذکر بھی ہوں اسلئے کہ مذکورہ بالا تفاصیل یعنی علل عقل نفس اور پھر علل اقوال وافعال واقوال میں حق تعالےٰ

پس خدا پرست نبود و نخواہد بود ہر کسے کہ عالم نباشد بحکم خدا فان اللہ ما اتخذ الیہ ولیاً جاہلاً بیت ؎

سر انجام جاہل جہنم بود
کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

و مقرر است میان اہل اللہ کہ شیخ جاہل سخرۂ شیطان باشد و ایں امر محسوس است امروز۔

. . . .

کے احکام اور انکی مرضیات کا علم اہل اللہ ہونے کی شرط ہے (یہ ان لوگوں پر رد ہے جو محض ذکر و شغل کو کافی سمجھتے ہیں اور احکام شرع اور اصلاح اخلاق اور غوائل نفس جنکو اکابر طریق بیان کرتے ہیں انکی طرف بالکل التفات نہیں کرتے اور باتفاق اہل اللہ کسقدر زبردست تحذیر ہے جہل سے اور ترغیب ہے علم کی) پس وہ شخص خدا پرست نہ ہوا ہے نہ ہوگا جو کہ عالم تھا احکام شرعیہ کا (پس شہوت پرستی نفس پرستی ہوی پرستی، دنیا پرستی، خود پرستی حتیٰ کہ عبادت پرستی یہ سب اضداد ہیں خدا پرستی کے) اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا ولی کسی جاہل کو نہیں بنایا۔ اور جاہل کا تو انجام جہنم ہی ہے کیونکہ جاہل حسن عاقبت کم ہی ہوتا ہے، (دیکھئے کس قدر تحذیر ہے جہل سے اس شعر میں) اور اہل اللہ کے یہاں تو یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ شیخ جاہل سخرۂ شیطان ہے اور یہ بات تو اس زمانہ بالکل محسوس و مشاہد ہے۔ (یہاں ایک بات یہ سمجھ لیجئے کہ علماء و مشائخ نے جس جاہل کی مذمت کی ہے اس سے مراد وہ جاہل ہے جو احکام حق سے جاہل ہے یہ نہیں کہ وہ ناخواندہ ہو مگر عام طور سے لوگ اس شعر کا مصداق ایسے ہی شخص کو سمجھتے ہیں حالانکہ جو شخص علوم رسمی کا عالم ہو لیکن تفاصیل مذکورہ میں علم نہ رکھتا ہو تو وہ بھی جاہل ہی کا مصداق ہے اور اس جز میں یکتا)

و علم بابوب و فصول آں امور معرفت باشد و صاحب آں علم عارف بود۔ (انتہی کلامہ)

(رسالہ ہفت احکام)

یہی امر اہم جو اوپر مذکور ہوئے ان کے ابواب و فصول کا علم معرفت کہلاتا ہے اور جو شخص انکا جاننے والا ہو وہ عارف شمار کیا جاتا ہے۔

(افادہ) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا کہ کوئی شخص خدا پرست نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ عالم شریعت نہ ہو — اس پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنانے کو جی چاہتا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ میرے سامنے ایک دفعہ ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا جس نے کہ افق (آسمان کے کنارے) کو گھیر رکھا تھا پھر اسکے اندر مجھے ایک شکل نظر آئی جس نے مجھ سے پکار کر کہا کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں اور میں نے تم سے خوش ہو کر تکالیف شرعیہ (عبادات وغیرہ) اب ساقط کر دیا ہے چاہو تو نماز روزہ کرو چاہو تو نہ کرو۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں نے کہا کہ دور ہو جا اے ملعون! بس میرا یہ کہنا تھا کہ وہ سارا نور ظلمت بن گیا اور وہ صورت دھواں بنکر اڑ گئی۔

پھر مجھ سے اس لعین نے کہا کہ اے عبدالقادر! تم مجھ سے اپنے علم کیوجہ سے بچ گئے ہو اور اسلئے تم میرے چکمے میں نہیں آئے کہ تمھیں رب کے احکام کا علم ہے اور تم طریق کے منازل سے بخوبی واقف ہو ورنہ تو میں نے اسی ہتھکنڈے سے اہل طریق میں سے ستر انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔

پھر حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا کہ اس طور پر کہ اس نے ایسی چیز کو میرے لئے حلال کیا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر حرام فرمایا ہے اور اللہ تعالے کی یہ عادت نہیں کہ علی الاعلان رسولوں کی زبان پر تو کسی چیز کو حرام فرما دیں اور پیچھے سے اسکو کسی کے لئے حلال فرما دیں۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ کسی سے اس واقعہ میں اتنا اور سنا کہ پھر اس نے ایک اور چال چلی کہ شیخ کی نظر علم و معرفت پر پھیر دی حضرت شیخ نے اسکا بھی جواب دیا کہ میں کیا اور میرا علم کیا یہ جو کچھ بھی ہوا اور میں تیرے کید سے بچا تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا نہ میرا علم تھا نہ میرا کمال تھا۔ واللہ اعلم)

(افادہ ۲) حضرت شیخ نے اپنے اس مضمون میں ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

"پس باید کہ گریزاں باشد سالک از کذب و راہ صدق سپر کند"

اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے اس صدق کی کچھ تشریح و توضیح کر دی جائے۔ تاکہ ناظرین کو بصیرت اور اسپر عمل آسان ہو۔ صدق ایک تو زبان کا فعل ہے کہ اسکی ضد یعنی کذب کا کسی واقعہ میں مرتکب نہ ہو۔ یہ بھی مطلوب شرعی ہے بلکہ عرفی بھی مگر محققین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صدق اسی میں منحصر نہیں بلکہ صدق افعال میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بولا جاتا ہے کہ صدق فی القتال اذا وفی حقہ۔ وکذب فیہ اذا لم یوف حقہ

اسی طرح تمام افعال ظاہری و باطنی میں اسکا استعمال ہوتا ہے اور اسکے کرنیوالے کو صادق اور نہ کرنے والے کو کاذب کہا جاتا ہے اور یہ شرع بھی ہے اور عرف بھی۔ اللہ تعالیٰ بہت سے اعمال و افعال کو ذکر کر کے فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے کہ :۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔	پورے مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستہ میں محنت اٹھائی یہ لوگ ہیں سچے

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَ	کچھ سارا کمال اسی میں نہیں آگیا کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو لیکن اصل کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتب سماویہ پر اور

اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ
اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ
فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں
کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو بے خرچ مسافروں
کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں
اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا
ہو اور جو اشخاص ان عقائد اور اعمال کے ساتھ
یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ اپنے عہدوں کو پورا
کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ
مستقل رہنے والے ہوں تنگ دستی میں اور بیماری
میں اور قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے کمال کے
ساتھ موصوف ہیں اور یہی لوگ ہیں جو سچے متقی
کہے جاسکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ :-

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ
اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا
اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى
نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ
وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

اور جب ایمان والوں نے ان لشکروں
کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ
و رسول نے خبر دی تھی اور اللہ و رسول نے
سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان و اطاعت
میں اور ترقی ہو گئی۔
ان مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں
کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں
سچے اترے پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر
پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور
انھوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔

باقی آئندہ

(مکتوب نمبر ۳۵۲)

حال: آج ایک عرصہ دراز کے بعد سطور ہذا پر نوک قلم لاکر حوالہ ڈاک کرنیکی سعادت حاصل کر رہا ہوں
تحقیق: ماشاء اللہ تعالیٰ مگر اس میں اتنی تاخیر۔
حال: حضور والا کو اس عاجز کی اس بڑی گستاخی پر تعجب ضرور ہوگا لیکن میں اس وقفہ میں کچھ ایسے حالات سے گذرا جنھیں پیش خدمت کرتے ہوئے انتہائی ندامت و خجالت ہو رہی ہے۔
تحقیق: یہ بھی غنیمت ہے۔
حال: داستان تو قدرے طویل ہے جسے بزرگوں کے حضور پیش کرنا بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے مگر جسے بڑا جانا ہے اور جس کے ہاتھ میں اصلاح باطنی کی باگ ڈور دی ہے اس سے مخفی رکھنا بھی مناسب نہیں۔
تحقیق: یہ آپ نے خوب لکھا یہی اللہ تعالیٰ دل سے سمجھا دے۔ یہ تو اصلاح کے متعلق امور کا اخفاء رہا تو پھر اصلاح کا تحقق کیسے ہوگا؟
حال: اسلئے ہر دو پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجمالاً عرض ہے کہ میں یہاں سے وسط مئی میں والد صاحب قبلہ کے اصرار کی بناء پر وطن مالوف ۔ ۔ ۔ سے گذرتا ہوا پہونچا موقعہ نہ ہونے کی بناء پر حاضری خدمت سے معذور رہا وہاں پہونچکر بیمار ہوا پھر دو تین روز اچھا رہا پھر بیمار ہوا اور قدرے شدید۔ افاقہ ہوا پھر اس سے زیادہ شدت کے ساتھ مرض عود کر آیا علیٰ ہذا کئی دور ہوئے اس دوران میں گھر کے اور لوگ بھی امراض مختلفہ میں مبتلا ہوئے اور یہ سلسلہ کم و بیش دو ماہ تک جاری رہا اس عرصہ میں معمولات بالکل چھوٹ گئے اور اسوقت تک چھوٹے رہے جب تک یہاں نہ پہونچا۔ واپسی میں اسی ندامت کے پیش نظر حضرت کی خدمت میں بالقصد حاضر نہ ہو سکا۔

تحقیق : یہ بہت بڑی غلطی اہل زمانہ کی ہے زیادہ تر لوگ اسکے شکار ہیں۔

حال : یہاں پہونچکر تلافی مافات کی سعی میں لگ تو گیا ہوں مگر ابھی تک معمولات سابقہ کو پورے طور پر نہیں کر پا رہا ہوں امید ہے کہ انشاء اللہ بہت جلد اگر فضل ایزدی شامل حال رہا اور حضور والا کی دعاء و توجہ بھی شامل رہی تو مقصد ضرور حاصل ہو جائے گا۔ تحقیق : خدا کرے۔

حال : اسی لئے عریضہ ارسال کرنے میں بھی تامل تھا۔ پرسوں ۔۔۔۔ سے انھوں نے کہا کہ حضرت فرما رہے تھے کہ بہت دنوں سے خط بھی نہیں لکھا نیز یہ کہ نیچے ہی پڑھتا رہے گا یا کچھ کرے گا بھی اس چیز کا دل پر ایک خاص اثر ہوا اور اتنا کہ میں عرض نہیں کر سکتا۔ تحقیق : الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

حال : مختصر یہ کہ اس سے قدرے تیز گامی پیدا ہوئی۔ عریضہ ارسال کرنے کا ارادہ تھا مگر اب جلد ارسال کرنے کا داعیہ پیدا ہو گیا۔

تحقیق : دیکھا آپ نے یہ ضرورت ہے اسکی۔

حال : چنانچہ سطور ہذا پیش خدمت ہیں ــــــــــ آج شب جمعہ تھی حسب معمول تین بجے اٹھکر تہجد سے فارغ ہو کر ذکر دوازدہ تسبیح میں لگ گیا لا الہ الا اللہ کے ورد میں تھا کہ ایک عجیب کیفیت محسوس ہوئی ایسا معلوم ہوا کہ بجز ذات باری کچھ نہیں ہے آواز میں بھی شدت پیدا ہو گئی اور روانی بھی اور اتنی لذت کہ اس سے پہلے کبھی نہیں پیدا ہوئی۔ دل چاہتا تھا کہ بس آنکھ بند کئے اسی میں مشغول رہوں۔ اس حالت کے بعد سے بھی امید کیا بلکہ یقین ہو گیا کہ انشاء اللہ اب معمولات سابقہ بسہولت ادا کر سکوں گا۔ اور انشاء اللہ کچھ اضافہ ہی ہو گا۔

تحقیق : خدا کرے۔

حال : حضرت دعاء فرمائیں اور خصوصی توجہ سے بھی نوازیں۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں

حال : خیال ہوتا ہے کہ کچھ دن حضرت والا کی خدمت میں مقیم رہکر فیوض و برکات سے مستفید ہوں۔ تحقیق : خیال تو اچھا ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۵۳)

سال: گذشتہ خط کے جواب میں مجھکو آنجناب کے ایک لفظ سے آنجناب کی ناگواری محسوس ہوئی۔ ہو سکتا ہے میرا گمان غلط ہی ہو۔
تحقیق: ہاں یہی ہے۔
سال: وہ یہ کہ مجھکو حالات کی اطلاع جلد جلد بذریعہ خط کرنا چاہیئے۔
تحقیق: اس میں تو آپ ہی کا فائدہ ہے۔
سال: کوشش کر کے یہ خط جلد بھیج رہا ہوں۔ حال یہ ہے کہ دربارۂ تہجد آنجناب کی ہدایت پر عمل کیا۔ الحمدللہ ایک دن کے سوائے تادم تحریر ابتک ناغہ نہیں ہوا تسبیح دوازدہ کا ناغہ بھی اسی سلسلہ میں ہو جاتا تھا۔ اگر ایک نشست میں نہ ہو سکے تو بعد عشاء اور قبل نماز صبح پورا کر لینا کیسا ہے؟
تحقیق: اچھا ہے۔
سال: اسوقت مجھ پر غضب وغصہ کا بہت غلبہ رہتا ہے حالانکہ یہ زیادہ تر امر حق میں ہوتا ہے لیکن نفس کا کیا اعتبار حیلہ کر کے غیر حق کو حق بنا کر پیش کر سکتا ہے
تحقیق: ہاں بہت ممکن ہے کہ امر حق میں نفس کا دخل ہو سکتا ہے۔
سال: اسوقت مسلسل تین جمعہ سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اور گاؤں میں کبھی کبھی جو پہلے سے بھی جاری تھا ایک حکیم صاحب جو حضرت اقدس کے مواعظ سے بہت حد تک متفق ہیں اور ایک بااثر اور متوسط الخیال آدمی ہیں آنجناب سے بھی غائبانہ محبت رکھتے ہیں انکے ایماء پر حضرت اقدس کے مواعظ کا کچھ حصہ زبانی بعد جمعہ مسجد میں کہتا ہوں۔ تھوڑے سے آدمی موجود رہتے ہیں ویسے پورے قصبہ میں حضرت اعلیٰ کی عام تصانیف بلکہ نام تک سے بیزاری ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ بہت سے الزامات جو ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے تراش رکھے ہیں انکا دفع کرنا اور اہل اللہ کے وہ گنج بے بہا جن تک عملی نارسائی

کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسائی بخشی ہے ان کو لوگوں تک حتی الوسع پہونچانا ہمارے لئے بہتر ہے یا نہیں؟

تحقیق: اس سے بڑھکر کیا ہے مگر نفع سے زیادہ مفسدہ نہ ہو۔

حال: اپنی عملی کوتاہیوں کا پورا اعتراف کرتے ہوئے اس علمی خزانہ کو پیش کروں یا نہیں؟

تحقیق: معیار بالا دیکھ لیجئے۔

حال: یہ اجازت پر موقوف رہے گا کہنے کو تو کہہ گیا لیکن یہ خلجان رہا کہ پیرومرشد سے اجازت ازبس ضروری ہے اپنے بننے بگڑنے کا انحصار اسی بات میں جانتا ہوں۔ تحقیق: ہاں۔

حال: .... پور میں رہنے سے بلکہ دنیا بھر سے جی اچاٹ سا رہتا ہے یہی جی چاہتا ہے کہ آپکی حضوری کی ہر روز سعادت حاصل ہوتی رہے۔ افسردگی بہت غالب رہتی ہے۔ ہمہ وقت گمان ہوتا ہے جیسے کسی قیدخانہ میں بند ہوں۔ آج ہی رات کو بعد نماز تہجد تھوڑی دیر کے لئے سو گیا تو خواب دیکھتا ہوں کہ ایک نامعلوم صاحب جو کوئی پیر صاحب معلوم ہوتے ہیں لیکن نصف جسم زیریں نہیں ہے ایک چھینکے میں لٹکے ہوئے ہیں اور انکے غالباً مرید ہوں گے وہ نیچے لیٹے ہوئے اور کچھ گنگناتے ہوئے کوئی ایسی بات کہہ رہے ہیں جو ناجائز ہے اور میں ڈانٹ کر دلائل سے سمجھا رہا ہوں جسکو اوپر والے بزرگ بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ اتنے میں آنکھ کھل گئی اور صبح کی نماز کا وقت قریب تھا۔

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: الحمدللہ بخریت ہوں آپکی دعاؤں نیز توجہات کا محتاج ہوں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں

حال: آپ کے دو رسالے بعد نماز صبح چار پانچ دن میں ایک مسجد جس میں نماز پڑھتا ہوں سنائے گئے جو ادائے حقوق سے متعلق تھے اور بہت خوب تھے۔

تحقیق: الحمدللہ۔

(مکتوب نمبر ۳۵۴)

حال : حضرت والا ! اللہ تعالیٰ کا کس طرح شکر ادا کروں کہ وہ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے حضرت والا کے طفیل اور صدقہ میں احقر کو کیسی دولتوں اور نعمتوں سے نوازتے جارہے ہیں۔
تحقیق : بیشک اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔
حال : حضرت والا ! جب سے الہ آباد آیا ہوں ایک عجیب عالم رہتا ہے دل نور سے بالکل بھرا ہوا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت ایک خاص تعلق اور بہت زیادہ انس محسوس ہوتا ہے۔ دل اسقدر مسرور اور مست رہتا ہے کہ حد بیان سے باہر ہے۔ تحقیق : الحمد للہ۔
حال : لوگوں میں رہتا ہوں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے بہت دور ہوں لوگ باتیں کرتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے بہت دور سے بول رہے ہیں۔
تحقیق : الحمد للہ۔
حال : حضرت والا ! اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق پیدا کرنے کا جذبہ نہایت قوی ہوتا جارہا ہے اور انکی رضا کی فکر ہمہ وقت دامنگیر رہتی ہے۔ حضور والا! مخلوق اور دنیا سے نہایت بے پرواہی اور بے رغبتی ہوتی جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ خوب قوی اور مضبوط ہوتا جارہا ہے۔ تحقیق : الحمد للہ
حال : حضرت والا ! شریعت مطہرہ کا اتباع نہایت محبوب اور آسان تر ہوتا جارہا ہے۔ تحقیق : الحمد للہ۔
حال : حضرت والا ! پاس میں کچھ بھی نہیں ہے لیکن دل کو ایسا اطمینان اور سکون ہے کہ معلوم ہوتا ہے ساری دنیا اپنی ہے اور اپنے لئے ہے دنیا کی فکر ایک منٹ کیلئے بھی پاس نہیں آنے پاتی۔ تحقیق : الحمد للہ۔
حال : حضرت والا ! نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہ والا میں دعاء

دعار کی درخواست ہے۔ حضرت والا! دل سے دعار فرما دیں کہ اللہ تعالےٰ احقر کو حضرت والا سے خوب صحیح اور قوی تعلق اور پوری نسبت عطا فرما دیں اور اپنا مخلص بندہ بنا لیں اور اپنی محبت و معرفت اور رضا سے نوازیں۔
تحقیق: آمین۔ دعار کرتا ہوں۔
حال: حضرت والا! احقر کے متعلقین کے لئے بھی دل سے دعار فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ انکو عقل سلیم اور صلاح و فلاح دارین نصیب فرما دیں۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۳۵۵)

حال: حضور کی خدمت میں میں نے خط نہیں لکھا اپنی کاہلی اور تساہلی کی وجہ سے امید ہے کہ حضرت والا بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھیں (آمین)
بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلیں تمام خشک ہو رہی ہیں دھول اڑ رہی ہے دعار خوانی ہو رہی ہے۔ صدقہ بھی نکالا گیا ہے۔ کبھی کبھی بدلی آسمان پر دکھائی دیتی ہے۔ حضرت والا سے درخواست ہے کہ ہم گنہگاروں کے گناہوں کو درگذر کر کے دعار فرمائیں تاکہ باران رحمت ہو اور جلتی ہوئی کھیتی سیراب ہو۔
تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں خط آیا وہاں کا حال معلوم ہوا۔ جواباً عرض ہے کہ وہاں کے بعض حضرات نے میرے آنے ہی کو سبب فراخی قرار دیا تھا۔ اب کیا ہو گیا؟ اس پر یہ شعر بیساختہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

(مکتوب نمبر ۳۵۶)

حال: حضور والا کی حقیقی شفقتوں اور دلی دعاؤں کی برکت سے یقیناً تیقیناً اپنا نقصان

دجہل منکشف ہوتا جاتا ہے اور ان عقبات سے نکلنے کی فکر ودھن اور توبہ واستغفار کے اسلحہ کے ساتھ ساتھ سعی وجد وجہد کی توفیق بفضلہ تعالیٰ شامل حال رہتی ہے حضور والا کے پسند فرمالینے کے بعد چونکہ اس تحریر کو یہ ناکارہ حضور والا کی تحریر کا ظل ہی رکھتا ہے اسلئے اسکے مطابق عملی دنیا میں اپنے کو نصرت الٰہی اپنے شامل حال کرکے ڈھالنے کی سعی میں بفضلہ تعالیٰ اپنے ہوش وحواس سے کوتاہی نہیں کرتا مکان پر مستقل قیام ہونے کے باعث اپنے اہل وعیال کی اصلاح بھی احقر اپنا فرض عین سمجھتا ہے۔

تحقیق : آپ کا خط ملا۔ ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت والا مدظلہ العالی نے مجھے مرحمت فرمایا کہ تم ہی اسکا جواب لکھو، تعمیل حکم میں عرض ہے کہ :-

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جس چیز کو آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں آپ کے جواب میں اس سلسلہ کی باتیں نہیں آتیں ورنہ تو جو باتیں آپ لکھتے ہیں فی نفسہ وہ سب اپنی جگہ پر ٹھیک ہوتی ہیں، میں یہ سمجھ سکا ہوں کہ مختلف مجالس میں اور مختلف اوقات میں بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی (چنانچہ بعض مرتبہ میں بھی واسطہ رہا ہوں شاید اس دفعہ بھی مجھ ہی کو جواب لکھنے کے لئے اسی لئے فرمایا ہو) حضرت والا نے بہت سی باتیں آپ کو سمجھائی ہیں جن میں آپ کے وطن اور مکان کے لوگوں کے بھی حالات رہے ہیں اور ... میں جو لوگوں میں جو حضرات آپ کے پاس آمد ورفت رکھتے ہیں ان سے متعلق بھی حالات رہے ہیں آپ نے کچھ ان کے متعلق کہا ہوگا کچھ ان لوگوں نے آپکے متعلق حضرت سے کہا ہوگا چنانچہ بعض مرتبہ اس قسم کے معاملات میں بات الجھ بھی گئی ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ حضرت نے اس سلسلہ میں آپ کو جو جو تعلیمات دی ہیں یا جو طریقہ کار باہم تعلقات اور معاملات کا بتایا ہوگا اسی کے منتظر ہونگے کہ اب آپ اسکے بارے میں کچھ لکھتے ہیں اب کچھ لکھتے ہیں لیکن آپ انھیں باتوں کے متعلق کچھ نہ فرماتے ہوں گے اور سب کچھ لکھتے

ہوں گے اس سے حضرت والا کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ کیا بات ہے اشارۃً اور کنایۃً اور صراحۃً بھی سمجھانے کے بعد اس پر بھی نہیں آتے ہیں تو یہ کیا بات ہے؟ آیا فہم ہی نہیں ہے یا سمجھنا چاہتے نہیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ بظاہر سمجھ میں یہی آتا ہے کہ یہی الجھاؤ حضرتؒ کے لئے ضیق کا سبب بن جاتا ہوگا۔ آپ بھی چونکہ مجھ سے بے تکلف امور دریافت فرماتے رہتے ہیں اسلئے عرض کردیا امید کہ ناگوار خاطر نہ گذرے گا۔

(مکتوب نمبر ۳۵۶)

حال: باادب عرض ہے کہ اس سے قبل احقر نے جو عریضہ پیش کیا تھا اسکے لکھتے وقت دل پر ایک خاص اثر تھا رقت طاری تھی اسی حال میں اپنی نالائقیوں اور کوتاہیوں پر سخت ندامت کے ساتھ آئندہ کے لئے پورا ارادہ عمل کرنے کا تھا۔ خط لکھنے کے بعد نفس مطمئن سا ہوگیا اور اس رونے پر کچھ عجیب سا ہوگیا تھا کہ یہ دلی تاثرات ہیں حضرت والا کی خوشی کے لئے کافی ہوگا۔

تحقیق: کافی تو ہوتا مگر جب باقی رہے تب نہ۔

حال: لیکن حضرت اقدس نے نفس کے اس دھوکہ کو پکڑ لیا اور مجلس میں شریک نہ ہونا سزا فرمائی جس نے نفس کا یہ کید سمجھا دیا اور اپنی توبہ کی حقیقت واضح کردی۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ حقیقت واضح فرمادے اور نفس کے مکائد کی سمجھ دے۔

حال: اب احقر کا قیام ۲-۳ روز اور یہاں ہے اس واسطے عرض ہے کہ حضرت والا مجلس میں شریک ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ تحقیق: اجازت ہے

حال: اپنے ارادے کے مطابق عرض کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے حالات میں تبدیلی پیدا کردونگا۔ تحقیق: بہتر ہے کر کے اس سے بہتر کیا ہے وہاں دیکھا اہتمام کروگے تب ہوگا۔

حضرتؒ والا اب الہ آباد میں ہیں اور اپنا مستقل ذاتی مکان بھی الحمد للہ ہوگیا ہے ایک طرف اہل الہ آباد میں بہت سے لوگوں کو حضرتؒ کی آمد کی خوشی اور مسرت ہے تو دوسری جانب بعض لوگوں کو پریشانی اور ناگواری ہے چنانچہ مخالفین کی مخالفت اور موافقین کی نصرت کے بعض واقعات ہم گذشتہ سطور میں پیش کرچکے ہیں اب ناظرین اپنے ذہن میں یہ بھی رکھیں کہ حضرت سے لوگوں کے تعلقات کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ اعظم گڈھ میں — فتحپور، کوپا گنج، گھوسی، مئو، کاریساتھ اور ندوہ سرائے وغیرہ کے حضرات سے تو حضرت والا کا دیرینہ ہی تعلق تھا۔ پھر گورکھپور جانے کی وجہ سے اہل گورکھپو سے خصوصی تعلقات ہوئے اسلئے الہ آباد آنے کے بعد ان حضرات کے بھی خطوط برابر آتے رہے جنکی وجہ سے ہر جگہ کے معاملات کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ وطن کے لوگوں کا فتنہ کرنا اور ایسا فتنہ جسکی وجہ سے حضرت نے وطن ہی کو خیرباد کہدیا اسکا سارا نقشہ اہل وطن کے خطوط سے یاد آجاتا تھا اور اہل گورکھپور کی مکاتبت کی وجہ سے وہاں کے اہل شہر کی انتہائی نازیبا حرکت جس نے اُسوقت حضرت کو ترک شہر پر نہ سہی ترک جائے قیام پر تو مجبور ہی کردیا تھا اور حضرت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئے تھے اور الہ آباد جب حضرت تشریف لائے تو یہاں بھی جب لوگوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو اسکا مصداق پایا کہ ؎

بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا ست

چنانچہ اب حضرت والا کے سامنے خصوصی طور سے تین شہروں کے معاملات تھے وطن کے، گورکھپور کے اور خود اہل الہ آباد کے

وطن کے معاملات کا حاصل یہ تھا کہ کسی کے خط میں حضرتؒ کی جدائی اور ترک وطن کے انتہائی صدمہ کا اظہار ہوتا اور وہ رو روکر اپنی کوتاہی کی معافی کا طلبگار ہوتا۔ کسی کے خط میں سفارش ہوتی کہ فساد کا اصل مجرم میرے واسطے سے آپ سے معافی مانگنے الہ آباد آنا چاہتا ہے۔ کوئی یہ لکھتا ہے کہ اب ہم لوگوں کو آپکے

یہاں سے چلے جانے کے بعد اپنے نقصان کا علم اور اندازہ ہوا اور آپ سے فیض نہ حاصل کرنے پر قلق ہوا۔ اب ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں اور اپنی دینی حالت کے سدھارنے کا آپ سے وعدہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان میں کا ہر ہر مضمون حضرت والا کے غیظ و غضب میں تحریک ہی پیدا کرنے والا تھا اسلئے حضرتؒ نے اسی انداز کے سب کو جوابات بھی دیئے۔

اہل گورکھپور کا جرم تو وہیں کے دوسری جگہ قیام کے زمانہ میں ہی معاف اور صاف ہو چکا تھا تاہم علالت کے بعد جب حضرت الہ آباد تشریف لے آئے تو جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "قدر مردم بعد مردن و قدر نعمت بعد زوال" یعنی نعمت کی قدر اسکے زائل ہو جانے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اسی اصل کے ماتحت گورکھپور کے بھی خطوط آنے لگے کہ صحت کے بعد ایک دفعہ پھر گورکھپور تشریف ارزانی فرمائی جائے۔ کسی نے اپنے تاثر اور تاسف کو ایسا ظاہر کیا جو کہ اس شعر کا گویا مصداق تھا کہ ؎

بے رونقی، جمود و تعطل، سکوت مرگ
ایسا ہے کائنات کا نقشہ ترے بغیر

ظاہر ہے کہ اسکی وجہ سے بھی حضرتؒ کے سامنے گورکھپور کے زمانۂ قیام کے تمام ہی واقعات یاد آکر حضرت کے نشاط وکیف میں اثر انداز ہو کر اسکو مکدر کر دیتے تھے چنانچہ ان حضرات کو بھی اسی کے مطابق جواب مرحمت فرمائے۔

اور الہ آباد میں مخالفین کی مخالفت کی تو حضرتؒ کو ذرہ برابر پرواہ نہ تھی اسکے متعلق تو یہی فرماتے تھے کہ مخالفین کا ہونا اور مخالفت کا کیا جانا یہ ایک خدائی نظم ہے اسی کی وجہ سے اہل اخلاص ممتاز ہوا کرتے ہیں اور انکو خدا کے یہاں سے نمبر ملتا ہے اور یہی وہ خدائی دستور ہے جس پر تمام انبیاء کو چلایا گیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے شیاطین جن میں سے

بھی اور شیاطین انس میں سے بھی۔ فرماتے تھے کہ رنج ان لوگوں کے معاملات سے ہوتا ہے جو احباب میں داخل ہیں اور ہماری بات اور تعلیمات پر عمل نہیں کرتے نص کو اپنا پیشوا نہیں بناتے بلکہ انکا مقتدا انکا نفس ہوتا ہے۔

ہم یہاں بعض خطوط اہل وطن کے بعض اہل گورکھپور کے اور بعض اہل الہ آباد کے نقل کرتے ہیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ حضرت اقدسؒ کیا کام کیا کرتے تھے صرف لوگوں کو مرید ہی کرتے تھے یا انکی کچھ خدمت بھی اپنے سلئے ضروری سمجھتے تھے اور یہ کہ انکی خدمت کے سلسلہ میں کسقدر ضیق کس قدر پریشانی اور کتنا بار قلب مبارک پر اٹھانا پڑتا تھا انھیں سب امور کا تصور کر کے کبھی کبھی یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے کہ ؎

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

ترتیب بیان یہ ہوگی کہ پہلے اہل الہ آباد کے معاملات کا ذکر ہوگا پھر اہل گورکھپور کا پھر اہل وطن کا اسلئے کہ اہل وطن کے خطوط میں فساد کے اصل مجرم کے معافی کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ وہ الہ آباد آیا اور حضرت سے معافی طلب کی اور پھر اسکی درخواست پر حضرت والا نے وطن کا سفر بھی فرمایا ان سب کا بیان ذرا طویل بھی ہوگا اور اہل وطن ہی کے خطوط پر مرتب بھی ہے اسلئے یہاں ترتیب خط بھی ترتیب نفس الامری کے برعکس پیش کرنی پڑی۔

(بعض حالات اہل الہ آباد)

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں الہ آباد میں بھی باہم حضرتؒ کے لوگوں ہی میں بڑے بڑے اختلافات تھے ان میں سے بعض معاملات حضرت کے سامنے آئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب نے کسی موقع پر حضرت اقدسؒ کا کوئی فیصلہ اپنے خلاف پاتے ہوئے دل میں یہ خیال کیا کہ حضرتؒ کو ہر شخص کے پورے حالات کی اطلاع تو ہوتی نہیں اس لئے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ

فرمایا ہے اور اجتہادی غلطی معصوم نہ ہونے کی بنا پر حضرتؒ سے بھی ہوسکتی ہے۔ غالباً اسکی اطلاع کسی طرح حضرتؒ کو بھی ہوگئی اس پر کسی صاحب کے واسطے سے ان صاحب معاملہ کے پاس کہلوایا کہ جاکر ان سے کہو کہ :-

"آپ کا ابتک میرے متعلق جو یہ خیال تھا کہ —" میں باوجودیکہ تھانہ بھون میں رہا لیکن نہ تو حضرت مولاناؒ کو سمجھا اور نہ ان کے طریق کو سمجھا نہ خود اپنے کو پہچانا نہ اپنے پاس آنے جانے والوں کو پہچانتا ہوں، نہ یہ جانتا ہوں کہ کون مخلص ہے اور کون غیر مخلص اور کسی کو جو کہتا سنتا ہوں وہ بھی بلا بصیرت ہی کے یوں ہی کہہ سن دیتا ہوں کچھ سمجھتا نہیں — تو یہ جو آپ کا میرے متعلق اب تک خیال ہے اب اسکا کیا حال ہے۔ اب بھی آپ اسی پر ہیں یا اسمیں کچھ تبدیلی ہوئی ہے اس کے متعلق کچھ فرمائیے"۔

ان صاحب نے فرمایا کہ" استغفراللہ! حضرت والا کے متعلق اس قسم کا خیال تو وسوسہ کے درجہ میں بھی کبھی دل میں نہیں گذرا بلکہ اسکے برخلاف حضرت والا کے متعلق اپنا تو یہ خیال ہے کہ اسوقت ہندوستان میں حضرت مولانا تھانویؒ کے جو لوگ موجود ہیں سب سے بڑھکر حضرت ہی کو اور حضرت کے طریق تربیت کو جانتا ہوں۔

لیکن اسکے ساتھ ساتھ اپنا جو مرض ہے جو اپنے اندر پہلے بھی تھا اور اب بھی موجود ہے وہ یہ کہ حضرت والا کی اس بزرگی کو مانتے ہوئے بھی میرے متعلق جو بعض واقعات پیش آئے اس سلسلہ میں یہ وسوسہ ضرور ہوا کہ حضرت والا سے اجتہادی غلطی واقع ہوئی اسکو میں بزرگی کے منافی نہیں سمجھتا چنانچہ ایسے وقت میں اپنے متعلق یہ بھی خیال ہوا کہ جیسی کہ بعض لوگوں کو حضرت والا سے والہانہ عقیدت ہے اپنے کو اس سے خالی پاتا ہوں"۔

اور اس سلسلہ میں وہ صاحب چند جزئی واقعات بتانے لگے کہ" حضرت والا نے مجھ سے چند ایسی باتوں پر مواخذہ فرمایا کہ میں اس جرم کا مرتکب نہیں تھا۔

اسوقت یہ خیال بھی ہوتا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص حضرتؒ سے باتیں صحیح غلط نقل کرتا ہے اس سے بہت تکلیف ہوتی تھی کہ اب اس سے کس طرح بچا جائے۔

(اسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ وہ صاحب واسطہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ جزئیات نہ بیان کیجئے بس بات تو صاف ہوگئی۔ آپ جس چیز کو خطائے اجتہادی سے تعبیر کرتے ہیں، حضرت والا نے بھی جو یہ فرمایا ہے کہ —— آپ کا جو یہ خیال تھا کہ میں نے طریق وریق کچھ سیکھا نہیں ہے اور یونہی کہتا سنتا رہتا ہوں تو اسکا بھی یہی مطلب ہے —— اور جناب محترم! میں نے دو ایک آدمیوں سے اور اسی قسم کے کلمات سنے اور جب سنا تو طبیعت پر ایک دھکا سا لگا وہ یہ کہ جب بھی شیخ کی کسی رائے کو نہ ماننا ہوا تو کہدیا کرتے ہیں کہ وہ کوئی نبی تو ہیں نہیں یا یہ کہ کیا حضرت یہ وحی سے فرما رہے ہیں؟ یا یہ کہ خطائے اجتہادی بزرگوں سے بھی ہوسکتی ہے۔ تو جناب والا اس کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ یہ تو شریعت کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ معصوم صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور اب کسی پر وحی نہ آویگی اور یہ کہ علماء و مشائخ سے بھی اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے۔ لیکن باوجود اس امر کے مسلم ہونے کے پھر جب کوئی شخص اسکو اپنی زبان سے کہتا ہے تو یہ کلمۃ حق یُراد بہا الباطل ہی کا مصداق معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے اندر اور اسکے باطن میں انکار اور سوئے اعتقاد مضمر ہے کہ ایک شخص سے اعتقاد نہیں ہے اسکو نہیں ماننا چاہتا اسلئے اسکے متعلق ایسا کہہ رہا ہے ورنہ یہ حقیقت سے روشناس کرانا نہیں ہے بلکہ اسکی توہین مقصود ہوتی ہے اور یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مودودی جماعت کے لوگ حضرات صحابہ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ نبی تو تھے نہیں کہ انکی کسی خبر اور روایت میں غلطی کا احتمال نہو تو اس سے انکار حدیث کا شبہ ہوتا ہے اور اس عنوان کو لازم ہے کہ صحابہ کرامؓ ہی پر سے اعتماد اٹھ جائے بات بالکل صحیح ہے لیکن مقصد نہایت بھونڈا ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج ہم لوگوں کا یہی مرض ہے کہ عمل تو کچھ ہے بھی لیکن اعتقاد میں بہت خامی ہے حالانکہ اعتقاد کی سرحد شروع ہی وہیں سے ہوتی ہے جہاں عقل کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ عقیدت و محبت کے بعد پھر شیخ کی تجویز میں اس قسم کی ناگواریاں نہیں ہوا کرتیں کیونکہ بالفرض وہ اگر کسی معاملہ میں اسکے مظلوم ہونے کے باوجود ظالم سے الٹی معافی مانگنے کو فرمائے تو یہ نفس پر شاق تو ہو سکتا ہے لیکن ایک سعید مرید اسکو اپنی زبان سے یوں نہیں کہہ سکتا کہ شیخ سے اس معاملہ کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شاید وہ اتنا تو کہہ سکتا ہے کہ حضرت اس سے معافی مانگنا قلب پر شاق بہت ہے اور اسکی ایذاؤں کے پیش نظر اس سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن چونکہ آپ کا حکم ہے اس لئے معافی مانگتا ہوں۔ ادہر یہ عمل کرے اُدہر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ! شیخ پر حقیقت حال منکشف فرما دیجئے۔ اب اگر دنیا ہی میں فیصلہ ہو گیا اور مخلص و منافق میں امتیاز ہو گیا تو نبہا ورنہ صبر کرے اور سمجھے کہ کل قیامت کو انشاء اللہ تعالیٰ ان سب پر مجھے اجر ملیگا۔ اسمیں گو ضیق بھی ہوگی اور تکلیف بھی مگر طریق میں قدم رکھا ہے اور مخلص ہے تو ان سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے برداشت کرے۔ اور حضرات مشائخ جو یہ فرماتے ہیں کہ طریق میں لوہے کے چنے چبانے ہوتے ہیں تو آخر وہ کون سے چنے ہیں؟ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہی سب چنے ہیں جو چبانے پڑتے ہیں۔ ایک صالح اور نیک بخت مرید کا تو ایسے مواقع پر یہی طرز عمل ہونا چاہیئے

نہ یہ کہ کسی مواخذہ پر شیخ ہی سے بدظنی کرنے لگ جائے اور اسکے خلاف وساوس کا شکار ہو جائے کیونکہ اس طرح سے اگر ہر ہر بات پر خود ہی... ایک رائے قائم کرے گا تو شیخ کی جانب سے اسکے آگے ایک سدا ور دیوار حائل ہو جائیگی جو اسکے حق میں فیض سے مانع ہو گی۔

اور پھر مرید کو یہ حق ہی کب پہونچتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں شیخ سے یہ

یہ مطالبہ کرے کہ شیخ کسی کی اصلاح و تربیت کے بارے میں اسکی رائے پر عمل کرے۔ شیخ دمربی تو وہ ہوا اور دائے و تجویز اسکی یہ کیوں؟ یہ تو مشیخت کے بالکل خلاف ہے۔ اس طور پر تو کوئی شیخ شیخ ہی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح سے شیخ کے لئے بھی یہ کب جائز ہے کہ مثلاً دو مریدوں کا آپس میں کوئی نزاع ہو تو وہ کسی ایک کے ساتھ ہو کر دوسرے کا فریق بن جائے۔ اور کسی مرید کے لئے کسی حقیقی شیخ کے متعلق یہ خیال کرنا کب روا ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ شیخ مجھ ہی کو کہتے ہیں اور مجھ ہی سے مواخذہ فرماتے ہیں۔ اسکو (فریق مقابل کو) کچھ نہیں کہتے۔

جناب محترم! میں تو حضرت کے یہاں رہتا ہی ہوں دیکھتا ہوں کہ حضرت اس باب میں کس درجہ عدل سے کام لیتے ہیں۔ اصلاح کے سلسلہ میں باہر والوں کی تو کیا رعایت کریں گے جبکہ اپنے گھر کے خاص لوگوں تک کو نہیں چھوڑتے ہر شخص سے سوال ہر شخص سے پوچھ کچھ برابر جاری رہتی ہے۔ مگر اسکو وہی شخص جانتا ہے یا شیخ جانتے ہیں۔ اب یہ کیا ضروری ہے کہ شیخ سب سے اپنے اس قسم کے معاملات بتا بھی دیں۔

سب سے مواخذہ ہوتا ہے اور حضرت والا کا کوئی مقرب نہیں ہے جو مخلص ہے وہی دوست ہے ورنہ اخلاص سے دور رہکر کوئی اپنے کو مقرب سمجھے تو دھوکہ میں ہے۔

(وہ صاحب جو واسطہ تھے کہتے ہیں کہ) اسی قسم کی باتیں میں نے عرض کیں جبکو ان صاحب نے بغور سنا اور تسلیم کیا۔ فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو اور آخر میں فرمایا کہ حضرت والا سے میری جانب سے جا کر عرض کر دیجئے کہ :۔

" حضرت والا نے جو بیان فرمایا ہے اسکا تو وسوسہ بھی الحمد للہ نہیں ہوتا باقی اپنے اندر خامی بہت موجود ہے اسکے دور ہونے کی حضرت سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی سچی محبت اور کامل عقیدت

عیب فرمائے۔

حضرت والا سے آکر ان صاحب کا جواب نقل کیا حضرت نے یہ تحریر اپنے قلم سے لکھدی اور فرمایا کہ مجلس میں وہ صاحب تشریف لا دیں گے پہلے اسکو سنا دو پھر اس کے بعد مجھ سے زبانی گفتگو کریں۔ تحریر یہ تھی:۔

"۔۔۔ صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آخر مجھکو کام کرتے ہوئے بہت دن ہو گئے آپ بھی اسکو سمجھتے ہیں یہ بتلائیے کہ بھلا کوئی معتقد یہ کہہ سکتا ہے اور وہ بھی شیخ کے مواجہہ میں کہ مجھکو آپ سے عقیدت والہانہ نہیں ہے۔ فلاں صاحب بھی معافی کے لئے تشریف لائے تھے جب بھی یہی لفظ کہا تھا میرے سامنے دو مرتبہ ہو گیا پیچھے تو معلوم نہیں کتنی مرتبہ یہ لفظ کہا گیا ہو گا۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اِدھر اقرار کامل اور دوسری طرف انکار یا موہم انکار لفظاً۔ آخر کیا لفظ کے کچھ احکام نہیں ہوتے؟ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں کسی کا فریق نہیں بنتا اور نہ بننا مناسب ہے۔ بہت سے لوگ ابتداء میں آئے اور اسکے بعد بدل گئے یہ بدلنا اپنی اغراض نفسانیہ کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ بدلنے کے کوئی معنی نہیں اب آپ فرمائیے کہ آپ کیا سمجھے؟ اور آپ کو میں کیا سمجھوں۔ دو چیز ہے۔ اخلاص یا غیر اخلاص بین بین درجہ معتبر نہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نئے نئے لوگ گھس گئے ہیں اور ہمارے خلاف کہتے ہیں۔ یہ سب دلائلِ شرعیہ کے ماتحت فرماتے ہوں گے؟ شیخ کے مقابلہ میں یہ سب نفس کے پیچ ہیں جو مواخذہ کے وقت غیر مخلص سے صادر ہوا کرتے ہیں۔ عقیدت تامہ تو ان امور سے روک سکتی ہے ورنہ غیر معتقد بیدھڑک زبان سے نکالکر طریق سے نکلجاتا ہے اور اپنے کو خارج بھی نہیں سمجھتا۔ اسکو سمجھنے کے بعد پھر زبانی گفتگو کرنا۔

۱۳۲۔ عربی زبان کی عجیب وغریب وسعت

کتاب المستبکر فیما یتعلق بالمونث والمذکر میں ہے کہ عربی زبان میں شہد کے لیے اسّی نام ہیں اور سانپ کے دو سو اور شیر کے پانچسو اور اونٹ کے ایک ہزار۔ تلوار اور مصیبت کے چار ہزار۔ اصمعی نے کہا کہ مجھے پتھر کے ستر نام یاد ہیں۔

اتنے وسیع لغات کو یاد رکھنے کے لئے جیسے قوی حافظہ کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے عربوں کو حافظہ بھی اسی کے مطابق ہی عطا فرمایا تھا۔ حماد راویہ نے ایک دن خلیفہ وقت سے کہا کہ میں اسی مجلس میں آپ کو سو قصیدے سناتا ہوں جن کے اشعار بیس سے لیکر سو تک ہوں گے اور اسی وقت سنادیئے۔

(المستبکر ص۵۶۶)

۱۳۳۔ عزت وجاہ کی طبعی خواہش پر یوسف ابن اسباط کا ارشاد

یوسف ابن اسباط متقدمین صوفیائے کرام میں ایک عالی مرتبت بزرگ ہیں کسی شخص نے خط لکھکر ان سے دریافت کیا کہ میرا نفس مجھے عزت وجاہ حاصل کرنے پر مجبور کرتا ہے میں کیا کروں؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ اپنے نفس کو اس خواہش سے روکنا اس جہاد سے بہتر ہے جس میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر دشمنوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

۱۳۴۔ حضرت قتیبہ ابن مسلم کا دریائے جیحوں سے گھوڑوں پر عبور

بخارا کی فتح کے لئے جب قتیبہ ابن مسلم دریائے جیحوں پر پہونچے تو کفار نے

تمام کشتیاں اپنے قبضہ میں کرلیں تاکہ وہ دریا نہ عبور کرسکیں۔ ان بزرگوں کی زندگی کا پورا وظیفہ یہی تھا کہ اپنی مقدور تک مادی اسباب کو جمع کرتے اور اور استعمال کرتے اور جہاں مادی اسباب جواب دیدیں تو پھر براہ راست مسبب الاسباب کی بارگاہ میں دعا، اور اسکی طرف توجہ انکا آخری اور کامیاب حربہ ہوتا تھا قتیبہ بن مسلم نے یہ حال دیکھکر اللہ تعالیٰ سے دعا ان الفاظ میں کی

"یا اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میری غرض صرف تیرے لئے جہاد کرنا اور تیرے دین کی عزت اور تیری ذات کے لئے لڑنا ہے تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس دریا میں غرق نہ فرمائیے اور اگر میری نیت اسکے سوا کچھ اور ہے تو مجھے اس دریا میں غرق فرما دیجئے۔"

یہ کہکر اپنا گھوڑا دریا میں ڈالدیا اور پورا لشکر پیادہ سوار دریا میں اتر گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک سپاہی کو ذرا بھی نقصان نہ پہونچا سب صحیح و سالم ایسے دریا عبور کرگئے جیسے خشک زمین کو۔

(روح البیان)

۱۳۵۔ جوانوں کی بجائے بوڑھوں کی صحبت و مجالست بہتر ہے

عمرو بن علا کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ نوجوانوں کی مجلس میں بیٹھا تھا حضرت سعید بن جبیر نے مجھے تنبیہ کی کہ یہاں کیا کرتے ہو؟ بڑے اور مشائخ کی مجلس میں بیٹھو۔ (روضۃ العقلاء ص ۸۲)

۱۳۶۔ انسان کی خوش نصیبی کیا ہے؟

امام حدیث ابو حاتم نے فرمایا کہ چار چیزیں انسان کی خوش نصیبی کی علامت ہیں اول تو یہ کہ اسکی بیوی اسکے مزاج کے موافق ہو دوسرے یہ کہ اسکی اولاد فرمانبردار ہو تیسرے یہ کہ اسکے دوست احباب نیک ہوں، چوتھے یہ کہ اسکا روزگار اسکے وطن میں ہو۔ (روضۃ العقلاء ص ۸۲)

شعر و سخن

احقر ناکارہ نے کبھی شعر و سخن کو اپنا مشغلہ نہیں بنایا نہ اسکو سیکھنے کی کبھی باقاعدہ کوشش کی نہ کبھی ضروری مشاغل نے اتنی فرصت دی کہ اس کام میں دخل دیا جائے قدرتی اور فطری ذوق نے مختلف حالات و واقعات میں کبھی کبھی کوئی کلام موزوں کردیا ہے۔ عربی زبان میں مختلف قسم کے قصائد لکھنے کی نوبت آئی پھر یہ ذوق جب آگے بڑھا تو ترقی معکوس یہ ہوئی کہ فارسی زبان میں اور پھر اردو زبان میں کچھ اشعار قطعات، غزل قصیدے لکھنے کی نوبت آئی ـــــــ بہت سے احباب جو پہلے سے میرے اپنے اشعار کی اشاعت کے خواہشمند تھے انکا اصرار بڑھا کہ انکو بھی علٰحدہ نہ سہی 'ثمرات' کا جزو ہی بنا کر شائع کردیا جائے۔

(بندہ محمد شفیع (تلخیص از شعر و سخن)

جام توحید

ترا آئینہ عالم رنگ بو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

ہزاروں حجاب اور اسپر یہ عالم
کہ چرچا ترا جا بجا کو بہ کو ہے

ثنا خواں ترا دہر کا ذرہ ذرہ
سبھی کی زباں پر تری گفتگو ہے

جمال ازل، قدرت مطلقہ کی
شہادت سے معمور ہر چارسو ہے

ترے فضل و رحمت بخشا ہی سے تجھ
بس اب تو مری ایک ہی آرزو ہے

کہ کردے مجھے ایسے بندوں میں شامل
کہ اشک سحرگاہ جن کا وضو ہے

بجاہ شفیع حبیب دو عالم
کہ جو عالم کون کی آبرو ہے

شفیع گنہگار و خستہ بھی حاضر
بامید عفو و کرم روبرو ہے

حرم نبوی میں داخلے کے وقت چند اشعار

۱۳۸۴ھ میں سفر حج و زیارت سے پہلے میرے محترم دوست مولانا عبدالعزیز صاحب شرقی نے اپنے بہت سے مشتاقانہ اشعار سنائے ان کے ایک مصرعہ نے مجھے بھی شعر گوئی کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔ مصرعہ یہ تھا ؏۔ "یہ انکا کرم، انکا کرم، انکا کرم ہے" اور حاضری کے وقت چند اشعار موزوں ہو گئے۔

بندہ محمد شفیع

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے
پھر نام خدا روضۂ جنت میں قدم ہے

پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقش قدم ہے

محراب نبی ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے

پھر بارگہ سید کونین میں پہنچے
یہ انکا کرم، انکا کرم، انکا کرم ہے

یہ ذرۂ نا چیز ہے خورشید بداماں
دیکھ انکے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے

ہر موئے بدن بھی جو زباں بنکے کرے شکر
کم ہے بخدا انکی عنایات سے کم ہے

رگ رگ میں محبت ہو رسول عربی کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے

وہ رحمت عالم ہے شہ اسود و احمر
وہ سید کونین ہے آقائے امم ہے

وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب عرب ہے نہ عجم ہے

دل نعت رسول عربی کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

تمنائے حرم

اے کاش پھر مدینہ میں اپنا قیام ہو
دن رات پھر لبوں پہ درود و سلام ہو

پھر ذکر لا الہ سے بنے میرا حرزِ جاں
اور وقت واپسیں یہی میرا کلام ہو

محرابِ مصطفےٰ میں ہو معراجِ سر نصیب
پھر سامنے وہ روضۂ خیر الا نام ہو

پھر بھی مواجہہ میں درود سلام کا
پر کیف وہ نظارۂ ہر خاص و عام ہو

پھر کاش میں مکیں حرمِ مصطفےٰ میں ہوں
فضلِ خدا سے روضۂ جنت مقام ہو

پھر ذکرِ لا الہ سے بنے حرزِ جاں مرا
دوزخ کی آنچ مجھ پہ الٰہی حرام ہو

کتنا بلند اس عجمی کا مقام ہے
جسکو وہ خود یہ کہدیں کہ میرا غلام ہے

رازِ کائنات

یہ زمیں میرے لئے یہ آسماں میرے لئے
اور ہے مصروفِ خدمت کل جہاں میرے لئے

برگ و بر میرے لئے ہے ہر ثمر میرے لئے
ہر چمن میرے لئے ہر گلستاں میرے لئے

ایک میرے دم سے ہے انتظامِ عالم کا فروغ
وقفِ خدمت ہے یہ سب کون و مکاں میرے لئے

حرکتِ افلاک و انجم دورِ شمسی کا نظام
چل رہا ہے دیر سے یہ کارواں میرے لئے

جستجو میں ہے مری بادِ صبا مستانہ وار
سر پٹکتا ہے سدا آبِ رواں میرے لئے

میری ہستی میں ہے مضمر ہستیٔ عالم کا راز
ہے یہ سب ایجاد و شورِ کن فکاں میرے لئے

کیوں نہ ہو روزِ ازل میں ہو چکی تقسیمِ کار
میں ہوں مالک کیلئے اور کل جہاں میرے لئے

(تھانہ بھون ۸۳ھ)

غزل

(دیوبند میں ایک طرحی مصرعہ پر)

دل میں کس کی بزم عشرت کا سماں رکھتا ہوں میں
اپنی نظروں میں جمال دو جہاں رکھتا ہوں میں

عشق سے دل میں نیا سا اک جہاں رکھتا ہوں میں
کچھ نرالے سے زمین و آسماں رکھتا ہوں میں

میر ساماں جیسے اپنا عشق ساماں سوز ہے
فقر میں بھی حشمت شاہنشہاں رکھتا ہوں میں

شاد باش اے عشق خوش سودائے من عمرت دراز
تیرے دم سے یہ بلند آہنگیاں رکھتا ہوں میں

شاخ طوبیٰ پر ہوئی پرواز جب ٹوٹا قفس
مرغ قدسی ہوں مکان لامکاں رکھتا ہوں میں

دل میں حسرت اور جگر میں درد پہلو میں شرر
شام تنہائی میں ساز کارواں رکھتا ہوں میں

کہہ نہیں سکتا زباں سے دیکھتی ہے جس کو آنکھ
چشم نرگس کی تو سوسن کی زباں رکھتا ہوں میں

کنج تنہائی کی مونس، شام غربت کی رفیق
ایک تصویر خیالی حرز جاں رکھتا ہوں میں

کس کی ہمت ہے مجھے مایوس و بیدل کر سکے
گوش بر آواز ہائے کن فکاں رکھتا ہوں میں

کچھ جنوں میں میرے آمیزش ہے دانائی کی کیا
جیب و داماں میں ابھی کچھ دھجیاں رکھتا ہوں میں

تھانہ بھون

الطاف جب سے مجھ پہ کسی مہرباں کے ہیں
انداز اب سنئے مری طرز بیاں کے ہیں

اک بندۂ حقیر کے یہ کبر و ناز دیکھو!
اعزاز سب کے سب یہ کسی آستاں کے ہیں

دنیا سے مجھکو بے غم و آزاد کر دیا
احسان سب یہ صحبت پیر مغاں کے ہیں

مشک ختن میں تھی نہ گل و نسترن میں تھی
خوشبو جو تیری زلف شکن در شکن میں تھی

اس سے نکل کے پھر نہ ہوئی ایکدن نصیب
آسودگی کی روح جو تھانہ بھون میں تھی

یہ جگہ

(ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ میں تھانہ بھون حاضر ہوا خانقاہ پر نظر پڑتے ہی اشعار ذیل زبان پر آئے)

کبھی یہ جگہ منزل اولیاء تھی — فرشتوں کی محفل تھی بزمِ ہدیٰ تھی
یہ مسکن تھی اکدن حکیم امم کا — ہوا اسکی ہر اک مرض کی دوا تھی
تسلیٔ غمگیں مداوائے ہر غم — بلا شک شفائے دلِ مبتلا تھی
یہ چھوٹی سی بستی یہ چھوٹی سی مسجد — یہ چھوٹی سی مجلس خدا جانے کیا تھی

منور ہوا جس سے عالم دوبارہ
مجدد کی مجلس تھی نورِ خدا کی

مقبرہ کی آواز

(یہ مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک کلام سے ماخوذ ہے جسکو اردو میں نظم کر دیا گیا)

مقبرہ میں اترنے والے سن! — ٹھہر ہم پر گذرنے والے سن!
ہم بھی اکدن زمیں پہ چلتے تھے — باتوں باتوں میں ہم مچلتے تھے
ہم بھی اک دن زمیں کے مالک تھے — ہم بھی کل رونق ممالک تھے
مالکِ نقد و جائداد تھے ہم — بزمِ عالم میں بامراد تھے ہم
ہم بھی رکھتے تھے قصرِ عالیشان — ہم بھی تھے مالک زمین و مکان
ہم بھی رکھتے تھے کچھ زن و فرزند — تھے جو دل پارہ و جگر پیوند
ہم بھی رکھتے تھے دوست و احباب — تھے ہمارے بھی خادم و نواب
کچھ بتا دو یہ سب کہاں ہیں آج — یک بیک سب کے سب نہاں ہیں آج
جن کو مر مر کے میں نے پالا تھا — جن کے گھر کا میں اک اجالا تھا
جنکے ہر کام کا مدار تھا میں — جنکی بگڑی کا سازگار تھا میں
دین و دنیا کی ساری مکروہات — جنکی خاطر تھی میرے سر دن رات

ہے کہاں آج وہ مری اولاد — کہ نہیں بھول کر بھی کرتی یاد
جس پہ تھا کل مدار راحت کا — جسکو دعویٰ تھا کل محبت کا
جسکی الفت کا دل میں تھا اک داغ — کیا کسی گھر کا بجھ گیا وہ چراغ
آج وہ زینت حرم ہیں کہاں — ضبط الفت و کرم ہیں کہاں
کون آباد ہے مرے گھر میں — ملک کسکی ہے نقد و زیور میں
کوئی کرتا نہیں ہے یاد مجھے — سب نے چھوڑا ہے نامراد مجھے
ہم ہر اک رہگذر کو تکتے ہیں — فاتحہ کے لئے ترستے ہیں
کہ کوئی بندۂ خدا آ جائے — فاتحہ بیکسوں پہ پڑھتا جائے
اے زمیں پر مچلنے والے دیکھ — کبر و نخوت سے چلنے والے دیکھ
ہم سے عبرت پکڑ لے غفلت کیش — یہی منزل تجھے بھی ہے درپیش
بھیج اسکے لئے کوئی ساماں — جس میں ہوتا ہے کل تجھے مہماں
اپنا سامان اپنے ہاتھ سے باندھ — صبح چلنا ہے تجھکو رات سے باندھ
کل نہ بھیجے گا کوئی خویش و عزیز — اپنے ہاتھوں سے بھیج اپنی چیز
چیز یاں کوئی بھی مفید نہیں — لیک رحمت سے کچھ بعید نہیں
زاد تقویٰ ہے بس یہاں تو ضرور — ظلمت قبر میں یہی ہے نور
اسکو افسانہ و خیال نہ جان — بات حق کہہ رہا ہوں مان نہ مان
وعظ ہے قبر ہے نشاں میری — گرچہ خاموش ہے زباں میری
دل کے کانوں سے سن فغاں میری — درس عبرت ہے داستاں میری

جانے والے تو جا کے پھیلا دے
میری آواز سب کو پہنچا دے

(کتاب "ثمرات الاوراق" ختم ہوئی)

بعض صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی اولاد کو کسی کام کا حکم ہی نہیں کرتے تھے چنانچہ جب انھیں کوئی حاجت پیش آتی تو کسی دوسرے سے پوری کرا لیتے تھے اسکے متعلق ان سے سوال کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اولاد کے ہوتے ہوئے دوسروں سے کام لیتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر میں اپنے لڑکے سے کوئی بات کہوں اور وہ نکرے تو اسکی وجہ سے وہ مستحق نار ہو جائے گا اور میں اپنی اولاد کو دوزخ میں جلانا پسند نہیں کرتا

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کمال انسانیت والدین کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اپنے دوستوں کا اکرام کرنا اور اپنے اہلخانہ اور خدام کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا اور اپنے دین کی حفاظت رکھنا اور اپنے مال کی اصلاح رکھنا اور اسکو بڑھانا اور زائد مال میں سے کچھ خرچ کرنا۔ زبان کی حفاظت کرنا اور اپنے گھر ہی پر رہنا۔ مطلب یہ کہ اپنے کام سے کام رکھنا اور لغو لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں انسان کی سعادت میں شمار ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکی بیوی صالحہ ہو۔ اسکی اولاد نیک اور دیندار ہوں اور اسکے رفقاء نیک اور صالح لوگ ہوں اور اسکی روزی بھی اسی کے شہر میں ہو۔

یزید رقاشیؒ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سات چیزیں ہیں کہ انسان اپنے مرنے کے بعد بھی انکی وجہ سے اجر دیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی نے مسجد بنوا دیا تو اسکا ثواب جب تک لوگ اس میں نماز پڑھتے رہیں گے برابر بانی کو ملتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ کسی شخص نے نہر کھدوائی تو جب تک اس میں پانی بہتا رہے گا اور لوگ اس سے سیراب ہوتے رہیں گے اسکو ثواب ملیگا۔ تیسرے یہ کہ کسی شخص نے قرآن شریف لکھدیا یا کہیں وقف کر دیا، تو

جب تک لوگ اس سے منتفع ہوتے رہیں گے اسے ثواب ملتا رہیگا۔ چوتھے کسی شخص نے کنواں کھدوادیا تو جب تک لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے اسکو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ پانچویں یہ کہ کسی شخص نے کوئی پھلدار یا سایہ دار درخت لگا دیا تو جب تک لوگ یا پرند اسکا پھل کھائیں گے یا سائے سے فائدہ اٹھائیں گے اس شخص کو ثواب ملے گا۔ چھٹے یہ کہ کسی شخص نے کسی کو علم پڑھایا۔ ساتویں یہ کہ کسی نے ولد صالح کو چھوڑا اور وہ اسکے لئے استغفار کرتا ہے اور دعا خیر کرتا ہے اور اگر کسی کے والد نے اپنے لڑکے کو قرآن پڑھایا اور نیک راستہ پر لگایا ہے تو اسکا اجر اسکو ملیگا بدون اسکے لڑکے کے اجر میں سے کمی کئے۔ اسی طرح سے اگر کسی نے علم دین نہیں پڑھایا تو اسکو بھی گناہ ہوگا اور باپ کو بھی اسکا گناہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہوجاتا ہے بجز تین اشخاص کے، ایک وہ جس نے کوئی صدقہ جاریہ کیا ہو۔ دوسرے وہ جس نے علم پڑھادیا ہو۔ تیسرے وہ جس نے ولد صالح چھوڑا ہو جو اسکے لئے دعائے خیر کرتا ہو

تیرھواں باب
(صلۂ رحمی کرنے کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن طلحہ حضرت ایوبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ!

مجھے ایسی کوئی چیز تعلیم فرما دیجئے جو مجھے جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے آپؐ نے فرمایا کہ ہاں وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو اور صلہ رحمی یعنی عزیز و قریب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کرو

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ یوم عرفہ کی شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا ہمارے ساتھ وہ شخص نہ بیٹھے جو قاطع الرحم ہو بلکہ وہ اٹھ جائے۔ پس ہم میں سے کوئی نہ اٹھا سوا ایک شخص کے جو حلقہ کے بالکل کنارے بیٹھا ہوا تھا وہ اٹھکر چلا گیا اور پھر فوراً ہی واپس آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات تھی اس مجمع میں صرف تم ہی اٹھے اور کوئی نہیں اٹھا؟ اس نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! ابھی جب میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو اپنی خالہ کے یہاں گیا جن سے میرا کچھ جھگڑا چل رہا تھا اور باہم میل جول منقطع تھا انھوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ آج کیسے ادھر بھول نکلے تم نے تو آنا جانا ترک کر دیا تھا۔ میں نے انھیں آپ کا ارشاد سنایا اس پر انھوں نے مجھے معاف کر دیا۔ (چنانچہ اس صلح و صفائی کے بعد اب حاضر ہوا ہوں) یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ ہاں اب بیٹھو اور یہ جان لو کہ رحمت خداوندی اس قوم (یا مجمع) پر نازل نہیں ہوتی جسمیں کوئی ایک شخص بھی قاطع الرحم موجود ہو۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قطع رحم بہت بڑا گناہ ہے کہ اسکی وجہ سے خود وہ شخص بھی اور اسکے تمام ہمنشین رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ پس مسلمان پر واجب ہے کہ وہ قطع رحمی سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور صلہ رحمی اختیار کرے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ

صلہ رحمی کرنے والے کو جنت ورحمت سے قریب اور دوزخ سے دور فرمادیا ہے
نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی نیکی صلہ رحمی سے بڑھکر ایسی نہیں کہ جسکا ثواب جلد سے جلد ملجائے اور کوئی گناہ بغاوت سرکشی اور قطع رحم سے بڑھکر اس لائق نہیں کہ اسکا بدلہ فوراً یعنی دنیا میں ملجائے۔ اور آخرت میں جو سزا ملیگی وہ الگ ہوگی۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ قطع رحمی سے پیش آتے ہیں، میں معاف کئے جاتا ہوں تو وہ مجھ پر ظلم کئے جاتے ہیں، میں احسان کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ برائی سے پیش آتے ہیں۔ تو یارسول اللہ کیا میں بھی انکو ویسا ہی جواب ندوں جس طرح وہ میرے ساتھ پیش آتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں ورنہ تو تم اور وہ دونوں اس گناہ میں شریک ہو جاؤ گے تمہارے لئے فضل کیا ہوگا؟ اسلئے تم بھلائی اختیار کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی ہی کرتے رہو اسلئے کہ جب تک تم اس طریقہ پر رہو گے یعنی انکی برائیوں کا برائیوں سے جواب نہ دوگے تو خدا تعالیٰ کی جانب سے تمہارے لئے ایک معین وظہیر مقرر کردیا جائیگا جو اسکو جواب دیتا رہے گا۔

کہا گیا ہے کہ تین چیزیں اہل جنت کے اخلاق میں سے شمار کیجاتی ہیں چنانچہ وہ کسی کریم ہی کے اندر ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے ساتھ برائی سے پیش آنے والے پر احسان کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے پر ظلم کرنیوالے کو عفو ودرگزر کردے اور تیسرے یہ کہ جو شخص اسکو محروم کرے اس کو خوب دے۔

حضرت ابوسنان حضرت ضحاکؒ سے آیۃ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت کی تفسیر

میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص صلہ رحمی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکی عمر میں سے صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ (اسی کی برکت سے) اسمیں تیس سال کا اضافہ فرما دیتا ہے۔ اسی طرح سے ایک دوسرا شخص ایسا ہوتا ہے جو کہ قطع رحم کئے ہوتا ہے اور اسکی عمر ختم ہونے میں ابھی تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسکے اس عمل کی نحوست سے) اسکو صرف تین دن کر دیتے ہیں (یعنی بجائے تیس سال زندہ رہنے کے تین ہی دن کے بعد وہ مر جاتا ہے)

حضرت ثوبانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ قضا اور تقدیر کو کوئی شے بدل نہیں سکتی سوا دعا کے اور عمر کو زیادہ نہیں کر سکتی کوئی شے سوا نیکی کے۔ اور انسان رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اپنی کی ہوئی معصیت کے سبب سے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے رب سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کو اپنا پیشہ بناتا ہے اسکی عمر زیادہ کر دی جاتی ہے اور مال میں بھی زیادتی کر دی جاتی ہے اور اسکے اہل و عیال کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔

فقیہ ابو اللیث ثمر قندی فرماتے ہیں کہ روایات میں عمر کی زیادتی جو وارد ہے تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اسکا کیا مطلب ہے؟ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے یعنی جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے واقعی اسکی عمر بڑھا دی جاتی ہے۔ اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ انسان کی جو اجل اور عمر خدا کی طرف سے مقرر کر دی جاتی ہے اس میں پھر تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ یعنی جب انکی اجل یعنی موت کا وقت مقرر آجاتا ہے تو پھر اس سے گھڑی بھر بھی تاخیر نہیں ہوتی اور نہ تقدیم ہوتی ہے پس مطلب زیادتی عمر سے یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے ان کے اعمال کا ثواب مرنے کے

بعد بھی لکھا جاتا رہے گا لہٰذا جب مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا تو گویا ایسا ہوا کہ وہ مرا ہی نہیں اسی کو عمر کا بڑھنا روایات میں فرمایا گیا ہے

حضرت سعید حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو۔ یہ چیزیں تمکو دنیا میں زیادہ باقی رکھنے والی بھی ہونگی اور آخرت میں بھی نفع بخش ثابت ہونگی۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے جبکہ تمہارا کوئی رشتہ دار ہو اور تم اپنے قدموں سے اسکے پاس چلکر نہ جاؤ اور اپنے مال میں سے بھی اسے کچھ نہ دو تو گویا تم نے رشتہ قطع کر دیا اسلئے کہ ا۔

بعض ان صحف میں جنھیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یہ لکھا ہے کہ اے ابن آدم! اپنے رشتہ کو جوڑ اپنے مال کے ذریعہ بھی اور اگر تو نے مال میں بخل کیا یا تیرے پاس مال کم ہوا یا نہ ہوا تو پھر اپنے قدموں سے چلکر اس سے جا کر مل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے رشتوں کو جوڑو (صلہ رحمی کرو) اگرچہ صرف سلام کر کے اور خیریت دریافت کر کے ہی سہی۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں مسلم اور کافر سب برابر ہیں ایک یہ کہ جس سے تم کوئی عہد کرو تو اسکو پورا کرو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اسلئے کہ عہد در اصل اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے یعنی اسکا واسطہ درمیان میں ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم میں اور کسی شخص میں اگر قرابت داری ہے تو اسکے ساتھ صلہ رحمی کرو وہ چاہے مسلم ہو یا کوئی کافر ہو۔ تیسری بات یہ کہ جو شخص تمہارے پاس کوئی امانت رکھے تو اسکو ادا کرو (اس میں خیانت کرنا جائز نہیں) چاہے وہ امانت رکھنے والا مسلم ہو یا کافر ہو۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے دریا کو پھاڑا توراۃ میں یہ لکھا ہے کہ اپنے

رب سے ڈرو اور اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو میں تمھاری عمر بڑھا دونگا تمھارے سب کاموں میں آسانی پیدا کردونگا اور تمھاری مشکلات کو دور کردونگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی صلہ رحم کا حکم اپنے کلام میں چند جگہ فرمایا ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِی تَسَاءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَام یعنی اس اللہ سے ڈرو جس سے تم اپنی حاجات طلب کرتے ہو اور رشتہ قطع کرنے سے ڈرو یعنی صلہ رحمی کرو۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ یعنی قرابت داروں کو انکا حصہ دو یعنی انکے ساتھ صلہ رحمی اور بھلائی کرو۔ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم فرماتے ہیں یعنی توحید کا کہ تم لا الٰہ الا اللہ کہو اور اسکے تقاضے پر عمل کرو، اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا یعنی انکے ساتھ عفو احسان کرنا وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی اور عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کو فرماتے ہیں۔ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا اور تین چیزوں سے منع فرمایا وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ فحشار کے معنی معاصی کے ہیں اور منکر سے مراد وہ امور ہیں جنکا شریعت اور سنت میں کچھ پتہ نہو۔ اور بغی لوگوں پر زیادتی اور دست درازی کرنے کو کہتے ہیں یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْن یعنی تمکو ان اشیاء ثلاثہ کا حکم اور اوران اشیاء سے نہی اس لئے فرماتا ہے کہ شاید تم نصیحت پکڑ سکو

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری دوستی تھی چنانچہ آپکی دعوت پر محض شرما حضوری سے مسلمان ہوگیا تھا یوں اسلام کی عظمت میرے قلب میں نہیں پیدا ہوئی تھی کہ اسی اثنار میں ایکدن آپکی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اتنے میں دوسری جانب متوجہ ہوگئے اور ایسا معلوم ہوا کہ کسی دوسرے سے کچھ بات چیت فرما رہے ہیں۔ پھر اسکے بعد آپ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ابھی حضرت جبریل تشریف لائے تھے اور یہ آیت سنا گئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ
اس بات کو سنکر مجھے بہت مسرت ہوئی اور اسلام میرے دل میں گھر کر گیا میں آپ کے پاس سے اٹھکر سیدھے آپ کے چچا ابو طالب کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں ابھی آپ کے بھتیجے کے پاس موجود تھا کہ ان پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور پوری آیت انھیں سنائی۔ انھوں نے کہا کہ ہاں ہاں تم محمد کا اتباع کرو فلاح پا جاؤ گے، رشد و ہدایت پا جاؤ گے۔ بخدا میرا بھتیجہ مکارم اخلاق کی تعلیم کرتا ہے اب چاہے وہ سچ کہتا ہو یا نہ کہتا ہو تمکو بہر حال امور خیر ہی کی تعلیم کرتا ہے (ضرور اسکی بات مانو) یہ گفتگو ابو طالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچ گئی تو آپ کو ان کے بھی اسلام لانے کی توقع قائم ہوئی۔ چنانچہ آپ ابو طالب کے پاس تشریف لے گئے اور انکو اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ یعنی آپ جسکی ہدایت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی کو جسکی ہدایت منظور ہو وہی ہدایت یاب ہو سکتا ہے۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں بھی صلہ رحمی کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک اور آیت میں فرماتے ہیں کہ فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَھُمْ یعنی سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تمکو یہ احتمال ہی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچاؤ اور آپس میں قطع قرابت کراؤ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور پھر انکو بہرا کر دیا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا اس میں انھیں لوگوں کا ذکر ہے جو رشتہ کو منقطع کر نیوالے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رحم کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کہ میں رحمٰن ہوں اور تو رحم ہے (یعنی دونوں میں تجانس ہے) پس جو شخص تجھے قطع کریگا اسکو میں قطع کر دونگا اور جو تجھ سے واصل ہوگا میں اس سے وصل کروں گا۔

اور دعا بڑے اہتمام سے کرنی چاہیئے کہ وہ خالی نہیں جاتی اور کچھ نہ ہو یہ کیا کم ہے کہ آخرت کے لئے اسکا اجر جمع رہے گا اور اہل حال کے جو اقوال ہیں مثلاً ؎

احب مناجات الحبیب با وجہ ولکن لسان المذنبین کلیل

(مجھے محبوب سے مناجات کرنا بچند وجہ پسند ہے لیکن میں گنہگار ہوں اور گنہگاروں کی زبان سے بات نہیں نکلا کرتی)

سو وہ غلبہ حال کے ہیں جسمیں وہ معذور ہیں مگر قابل تقلید نہیں۔ الحاصل حیا، تواضع میں رضاء خداوندی پیش نظر ہوتی ہے اور یہ نہ ہو تو کم ہمتی ہے ان باتوں میں فرق کرنے کے واسطے بڑی ضرورت ہے علم شریعت کی اسی طرح اگر کوئی شخص لا صلوٰۃ الا بحضور قلب میں بھی یہی حیلہ جو دعا میں کیا ہے نکال لے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز چھوڑ بیٹھے گا لہٰذا ایسے وساوس ناقابلِ اعتبار ہیں جو کچھ جیسا کچھ ہو سکے کرنا چاہیئے بھلا برا جو کچھ بھی ہے خدا کے دروازے پر آجانا چاہیئے ؎

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی باز آ ... گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ... صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ایسا شخص ایک غلطی تو یہ کرتا ہے کہ کم ہمتی سے عبادت وطاعت اور دعا کیطرف نہیں آتا اور دوسری غلطی یہ کرتا ہے کہ اپنی دانست میں یہ گمان کرتا ہے کہ میں کسی وقت پاک وصاف ہو کر حق عبادت ادا کر سکتا ہوں، اور ایسے وقت عبادت کرونگا۔ اور جو عبادت کر رہا ہے گویا بزبان حال اسکا حق ادا کرنے کا مدعی ہے اور یہ بھاری غلطی ہے انسان کبھی پورا پاک نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ کے قابل بننا اور اسکا حق عبادت کرنا کیا اس سے ممکن ہے۔ وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب

(تمہارا وجود ایک ایسا گناہ ہے جس کے برابر کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے)

خود ثنا گفتن ز من ترک ثنا است ... کیں دلیل ہستی و ہستی خطا ست

(ہمارا تعریف کرنا نہ کرنے کے برابر ہے اسلئے کہ یہ ہستی کی دلیل ہے اور ہستی کا اظہار خود غلط ہے)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک (میں آپ پر ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسی آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے)

عہ۔ تم جیسے کچھ بھی ہو باز آجاؤ اگر کافر ۳ ۲ ۲ بت پرست یا آتش پرست ہوگئے ہو تو اب باز آجاؤ
[illegible]

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ اس معنی میں کہ ہم آپکی ثنا نہیں کر سکتے فرماتے ہیں ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست

(اللہ تعالیٰ ہماری حمد کے انتظار میں نہیں ہیں اسی طرح سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری ثناء کے منتظر نہیں ہیں)

خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس محمد حامدِ حمد خدا بس

(اللہ تعالیٰ نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمادی ہے وہ بس ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدا کی تعریف فرمادی ہے وہ بس ہے)

مناجاتے اگر خواہی بیاں کرد بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد

(اسلئے حمد و ثنا اگر کرنی ہی ہے تو اس کے لئے بس یہ شعر کافی ہے (وہ یہ کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد از تو می خواہم خدا را الٰہی از تو حُبِّ مصطفیٰ را

(ہم آپؐ سے خدا کے طالب ہیں اور اے اللہ! آپ سے حب مصطفیٰ کے خواہاں ہیں)

اسے پاک سمجھنے کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں لا تزکوا انفسکم الخ ہم اور ہماری عبادت تو ایسی ہے کہ یہی غنیمت ہے کہ اس پر مواخذہ نہ ہو کیونکہ ہماری ہماری ثنا ایسی ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں ؎

شاہ را گوید کسے جولا ہہ نیست ایں نہ مدح است او مگر آگاہ نیست

(بادشاہ کی تعریف میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ آپ جلاہے نہیں ہیں کیونکہ یہ آپکی کچھ تعریف ہوئی مگر یہ شخص اسکو سمجھتا نہیں)

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ وز گراں جانی و چالاکی ہمہ

(ہم پاکی و ناپاکی سے وراء لوارا ہیں اسی طرح سے گراں ہونیسے اور چالاک ہونیسے بھی پاک ہیں)

من نگردم پاک از تسبیح شاں پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

(میں کچھ لوگوں کی تسبیح کرنے سے تھوڑا ہی پاک ہوتا ہوں بلکہ خود لوگوں میں اسکی بدولت پاکی اور نور پیدا ہوتا ہے)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ (میں اللہ تعالیٰ کا ہر دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

حالانکہ عصمت انبیاء ایک مسلم مسئلہ ہے پھر یہ استغفار گویا اپنی حالتِ عبادت کو کمالِ خداوندی کے مقابلہ میں ناتمام دیکھکر ہوتا تھا یعنی اپنی عبادت اور حمد و ثنا کو غیر قابل قرب خداوندی سمجھکر استغفار کر رہے ہیں۔ یہ حالت ہے اکابر مقبولین کی کہ باایں ہمہ

علو مرتبہ بمقابلہ کمال حقوق خداوندی اپنے آپ کو محض ہیچ سمجھ رہے ہیں اور یہ نہیں کہ وہ واقع میں کمال و وصال سے خالی ہیں بلکہ سہ

دلآرام در بر دل آرام جو لب از تشنگی خشک و برطرف جو

(میرا محبوب بغل میں ہے اور میں اسکو تلاش کر رہا ہوں، دریا کے کنارے کھڑا ہوں اور لب پیاس سے خشک ہو رہے ہیں)

نگویم کہ بر آب قادر نیسند کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

(اب میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لوگ پانی پر قادر نہیں ہیں بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ دریائے نیل کے کنارے پر ہیں اور پیاسے ہیں)

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار گلچینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

(میری نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بہت ہیں، تیرے بہار کا گلچیں تیری جانب سے اپنے تنگیٔ داماں کا شاکی ہے)

جب خواص کی یہ کیفیت ہے تو ہم عوام کس شمار میں ہیں؛ ہم پر یہ انکی عنایت ہے کہ باوجود بداعمالی خراب حالی جاننے کے پھر ہمکو اپنی طاعت وحمد وثنا اور دعا و التجا کی رخصت دیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں اگر وہ باوجود علم کے ہم سے کھوٹے مال اور ناقص عبادت کو قبول کرتے ہیں تو پھر بندہ کو کسی قسم کا عذر پیش کرنا گو وہ عذر ناقابلیت ہی کا ہو کس درجہ حماقت ہے سہ

چوں طمع خواہد ز من سلطان دیں خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

(جب شاہ دین ہی ہم سے طمع کا خواہشمند ہو تو اس کے بعد پھر قناعت کے سر پر خاک ڈالنی چاہیئے)

ایں قبول ذکر تو از رحمت است چوں نماز مستحاضہ رخصت است

یہ تمہارا ذکر بھی جو خدا کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے تو یہ محض انکی رحمت ہے جس طرح سے کہ مستحاضہ عورت کی نماز باوجود تلویث نجس جائز ہو جاتی ہے

یہ دوسرا سبب تھا دعا نہ کرنے کا یعنی اپنے آپ کو دعا کے قابل نہ سمجھنے کا جس کی اصلاح پورے طور سے کر دی گئی

۲۳۶۔ اس خیال کی تردید کہ دعا قبول تو ہوتی ہی نہیں پھر دعا کیا کریں

اب تیسرا سبب بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بعض یہ سمجھکر دعا نہیں کرتے

کہ قبول تو ہوتی ہی نہیں پھر دعار سے کیا فائدہ ؟ ۔ سو خود یہ بھی سمجھنا غلط ہے کہ خداوند تعالیٰ دعار نہیں قبول کرتے ۔ واقع میں موانع قبول دعار خود اپنی ذات میں ہوتے ہیں ۔ مثلاً دل سے خشوع و خضوع کے ساتھ جو اصل ہے دعار کی دعار نکرنا محض زبان سے کہدینا۔ حدیث میں ہے ان اللّٰہ لا یستجیب الدعاء من قلب لاہ (اللہ تعالےٰ دعار کو غافل دل سے نہیں قبول کیا کرتے) سو یہ قصور اپنا ہے ورنہ وہ ذات تو سب پر مہربان ہے اور اسکا فیض سب پر محیط ہے اپنے میں قابلیت نہو تو اسکا کیا علاج ہے

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

ہم لوگوں کی تو یہ حالت ہے ہے

توبہ برلب، سبحہ برکف، دل پر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

(زبان پر الفاظ توبہ ہیں، ہاتھ میں تسبیح ہے اور قلب ذوق گناہ سے پُر ہے ہمارے اس طرح سے استغفار پر معصیت کو ہنسی آتی ہے)

اور مثلاً گناہ کی بات کرنا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے جب تک گناہ اور قطعیہ رحم کی دعا نہ ہو ۔ سو بعض دفعہ اکثر دعائیں گناہ کی ہوتی ہیں اب انکا قبول نکرنا ہی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے ۔ مثلاً موروثی زمین کے جھگڑے میں مالکانہ قبضہ کی دعار خود گناہ ہے ۔ ایسے ہی بعض لوگ بزرگوں سے دعار کراتے ہیں کہ ہمارا لڑکا فلاں امتحان میں پاس ہوجاسے اسکو ڈپٹی کلکٹری، تحصیل داری مل جائے ۔ سو یہ دعار ہی سرے سے ناجائز ہے کیونکہ حکومت کی اکثر ملازمتیں خلاف شرع ہیں۔

۲۳۷۔ مشائخ کے اپنے بعض متعلقین کی ناجائز ملازمتیں نہ چھڑانے کی وجہ

اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بزرگوں کے متعلقین بعض ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری

وغیرہ حکومت کے عہدوں پر ہوتے ہیں سو اگر یہ نوکری ناجائز ہے تو وہ بزرگ کیوں نہیں انکو روکتے ؟ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ ہیں تو یہ نوکریاں ناجائز مگر جو لوگ اس میں مبتلا ہیں انکے روزگار کی صورت بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے اگر انکو اس سے علیحدہ کردیا جائے گا اور وہ نوکری چھوڑ دیں گے تو بوجہ عدم سبیل معاش وہ اس سے زیادہ کسی گناہ میں مبتلا ہوں گے ۔ سو در حقیقت انکو اجازت نہیں دی جاتی بلکہ اور بہت سے بڑے بڑے گناہوں سے بچا کر ایک چھوٹے گناہ پر رکھا جاتا ہے ۔

۲۳۸۔ مشائخ اور علماء کو چاہیئے کہ ناجائز مقدمات اور امور ممنوعہ کے واسطے دعاء کرنے میں احتیاط کریں

اور ایسی دعاء میں خود مشائخ اور علماء کو احتیاط کرنی چاہیئے کہ ایسے ناجائز مقدمات اور امور ممنوعہ کے واسطے دعاء نہ کیا کریں کیونکہ گناہ ہوگا اور صاحب حاجت تو صاحبُ الغرض مجنون ہوتا ہے اس پر اعتبار اور بھروسہ نہیں چاہیئے اور اگر ایسا ہی کسی کی دل شکنی وغیرہ کا خیال ہو تو یوں دعاء کریں کہ یا الٰہی جس کا حق ہو اسکو دلوا دیجئے باقی ایسی ناجائز دعاء نہ اپنے لئے کرے نہ غیر کے لئے ناجائز امور کی دعاء یا دعاء کا غافل دل سے کرنا منجملہ ان موانع کے ہے جنکی وجہ سے دعاء قبول نہیں ہوتی ۔

۲۳۹۔ بعض مرتبہ حق تعالیٰ بندہ کی آرزو اسلئے پوری نہیں کرتے کہ وہ اسکے لئے بہتر نہیں ہوتی اور اسپر ایک حکایت

اور اگر موانع بھی مرتفع ہو جائیں تو بعض دفعہ اس وجہ سے قبول نہیں

ہوتی کہ درحقیقت وہ دعا اسکے لئے بہتر نہیں ہوتی اور خلاف حکمت ہوتی ہے اسلئے ترحماً قبول نہیں فرماتے اسکی ایسی ہی مثال سمجھ لیجئے جیسے بچہ انگارے کو اچھا سمجھ کر منہ میں ڈالنے لگے تو شفیق ماں باپ اسکو منع کرتے اور اسکے ہاتھ سے چھین لیتے ہیں ؎

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند آں مصلحت تو از تو بہتر داند

حکایت: اور چنانچہ حکایت ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ دعا کرائی تھی کہ کل کی بات معلوم ہوجایا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نصیحت کی کہ اسکو جانے دے۔ اس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا۔ انھوں نے دعا کردی وہ قبول ہوگئی۔ اسکو معلوم ہوا کہ کل میرا گھوڑا مرجائے گا اس نے فوراً بازار میں جاکر بیچ ڈالا اور خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مرجاؤں گا بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے جاکر عرض کیا کہ کیا کروں۔ وحی آئی کہ اس سے کہدو کہ تجھکو اس کشف راز سے منع کیا گیا تھا مگر تو نے نہ مانا۔ آخر تو نے دیکھا کہ اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا کہ جانور پر پڑ جائے تو نے اسکو جدا کردیا ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو نے اسکو بھی جدا کردیا اب تو ہی رہ گیا اگر تجھکو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیوں بیچا جاتا اور تو معرض ہلاکت میں کیوں پڑتا ــــــــــــ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بعض مصلحت انسان نہیں سمجھتا، تو اس معلوم ہونے پر اس کو بہت پریشانی اٹھانی پڑی تھی۔

۲۴۰۔ ذاکرین کو چاہیئے کہ اپنی خواہش سے کسی حالت کی تمنا طلب نہ کریں بلکہ جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالےٰ وارد فرمائیں اسی کو بہتر جانیں

ع۔ خدا جو تجھکو مال نہیں عطا فرماتا تو اسلئے کہ تیری ۲۳۸ مصلحت کو وہ تجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ ۱۲

یہاں سے ذاکرین شاغلین کے واسطے یہی نصیحت نکلتی ہے کہ جو حالت
بر اختیاری اللہ تعالیٰ وارد فرائیں اسی کو اپنے لئے بہتر جانیں اور اپنی خواہش سے
ی پسندیدہ عالت کی تمنا نکریں ؎

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش		کہ ہرچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

ماف شراب تجھے ملے اس تجویز کا تجھے کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ہمارا ساقی ہمارے پیالہ میں جو کچھ بھی دیتا ہے اسکی عین مہربانی ہے)
اپنے سے کسی خاص حالت کا قصد ٹھیک نہیں ؎

بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن		کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

داگروں کیطرح مزدوری کی شرط پر بندگی نکرو کیونکہ ہمارا مالک روش بندہ پروری خوب جانتا ہے)
حالت جو اسکی طرف سے آئے وہی مناسب ہے کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ ذوق و
ق اور انبساط باعث عُجب ہو جاتا ہے تو مربیٔ حقیقی اسکا علاج یوں فرماتے ہیں
حزن و ملال اور انقباض کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں جس سے تواضع اور انکسار پیدا
تا ہے۔ الغرض اپنے لئے کوئی فکر اپنی خواہش اور پسند پر نکرنا چاہیئے ؎

خود و رائے خود در عالم رندی نیست		کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

نی فکر اور اپنا ارادہ عالم رندی میں کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس طریق میں تو خود بینی و خود رائی کفر ہے)
ض لوگ ذکر و شغل کرتے ہیں اور کسی خاص حالت اور ثمرہ کے حاصل نہ ہونے پر
کو غلط فہمی سے انھوں نے مقصود سمجھ رکھا ہے غمگین ہوتے ہیں اور کہتے ہیں
حاصل نہیں ہوا یہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں اصل مقصود رضائے حق ہے جسکا طریق
ر طاعت ہے جسکو یہ حاصل ہے سب کچھ حاصل ہے تو انکو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے
انکو ذکر و طاعت کی توفیق تو دی ہے۔ ع ۔ بلا بود سے اگر ایں ہم نبود سے۔
گر یہ بھی نہ ہوتا تو اور مصیبت ہوتی ——————) حقیقت میں یہ طلب
درد و غم بھی نعمت عظمٰی ہے جسکا شکر ادا کرنا چاہیئے ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست		ویں نیاز و سوز و درد ت پیک ماست

بایا کہ وہ تمھارا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری جانب سے لبیک ہے اور یہ تمھارا نیاز اور سوز ہمارا قاصد ہے)

۲۴۱۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ارشاد

اگر حضرت حاجی صاحبؒ سے کوئی خادم اس امر کی شکایت کرتا تو فرماتے خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا نام لینے کی توفیق تو دی ہے اور اس موقع پر اکثر یہ شعر فرمایا کرتے تھے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم ۔۔۔ حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

(اسکو پاؤں یا نہ پاؤں بہرحال اسکی جستجو کرتا رہوں گا وہ مجھے ملے یا نہ ملے تاہم میں تو اسکی آرزو ہی کرتا رہوں گا)

اور فرمایا کرتے کہ جس طاعت کے بعد پھر اس طاعت کی توفیق ہو یہ طاعت سابقہ کے قبول کی علامت ہے تو قبول کتنی بڑی نعمت ہے۔

۲۴۲۔ عشاق کی نظر کسی قسم کے قبول پر نہیں ہوتی

غرض قبول اسی میں منحصر ہے کہ اسکی خواہش کے مطابق ہو اور عشاق کی نظر تو کسی قسم کے قبول ہی پر نہیں ہوتی انکی حالت تو یہ ہے ؎

از دعا نبود مرادِ عاشقاں ۔۔۔ جز سخن گفتن بآں شیریں زباں

(عاشقوں کا مقصد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے بجز اس شیریں زبان سے شرف ہمکلامی کے اور کچھ نہیں)

عاشقان خدا کو عشق میں مجنوں سے تو کم ہونا نہیں چاہیئے۔ کیا اس کے نام کی مشق کچھ کم دولت ہے جو اور چیزوں کی تمنا کیجاتی ہے ؎

دید مجنوں را یکے صحرا نورد ۔۔۔ در بیابانِ غمش بنشستہ فرد

ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم ۔۔۔ می نمودی بہر کس نامہ رقم

گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں ۔۔۔ می نویسی نامہ بہر کیست ایں

گفت مشق نام لیلیٰ میکنم ۔۔۔ خاطر خود را تسلی می دہم

(ایک صحرا نورد نے مجنوں کو دیکھا کہ اپنے غم میں ڈوبا تنہا بیٹھا ہوا تھا ریت کو کاغذ اور انگلیوں کو قلم بنا رکھا تھا کسی کے نام خط لکھ رہا تھا اسنے پوچھا کہ اے سرپھرے مجنوں یہ کیا ہو رہا ہے کس کے نام خط لکھا جا رہا ہے اسنے جواب دیا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کر کر کے اپنے دلکو تسلی دیتا ہوں)

Regd. No. L 2/9/AD-111

Monthly

JUNE. 1984

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعۂ تالیفاتِ مصلح الامۃ

حصہ چہارم

Rs. 45/-

حصہ اول

Rs. 24/-

Hayat-e-Musleh Ummat Ra. Al.

Rs. 50/-

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۷ جولائی ۱۹۸۴ء جلد

Regd. No.1 2/9/AD-111

Monthly

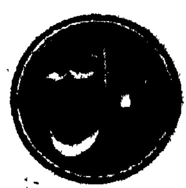
LULY 1984

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad



Rs. 45/-



Rs. 24/-

Hayat-e-Muslehul Ummat Ra. Al.

Rs. 50/-

حاملِ مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ غیر ممالک		
نام ممالک	ہوائی	بحری
۱- برما، پاکستان	۵ پونڈ	۴ پونڈ
۲- عرب ممالک	۶	"
۳- انگلینڈ	۷	"
افریقہ وغیرہ	"	"
ویسٹ انڈیز	"	"
۴- امریکہ	۸	"

چندہ سالانہ
۲۵ پچیس روپئے
چندہ ششماہی
۱۳ تیرہ روپئے

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپئے ۲ روپیہ
مدیر: عبد المجید عفی عنہ

جلد ۷	رمضان و شوال ۱۴۰۳ھ مطابق جولائی ۱۹۸۳ء	شمارہ ۷

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۲ بخشی بازار- الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و نیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۲ بخشی بازار- الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷- ڈی L ۱۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

۱۔ یہ جولائی ۸۴ء کا رسالہ پیش نظر ہے اس ماہ سے رسالہ کی دوسری ششماہی شروع ہوتی ہے لہذا جن حضرات نے ششماہی کا چندہ ابھی نہ بھیجا ہو وہ جلد سے جلد اپنا چندہ ارسال فرمادیں باقی بہت سے احباب ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس سال ہی کا چندہ ابھی نہیں عطا فرمایا ان سے درخواست ہے کہ وہ بھی جلد توجہ فرمادیں۔ رسالہ کے پاس اور کوئی کتب خانہ نہیں ہے بس احباب کے اسی زرِ چندہ ہی سے اسکی گاڑی چل رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں پیشگی ہی چندہ آجایا کرے تب ہی سہولت ہوسکتی ہے ورنہ چھ چھ مہینے اور سال سال بھر تک اگر آپ چندہ روکے رہیں گے تو دشواری ہو جائیگی

۲۔ ہمارے جو احباب فارن (بیرون ہند) میں رسالہ کے خریدار ہیں انکی خدمت میں گذارش ہے کہ محصول ڈاک کے اضافہ کی وجہ سے ان کے زرِ معاوضہ میں بھی کچھ ترمیم ہوگئی ہے اسکی تفصیل رسالہ کے اِنر ٹائیٹل پر جہاں رسالہ کا نام لکھا ہوتا ہے اسکے سائیڈ میں ملاحظہ فرمالیا جائے۔

۳۔ احباب کو حیاتِ مصلح الامۃ کا جس بیتابی سے انتظار ہے اسکا کچھ اندازہ ان کے تقاضوں کے خطوط سے ہوتا ہے مگر کیا کیا جائے کہ معاملہ دوسروں کے ہاتھ میں ہے کتنے دنوں تک تو کاتب صاحب سے الجھاؤ رہا کہ جلدی لکھ دیجئے جلدی لکھ دیجئے انشاء اللہ کرکے ان سے فرصت ملی تو اب اہل پریس کے رحم وکرم پر پڑی ہوئی ہے شعبان ورمضان کا مہینہ تو ان کیلئے کام کا سیزن ہی ہوتا ہے اسوقت اتنے بڑے کام میں ہاتھ لگانے کیلئے تیار نہ ہوئے اسکے بعد الہ آباد میں گرمی کی شدت مانع بنی اسکا عذر رہا کہ چھپائی خراب ہوجائیگی ذرا اور ٹھیر جائیے اب جبکہ الحمدللہ بارش بھی ہوگئی تو کام شروع ہوا اور الحمدللہ تقریباً چالیس فارم طبع بھی ہوچکے ہیں۔ ۶۶ فارم کی کل کتاب ہے امید ہے کہ احباب کے پاس رسالہ کے پہونچتے پہونچتے طباعت کا کام مکمل ہوجائے گا اسکے بعد کے مختصر سے مراحل رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جلد ہی اسکو مکمل فرماکر احباب کی نظروں میں ہمیں سرخرو بنائیں۔ (الحمدللہ کہ کتاب طبع ہوکر دفتری کے یہاں جاچکی ہے)

۴۔ رسالہ میں ایک سلسلہ "ثمرات الاوراق" (از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ) کا بھی

چل رہا تھا جون کے رسالہ میں وہ کتاب مکمل ہوگئی اصل کتاب کے دو حصے تھے ایک نثر ایک نظم۔ نثر جسکا نام "ثمرات الاوراق" تھا اسے ہی طبع کرنا مقصود تھا لیکن جون کے فارم میں چند صفحات خالی رہ گئے اسلئے چند نظمیں حصہ نظم سے لیکر فارم پورا کردیا گیا اس حصہ کو نہ پورا شائع کرنا تھا نہ کیا گیا ـــ اب رہا یہ مسئلہ کہ اسکی جگہ کیا چیز شائع کیجائے تو مشورہ میں یہ بات آئی کہ ہمارے حضرت مصلح الامتؒ اپنی مجلس میں مکاتیب رشیدیہ کا بہت ذکر فرماتے تھے۔ یہ فرماتے تھے کہ ہمیں تو سلوک کے سلسلہ میں اس کتاب سے بہت نفع پہونچا۔ پھر فرمایا کہ اب یہ کتاب ملتی نہیں رسالہ میں ہی اسے طبع کرادو لیکن اُس زمانہ میں خود حضرت اقدس کے مضامین کی کثرت کی وجہ سے اسکی نوبت نہ آسکی اب سنا ہے کہ یہ کتاب یعنی "مکاتیب رشیدیہ" طبع ہوچکی ہے تاہم ایک تو حضرت والا کی تمنا دوسرے یہ کہ رسالہ میں طبع ہوجانے کی وجہ سے عمومی طور سے ہر ایک خریدار کے پاس یہ کتاب پہونچ جائیگی اس خیال سے مناسب سمجھا گیا کہ "ثمرات الاوراق" کی جگہ اب مکاتیب رشیدیہ شائع کی جائے اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو مقبول و مشکور فرمادے۔ چنانچہ آئندہ ماہ سے انشاء اللہ تعالیٰ آپکی خدمت میں یہ کتاب پیش کیجائیگی۔ اس سلسلہ میں ہوسکتا ہے کہ اگر کہیں کوئی بات عام لوگوں کی فہم سے بالاتر ہوئی اور خود حضرت اقدس سے سنکر یا حضرت اقدسؒ کی صحبت کی برکت سے اپنی فہم نارسا میں اسکی کچھ توضیح آگئی تو اسے علحدہ سے حاشیہ میں عرض کردیا جائیگا۔ واللہ الموفق۔

۵۔ تالیفات مصلح الامتؒ کے چار حصوں میں اب صرف حصہ اول اور حصہ چہارم دفتر میں موجود ہے بقیہ دو حصے یعنی دوم اور سوم ختم ہوچکے ہیں حصہ اول کی قیمت ۲۴ روپئے ہے اور چہارم کی قیمت ۳۵ روپیہ رعایتی ہے۔ حیات مصلح الامتؒ کے خریدار صاحبان ۲۰ شوال کے بعد اب اسکی کامل قیمت یعنی پچاس ۵۰ روپیہ ارسال فرمادیں اسلئے کہ رعایت کا وقت ۲۰ شوال کے بعد ختم ہے

۶۔ کوپن پر خصوصیت سے اور عموماً اپنا پتہ اردو یا انگریزی میں صاف صاف تحریر فرمادیں رقم کی تعداد۔ مد اور مقام و ڈاکخانہ ضرور لکھدیا کریں ـــ ۷۔ پوسٹل آرڈر یا ڈرافٹ کراس دفتر وصیۃ العرفان کے نام نہ بھیجا جائے کیونکہ دفتر کا کوئی اپنا اکاؤنٹ نہیں ہے۔

(ادارہ)

اور عرف میں پیر کو یا مرید کو جو لوگ کاذب کہتے ہیں تو یہ صرف زبانی کذب کے اعتبار سے نہیں بلکہ اعمال و افعال کے اعتبار سے ہی اسکا اطلاق ان پر کرتے ہیں یعنی جو اعمال و افعال ایسے لوگوں کے ہونے چاہئیں یا ایسے لوگوں کے تھے وہ نہیں ہیں۔ غرض بعض محققین نے بھی صدق کو اقوال سے متجاوز کر کے افعال میں بھی اسکا اجرا کیا ہے یعنی انسان صادق صرف قول ہی سے نہیں ہوتا بلکہ افعال بھی اسکو صادقین کے سے کرنے ہوں گے۔ مگر اب بھی ایک بہت بڑا خلا باقی رہ گیا ہے وہ یہ کہ احوال میں بھی صدق و کذب ہوتا ہے اور اس سے یہ بیان خالی رہ گیا ہے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "التنبیہ الطربی" میں ایک طویل عبارت نقل کی ہے جس کے بعد یہ عبارت ہے کہ :۔

من هو الصادق فی السکر حتی يسامح و من هو الکاذب فيه حتی يواخذ	کون شخص اپنے جذب اور سکر (عشق و محبت) میں سچا ہے تاکہ اس سے تسامح روا رکھی جائے اور کون شخص کاذب ہے تاکہ اس پر مواخذہ اور گرفت کیجائے۔

تو دیکھئے یہ سکر و محبت احوال میں سے ہیں اور اس میں بھی صدق اور کذب کا استعمال ہوا ہے۔

مثنوی میں بھی ایک بدوی کی حکایت ہے جو کہ رو رہا تھا اور اس کا کتا مر رہا تھا لوگوں نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ کہا کتا پرانا رفیق تھا اب مر رہا ہے کہا کیوں مر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بھوک سے۔ پھر کہا گیا کہ اس ٹوکرے میں کیا ہے؟ اس نے کہا روٹیاں ہیں۔ کہا جب رو رہے ہو اور یہ مر بھی رہا ہے بھوک سے، اور روٹیاں بھی موجود ہیں تو اسے کیوں نہیں دیتے۔ کہا کہ جناب سفر میں روٹی بے درہم نہیں ملتی اور آنکھ کا پانی تو مفت ہے۔

باقی یہ واقعہ جو شیخ نے روز بہان بقلی کا نقل فرمایا ہے یہ تو اپنی نوع میں بے نظیر ہے ہی چنانچہ صوفیۂ کرام کی سیرت اور ان کے صدق و خلوص کی بنظیر

مثال ہے۔ طریق کی اصل کا نہایت واضح اور محسوس بیان ہے نیز بہت عبرت انگیز واقعہ ہے اسپر بیاختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

نام و ننگ و عزتِ دنیا ز داماں ریختیم   از پئے وصلِ نگارے حیلہا انگیختیم

(ہم نے اپنی نیک نامی و بدنامی اور دنیوی عزت کو اپنے دامن سے جھاڑ دیا ہے اور اپنے محبوب کے وصل کی خاطر ہم نے کیا کیا حیلے اختیار کئے ہیں)

مگر اہل اللہ کے اس قسم کے واقعات بکثرت ہیں کہ انکو ابتلاءات پیش آتے رہتے ہیں۔ ابتلاءات کا پیش آنا اس راہ میں لازم ہے صادق اور کاذب میں اسی سے امتیاز ہوتا ہے۔ مدعی اور محقق میں اسی سے فرق ہو جاتا ہے ؎

خوش بُوَد گر محکِ تجربہ آید بمیاں   تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

نقد صوفی نہ ہمہ صافی بےغش باشد   اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

(کیا خوب ہوتا جو آزمائش و امتحان کی کسوٹی سامنے آجاتی تاکہ جس کے اندر ذرا بھی کھوٹ ہوتا وہ سیہ رو ہو جاتا۔ صوفی کی پونجی (اسکے حالات وغیرہ) سب کے سب خالص ہی نہیں ہوتے بلکہ بہت سی گدڑی آگ میں ڈالنے کے قابل ہوتی ہے)

اس نص میں اسی امتحان کا بیان ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکَاذِبِیْنَ (کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف زبان سے آمنا کہکر بچ جائیں گے اور انکی آزمائش نہ ہوگی، ایسا نہیں ہے بلکہ صادقین اور کاذبین کو الگ الگ ہم جاننا چاہیں گے)

لوگ اس دھوکہ میں ہیں کہ صادق وہ ہے کہ جس کو یہ سب آزمائش پیش ہی نہ آوے ایسا ممکن ہے مگر نص تبلارہی ہے کہ یہ ابتلاء عام ہے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ دو شخص بھی ایسے نہیں نکلتے جنکا امتحان نہ لیا جاتا ہو مگر صادق اپنے صدق کی برکت سے ابتلاءات سے نکل بھی جاتا ہے اور کاذب بھاگ نکلتا ہے اور زیادہ تر لوگ بھاگ ہی نکلتے ہیں ٹھہرنے والے کم ہی ہوتے ہیں۔ ہم نے بکثرت بھاگنے والوں کا ایسے ابتلاءات میں مشاہدہ کیا ہے۔ اللّٰھم احفظنا من

کل بلاد الدنیا والآخرۃ۔

اب سمجھ میں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علیکم بالصدق فان الصدق ینجی وایاکم والکذب فان الکذب یہلک و علیکم بالاحسان فان اللہ یحب المحسنین ۔ (اپنے اوپر سچائی کو لازم پکڑو اسلئے کہ صدق ہی نجات دلانے والا ہے اور اپنے کو کذب سے بچاؤ اسلئے کہ کذب ہلاک کرنیوالی شے ہے اور اپنے اوپر نیکوکاری اور اخلاص کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالے نیکوکاروں سے محبت فرماتے ہیں)

(راقم عرض کرتا ہے کہ ان بزرگ کا یہ واقعہ جو شیخ نے نقل کیا ہے دیکھنے میں تو صرف ایک واقعہ ہے مگر حقیقت میں دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق ہونے کے لئے سالک کو کیسی کیسی دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا ہوتا ہے ۔ چنانچہ اہل اللہ نے اپنے ظاہر و باطن کو یکساں کرنے کے لئے کیسے کیسے مجاہدات اختیار کئے ہیں جہاں کہیں قول یا فعل یا حال میں ان حضرات نے اپنے نفس کی آمیزش محسوس کی تو پھر ان کا صدق اس امر کی اجازت ہی نہیں دیتا تھا کہ وہ اس حال پر باقی رہ جائیں۔ بس یہ حضرات اپنے نفس کو پکڑ لیتے تھے اور اسکو رگڑ کر رکھدیتے تھے ملامت حق کی تو کیا پرواہ کرتے خود کو نشانۂ ملامت بنالینا ہی اسکا علاج جانتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ نفس اس چیز سے بالکل ہی پاش پاش ہو جاتا ہے یہی لوگ الذین جاھدوا فینا کے صحیح مصداق ہوتے ہیں۔ دیکھئے ان بزرگ کے صدق کی برکت سے انکا حال لاحق حال سابق سے کہیں زیادہ رفیع اور عالی ہوگیا۔ اب جو لوگ کہ شیخ کے سلسلہ میں منسلک ہیں انکے لئے ضروری ہے کہ شیخ کی بیان کردہ تعلیمات پر عمل کریں اور جو عمل نہ کرے وہ دراصل شیخ کے سلسلہ میں منسلک ہے ہی نہیں ۱۲ جامع عفی عنہ)

بہرحال شیخ کی اس عبارت میں بیان ہے کہ اصلاح حال ہی میں صدق

وکذب ہوتا ہے اور یہی منشار ہوتا ہے اس صدق وکذب کا جو اقوال واعمال میں ہوتا ہے یعنی اقوال واعمال کا صدق وکذب اسی سے ناشی ہے پس صوفیہ نے اسی کو اصل قرار دیا ہے اور حدیث سے بھی اسکا اثبات ہوتا ہے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ

الاان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب	آگاہ ہو جاؤ کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ صالح ہوتا ہے تو سارا جسم صالح اور درست رہتا ہے اور جب وہ فاسد ہوجاتا ہے تو تمام جسم فاسد ہوجاتا ہے سن لو کہ وہ لوتھڑا قلب ہے

دوسری حدیث سنئے :۔

انما الاعمال بالنیات و انما لامری ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ و من کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ۔	بلاشبہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جیسی وہ نیت کرے سو جس کی ہجرت اللہ ورسول کیطرف ہے تو اسکی ہجرت تو اللہ ورسول کے لئے ہے اور جسکی ہجرت دنیا کے لئے ہے جسکو کہ وہ حاصل کرے یا کسی عورت کیلئے ہے جس سے نکاح کرے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے ۔

اس حدیث کا ایک خاص واقعہ ہے مہاجرین نے جو ہجرت کی تھی تو محض اللہ ورسول کی خوشنودی کے لئے کی تھی ایک شخص نے اس قصد سے یہ ہجرت کی تھی کہ اسکی محبوبہ ہجرت کرگئی تھی اسکا مقصود اس ہجرت سے اس سے نکاح کرنا تھا ابتغاء مرضات اللہ نہ تھا پس نیت اور حال موافق ظاہر عمل کے نہ تھا اسلئے یہ معتبر نہ ہوئی اور یہ شخص مہاجر ام قیس کہلایا یہ اس عورت کا نام تھا اور آیات تو اس باب میں غیر محصور ہیں قرآن شریف سے مناسبت رکھنے والوں پر

مخفی نہیں ۔

(اضافہ از ناقل : راقم عرض کرتا ہے کہ طریق میں اللہ والوں کا کیسا کیسا ابتلاء اور امتحان ہوا ہے انکے واقعات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں بے محل نہ ہوگا اگر ناظرین کی واقفیت کے لئے حضرت عبداللہ اندلسی کا واقعہ بیان کردیا جائے ۔ بڑے ہی عبرت کا واقعہ ہے اور عجب وناز کو تو پاش پاش ہی کردینے والا ہے ۔ جو لوگ مشائخ پر اور تصوف پر معترض ہوتے ہیں وہ لوگ اس نوع کے واقعات کا مطالعہ فرمائیں اور پھر دیکھیں کہ مخلص لوگ کیسے ہوا کرتے ہیں اور یہ کہ اہل تصوف نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا تو اسکا کیا حق ادا کیا اور کتنا کتنا اس راہ میں مجاہدہ کیا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کردیا کہ کہ ہم لوگ آرام طلب نہیں ہیں بلکہ ہمارا کھانا پینا اس راہ میں خون دل اور لخت جگر ہے بقول قائل ؎

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو ۔ یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

بزرگوں کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ راہ دشوارگذار اور اس میں چلنا ہر ایک کے بس کی بات ہی نہیں ہے یہ عشق و محبت کی راہ ہے جس کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے ؎

سودا قمار عشق میں مجنوں سے کوہکن ۔ بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشقباز ۔ اے روسیاہ! تجھسے تو یہ بھی نہو سکا

اب جو لوگ کہ اس راہ کا سودا اپنے دل میں رکھتے ہیں وہ اپنے کو قاصر پاتے ہوئے اور عاجز سمجھتے ہوئے ان حضرات کے فضل کا اعتراف کرتے ہیں اور جو بے توفیقے اور آرام طلب ہوتے ہیں وہ اپنے نقص کو چھپانے کے لئے نہ یہ کہ خود انھیں اکابر پر اعتراض کرتے ہیں بلکہ تصوف ہی کو امر محدث اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اہل اخلاص کے اخلاص کو ضایع نہیں فرماتے چنانچہ بڑے بڑے مشائخ سے لغزش اور چوک ہوگئی ہے اور وہ نہایت سخت

آزمائش میں پڑگئے ہیں مگر پھر اللہ تعالےٰ نے انکو اس سے نجات عطا فرمادی اور انکا بعد کا حال پہلے سے زیادہ ارفع اور اعلیٰ دیکھا گیا ہے۔

چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ بغداد میں ایک بڑے بزرگ تھے عبداللہ اندلسی نامی۔ جملہ اہل عراق کے شیخ تھے۔ تیس ہزار احادیث کے حافظ تھے۔ قرآن شریف کو اسکے سب طرق سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہی بزرگ کہیں سفر میں نکلے ان کے اصحاب و رفقاء میں سے جنیدؒ و شبلیؒ جیسے مشائخ بھی تھے اور ان کے علاوہ عراق کے دوسرے مشائخ بھی تھے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم برابر ان کی خدمت میں رہے اور خدا کے فضل و کرم سے عزت و اکرام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ہم کافروں کی ایک بستی میں پہونچے وہاں ہم نے پانی تلاش کیا تاکہ وضو کریں، پانی سامنے کہیں نظر نہ آیا تو ہم لوگ اس بستی کے چاروں طرف پانی کی تلاش میں چکر لگانے لگے اتنے میں ہم ایک گرجے کے پاس پہونچے جسمیں بڑے بڑے پادری اور عیسائیوں کے علماء موجود تھے اور وہ سب کے سب صلیب کی پرستش کر رہے تھے۔ ہم سب نے اس منظر کو دیکھکر تعجب کیا کہ دیکھو تو کیسے کیسے بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں اور کتنے بے عقل ہیں۔ (شیخ نے بھی انکی تحسین از راہ عجب فرمائی) پھر اسکے بعد ہم لوگ ایک کنوئیں پر پہونچے جو بستی کے بالکل دوسری جانب کنارہ پر واقع تھا وہاں کچھ عیسائی لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں ان کے درمیان ایک بہت ہی حسین لڑکی تھی کہ اس جیسی انمیں کوئی نہ تھی اور وہ گلے میں سونے کا ہار بھی پہنے ہوئے تھی۔ جب شیخ کی نظر اس پر پڑی تو فوراً چہرے کا رنگ بدل گیا لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کس کی لڑکی ہے؟ بتایا گیا کہ وہ اس بستی کے بادشاہ کی لڑکی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اسکا باپ اسکو کیوں اس طرح ذلیل و پامال کر رہا ہے کیوں نہیں اسکی حفاظت اور اسکا اکرام کرتا کہ اسکو پانی بھرنے کے لئے نہ بھیجتا۔ لوگوں نے کہا اسکا باپ ایسا اسلئے کرتا ہے تاکہ جب اسکی شادی ہو جائے تو یہ آرام طلب ہو کر نہ رہے بلکہ

اپنے شوہر کی خدمت کرے اور اسکو آرام پہونچائے اور اپنی تن پروری اور تن آرائی میں نہ رہے یہ سنکر شیخ وہیں سر جھکا کر بیٹھ گئے اور تین دن تک اس طرح بیٹھے رہے کہ نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا ہوش اور نہ کسی سے کلام کرتے بس صرف نماز پڑھ لیتے تھے اور سبکے سب مشائخ ان کے سامنے کھڑے ہوئے حیران تھے کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں؟ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں ہمت کر کے آگے بڑھا اور عرض کیا کہ یا شیخ یہ آپ کے رفقاء اور مریدین آپکی سہ روزہ خاموشی کیوجہ سے بڑی فکر میں پڑ گئے ہیں آپ نے تو کسی سے بات نہیں فرمائی۔ یہ سنکر ہماری جانب رخ کیا اور فرمایا کہ اے لوگو سن لو کہ وہ لڑکی جس کو میں نے کل یہاں دیکھا تھا اس سے مجھے دلی محبت ہو گئی ہے اور میرا قلب اس پر فریفتہ ہو گیا ہے اور مجھ میں سکت نہیں باقی رہی کہ میں اس سرزمین کو چھوڑ کر کہیں جا سکوں۔ اسپر حضرت شبلیؒ نے عرض کیا کہ حضرت آپ سارے عراق کے شیخ ہیں اور تمام اطراف میں آپ کے زہد کا چرچا ہے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد بارہ ہزار ہے آپکو کتاب عزیز کا واسطہ دیتا ہوں کہ خود کو اور ہم سب کو رسوا نہ کیجئے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اے لوگو! اب تو جو تقدیر میں لکھا تھا وہ ہو ہی گیا اور میں عدم کے سمندر میں جا گرا یعنی مجھ سے ولایت کا لباس چھین لیا گیا اور ہدایت کی نشانیاں مجھ سے لپیٹ کر رکھدی گئیں۔ یہ فرما کر شیخ بہت روئے اور کہا کہ لوگو! جاؤ واپس جاؤ خدا کی قضا اور تقدیر کا لکھا پورا ہوا ہم لوگوں کو شیخ کے اس حال پر بڑا رنج اور قلق ہوا اور بہت ہی تعجب ہوا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی کہ وہ ہر مکر سے ہمکو محفوظ رکھے۔ پھر ہم لوگ بھی بہت روئے اور ہمکو روتا دیکھکر شیخ بھی بہت روئے یہاں تک کہ پاس کی زمین تر ہو گئی اسکے بعد مجبوراً ہم لوگ انھیں چھوڑ کر بغداد واپس چلے آئے۔ وہاں کے لوگ قافلہ کی واپسی کی خبر سنکر شیخ سے ملنے کے لیے آنے لگے اور مریدین کا ہجوم ہو گیا لیکن جب ہمارے درمیان میں شیخ کو نہ دیکھا تو دریافت کیا کہ شیخ کہاں ہے!

ہم نے جو حالات پیش آئے تھے تفصیل سے سب بیان کر دیئے اسکو سنکر ایک بڑی تعداد شیخ کے مریدوں کی تو مارے غم کے اسی وقت ختم ہوگئی اور باقی لوگ رونے لگے اور اللہ تعالیٰ کی جانب گڑگڑانے اور آہ وزاری کرنے لگے کہ یا اللہ ہمارے شیخ کو ہمارے پاس واپس فرما دیجئے۔ خانقاہیں بند ہوگئیں۔ سافرخانوں میں تالے پڑ گئے اور خلوت خانے خالی نظر آنے لگے اور عام لوگوں پر ایک عجیب قسم کا رنج طاری رہنے لگا۔ اسی حال میں ہم نے ایک سال کامل گذارا۔

پھر میں اپنے بعض رفقاء کے ہمراہ نکلا کہ ذرا شیخ کا پتہ تو چلاؤں کہ کس حال پر ہیں چنانچہ اسی بستی میں پہونچا اور شیخ کا حال دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ کہیں جنگل میں سور چرا رہے ہوں گے۔ میں نے پوچھا اسکا سبب کیا امر ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ شیخ نے اس لڑکی کے باپ کو پیغام دیا اسنے کہا کہ میں تو اسکی شادی ایسے شخص سے کروں گا جو ہمارے ہی دین پر ہو اور ہمارے ہی جیسی عبا پہنے۔ زنار باندھے۔ گرجے کی خدمت کرے اور سور چرائے۔ چنانچہ شیخ نے یہ سب کام منظور کیے اور وہ دیکھو وہ جنگل میں سور چرا رہے ہیں شبلی کہتے ہیں کہ یہ سنکر ہمارا قلب تو پاش پاش ہوگیا اور روتے روتے ہماری آنکھیں آشوب کر آئیں بہرحال ہم روتے روتے شیخ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ سور کے ایک گلے کے پاس کھڑے ہوئے ہیں جب ہم لوگوں کو دیکھا تو اپنی نظر نیچی کرلی نصاریٰ کا ٹوپ سر پر لگائے ہوئے تھے، وسط کمر میں زنار باندھے تھے اور اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے کھڑے تھے بالکل اسی انداز سے جس طرح سے کبھی محراب میں خطبہ دیتے وقت کھڑے ہوتے تھے۔ ہم نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا یا شیخ یہ آپ کا کیا حال ہے اور کہاں آپ کا کیا حال تھا کہاں تو وہ احادیث کا درس اور علوم تھے اور کہاں آپ یہ دردسری اور ہموم اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ سنکر فرمایا کہ اے میرے دوستو!

یہ سب میرے اختیار سے باہر ہے مالک کی جیسی مرضی ہوئی میرے ساتھ معاملہ فرمایا مجھے اپنے قریب سے دور کردیا بعد اسکے کہ میں بھی کبھی احباب میں سے تھا۔ پس اسے دوستو! ڈرو اور عبرت حاصل کرو اور اسکے ہٹا دینے اور مردود کردینے سے ڈرو اور اسے میرے پیارو بچو اسکے تعلق کے خاتمہ سے اور اسکی سزا سے۔ یہ کہکر اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا اور کہا کہ اے میرے مولا! مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی یہ کہکر رونے لگے اور نالہ و فریاد کرنے لگے اور پکار کر کہا کہ اے شبلی اپنے غیر سے نصیحت حاصل کرو۔ حضرت شبلیؒ اس سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے بھی بلند آواز سے دعا کی کہ اے اللہ آپ ہی کی مدد درکار ہے اور آپ ہی کا سہارا ہے آپ ہی پر بھروسا ہے۔ یا اللہ ہم سے اس مصیبت کو دور فرما دیجئے محض اپنے فضل و کرم سے۔ یا اللہ یہ مصیبت ہم پر ایسی آگئی ہے کہ آپ ہی اسکو ہٹا سکتے ہیں آپ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ جب ان سوروں نے ہمارے ساتھیوں کا رونا اور گڑگڑانا سنا تو وہ سب بھی چیخنے چلانے لگے اور ان رونے والوں کے پاس آکر ان کے قدموں میں اپنا سر رگڑنے لگے اور سب ملکر اسقدر زور زور سے چیخنے چلانے لگے کہ مجھے تو ایسا محسوس ہوا کہ قیامت ہی آگئی اسکے بعد شیخ بھی بہت روئے حضرت شبلیؒ نے ان سے عرض کیا کہ حضرت ہمارے ساتھ بغداد تشریف لے چلئے گا؟ انھوں نے جواب دیا کہ اب یہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ میں تو اب سور چرا رہا ہوں ایک زمانہ کبھی ایسا بھی تھا کہ لوگوں کے قلوب کی اصلاح کیا کرتا تھا مگر افسوس کہ قسمت نے کیا سے کیا دکھایا۔ شبلیؒ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ حضرت کو قرآن شریف بھی حفظ تھا اور حضرت اس کو اس کی قرأت سبعہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے؟ اب بھی وہ کچھ یاد ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ سارا قرآن بھول گیا ہوں صرف اسکی دو آیتیں یاد ہیں۔ میں نے کہا

وہ کون سی ہیں ؟ فرمایا کہ ایک تو یہ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ یعنی جسکی اہانت خدا ہی کو منظور ہوا سکا کوئی اکرام کرنے والا نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ۔ اور دوسری آیت یہ کہ وَ مَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ یعنی جو شخص اپنے ایمان کو کفر سے بدل لے تو وہ سیدھی راہ سے بہت دور جا پڑا ۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا شیخ ! آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس ہزار احادیث بھی یاد تھیں ان میں سے اب بھی کچھ یاد ہیں یا نہیں ؟ فرمایا کہ کچھ نہیں یاد رہ گئی ہیں سوا ایک حدیث کے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے دین کو بدل دے اسکو قتل کر دو ۔ حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ہم نے انا للہ پڑھا اور انکو انکے حال پر چھوڑ دیا اور اپنے وطن واپس لوٹ آئے ۔ اس انقلاب پر ہمیں سخت حیرت اور افسوس تھا ۔ لیکن مزید حیرت کا سبب یہ ہوا کہ جب ہم شیخ کے پاس سے واپس ہوئے اور تین دن کی مسافت طے کر چکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے سے ایک نہر سے نہا دھو کر پاک و صاف ہو کر نکل رہے ہیں اور کلمۂ حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان مبارک پر جاری ہے اور اسکے ذریعہ سے تجدید ایمان و اسلام فرمارہے ہیں ۔ ہم نے جب شیخ کو اس حال میں دیکھا تو ہماری تو خوشی کی انتہا نہ رہی شیخ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا ارے بھائی مجھے ایک پاک و صاف جوڑا کپڑا دو تاکہ میں پہن لوں ہم نے کپڑا دیا شیخ نے اسے پہنکر سب سے پہلے نماز ادا کی اور پھر ہمارے پاس بیٹھے ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اسی خدا کے رحمان و رحیم کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے آپ کو ہم میں لوٹا دیا اور ہماری پراگندگیوں اور انتشار کا خاتمہ فرما دیا آپ کے ذریعہ سے ۔ ذرا یہ تو بتلائیے کہ آپکو ہو کیا گیا تھا ؟ اور آپ پر ان ایام میں کیا گذری ؟ شیخؒ نے فرمایا کہ بھائی میرے جب تم لوگ مجھے اس بستی میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے تو میں نے قدیمی تعلقات کا

حوالہ دیکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور یہ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں گنہگار اور خطاکار ہوں مجھے اپنے کرم سے معاف فرما دیجئے تو حق تعالیٰ نے مجھے اپنے جود وسخا کے دامن میں لے لیا یعنی مجھے معاف فرما دیا اور اپنی ستاری کے پردے میں مجھے ڈھانک لیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ایک بات اور دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ پر جو یہ مشقت اور افتاد پڑی اسکا سبب کیا ہوا تھا؟ شیخ نے فرمایا کہ ہاں بھائی اسکا سبب یہ ہوا تھا کہ ہم لوگ جب اس عیسائیوں کی بستی میں پہونچے تھے اور وہاں ایک گرجا تھا تم لوگ جیسے ادرگرد گھوم رہے تھے تو میں ان صلیب پرستوں کو دیکھکر اپنے دل میں (ازراہِ عُجب اور انکی تحقیر کرتے ہوئے) یہ کہا تھا کہ ان لوگوں کی میرے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے یہ میری کیا برابری کر سکتے ہیں میں تو مومن ہوں اور موحد ہوں۔ بس اس خیال کا آنا تھا کہ جیسے کسی نے میرے دل میں یہ کہا کہ جس ایمان پر تم فخر کر رہے ہو کیا وہ تمھارا ذاتی کمال ہے یا کسی کا کرم اور عطیہ ہے اور تمکو اپنے مومن اور موحد ہونے پر ناز ہو تو کہو تو تمکو تمھارے ایمان کی حقیقت دکھلائیں اسکا خیال آنا تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی چیز میرے سینے سے پھُر سے اڑ کر نکل گئی اور یہ طائر ایمان تھا اور پھر اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ تم نے دیکھا ہی۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے عبرت حاصل کی اور شیخ کی واپسی سے بیحد مسرت ہوئی چنانچہ شیخ کو ہمراہ لیکر ہم جب بغداد میں داخل ہوئے تو وہ ہماری خوشی کا ایک تاریخی دن تھا۔ ہر چہار طرف سے لوگ ملاقات وزیارت کو آنے لگے۔ خانقاہیں۔ مسافرخانے اور لوگوں کی قیام گاہیں جو بند پڑی تھیں سب کھل گئیں۔ خلیفۂ وقت شیخ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ان کے لئے ہدایا بھیجے اور ان سے علم حاصل کرنے کے لئے چالیس ہزار طلبہ جمع ہوگئے چنانچہ اسی حال پر ایک طویل زمانہ گذر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن بھی جو سلب ہوگیا تھا واپس فرما دیا۔ احادیث بھی سب یاد ہوگئیں بلکہ پہلے سے کچھ زیادہ ہی

علم وفضل حاصل ہوگیا۔ اسی طرح سے ہم لوگ ایک دن شیخ کی خدمت میں حاضر تھے کہ فجر کے بعد ہی کسی آنے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ پر جاکر دیکھا تو کوئی شخص کمبل میں لپٹا ہوا منہ بند کئے ہوئے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کس کے پاس آئے ہو اور کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے شیخ سے فرمادیجئے کہ وہی رومی باندی جسکو آپ فلاں بستی میں چھوڑکر چلے آئے ہیں وہی آپکی خدمت میں حاضر ہوئی ہے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے واپس جاکر حضرت شیخ سے اسکی اطلاع کی۔ اسکا نام سنتے ہی شیخ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور بدن پر کپکپی سوار ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ اسکو بلالو۔ جب وہ شیخ کے سامنے آئی تو بڑی زور سے روئی۔ شیخ نے فرمایا کہ کہو کیسے آنا ہوا اور تم یہاں تک کیسے پہونچیں۔ ہمارا پتہ کس نے بتایا؟ اس نے کہا یا سیدی! جب آپ میری بستی سے بالا بالا چلے آئے تو مجھے کسی نے اسکی اطلاع کی تو ایک شب تو میں نے روتے ہوئے اور بیقراری میں کروٹیں بدلتے ہوئے گذاری خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو چاہتی ہے کہ تیرا شمار مومنات میں سے ہو تو تو اپنے اس مذہب کو ترک کر اور اس شیخ کے پاس جا اور اسکے دین میں داخل ہوجا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسکا دین کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اسلام۔ میں نے کہا کہ اسلام کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ گواہی دینا یعنی دل سے ماننا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے رسول ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ آخر میں ان شیخ تک کیسے پہونچوں؟ انھوں نے فرمایا کہ لاؤ اپنا ہاتھ اور اپنی آنکھ بند کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ پھر وہ چند ہی قدم چلے اور فرمایا کہ آنکھ کھول دو میں نے آنکھ کھولدی تو دجلہ کے کنارے خود کو کھڑا ہوا پایا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ وہ دیکھو خانقاہ نظر آرہی ہے اسیں چلی جاؤ شیخ سے ملاقات ہوجائیگی اور شیخ سے میرا سلام کہنا اور یوں کہنا کہ آپ کے بھائی خضر نے آپ کو سلام کہا ہے۔ شبلیؒ کہتے ہیں کہ پھر شیخ نے اسکو اپنی خانقاہ میں عورتوں

کی قیام گاہ میں شامل فرمالیا اور اس سے کہا کہ بس اسی میں قیام کر کے عبادت کرو چنانچہ وہ اپنے زمانہ کی ایک بڑی عبادت گذار بی ہوئی۔ ہر روز دن میں روزہ رکھتی تھی اور ساری رات نماز پڑھتی تھی جسکی وجہ سے بہت لاغر ہوگئی تھی اور اسکے چہرے کا رنگ روغن بھی بالکل بدل گیا تھا اسی اثناء میں وہ بیمار پڑی اور ایسی بیمار پڑی کہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہی اسکا مرض الموت ہے چنانچہ قریب المرگ ہوگئی لیکن شیخ اس سے ملنے نہیں آئے۔ پس اس نے ایکدن خود ہی لوگوں سے یہ کہا کہ شیخ سے میری جانب سے یہ کہدیجئے کہ مرنے سے پہلے تو ایک دفعہ مجھ سے مل جاویں۔ شیخ تک جب اسکا یہ پیغام پہونچا تو اس سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اس نے جب شیخ کو دیکھا تو رونے لگی شیخ نے اسکو تسلی دی اور فرمایا کہ رو و مت انشاء اللہ اب ہمارا اور تمھارا ساتھ کل کو قیامت میں دار الکرامت میں ہوگا اسکے بعد اسکا انتقال ہوگیا۔ شیخ بھی اس کے بعد چند ہی روز زندہ رہے اسکے بعد انکا بھی انتقال ہوگیا۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں خواب میں دیکھا تو اس حال میں دیکھا کہ ستر حوروں سے انکا نکاح ہو چکا ہے جس میں سب سے پہلا نکاح اسی جاریہ رومیہ کے ساتھ ہوا تھا اور یہ دونوں اُن حضرات کے ساتھ جنت میں تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرما رکھا تھا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ وحسن اولٰئک رفیقا و ذالک الفضل من اللہ وکفیٰ باللہ علماً۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

سبحان اللہ! بڑا ہی عبرتناک واقعہ ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز ہیں اور سب لوگ اسکے کرم کے محتاج ہیں)۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدق وکذب اقوال، اعمال اور احوال تینوں میں ہوتا ہے)

شیخ المشائخ محب اللہ الٰہ آبادی قدس سرہٗ کے رسالہ "ہفت احکام" کا حکم سابع جو کہ رذائل اور انکے علاج پر مشتمل تھا یہاں ختم ہوا۔

(مکتوب نمبر ۳۵۷)

حال: الحمدللہ معمولات مع نوافل وتلاوت قرآن شریف وقت سے ادا ہوجاتے ہیں۔ نماز تہجد احتیاطاً بعد نماز عشاء ہی ادا کرلیتا ہوں بحقیق الحمدللہ پھر اگر اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمادیتے ہیں تو تہجد کے وقت بھی ادا کرلیتا ہوں۔

تحقیق: خوب

حال: آنکھ تو تقریباً روزانہ وقت پر کھل جاتی ہے مگر بعض وقت تھکاوٹ اور کسل کی وجہ سے اٹھ نہیں پاتا جس کا افسوس ہوتا ہے دوازدہ تسبیح کا ذکر عموماً نماز فجر کے پہلے ہی ہوجاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد کچھ دوسرے معمولات میں لگ جاتا ہوں اور تلاوتِ قرآن شریف کا ظہر کے بعد معمول رکھا ہے خدا کا شکر ہے اور جنابؒ والا کی توجہات کی برکت ہے کہ باوجود مشغولیت کے یہ سب کام بھی ہوجاتے ہیں۔

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: کل ۴ بجے کی مجلس میں حاضر تھا کل کی باتوں سے قلب بیحد متاثر ہے عقل حیران ہے کہ کیسے کیسے لوگ ہیں کہ ایسی نعمتِ غیر مترقبہ کو پاکر خود تو مستفید نہیں ہوتے دوسروں کے فائدے میں بھی سد راہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائیں۔

تحقیق: آمین

حال: احقر ایک مرتبہ بھوپال گیا تھا وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مجدد صاحب رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے۔ احقر کو خانقاہ میں بھی حاضری کا موقع ملا وہاں دیکھا کہ جماعت کے اندر پہلی صف میں انکے لئے الگ مصلیٰ بچھایا جاتا تھا مصلے کے نیچے موٹا کمبل بھی بچھایا جاتا تھا وہ بزرگ خود بھی عالم تھے اور احقر نے اکثر دیکھا کہ ریاست کے مفتی صاحب جب خانقاہ میں آتے تھے تو وہ بزرگ ان سے جزئی مسائل کی تصحیح فرمایا کرتے تھے باوجود اتنے محتاط ہونے کے خادموں اور مریدوں کے اس فعل کو رد کا نہیں احقر کا خیال ہے کہ

اگر خلافِ سنت ہوتا تو ضرور اس سے پرہیز کرتے

تحقیق: بیشک خوب تائید نکلی۔

حال: احقر کے بزرگوں کا بھی یہی معمول رہا ہے اور ہے اور اندازہ ہے کہ حضرت مولانا کرامت علی صاحبؒ کے وقت سے معمول چلا آرہا ہے کیا کسی کے سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور صرف معترض صاحب نے اس بات کو سمجھا کیا سب کے سب غلطی پر تھے، یہ ممکن نہیں۔ تحقیق: توبہ توبہ

حال: بس بات یہی ہے دل میں اکابر مشائخ کا احترام نہیں ہے اسکی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ انکو مشائخ سے سابقہ نہیں پڑا۔ تحقیق: یہ صحیح ہے۔

حال: ایرے غیرے سے ملتے ہیں ان سے تو ان کے معتقدین کی بے تکلفی ایسی ہوتی ہے جیسے برابر کے لوگ وہ ادب و احترام کیا جانیں سہ

تو نہ دیدی گہے سلیماں را   چہ شناسی زبانِ مرغاں را

(تو نے جبکہ سلیمان (علیہ السلام) کو نہیں دیکھا تو پرندوں کی زبان کیا سمجھ سکتا ہے)

تحقیق: بیشک

حال: حضرت والا جیسا فائدہ آپ کی ذات سے لوگوں کو پہونچ رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ تحقیق: خدا تعالیٰ پہونچائے۔

حال: حاسد اسی کو دیکھ نہیں سکتے اسی لئے روڑے اٹکاتے ہیں۔ علماء اور مشائخ لوگوں سے حکم دینے نہیں جاتے کہ تم ہمارے لئے علٰحدہ مصلیٰ بچھاؤ یا مجلس میں ممتاز جگہ بناؤ بلکہ خدام اور ارادتمند لوگ اپنے ارادت اور محبت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ قرونِ اولیٰ سے یہ رسم جاری ہے۔

تحقیق: بیشک۔

حال: خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے وضو کا ماءِ مستعمل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ اس سے بڑھکر ایک واقعہ آپ کے پچھنے لگوانے کا ہے اس سے جو

خون نکلا وہ بھی نہیں چھوڑا گیا یہ سب کیا تھا محبت ہی تو تھی ۔ محبت میں اصول وضابطہ سب ختم ہو جاتا ہے علماء و مشائخ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں جو اس منصب پر رہے گا اسکا احترام ضرور کرنا پڑے گا اس سے محبت کرنا فلاح دارین کا باعث ہے ۔ تحقیق : بیشک ۔

حال : حضرت والا کا تکدر مزاج باعث تکلیف ہو جاتا ہے اور طالبین صادق کے کام میں بھی ہرج ونقصان ہوتا ہے خدا جانے معاندین کو اس میں کیا مل جاتا ہے ؟ سوائے خسارہ اور نقصان کے اور کیا مل جاتا ہے ۔ شیخ رحؒ کا یہ مقولہ صادق آتا ہے ؎

بیک ناتراشیدہ در مجلسے | برنجد دل ہوشمنداں بسے

(مجلس میں ایک غیر مخلص کیوجہ سے بہت سے اہل فہم کے قلوب رنجیدہ ہو جاتے ہیں ۔)

جناب والا ! کے فیوض و برکات سے شہر کے لوگ جس طرح مستفید ہو رہے ہیں اسکا چرچا پڑھے لکھے طبقہ کے اندر ہے ۔ انکو اسکا اعتراف ہے ۔

تحقیق : الحمد للہ ۔

حال : یہ احقر اگرچہ اپنے پیٹ کے دھندے میں پھنسا ہوا ہے اور صحبت کا زیادہ موقع نہیں پاتا تاہم جو کچھ صحبت نصیب ہو جاتی ہے اس سے جو فائدہ مل رہا ہے اسکو یہ احقر ہی جانتا ہے

تحقیق : الحمد للہ بارک اللہ اس تحریر سے جی بہت خوش ہوا دل سے دعا نکلی ۔

(مکتوب نمبر ۳۵۸)

حال : عرض اینکہ معمولات پابندی کے ساتھ ادا ہو رہے ہیں طلبہ کہتے ہیں کہ موجودہ اصلاح کا جو طریقہ ہے اس سے بہت کچھ فائدہ ہو رہا ہے پہلی حالت اور موجودہ حالت میں ہم بہت کچھ تبدیلی محسوس کر رہے ہیں اللہ کرے کہ تبدیلی اور زیادہ ہو جائے الحمد للہ اب میرے اندر بھی بہت کچھ تبدیلی

پیدا ہو رہی ہے دنیاوی کاموں سے بالکل نفرت پیدا ہو گئی ہے یہاں تک کہ ملازمت سے بھی دل گھبرا رہا ہے دل چاہتا ہے کہ سارے جھگڑے سے فارغ ہو جاؤں اور حضرت والا کے قدموں پر جا گروں یہ ملازمتیں ہی میرے لئے حضرت والا تک پہونچنے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ زندگی کے دن گذر رہے ہیں موت قریب ہوتی جا رہی ہے مگر حضرت والا کی خدمت میں پہونچنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں پیدا ہوتا ہے مسلسل پانچ چھ سال سے تڑپ رہا ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا کروں۔ حضرت والا اس خادم کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کو حضرت اقدس کی خدمت میں جلد سے جلد پہونچا دے اور فیوض باطنی سے مالا مال فرما دے اور دنیا و آخرت میں راحت کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

تحقیق: بخیریت ہوں طلبہ کا حال معلوم ہوا بہت خوشی ہوئی۔ آپ کا حال معلوم کر کے مطمئن ہوا۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ جلد از جلد یہاں پہونچا دیں اور فیوض باطنہ سے متمتع فرما دیں اور دنیا و آخرت میں راحت کی زندگی عطا فرما دیں۔

(مکتوب نمبر ۳۵۹)

حال: حضرت والا کا والا نامہ موصول ہوا قلب جس وہم میں پڑ کر پریشان تھا الحمدللہ حضرت والا کے جواب سے سکون میسر ہوا اور بڑی مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مسرت کو بڑھا کر جانبین میں خوب محبت پیدا کر دے۔ الحمدللہ حضرت والا کے نصائح پر کاربند ہوں۔ ابھی ابھی قلب میں اخلاص کی قوت محسوس کر رہا ہوں۔ الحمدللہ یہ بات میرے لئے دشوار ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دوں اور مخلوق کو راضی رکھوں۔ الحمدللہ اکثر حق تعالیٰ شانہ پر ہی نظر رہتی ہے۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ

کی محبت دل میں خوب راسخ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کے دعا کی برکت سے مدرسہ . . . . میں مدرس کی حیثیت سے مشاہرہ چالیس روپیہ پر مقرر ہو گیا ہوں اور امامت میں بھی پینسٹھ روپیہ تنخواہ ہو گئی ہے دین کا کام کرنے کے لئے روزی سے اطمینان اور جمعیت حاصل ہوئی۔ یہ سب احسانات حضرت والا کے تعلق کی برکت سے سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے ناکارہ کو حق تعالیٰ شانہٗ عزت کے ساتھ کیسے نواز رہے ہیں اور دین کی خدمت کے لئے انتخاب کر رہے ہیں۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ اس ناکارہ کو علم کی ترقی اور عمل کی توفیق عطا فرمادیں۔ نیز صدق و خلوص کے لئے حضرت والا کی خدمت بابرکت میں عاجزانہ درخواست ہے۔

تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں مضامین سے جی بہت خوش ہوا۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دل میں محبت راسخ کر دے۔ اور ملازمت مدرسہ سے اور امامت سے اور اس میں مشاہرہ سے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ علم و عمل کی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور صدق و خلوص کے لئے بھی۔

(مکتوب نمبر ۳۶۰)

حال: گرامی نامہ نے خادم کو بہت نوازا۔ عریضۂ گذشتہ تمام تر احقر کی فروگذاشتوں اور رذائل نفس کی رو داد کا مرقع تھا حضرت والا نے اس طور سے خادم کی دستگیری و رہبری فرمائی کہ دل بحمد اللہ زندہ ہو گیا۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: جس طرح کہ حضرت کے روبرو ہوتا ہے۔ تحقیق: خوب۔

حال: اور ہر دن میں برابر کئی بار حضرت کا تصور ہوتا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی جس سے اللہ اور اللہ کے رسول کی عظمت دل میں بڑھتی جاتی ہے۔ خادم ناکارہ کے لئے یہ تصور سرمایۂ زیست ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کرم گستری ہے کہ اس

دوری و مہجوری میں قلب محزون کے لئے حضرت کے تصور سے تسکین کا سامان عطا فرما دیتے ہیں اسکی برکت سے حضرت حق کو ہست اور اپنے کو نیست پاتا ہوں
تحقیق: الحمد للہ

حال: بندگی کا حاصل اسی میں سمجھتا ہوں کہ اپنی پستی اور شکستگی سے اپنے خالق و مالک کی بڑائی و بزرگی ظاہر ہو۔ تحقیق: بیشک

حال: جس طرح بھی بن پڑے بندہ اپنے مولا کی رضا جوئی و خوشنودی کے حصول میں اپنے کو کھپا دے حتیٰ کہ فنا بھی ہو جائے ہو سکتا ہے کہ مالک راضی ہو جائیں یعنی یہ کہ ہم انکے احکام کی بجا آوری کے تحت اپنی مرضی کو مٹا دیں تو عین صواب ہے۔ چونکہ ہم کو تو مٹنا ہی ہے تو کیوں نہ اس حیّ و قیوم کی خاطر مٹیں۔
تحقیق: بیشک۔

حال: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ علم و احساس عطا فرمایا جس سے بہت سا حجاب دور ہوا۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۳۶۱)

حال: حضرت والا کی مجلس میں بیٹھکر اور اپنے مصلح یعنی حضرت والا کو دیکھکر آنکھیں ٹھنڈی کر لیتا ہوں۔ تحقیق: مبارک ہو۔

حال: اور حضرت والا کے ارشاد پر عمل کا سچا شوق لیکر آیا ہوں۔
تحقیق: اللہ تعالیٰ شوق میں ترقی دے

حال: حضرت والا کی مجلس میں جو سنا تھا پھر اس میں سے جو بات یاد تھی اسے لکھ رکھا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: حضرت والا کی مجلس میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ یہاں جو بھی آئے دل میں کچھ اور منہ میں کچھ بات (نفاق) لیکر نہ آئے۔ اسکا یہاں کام نہیں ہے۔

ق : بیشک میں اس سے بہت چڑھتا ہوں ۔
ل : طالب صادق بنکر صدق وخلوص سے سچی محبت اور عمل کی نیت لیکر
چاہیئے خواہ اس عمل کی راہ میں اپنا کتنا ہی نقصان ہو ۔ لمبے لمبے وظائف
نفل کی بہت سی رکعتیں جو کہ طبیعت اکتا دینے والی ہو یہ کچھ عمل نہیں ہے
ق : بیشک ۔
ال : اصل عمل سے عقیدہ میں نے اپنے عقائد کو درست کرنے کیلئے
حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بہشتی زیور، اصلاح الرسوم اور عقائد علماء دیوبند
تقویۃ الایمان، اشرف المکالمہ وغیرہ پڑھکر اہل حق کے عقائد کو ذوق وشوق سے
اپنا دستور العمل بنایا ہے ۔ صفائی معاملات، تحفۃ السالکین کو پڑھکر
سمجھا ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔
سال : حضرت والا سے بہت حسن عقیدت ہے ۔ تحقیق : مبارک ہو ۔ تحقیق
سال : حضرت والا کی تصانیف وصیۃ الاخلاق، وصیۃ الاحسان، ارتفاع آ
ادائے حقوق، مژدۂ جانفزا وغیرہ حضرت والا کی سب تصانیف پڑھکر اُسے
اپنا دستور العمل بنانے کی کوشش کرتا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔

مکتوب نمبر ۳۶۲

سال : ضروری عرض یہ ہے کہ بندہ جس مقصد سے کانپور گیا تھا الحمدللہ بحسن و
خوبی کل کام حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے انجام پاگیا ۔ تحقیق : الحمدللہ
سال : حضرت والا سے استدعا ہے کہ خیر و برکات کی دعاء فرمائیں اور اس
ناکارہ کو عافیت دارین عطا ہونے کی بھی ۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں ۔
سال : حضرت والا کی محبت بابرکت اور نیاز شرف یابی میں اس کمینہ کی شرارت
کے باعث اکثر بے ادبی ہو جاتی ہے جسکا بعد کو علم ہوتا ہے جو باعث تکلیف شیخ
ہوتا ہے اور میرے لئے زبردست مضرت رسانی ہے اور یہی چیزیں بُعد

بھی ہوسکتی ہیں۔ حضرت والا کی شفقت و مہربانی ہے کہ درگذر فرماتے ہیں جسکا مجھ پر کافی اثر ہوا اور خوف غالب ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اپنی بے ادبی کی معافی مانگتا ہوں امید ہے حضرت والا بھی اس گنہگار کو معاف فرمائیں گے۔ تحقیق: دل سے معاف ہے۔

حال: اور انشاء اللہ اب اس قسم کی باتوں سے پورا پورا اجتناب رکھوں گا حضرت والا دعاء فرمائیں کہ بزرگوں کا ادب و احترام پورا پورا کرنیکی توفیق عطا ہو اور تعظیم و تکریم اور ادب کا سلیقہ نصیب ہو جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل رہے۔ تحقیق: آمین

حال: مجھے بڑی ندامت و شرمندگی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ یہ بڑی بات ہے۔

حال: جو (بے ادبی) ہوئی ہے ہماری جہالت کے باعث ہوئی ہے۔ حضرت والا اس ناکارہ کو دل سے معاف فرمائیں تاکہ قلبی اطمینان نصیب ہو

تحقیق: دل سے معاف کیا۔

حال: حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے معمولات پورے کرلیتا ہوں۔ الحمد للہ الحاح و زاری اور خشوع و خضوع بھی حاصل ہو رہا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: حضرت والا اس ناکارہ کو ترقی کے راستہ کی دعاء اور استقامت و مداومت عطا ہونے کی اور کاروبار میں خیر و برکات عطا ہونے کی اور صحت بابی کی اور لڑکیوں کے عقد کی بھی اور تمام دنیاوی و سماوی آفات سے نجات کی خصوصیت سے دعاء فرمائیں۔

تحقیق: سب باتوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔

اس تحریر کو ان صاحب کو سنا دیا اور زبانی یہ کہا کہ ایک بات آدمی دوسروں کے لئے کہہ سکتا ہے لیکن وہی بات اپنے شیخ کو نہیں کہہ سکتا۔ یہ طریق بہت نازک ہے اس میں ادب ہی تو اصل چیز ہے۔

دیکھئے ہم لوگ علماء کے متعلق کہتے ہی رہتے ہیں کہ فلاں مسئلہ میں فلاں سے اجتہادی غلطی ہوئی اور یہ کچھ معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا لیکن یہی بات ہم اپنے شیخ کو نہیں کہہ سکتے سعدیؒ نے گلستاں میں فرمایا ہے کہ۔ ع ۔ "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست"۔ جب عام مشائخ کا یہ حکم ہے تو پھر اپنے شیخ کا تو کیسا کچھ ادب ہوگا؟ اسی طرح مولانا روم فرماتے ہیں کہ ؎

گر خطا گوید ورا خاطی مگو ورشود پرخوں شہید آنرا مشو

(یعنی کوئی اللہ والا اگر غلط بھی کہے تو اسکو خاطی مت کہو اور اگر کوئی شہید پرخوں ہو جائے تو اسکو مت دھوؤ)

خون شہیداں زآب اولیٰ تر است ویں خطا از صد صواب اولیٰ تر است

(اسلئے کہ شہیدوں کا خون پانی سے بڑھکر پاک ہے اسی طرح سے انکی خطائیں سیکڑوں صواب سے بڑھکر ہیں)

یہ گفتگو سنکر ان صاحب نے فرمایا کہئیے تو کچھ لکھدوں باقی حضرت کے سامنے زبانی تو مجھ سے کچھ نہ عرض کیا جائے گا۔

اس گفتگو سے ناظرین کو اندازہ ہوا ہوگا کہ نئے اور مبتدی نہیں بلکہ حضرت والا سے قدیمی تعلق والوں کے بھی بہت سے معاملات یونہی چل رہے تھے تفصیل کی نہ یہاں ضرورت ہے نہ سب کا بیان کرنا ممکن ہے اسلئے صرف چند خطوط نقل کرتا ہوں تاکہ لوگوں کے حالات اور انکی اصلاحات کا اندازہ معلوم ہو سکے اور یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت والا پر اپنے لوگوں کی عدم اصلاح کسقدر ضیق اور رنج کا سبب بنتی تھی۔

چونکہ یہاں لوگوں کے باہمی اختلافات قدیمی تھے اسلئے بیجا نہ ہوگا کہ اگر اس موقع پر فتحپور (وطن) ہی کے دورِ قیام کی تحریر پیش کردوں ——— حضرت والد ماجد مولوی سراج الحق صاحبؒ مرحوم کے ہاتھ کی ایک تحریر کا غذات

میں ملی۔ وھوہذا۔

(ایک اہم انتباہ اور ضروری اطلاع)

تمہید: اس مرتبہ احقر کی حاضری فتحپور کے زمانہ میں حضرت شیخ مدظلہٗ کے پاس ایک لفافہ گمنام پہونچا جسکا پتہ کاتب نے کسی وجہ سے دوسرے سے لکھوایا تھا حضرت والا مدظلہٗ کو اس تحریر سے سخت تکدر ہوا اور حضرت والا نے احقر کو بتاکید وتہدید حکم فرمایا کہ "یہ مضمون (جو آگے درج ہے) الٰہ آباد والوں کو جا کر سنادو" ـــ چونکہ سب برادرانِ طریق کا ایک جگہ جمع ہونا دقت طلب ہے نیز زبانی کہنے سے زیادہ اثر تحریر کا ہوگا اسلئے میں الٰہ آباد کے جملہ برادران طریق سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت والا مدظلہٗ کے فرمانِ ذیل کو غور سے دو تین بار پڑھ لیں اسکے بعد اس کاغذ کی پشت پر دستخط کر دیں تاکہ میں یہی تحریر حضرت والا مدظلہٗ کی خدمت میں بھیجدوں۔

والسلام احقر سراج الحق غفرلہٗ
۱۱ نومبر ۷۱ء

وہ فرمان یہ ہے:۔

(الٰہ آباد کے ان تمام لوگوں کے نام جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں)

کچھ عرصہ سے میرے پاس الٰہ آباد سے ایک خاص نزاع کے متعلق فریقین نزاع کے خطوط یکے بعد دیگرے مسلسل آ رہے ہیں آج بھی ایک خط گمنام آیا ہے ہرچند کہ میں نے دو ایک بار ممانعت لکھ بھیجی کہ مجھے ان سب قصوں سے معاف رکھا جائے اور ان میں نہ ڈالا جائے اور میرے متعلقین میں سے کسی کی شکایت دوسرا فریق یا کوئی اور شخص مجھ سے نہ کرے مگر الٰہ آباد والے باز نہیں آتے اور بار بار میرے پاس لکھ لکھکر بھیجتے ہیں اب میں آخری بار الٰہ آباد والوں کو تصریحاً اطلاع دیتا ہوں کہ:۔

اگر کسی کو کسی سے کوئی خلش ہو تو ایک فریق یا دوسرا فریق مجھے کیوں پریشان کرتا ہے عدالت موجود ہے وہاں جا کر چارہ جوئی کرے یا جو جی چاہے کرے میرے پاس آئندہ سے لکھکر کچھ نہ آوے۔

ورنہ میں الہ آباد کے تمام متعلقین کے بارے میں یہ رائے قائم کرلونگا کہ سب کے سب اس میں شامل ہیں اور سب مجھے ایذا دینا چاہتے اور یہ چیز سب کے لئے سخت مضر ہوگی اسلئے آئندہ فریق معاملہ بھی اور ان کے مشیر کار وہی خواہ بھی اس سے بہت بچیں۔ والسلام"۔

(حضرت والا کا فرمان ختم ہوا)

چند تشریحی معروضات از احقر سراج :

۱۔ حضرت والا مدظلہٗ کے اس لفظ سے کہ "عدالت موجود ہے وہاں جا کر چارہ جوئی کرے" کہیں کوئی برادر طریق عدالتی چارہ جوئی کی حضرت کیطرف سے اجازت نہ سمجھ بیٹھیں، عدالت کی تباہ کاریاں دیکھتے ہوئے کوئی معمولی مسلمان بھی یہ بات نہ کہیگا نہ کہ حضرت والا مدظلہٗ! جنکا منصب تذکیر آخرت۔ انابت الی اللہ کی تعلیم دینا ہے۔ یہ لفظ تو ہماری پست اخلاقی پر عتاب اور طنز یہ خطاب ہے ورنہ حضرت والا مدظلہٗ کا منشا اور تعلیم یہ ہے کہ اخلاق عالیہ کو اختیار کرو اور معاملات میں انکا اظہار کرو۔ صاحب حق اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا حق معاف کرنے کی ہمت کرے اور جس کے ذمہ کوئی مطالبہ کسی کا آتا ہو وہ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ادائے حق کی نیت کرے اس میں دینی جوش اور جلدی سے کام لے تاکہ نفس کو اور مشیر کاروں کو بہکانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ ع۔ نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد۔

حضرت والا کے ارشاد پر ایک اللہ کے بندے نے ہمت سے کام لیکر اللہ کی مدد سے حضرت کی تشریف آوری کے وقت میں ایسا ہی کیا تھا۔ پس جیسا افواہاً معلوم ہوا ہے کہ عدالت جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں خدا کے لئے اس

رائے پر نظر ثانی کرلیجائے۔

۲۔ حق اور خاصان حق کی نہ تو عنایت دیکھکر مطمئن ہوجانا چاہیئے اور نہ حق اور خاصان حق کی کدورات سے بے نیاز و بے پرواہ ہوجانا چاہیئے۔ اب کسی صاحب کو اسکی ہمت اور نیت نکرنی چاہیئے کہ ہم مطالبہ تو حضرت ہی کے سامنے لینا اور دینا چاہتے ہیں، جیسا سنا جاتا ہے۔

۳۔ سب صاحبان خوب سن لیں کہ کسی ایک سے بھی اگر اس فرمان والا کے خلاف کیا تو جملہ الہ آبادی اخوانِ طریق پر اسکا وبال پڑے گا اسلئے اپنے اوپر بھی رحم کریں اور سب الہ آبادی اخوان طریق کے حال پر رحم کریں اور اسکی خلاف ورزی نکریں۔ والسلام

دستخط کنندگان :۔ محمد سراج الحق غفرلہٗ۔ عبد الوحید عفی عنہٗ حبیب احمد عفی عنہ۔ خلیل احمد غفرلہٗ۔ احقر عبد القدوس رومی غفرلہٗ۔ شاکر حسین خاں عفی عنہٗ۔ صابر حسین عفی عنہ۔ محمد عبد الستار عفی عنہ۔ کریم اللہ عفی عنہ محمد ادریس عفی عنہٗ۔ عبد الحکیم عفی عنہٗ۔ محمد شفیع اللہ عفی عنہ۔ خلیل الرحمٰن۔ سید حسین مصطفےٰ عفی عنہٗ۔ نثار احمد۔ محمد یٰسین عفی عنہٗ۔ عبد المنان عفی عنہٗ محمد ابراہیم عفی عنہٗ۔ منیر الدین وغیرہ۔

حضرت اقدس باوجود اسکے کہ اصلاح میں سخت تھے مگر قلب کے بہت نرم تھے۔ اُدھر والد صاحب کے ذریعہ اہل الہ آباد کو یہ تحریر بھیجی جسمیں احقر کے بعض اعزہ بھی مخاطب تھے اسلئے حقیقت حال سمجھانے کے لئے والد صاحب مرحوم کے فتحپور سے جانے کے بعد ہی مجھ سے کچھ فرمایا اور فرمایا کہ اپنے والد صاحب کو بھی لکھدو چنانچہ راقم نے یہ تحریر بھیجی :۔

(آپ کے جانے کے بعد حضرت والا کی خدمت میں آپ کا تأسف دتأثر عرض کیا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ——— میں تم لوگوں کو جو کہتا سنتا رہتا ہوں تو اسلئے تاکہ تمھاری عزت رہے تمھارے والد کی عزت رہے ردمی کی عزت رہے عیسیٰ کی عزت رہے کیونکہ انسان کی عزت اسکے افعال ہی سے ہوتی ہے۔ آدمی جس بات کو کہدے پھر اسکو تو کرنا ہی چاہیئے۔ میرا ذاتی کوئی نفع نہیں ہے۔ یہ سب باتیں سمجھ لوگے تو عزت کے ساتھ رہوگے اور یہ فرمایا کہ میری اس گفتگو کی اطلاع اپنے والد صاحب کو بھی کردو)

۱ نھیں حالات میں حضرت والا الہ آباد تشریف لائے اور یہاں بعض لوگوں سے بعض کے معاملات الجھے ہی ہوئے تھے اس سلسلہ میں فرداً فرداً بھی اور خطاب عام کے ذریعہ بھی حضرتؒ برابر سب کو نصیحت فرماتے رہے تاآنکہ حضرت کا سفر فتحپور (وطن) درپیش ہوگیا اور حضرت والا تین ماہ کے لئے ۱۹۶۱ء میں فتحپور تشریف لے گئے اور وہاں کی فتح کی خوشی کے ساتھ ساتھ یہاں کے لوگوں کا غم بھی ہمراہ لے گئے ـــ چنانچہ جناب ثناگو خاں صاحب مرحوم کے خط کے جواب میں فتحپور سے لکھا کہ :۔

" دیکھو بھائی میرے ہی لوگوں نے بعض میرے ہی لوگوں کے خلاف قصداً اضرار پہونچانے کی کارروائی کی ہے اور بہت دنوں سے یہ کارروائی کررہے ہیں مجھکو بہت تکلیف ہے اور لوگ انکی بزرگی کے معترف ہیں اسوجہ سے میرا جی چاہتا ہے کہ الہ آباد نہ آؤں آپ بتائیے کہ یہ حرکت میرے زمرہ میں داخل ہو کر کیسی ہے ؟ میں ایسے لوگوں کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کرتا جو مسلمانوں کے درپئے آزار بنے رہتے ہوں ـــ زمرہ والے نہیں بلکہ عموماً مسلمان اسی میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں والی اللہ المشتکی ۔

اب بتلائیے کہ آپ کے کیا خیال مبارک میں آیا ؟ اگر آپ کی بات کی طرف کوئی کان لگائے تو اسکو بھی سنا دیجئے اور جلد اسکا جواب مرحمت فرمائیے

یہ بھی سن لیجئے کہ میں اہل اصلاح کا نہیں ہوں اسلئے میرا جسقدر کوئی شاکی ہو درست ہے اب میرے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے علیٰحدگی اختیار کروں ورنہ انکی باتوں کی نسبت بدعقیدہ لوگ میری طرف کریں گے یا کرتے ہیں۔ اب میں ان لوگوں کے معاملے کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں ہر شخص خود وہاں اپنا جواب دہ ہے۔"

پھر غالباً انھیں ایام میں ایک اور تحریر شاکر خاں صاحب مرحوم مولوی عبدالمجید صاحب وکیل انعام الحق صاحب کے نام آئی۔ وھو ہذا۔

جناب شاکر خاں صاحب و مولوی عبدالمجید صاحب وکیل انعام الحق صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ یہ بات ضرور ایسے لوگوں کو پہونچا دیجئے جو شکایت یہاں پہونچا کر اپنا تابع بنا کر اپنے دشمن سے انتقام لینا چاہتے ہیں وہ یہ سن لیں کہ گو میں اصلی پیر نہیں ہوں مگر ایسا بھی نہیں ہوں کہ یہ لوگ مجھکو اپنا تابع بنالیں انکو اپنا ہوش درست کرنا چاہیئے اور اپنا رتبہ پہچاننا چاہیئے جب چند ٹھیکرے کسی کے پاس ہو جاتے ہیں تو اسکا دماغ چل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر اسکے دل سے نکل جاتا ہے اور نہایت بدفہم و بداخلاق ہو جاتے ہیں اور ظلم پر کمربستہ ہو جاتے اور پھر اپنے کو عادل بھی سمجھتے ہیں اور ہم جیسے کے منوانا چاہتے ہیں۔

میں یہ الفاظ اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ یہ لوگ باز آئیں اور سمجھیں کہ ہم پر نفس مسلط ہے اور وہی یہ سب کرا رہا ہے ورنہ بارہا معافی تلافی ہو چکی اور کہہ چکے ہیں کہ دل صاف ہو گیا۔ زبان سے کہہ دیتے ہیں اور دل اور نفس ہرگز اس پر راضی نہیں ہوتا نفاق انکا شیوہ ہو گیا ہے میں نے بہت نرمی سے سمجھایا مگر انھوں نے نفاق کو جو انکی زندگی کا نصب العین ہے نہیں چھوڑا

ب پوت میرے یہاں نہیں ہے۔ اصلاح نفس ہے اور اصلاح نفس اپنے
بان نہیں۔ آکر غلط اقرار کر لیتے ہیں اور لوگ یاد کر لیتے ہیں۔ وما یخدعون
الا انفسھم وما یشعرون ؎

پھر اسی درمیان میں اور انھیں حالات میں جناب قاری محمد مبین صاحب مدظلہ
ایک تحریر لیکر الہ آباد بھیجا جسکا جواب شاکر خاں صاحب کے خط میں ملاحظہ ہو
در آگے حضرت والا نے جو انکو جواب تحریر فرمایا وہ ملاحظہ ہو:۔

" شب میں جناب قاری صاحب نے حضرت والا کی وہ تحریر بھی
حقر کو سنائی جو اپنے ہمراہ لائے ہیں انشاء اللہ اسپر عمل کرونگا خانہ جنگیوں
سے دور رہونگا آپسمیں میل جول اور محبت رکھونگا کسیکی دلآزاری نہ کرونگا۔ ایسا ماحول
دا کرنے کی کوشش کرونگا جو خدا اور رسول کی مرضی کے موافق ہو اور حضرت والا اسکو
سند فرمائیں، ہمارے قلوب میں حضرت والا کی سچی قدر پیدا ہو جائے اور ہماری زندگی حضرت
کے زیر سایہ گذرے اور حضرت کی برکات اور فیوض سے ہم لوگ بہرہ اندوز ہوں ہم
اپنے بزرگوں کے بدنام کنندہ نہ بنیں۔ ہمارے اعمال و اطوار سے ہمارے بزرگوں
کی نیک نامی ہو۔ ہم نے واقعی حضرت کی قدر نہیں کی اب ہمکو اللہ تعالیٰ قدر کرنے
کی توفیق عطا فرمائیں ؎

ولنظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح — باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

(اے نظیری تو آسمان سے مانند مسیح کے آیا اور پھر چلا بھی گیا مگر تیری قدر کسی نے بھی نہ پہچانی)

(۲) خانصاحب سنئے آپکو معلوم ہے کہ شمس الدین خاں کی وجہ سے میں اپنا
مکان و خانقاہ اور مسجد سب چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب اسکے تعلقات سنئے ہر کام
میں ہمارے پیش پیش رہتا ہے ہمارے ہر مشورہ میں شریک اور دل سے
شریک رہتا ہے، یہانتک کہ اسکی ایک بچی کو اسی کے فریق کے ایک آدمی نے
مار دیا تھا جس پر اسکو بہت غصہ آیا مگر یہ کہا کہ ہم مولانا کو لانے میں پیش پیش تھے

اسلئے ہم فساد کریں گے ورنہ بتاتے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ کہاں تک وہ مان گیا ہے۔ اب گاؤں کا حال سنئے چار بریلوی نے اس مذہب سے تائب ہوکر مجھکو تحریر لکھدی ہے کہ ہم دیوبندی ہیں اور آہستہ آہستہ امید ہے سب تائب ہوجائیں گے۔ اب موافقین کو لیجئے سب نے تحریر دیدی ہے کہ ہم شریعت مقدسہ پر عمل کرینگے اور باہم اتفاق واتحاد سے رہیں گے اور تمھارا کہنا مانیں گے۔ اور دیار کے لوگ بھی بہت زیادہ متاثر ہیں اور اس تاثر کا اثر خارج میں ظہور پذیر ہورہا ہے حالانکہ میں کہیں جاتا نہیں ہوں بیگواہل الآباد میں بقول حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ حسد کا مادہ زیادہ اور مشائخ کے اعتقاد واعتماد کا مادہ بہت کم ہے اسلئے سچی عقیدت سے یہ لوگ محروم ہیں بلکہ آج میرے پاس بخشی بازار کے لوگوں کی تحریر موجود ہے انھوں نے میری بات سمجھی ہے اور اسکا اقرار کیا ہے کہ ہم جو چیزیں تم نے لکھی ہیں یعنی دینی ماحول پیدا کریں گے اور تنازع ونزاع باہمی سے بچیں گے اور اتفاق واتحاد سے رہیں گے یہ کسقدر وہ تھے قریب ہو گئے اور جو قریب سمجھے جاتے تھے دور ہیں۔ جانتے ہیں کیا بات ہے؟ ہم سب بداخلاقی کے شکار ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق ہی نہیں پہچانتے اور انپر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اسکو دین ہی نہیں سمجھتے فقط نماز روزہ کو دین سمجھتے ہیں درمختار میں ہے واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکر بما فیہ لیس بغیبۃ قولہ فذکر بما فیہ لیس بغیبۃ ای یحذرہ الناس ولا یغتروا بصومہ وصلوٰتہ فقد اخرج الطبرانی والبیھقی والترمذی اترعون فی الغیبۃ عن ذکر الفاجر اذکروا بما فیہ یحذرہ الناس شامی ص ۲۷۰ ج ۵ جب آدمی روزہ رکھتا ہو نماز پڑھتا ہو اور پھر بھی لوگوں کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ضرر پہونچاتا ہو تو ایسی جو برائی ہے اسکا ذکر غیبت نہیں ہے تاکہ لوگ اس سے احتیاط کریں اور اسکے نماز روزہ سے دھوکا نہ کھائیں۔ طبرانی وغیرہ میں ہے کہ کیا تم فاجر کی غیبت کرنے سے ڈرتے ہو؟ ارے نہیں اسکی باتیں خوب بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچ سکیں۔ پس ایسا شخص اپنے علی الاعلان فسق کیوجہ سے واجب الاحترام نہیں ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ رحم عرش کا پایہ پکڑ کر شب و روز ندا کرتا رہتا ہے کہ جو مجھے وصل کرے تو اسکو وصل فرما اور جو مجھکو قطع کرے تو اسکو قطع کر۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں میں علم ظاہر ہو جائے اور عمل کو لوگ ضایع کر دیں اور صرف زبان سے محبت کا اظہار کریں اور دلوں سے بغض رکھیں اور رشتہ کو قطع کریں تو اللہ تعالیٰ انپر لعنت فرماتا ہے اور انکو (حق کے سننے سے بہرا بنا دیتا ہے اور (حق کو دیکھنے سے) آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو سند کے ساتھ یہ بات پہونچی ہے کہ یحییٰ بن سلیم نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ مکہ میں ایک خراساں کا رہنے والا شخص تھا جو کہ بہت نیک اور صالح تھا چنانچہ لوگ اسکے پاس اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے ایک آدمی نے اس کے پاس آکر دس ہزار دینار امانت رکھے پھر وہ اپنی ضرورت سے کہیں سفر میں گیا جب مکہ آیا تو اس خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا اس نے اسکے اہل و عیال سے مال کی بابت دریافت کیا تو سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی چنانچہ اس شخص نے مکہ کے علماء کے مابین اس مسئلہ کو رکھا اور اتفاق سے سب کے سب فقہاء کہیں جمع تھے اس نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے پاس دس ہزار دینار امانت کے طور پر رکھے تھے اسکا انتقال ہو گیا تو میں نے اسکے اہل و عیال سے پوچھا سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی لہٰذا آپ حضرات اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ ان سب نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ وہ خراسانی جنتی ہوگا لہٰذا جب تہائی یا نصف شب گذر جائے تو تم زمزم کے پاس جاؤ اور اوپر چڑھکر ندا دو کہ اے فلاں بن فلاں میں صاحب امانت ہوں (اپنی امانت واپس لینا چاہتا ہوں) پس اس نے تین رات اسی طرح کیا مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر ان علماء کے پاس جاکر یہ حال بیان کیا انھوں نے سنا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب تو ہمیں یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ ہمکو تمہارا

یہ صاحب اہل نار میں سے ہوا پوچھا تو تم اب یہ کرو کہ یمن جاؤ اور وہاں ایک وادی ہے اسکا نام برہوت ہے وہاں ایک کنواں ہے جب تہائی یا نصف شب گذر جائے تو وہاں جاکر اس کنوئیں میں جھانک کر آواز دو کہ اے فلاں بن فلاں میں صاحب امانت ہوں میری امانت واپس کردو۔ اس نے وہاں جاکر پکارا تو پہلی ہی پکار میں جواب ملا اسنے پوچھا کہ تم تو صاحب خیر تھے یہاں کیسے آگئے اس نے کہا کہ ہاں وجہ یہ ہوئی کہ میرے گھر کے سب لوگ اعزہ و اقربا خراسان میں تھے میں نے سب سے قطع تعلق کر رکھا تھا پس اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سزا اسکی دی اور اس جگہ مجھے رکھا۔ بہرحال مال تمھارا بحفاظت رکھا ہے اور میں نے اپنے لڑکے کو بھی نہیں بتایا کہ مجھے اس پر اطمینان نہیں تھا میں نے اسکو مکان کی فلاں کوٹھری کے فلاں گوشہ میں دفن کردیا ہے لہٰذا تم جاؤ اور لڑکے سے کہو کہ مجھے گھر میں داخل کرے اور پھر تم خود فلاں کوٹھری میں جا کر زمین کھودو تمھارا سب مال مل جائے گا۔ چنانچہ یہ شخص لوٹ کر مکہ آیا اور بتائے ہوئے پتہ پر زمین کھودی تو سب مال موجود تھا۔

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے قرابت داروں کے پاس ہی ہو ان سے غائب نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی بذریعہ ہدیہ اور تحفہ کے کرتا رہے اور کبھی کبھی ان سے ملاقات بھی کرتا رہے اور اگر مال کے ذریعہ صلہ رحمی نہ کرسکے تو زیارت و ملاقات پر اکتفا کرے یا اگر وہ اپنے کسی کام میں اسکے محتاج ہوں تو انکی اعانت کردیا کرے اور اگر وہ قرابت دار دور ہوں تو بذریعہ خط وکتابت ان کے ساتھ صلہ رحمی قائم رکھے اور اگر غائب تو ہیں لیکن وہ جگہ قریب ہی ہے تو ان کے پاس چل کر جانا خط و کتابت سے افضل ہے۔

جانو کہ صلہ رحمی کے اندر دس خصال محمودہ موجود ہیں ۔ ایک[1] یہ کہ اس میں خدا کی رضامندی ہے اسلئے کہ اس نے صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے۔ دوسرے[2]

یہ کہ اپنے عزیزوں کو خوش کرنا ہے اور حدیث میں ہے کہ بہترین عمل اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے۔ تیسرے یہ کہ اسکی وجہ سے فرشتے خوش ہوتے ہیں انہیں انکی خوشی ہے اسلئے کہ وہ صلہء رحمی سے خوش ہوتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اسکی وجہ سے اور دوسرے مسلمان بھائی اسکی تعریف کریں گے۔ پانچویں یہ کہ اسکی وجہ سے ابلیس علیہ اللعنۃ کو رنجیدہ کرنا اور جلانا ہوتا ہے۔ چھٹے یہ کہ اسمیں زیادتی عمر نصیب ہوتی ہے۔ ساتویں یہ کہ روزی میں برکت حاصل ہوتی ہے آٹھویں یہ کہ اسکی وجہ سے مردہ آباء و اجداد کو بھی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسلئے کہ وہ چاہتے ہیں کہ صلہ رحمی قائم رکھی جائے۔ نویں یہ کہ اسکی وجہ سے سب قرابت دار بھی خوش ہوتے ہیں اور اسکے مرنے کے بعد اسکے لئے دعا کرتے ہیں اور زندگی میں جب اس شخص پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو سب اسکی اعانت کرتے ہیں جسکے سبب سے باہمی رشتہء اخوت اور قوی ہوتا ہے۔ دسویں یہ کہ اب اسکے مرنے کے بعد لوگ جب اسکے احسان کو یاد کرینگے اور اسکے لئے دعا کریں گے تو اسکا اجر آخرت میں برابر ملتا رہے گا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ تین شخص قیامت کے دن عرش رحمان کے سایہ میں ہوں گے ایک تو صلہء رحمی کرنے والا جسکی عمر بھی بڑھادی جائیگی اور قبر میں بھی وسعت کردی جائیگی۔ دوسری وہ عورت جس کا شوہر مرگیا ہو اور چند یتیموں کو اپنے بعد چھوڑ گیا ہو پس اس عورت نے ان سب کی پرورش کی ہو یہانتک کہ وہ کسی کی دیکھ بھال سے مستغنی ہوجائیں (مطلب یہ کہ اپنے پیر پر خود کھڑے ہوجائیں) یا اللہ تعالیٰ انھیں اپنے ہی پاس بلالیں۔ تیسرا وہ شخص جس نے کھانا پکوایا ہو اور اس میں یتیم و مسکین اور غرباء و مساکین کو بھی دعوت دی ہو۔

حضرت حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو قدم ایسے ہیں کہ بندہ ان سے بڑھکر کوئی قدم نہیں چلا جو اللہ کے نزدیک ان دونوں

سے زیادہ محبوب ہوں، ایک تو وہ قدم جو فرض نماز میں جانے کے لئے اٹھایا جائے اور دوسرا وہ قدم جو کسی ذی رحم محرم (یعنی رشتہ دار جو اپنے محرم بھی ہوتے ہوں مثلاً ماں، بہن، خالہ، پھوپھی، دادی، نانی وغیرہ) کی ملاقات و زیارت کے لئے اٹھایا جائے۔

نیز کہا گیا ہے کہ پانچ اشیاء ایسی ہیں کہ جو شخص ان پر مداومت برتے گا تو اسکی نیکیاں مانند بڑے بڑے پہاڑوں کے ہوجائیں گی اور اللہ تعالےٰ اسکے رزق میں برکت عطا فرمائیں گے۔ ایک یہ کہ انسان صدقہ دے اور اس پر مداومت برتے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو دوسرے وہ جو صلہ رحمی کرے خواہ کم یا زیادہ۔ تیسرے وہ جو جہاد پر مداوم ہو۔ چوتھے وہ شخص جو ہمیشہ وضو سے رہے اور وضو کرنے میں پانی بہانے میں اسراف نہ کرے۔ پانچویں وہ شخص جو والدین کی اطاعت کرے اور اس پر دوام اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چودھواں باب
(پڑوسی کے حقوق کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات قسم کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالےٰ بروز قیامت انپر نظر رحمت نہیں فرمائیں گے اور نہ انکا تزکیہ فرمائیں گے بلکہ ان سے فرمائیں گے کہ جاؤ جہنم میں داخل ہونیوالوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ وہ لوگ یہ ہیں ۱۔ فعل لواطت کے مرتکب ہونے

دونوں افراد یعنی فاعل اور مفعول ۔ مشت زنی کرنے والا انسان ۔ کسی جانور کے ذریعہ شہوت رانی کرنے والا ۔ عورت کے ساتھ اسکے دبر میں وطی کرنے والا ۔ کسی عورت کے ساتھ اسکی لڑکی (یا کسی محرم کو) نکاح میں یکساتھ جمع کرنے والا ۔ چھٹے اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والا ۔ ساتویں وہ شخص جو اپنے پڑوسی کو ضرر پہونچانے والا ہو یہاں تک کہ اس سے تنگ آکر سبلوگ اس کو لعنت ملامت کرتے ہوں ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہ فرمائینگے مگر یہ کہ یہ لوگ سچی توبہ کرلیں ۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جسکے قبضہ میں ہے کوئی بندہ (عذاب سے) سالم نہیں رہ سکتا یہانتک کہ لوگ اسکے قلب، ہاتھ اور زبان کی ایذار سے محفوظ رہیں (قلب سے محفوظ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسکے ساتھ سوءظنی نکرے اور زبان سے حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اسکی غیبت نکرے اسکو گالی گلوچ نہ دے اور ہاتھ سے ایذار نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ مارپیٹ نکرے) ۔ اور ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکے پڑوسی اسکی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہیں ۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بوائق کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا کہ یہی کہ اسکو دھوکا نہ دے، اس پر ظلم نکرے ۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسی کا احترام پڑوسی پر ایسا ہے جیسے اسکی ماں کا اس پر احترام ہوتا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جاؤ بکری ذبح کرو اور ہمارے اس یہودی پڑوسی کی دعوت کرو اور پھر اس سے تھوڑی دیر بیٹھکر گفتگو کرو ۔ (یہ سنکر غلام چلا تو پھر فرمایا

کہا اے غلام سن! جب تو بکری ذبح کرے تو ہمارے پڑوس میں جو یہودی رہتا ہے اسکو بھی اس سے کھلانا۔ غلام نے دوبارہ اس حکم کو سنکر عرض کیا کہ حضرت ابھی تو آپ نے یہودی کی دعوت کے متعلق مجھکو حکم دیا ہی تھا (یہ دوبارہ تاکید کی کیا ضرورت پیش آئی) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ارے تیرا ناس ہو (تو دو دفعہ ہی کہنے میں گھبرا گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو برابر پڑوسی کے متعلق وصیت فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ ہمکو اندیشہ ہو چلا کہ شاید آپ ہمکو اس سے میراث ہی دلوادیں گے کیا۔

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری حضرت ابو شریح کعبی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسکو چاہیئے کہ یا تو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔ اسی طرح سے جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کی خاطر مدارات بس ایکدن کی ہے اور مہمان داری تین دن تک کی اور اسکے بعد اسکے ساتھ جو سلوک کرے گا وہ اسکی جانب سے تبرع اور صدقہ ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر کیا حق ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ تم سے قرض طلب کرے تو اسکو قرض دے دو اور اگر وہ تمھاری دعوت کرے تو اسکو قبول کرو اور اگر بیمار ہووے تو اسکی عیادت کرو اور اگر وہ تم سے مدد چاہے تو اسکی اعانت کرو اور اگر اس کو کوئی مصیبت پہونچ جائے تو اسکو تسلی دیدیا کرو اور اگر اسکو کوئی خیر پہونچ جائے تو مبارکبادی دیا کرو۔ اور اگر اسکا انتقال ہو جائے تو اسکے تجہیز و تکفین میں

شریک ہوا کرو اور اگر وہ پردیس چلا جائے تو اسکے (مکان و اہل وعیال) کی حفاظت و نگرانی رکھا کرو اور اسکو ایذا نہ دو کسی کام میں اپنی بے بسی کا صرف اظہار کر کے مگر یہ کہ اسکے پاس آجاؤ اور کوشش کر کے دیکھ لو۔

اور ایک دوسری روایت میں ان نو باتوں کے علاوہ ایک دسویں بات یہ آئی ہے کہ اپنی عمارت کو اسکی تعمیر سے بلند مت کرو بغیر اسکی رضامندی کے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ متقی ہو جاؤ سب لوگوں سے عبادت میں بڑھ جاؤ گے اور قانع بنو سب سے زیادہ شکرگذار بن جاؤ گے۔ اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تم اسکی وجہ سے مومن ہو جاؤ گے اور جسکے تم پڑوسی ہو اسکے پڑوس کے حق کو ادا کرو تم مسلم ہو جاؤ گے اور ہنسا کم کرو اسلئے کہ کثرتِ ضحک قلب کی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو یعنی اللہ کو ایک جانو اور اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اور ذی القربیٰ کے ساتھ احسان کرو صلہ رحمی اور ہدیہ وغیرہ کے ذریعہ سے۔ یتمیٰ اور مساکین کے ساتھ بھی احسان کرو صدقہ اور قولِ حسن کے ساتھ۔ اسی طرح سے مہمان رہ گذر کے ساتھ سلوک کرو اور اس پڑوسی کے ساتھ بھی جو تمہارا قرابت دار ہو اور اس پڑوسی کے ساتھ بھی جو اجنبی ہو تمہاری اس سے کوئی رشتہ داری نہ ہو مگر وہ تمہارا پڑوسی ہو اسکے ساتھ بھی احسان کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جسکے حقوق تین جہت سے ہوں۔ دوسرا وہ جس کے دو حق ہوں۔ تیسرا وہ جسکا صرف ایک حق ہو۔ جس کے تین حقوق ہیں وہ تمہارا وہ مسلم پڑوسی ہے جو تمہارا رشتہ دار بھی ہو اور جس کے دو حق ہیں

وہ تمھارا اجنبی مسلم پڑوسی ہے اور جسکا صرف ایک حق ہے وہ تمھارا وہ پڑوسی ہے جو ذمی (کافر) ہے۔ مطلب یہ کہ جب تمھارا کوئی مسلم رشتہ دار پڑوسی ہو تو اسکے تین حقوق ہیں قرابت کا حق۔ اسلام کا حق۔ جوار کا حق اور دو حق والا وہ پڑوسی ہے جو مسلمان ہو اسکے لئے حق اسلام ہے اور حق جوار ہے اور جس کا صرف ایک حق ہے وہ تمھارا ذمی پڑوسی ہے کہ اسکا تم پر حق جوار ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کا حق جاننا پہچاننا ضروری ہے اگرچہ وہ ذمی (کافر) ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ اپنے امیر کا حکم سنو اور اسکی اطاعت کرو اگرچہ وہ نکٹا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب تمھارے یہاں گوشت پکے تو اس میں پانی زائد کردو اور پھر اپنے پڑوسی کو بھی اس میں سے کچھ دیدو اور نماز کو اپنے وقت سے پڑھا کرو۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص اس حال میں انتقال کرے کہ اس کے تین پڑوسی ہوں اور تینوں اس سے خوش ہوں تو اسکی مغفرت کردی جاتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر اپنے پڑوسی کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ دیکھو تم اسکو ایذار دینے سے بچو اور اسکی ایذار پر صبر کرو اور موت تو بہرحال ایک دن تم میں اور اس میں جدائی کر ہی دے گی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پڑوسی کا پڑوسی کے ساتھ حسن معاشرت کچھ اسی کا نام نہیں ہے کہ تم اسکو ایذار نہ دو بلکہ اسکے ساتھ حسن معاشرت یہ ہے کہ تم پڑوسی کی ایذاؤں پر صبر کرو

۲۴۳۔ کبھی قبولیت دعاء کی اس طرح ہوتی ہے کہ اسکا اجر آخرت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے

اور علاوہ اسکے کہ وہ دعا انکی مصلحت کے مناسب نہ ہو کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اسکا اجر آخرت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے سو تعجب ہے کہ مومن ذخیرۂ آخرت پر قناعت نکرے۔ متاع دنیا کے حاصل نہ ہونے پر افسوس کرے۔ مومن کامل تو نعمت اخرویہ کے روبرو دنیوی سلطنت تک کو گرد سمجھتے ہیں۔

حکایت: ایک دفعہ سلطان سنجر شاہ ملک نیمروز نے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں عریضہ لکھا کہ اگر قبول فرمائیں تو ملک نیمروز آپ کو ہدیہ کرتا ہوں اسکے جواب میں حضرت نے یہ دو شعر تحریر فرمائے ؎

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد   دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم

(شاہ سنجر کے چتر کی مانند میرے نصیبے کا رخ سیاہ ہوجائے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ذرا بھی ہوس ہو)

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب   من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

(جس وقت سے کہ مجھے ملک نیم شبی (آہ سحرگاہی) کی اطلاع مل گئی ہے تو میں اسکے بجائے ملک سنجر کو ایک جو کے بدلہ میں بھی نہیں خرید سکتا)

۲۴۴۔ دعاء رضاء بالقضا کے خلاف نہیں

بعض لوگوں کو شاید یہ شبہ ہو کہ دعاء رضاء بالقضاء کے خلاف ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ دعاء اور رضاء دونوں جمع ہوسکتے ہیں اس طور پر کہ عین دعاء کے وقت یہ قصد ہو کہ اگر دعاء کے موافق ہوگیا تو یہی قضا ہے اسپر راضی ہوں گے اور اگر اسکے خلاف ہوا تو وہی قضا ہے اسپر راضی ہوں گے۔ اور چونکہ دعاء بھی مامور بہ ہے اسلئے وہ بھی داخل قضا ہے۔

۲۴۵۔ مغلوب الحال خود معذور ہوتا ہے لیکن دوسرے کو اسکی تقلید جائز نہیں اور حضرت شاہ دہلوی کی حکایت کی ایک عجیب توجیہہ

اور اکثر بزرگوں سے غلبۂ حال میں اس قسم کی باتیں ہوا کرتی ہیں کہ جنکی نہ تقلید درست ہے اور نہ انکی باتوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور نہ ان پر انکار درست ہے وہ معذور ہیں۔

حکایت: چنانچہ حضرت فخر دہلویؒ ایک روز جمعہ کی نماز پڑھکر مسجد سے باہر نکلتے تھے کہ سیڑھیوں پر ایک بڑھیا نے شربت کا پیالہ پیش کیا اور کہا بیٹا! اسکو پی لو شاہ صاحبؒ روزے سے تھے روزے کا کچھ خیال نہ کیا اور شربت پی لیا لوگوں نے اسپر اعتراض کیا فرمایا کہ روزے کی تلافی قضا سے ہو سکتی ہے مگر دل شکنی کی تلافی نہیں ہو سکتی اسلئے میں نے پی لیا۔ ہمارے حاجی صاحب قدس علیہ الرحمۃ نے اس قصہ کے متعلق فرمایا کہ شاہ صاحبؒ اس وقت غلبۂ حال میں تھے دل کی فضیلت منکشف اور روزے کی فضیلت مستور تھی اسواسطے ایسا کیا اگر کوئی صاحب تمکین ہوتا تو یوں کرتا کہ نرمی سے اسکا جواب دیکر اسکو بھی راضی رکھتا اور روزہ بھی نہ توڑتا۔ مغلوب الحال کی تقلید کسی دوسرے کو جائز نہیں اسواسطے کہ خود شریعت کے صاف اور کھلے ہوئے احکام موجود ہیں جن میں کوئی کھٹکا نہیں فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن الزحل۔ (سورج کے طلوع ہوجانے کے بعد زحل (چھوٹے ستارہ) کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔)

۲۴۶۔ طریق سلوک عوام و خواص دونوں کے لئے ہے

اور اسکا بیان کہ مسلمان دنیا دار نہیں ہوتا

یہ تبلا دینا بھی ضروری ہے کہ عوام یہ نہ سمجھیں کہ یہ طریق سلوک خواص کیلئے ہے ہم دنیا داروں کے لئے نہیں بات یہ ہے کہ سرے سے یہ تقسیم ہی صحیح نہیں کہ دنیاداروں کے لئے اور احکام اور دینداروں کے لئے اور احکام کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں اور احکام شرعی سب کے ساتھ یکساں متعلق ہیں ۔ بلکہ حقیقت میں مسلمان دنیا دار ہوتا ہی نہیں کیونکہ دنیاداری اصل میں یہ ہے کہ حرام حلال میں کچھ امتیاز نہ رہے جس طرح سے بنے مال حاصل کرنے کو مقصود سمجھے ۔ اگر کہیں دونوں غرضیں دین و دنیا کی جمع ہو جاویں تو دنیوی غرض کو مقدم رکھا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ دین سے ہم کو کوئی غرض نہیں کیونکہ شریعت کے احکام اسقدر دشوار ہیں کہ اگر ہم ان پر عمل کریں تو دنیا کی زندگی دشوار ہے سو ظاہر ہے اسلام کے ساتھ ان خیالات کی گنجائش کہاں ہے ؟ کیونکہ اس سے تو باری تعالیٰ کی تکذیب کی نوبت پہونچتی ہے يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں دشواری کا ارادہ نہیں فرماتے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتے)

---

۲۴۷ شریعت کے اندر تنگی ہونے کا شبہ اور اسکا جواب

اور اگر یہ عذر کیا جائے کہ ہم تکذیب نہیں کرتے مگر جب واقعات ہی روزمرہ اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ احکام شرعیہ پر چلنا بہت مشکل ہے تو ہمارا کیا قصور ہے اس بات کا جواب یہ ہے کہ ایک مشقت تو ہوتی ہے ذات حکم میں مثلاً وہ حکم فی نفسہٖ سخت اور دشوار ہو یہ اصرار و اغلال کہلاتے

ہیں۔ امم سابقہ میں بعضے ایسے احکام تھے مگر اس امت میں اس قسم کے احکام نہیں رکھے گئے اور ایک مشقت یہ ہے کہ دراصل ذات حکم میں تو کوئی دشواری نہیں مگر ہم نے اپنی اغراض فاسدہ کیوجہ سے خود اپنی حالت ایسی بگاڑلی اور قوم نے متفق ہوکر شریعت کے خلاف عادتیں اختیار کرلیں کہ وہ رسم عام ہوگئی اور ظاہر ہے کہ جب اس رسم عام کے خلاف کوئی حکم شرعی پر چلنا چاہے گا تو ضرور اسکو اس آسان اور بے ضرر حکم میں دشواری پیدا ہوگی اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو دو پیسے کا نسخہ لکھدے مگر مریض چونکہ ایسے گاؤں میں رہتا ہے کہ جہاں کے لوگوں کی نادانی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ اس قسم کی ضروری اور مفید چیزوں سے رغبت نہیں رکھتے وہ چیزیں وہاں نہیں آتیں اور نہیں مل سکتیں اس دو پیسے کے نسخہ کو وہاں نہیں پی سکتا۔ اب فی نفسہ نسخہ گراں نہیں، کمیاب نہیں مگر اس گاؤں والوں نے خود اپنا دستور بگاڑ رکھا ہے اسواسطے وہاں نہیں مل سکتا اس صورت میں ہر عاقل یہی کہیگا کہ علاج آسان ہے مگر یہ قصور اس جگہ کے رہنے والوں کا ہے کہ ایسی معمولی چیزیں بھی نہیں مل سکتیں۔ یہی ہمارا حال ہے کہ مجموعۂ قوم نے مل کر ایسی حالت بگاڑ دی ہے کہ اب احکام شرعیہ کے بجالانے میں دشواری پیدا ہوگئی ہے مثلاً بہانہ کیا جاتا ہے کہ تنخواہ کم ہے بھلا اگر رشوت نہ لیں تو کام کیسے چلے؟ اگر اپنے اخراجات اندازہ سے رکھے جائیں تو تنخواہ کیوں نہ کفایت کرے۔ یا مثلاً عام طور پر بیر، آم کی بیع پھل آنے سے پہلے کی جاتی ہے اور اگر ایک بچنا چاہے تو ضرور کسی قدر دقت پیش آتی ہے لیکن اگر سب اتفاق کرلیں کہ اس طرح سے کوئی خرید و فروخت نہ کرے تو دیکھیں پھر کیا دشواری پیش آتی ہے۔ دشواری حقیقی تو وہ ہے کہ اگر سب مل کر بھی اسکو دور کرنا چاہیں جب بھی دور نہ ہوسکے اور جو سب مل کر اسس مذموم رسم اور طریق کو چھوڑنا چاہیں اور وہ چھوٹ جائے تو یہ دشوار نہیں

آسان ہے۔ یہ عارضی دشواری تو صرف اپنا طرز معاشرت بگاڑ دینے اور طریق تعمل کو خراب کر دینے سے پیدا ہوگئی ہے۔ سو یہ تنگی خود اپنے اوپر تنگی ڈال لینے سے ہوئی ہے تعجب ہے کہ خود اپنی تنگی کو نہ دیکھیں شریعت کو تنگی کا الزام دیں جیسا کہ اس شیر نے جسکا قصہ مثنوی میں ہے خرگوش کے بہکانے سے اپنا عکس دیکھا اور اسکو دوسرا شیر سمجھکر اس پر حملہ کرنے کے لئے کنوئیں میں کود پڑا اور در اصل وہ خود اپنے اوپر حملہ کر رہا تھا ایسے ہی ہم اپنے عیب کو آئینہ شریعت میں دیکھ رہے ہیں اور نا سمجھی سے اسکو شریعت کی تنگی بتا رہے ہیں سو یہ درحقیقت شریعت پر حملہ نہ ہوا بلکہ خود اپنی ذات پر حملہ کر رہے ہیں ؎

حملہ بر خود می کنی اے سادہ مرد　ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

(تو خود اپنے پر اے کم فہم انسان حملہ کرتا ہے جس طرح سے کہ اس شیر نے خود اپنے اوپر حملہ کیا تھا (جسنے اپنا عکس دریا میں دیکھا تھا)

ہماری تنگی کا یہی قصہ ہے۔

۲۴۸۔ رشوت لینے کا عذر اور اس کا جواب

بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ ہم ناجائز معاملات رشوت ستانی وغیرہ ضرورت کی وجہ سے کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ لوگ جسکو ضرورت کہتے ہیں وہ ضرورت ہی نہیں بلکہ محض حظوظ نفسانیہ ہیں جن کا نام ضرورت رکھدیا ہے مثلاً کسی کے نوکری کے پیسہ میں اتنی گنجائش ہے کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہے مگر بیش قیمت زرق برق کپڑے بنانے کی گنجائش نہیں اس صورت میں عقلمند آدمی کبھی بھی ایسے گراں قیمت کپڑوں کی ضرورت تسلیم نہیں کر سکتا کہ جس ضرورت کے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے اور اگر اسپر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کی تعلیم اسی حالت کیلئے ہے اور جو مرتبہ صبر سے گذر جائے تو ایسے لوگوں کی امداد کے واسطے شریعت نے خاص قواعد مقرر

کئے ہیں ان سے منتفع ہونا چاہیئے

۲۴۹۔ مثنوی کے ایک شعر "اہل دنیا کافران مطلق اند" کا حل

غرض مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے کسی حالت میں بھی دنیا کو دین پر ترجیح دینا جائز نہیں پس اس اعتبار سے مسلمان دنیا دار ہو ہی نہیں سکتا صرف کفار ہی اہل دنیا ہیں جو دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور اس شعر کا مطلب اس تقریر پر بالکل صاف ہوگیا ؎

اہل دنیا کافرانِ مطلق اند ۔ روز و شب در زق زق و در بق بق اند

(جو لوگ قطعی کافر ہیں وہی اہل دنیا ہیں کہ دن رات دنیا طلبی کے چکر میں زق زق اور بق بق کیا کرتے ہیں)

یعنی پہلے مصرعہ میں مبتدا مؤخر اور خبر مقدم ہے یعنی جو شخص کافرانِ مطلق ہیں صرف وہی اہل دنیا ہیں باقی مسلمان کی تو شان ہی اور ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا (اللہ تعالیٰ مومنین کا ولی ہے)

اس میں عام مومنین کے لئے درجہ ولایت کا ثابت کیا گیا ہے گو وہ ولایت عامہ ہی ہو کیونکہ خاصہ میں اتنا اور زیادہ ہے الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا)

۲۵۰۔ عُود بجانب سُرخی (طریق سلوک عوام اور خواص دونوں کیلئے ہے)

اور اگر دنیاداری کے معنی عام لئے جائیں کہ طلب المال ولو علی وجہ الحلال (یعنی مال کا طلب کرنا اگرچہ حلال طریقہ ہی سے کیوں نہ ہو) تو یہ منافی دین کے نہیں کہ ایسا شخص مخاطب احکام دینیہ کا نہ ہو کیونکہ خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے کاروبار دنیوی اکل و شرب و نکاح صنعت وغیرہ سبھی کچھ ثابت ہے۔ غرض دنیوی کاروبار دین کے منافی نہیں بشرطیکہ وہ

شریعت کے دائرے میں ہوں

۲۵۱۔ اہل اللہ کبھی اپنے نفس کی بھی قدر کرنے لگتے ہیں اور اس کا راز

راز اس میں یہ ہے کہ کوئی چیز حتیٰ کہ ہمارا نفس بھی ہماری ملکِ حقیقی نہیں کہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں بلکہ ہم سب سرکاری چیزاسی ہیں سرکاری حد سے زیادہ اس سے کام لینا یا سرکاری اصول کیخلاف انکی بے قدری کرنا جائز نہیں اہل اللہ اسی بنا پر کبھی اپنے نفس کی بھی قدر کرنے لگتے ہیں اور عام لوگ کچھ اور سمجھ جاتے ہیں سہ

درنیابد حال پختہ ہیچ خام ۔ پس سخن کوتاہ باید والسلام

(کامل کے درجہ کو ناقص کا حال نہیں پہونچ سکتا لہٰذا قصہ کو مختصر کرنا چاہیئے۔ والسلام)

سو وہ حضرات اس حیثیت سے اپنے نفس کی قدر کرتے ہیں کہ وہ اس کو سرکاری چیز سمجھتے ہیں اور اسی طرح ہاتھ، پاؤں، دماغ یہ سب سرکاری مشینیں ہیں جنکو ہمارے سپرد کیا گیا ہے اگر ہم اپنی بے اعتدالی سے انکو بگاڑیں گے تو خود مورد عتاب مستوجب عذاب بنیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے ان لنفسك علیك حقا و ان لزوجك علیك حقا و ان لعینك علیك حقا (بلاشبہ تمھارے نفس کا بھی تیرحق ہے اور تمھارے اہل کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے) اگر اپنے دل و دماغ آنکھ کی حفاظت و خدمت اس نیت سے کریں گے کہ ہمارے مولا کی سپرد کی ہوئی چیزیں ہیں انکی عزت اور حرمت اخدمت و حفاظت ہم پر بوجہ عبد و خادم ہونے کے ضروری ہے تو اس میں بھی ثواب ملیگا یہی معنی ہیں انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) کے اور

اس مرتبہ میں کہ ان اعضاء کو محبوب سے تعلق ہے کسی نے کہا ہے ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

(میں اپنی آنکھ پر ناز کرتا ہوں کہ اسنے تیرا جمال دیکھا ہے اور اپنے پیروں پر گرتا ہوں کہ وہ تیرے کوچے میں پہونچا ہے)

ہردم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را — کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

(ہر وقت اپنے ہاتھوں کو ہزاروں بوسے دیتا ہوں کہ اس نے تیرے دامن کو پکڑ کر میری جانب تجھے کھینچا ہے)۔

اور بعض کے کلام سے جو ان اشیاء کا اپنی طرف منسوب ہونا اور اس نسبت کے درجہ میں ایسے اقوال صادر ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے کہا گیا ہے ؎

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود — کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے

(بخدا مجھے تو اپنی ان دونوں روشن آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ تجھ جیسے محبوب کے حسین چہرہ کے دیکھنے کا شرف حاصل)

تو یہ غلبہ ہے حال کا ورنہ اہل مقام کی تحقیق وہی ہے

۲۵۲۔ جس چیز کو محبوب کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ بھی محبوب ہو جاتی ہے مع ایک مثال کے

حکایت: حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے کہا کہ جب آپکو دولت وصول ہو چکی ہے تو اب کیوں تسبیح رکھتے ہیں آپ نے کیا لطیف جواب دیا کہ میاں جسکی بدولت ہمکو یہ دولت ملی کیا اب رفیق کو چھوڑ دیں ہرگز نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑا پالتا ہے اس گھوڑے کا بول و براز بھی ضایع نہیں جاتا بلکہ میزان اعمال میں اسکے اندازہ کے موافق اعمال رکھے جائیں گے اور ان پر ثواب ملے گا یہ سب برکت نسبت علی اللہ کی ہے اور ایسی خسیس اشیاء کے حسنات میں شمار ہونے کی، ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص مصری خریدے تو جو تنکا مصری میں ہوگا وہ بھی مصری کے بھاؤ ملے گا۔

... خانقاہ کا ترجمان

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۷ جولائی ۱۹۸۲ء

العباد

Monthly

Regd. No.1 2/9/AD-111
LULY 1984

WASIYATUL IRFAN
23, [illegible] Allahabad

مجموعہ تالیفات مصلح الامۃ

حصہ چہارم

Rs. 45/-

حصہ اول

Rs. 24/-

Hayat-e-Muslehul Ummat Ra. Al.

Rs. 50/-

وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۸-۹ اگست ستمبر ۱۹۸۲ء جلد ۲

مکتبہ وصیۃ العرفان

حاملِ مضامینِ تصوّف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ غیر ممالک		
نام ممالک	ہوائی	بحری
۱۔ برما۔ پاکستان	۵ پونڈ	۴ پونڈ
۲۔ عرب ممالک	۶	"
۳۔ انگلینڈ	۷	"
افریقہ۔ زنجبار	"	"
ویسٹ انڈیز	"	"
۴۔ امریکہ	۸	

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپئے
چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپئے

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپئے ۲۰ پیسے

مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۸	ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ مطابق اگست ۱۹۸۴ء	جلد ۱۷

فہرستِ مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر منیجر اسرارکریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹۰-۱-۷-ڈی ۱۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ناظرین اس خبر کو نہایت مسرت کے ساتھ سنیں گے کہ "حیات مصلح الامتؒ" طبع ہوگئی ہے ـــــ اسی کے ساتھ ساتھ دوسری بات یہ بھی یاد رکھئے کہ پیشگی قیمت کے سلسلہ میں جو رعایتی پیشکش ۳۵ روپیہ کی کیگئی تھی اسکی میعاد اب ختم ہوچکی ہے اور اب کتاب کی اصلی قیمت تو پچاس روپیہ ہی رہے گی لیکن رعایتی قیمت احباب سے صرف ۴۵ روپیہ لی جائیگی ـــ اور کتاب ہذا کا بک پوسٹ جانا چونکہ خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ اس صورت میں ڈاکخانہ کی کوئی گارنٹی پہونچانے کی نہیں ہوتی پھر یہ کہ اسکو کوئی بھی وصول کرسکتا ہے اسلئے کتاب بہرحال رجسٹرڈ روانہ کیجائے گی۔

اب اسکی دو صورت ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ اگر قیمت پیشگی یعنی اپنے آرڈر کے ہمراہ بھیجدیں گے تو دفتر بقیہ ڈاک خرچ کا ذمہ دار ہوگا۔ آپ کو ایک روپیہ کی وی۔ پی۔ یہاں سے کردی جائیگی یعنی ایک روپیہ مزید دیکر آپ کتاب وصول فرمالیں۔ اس طرح کتاب آپکو ۴۶ روپیہ میں مل جائیگی اس میں آپ کا فائدہ ہے ـــــ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ روپیہ آرڈر کے ہمراہ نہ ارسال کریں اور دفتر سے کتاب بذریعہ وی۔ پی طلب فرمالیں اس صورت میں ڈاک خرچ کل آپ کے ذمہ ہوگا جسکی مقدار تقریباً ۸ روپیہ ہوگی۔ اس صورت میں کتاب مع ڈاک خرچ آپ کو ۵۳ روپیہ میں پڑجائیگی اس میں آپ کا خسارہ ہوگا۔

اب آپ جو صورت چاہیں اختیار فرمالیں ـــ خواہ ۴۵ روپیہ پیشگی نہ بھیجکر وی۔ پی سے کتاب طلب کریں اسوقت ۵۳ روپئے کی وی۔ پی چھڑانے کے لئے تیار رہیں۔ یا ۴۵ روپیہ پیشگی ارسال فرماکر صرف ایک روپیہ کی وی۔ پی چھڑالیں۔ اسوقت کتاب آپ کو صرف ۴۶ روپیہ میں مل جائے گی۔

(ادارہ)

(حضرت اقدس کے چند زریں ملفوظات)

فرمایا کہ —— آیت وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ یعنی اور اللہ تعالیٰ نے آپکو محتاج پایا تو مالدار کردیا اسکی تفسیر میں محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے آپکو مالدار کردیا۔

اسکے بعد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ کذالک من احبہ اللہ یدبر لہ فی عبادہ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ذریعہ غنی بنادیا اسی طرح اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اسکے لئے تدبیر فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالدیتے ہیں چنانچہ وہ انکی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں تمام لوگوں کے ایک ماں باپ ہوتے ہیں جو انکا غم کھاتے ہیں مگر اہل اللہ کے لئے تمام لوگ غمخوار ہوتے ہیں اور سبھی خدمت گذار ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی متوکل آجتک بھوک سے نہیں مرا۔ بشرطیکہ صحیح متوکل ہو۔

فرمایا کہ —— بہت سے لوگ بزرگوں کے ملفوظات یاد کرلیتے ہیں اور خوب زبان سے اسکی مشق کرلیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب ہم کامل ہوگئے تصوف کی باتوں کو یاد کرلینا اور اسی کو تصوف سمجھنا یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے مدرسہ میں علم زبان پر چڑھ گیا ہو اور قلب اس سے غافل ہو۔ اسی کو اکبرالہ آبادی مرحوم نے کہا ہے سے۔ زباں گو صاف ہوجاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا۔ تصوف میں تطہیر قلب اور تزکیہ باطن ہے طلاقت لسانی کا نام تصوف نہیں ہے

فرمایا کہ ——— مکائدِ نفس کا علم فرضِ عین ہے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کید نفس سے بچنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے اور فرض ہے لہٰذا اسکا علم بھی فرض ہے۔ نفس کا علم تمام علوم سے ادق ہے۔ اب جو لوگوں کی تکمیل نہیں ہوتی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ مکائد نفس کو جانتے نہیں اس لیے انہی چیزوں میں پھنسکر اصل مقصد سے رہ جاتے ہیں اور اسکی خبر بھی نہیں ہوتی

مولوی سراج الحق صاحب یہیں قریب ہی ایک گاؤں میں گئے تھے واپس وہاں سے شام کو نہیں آئے بلکہ دوسرے روز صبح کی بس سے آئے اور کہا کہ شام لوگوں نے روک لیا کہ اندھیرے میں کہیں گڈھے وغیرہ میں نہ گر پڑیں صبح کو جایئے اسلئے رک گیا۔ واقعی جب آدمی کو بصیرت نہ ہوگی اندھیرے میں رہیگا تو ہمہ وقت گڈھے میں گرنے کا خطرہ ہے اس سے بچنے کا ذریعہ بصیرت حاصل کرنا ہے۔

لوگ خطوط بھیجتے رہتے ہیں مدینہ طیبہ سے، مکہ مکرمہ سے اس میں یہی لکھتے ہیں کہ معمولات پابندی سے ادا کر رہا ہوں، وظیفہ برابر پڑھتا ہوں بس اسی کو کل دین سمجھ رکھا ہے اور نفس کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ حالانکہ طریق میں اصل چیز اصلاح نفس ہے نہ کہ وظائف۔

فرمایا کہ ——— قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدائش کے متعلق کہیں تو فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا اور کہیں فرماتے ہیں کہ مٹی سے پیدا کیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ نطفہ سے پیدا کیا یعنی عام انسانوں کو اور مٹی سے پیدا کیا تمھارے باپ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مگر قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بیہقیٔ وقت کہا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ قاضی صاحب اگر کوئی حدیث بیان کریں تو ان سے سند کا مطالبہ نہ کیا جاوے گا تو قاضی صاحبؒ

فرماتے ہیں اور روایت نقل کیا ہے کہ ہر آدمی نطفہ اور مٹی دونوں سے پیدا کیا گیا ہے۔ جب نطفہ رحم میں استقرار پاتا ہے تو فرشتہ اس جگہ کی مٹی لاکر رحم میں ڈالدیتا ہے جہاں اسکا دفن مقدر ہے اسی کو کہا جاتا ہے کہ کہ جہاں کا خمیر ہوتا ہے آدمی وہاں ہی انتقال کرتا ہے اور دفن ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ——— حضرت (یعنی حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ) اکثر اپنے لوگوں کا نام لیکر فرمایا کرتے تھے کہ میرے کام کو فلاں فلاں نے سمجھا ہے اور اس میں میرا بھی نام لیتے تھے اور آخر میں فرماتے اور فلاں بھی اچھے ہیں حالانکہ اسوقت وہی سب سے بڑھکر صاحب علم سمجھے جاتے تھے جن لوگوں کی جانب عام نگاہیں اٹھتی تھیں کہ حضرت کے بعد یہی لوگ ہوں گے مثلاً مولانا عیسیٰ صاحب وخواجہ صاحب وغیرہ انکا یہ حال ہوا کہ مولانا عیسیٰ صاحب کے دماغ پر تو حضرت کی موجودگی ہی میں کچھ ایسا اثر ہوگیا تھا کہ از کار رفتہ ہوگئے تھے کام کے نہیں رہ گئے تھے اور پھر حضرت کے بعد جلد ہی وہ اس دنیا سے رحلت ہی ہوگئے اسی طرح حضرت خواجہ صاحب بھی حضرت کے بعد کچھ زیادہ دن تک زندہ نہیں رہے اور دار فانی سے وہ بھی تشریف لے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ باقی مجھے اپنے متعلق یہ خیال بھی نہیں ہوتا تھا کہ مجھ سے بھی کچھ کام ہوسکے گا اسی لئے بس اپنے گھر پر اللہ کا نام لیکر بیٹھ گیا اور یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تم سے کام لینا ہے تو وہ لوگوں کو خود یہاں ہی تمھارے پاس بھیجیں گے ادھر اُدھر دوڑنے اور پریشان ہونے سے کیا فائدہ ؟ چنانچہ رفتہ رفتہ لوگ آنا شروع ہوئے اور اسوقت کا حال تو آپ لوگ خود ہی دیکھ رہے ہیں۔

اس پر مولوی محمد فاروق صاحب ساکن اترا دکھن جن کے مکان پر الہ آباد میں حضرت والا دامت برکاتہم رونق افروز تھے، عرض کیا کہ حضرت ہندوستان میں اسوقت دو مرکز ہیں، عربی داں طبقہ کا مرکز دارالعلوم دیوبند ہے اور انگریزی داں

طبقے کا مرکز علیگڈھ ہے الحمد للہ حضرت والا نے کام کی بنیاد دونوں جگہ ڈالدی ہے اور کام شروع ہو کر چل پڑا ہے حضرت کے لوگ کام کر رہے ہیں باقی مکمل اصلاح کسی بڑے ادارے کی تو کہیں صدیوں میں جا کر ہوا کرتی ہے اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا کہ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ جب ایک زمانہ میں بہت سے مشائخ ہوتے ہیں اور آپس میں بڑے چھوٹے ہوتے ہیں یعنی چھوٹے ایک بڑے کے تابع ہوتے ہیں اور انکے مریدین بھی انکی اتباع کرتے ہیں کوئی علحدہ جماعت بندی یا اختلاف نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ مشائخ اس قسم کے نہیں ہوتے بلکہ سب علحدہ علحدہ اور مستقل ہوتے ہیں اور کسی بڑے کے تابع نہیں ہوتے تو پھر ان کے مریدین و متبعین بھی علحدہ علحدہ جماعت اور ٹولی بنا لیتے ہیں۔ البتہ بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ہر جماعت اور ہر طبقہ کے لوگ ان کے معتقد ہوتے ہیں اگر نوبت بیعت و تعلق کی بھی نہ آئی تو کم از کم احترام تو ضرور ہر ایک کے دل میں ہوتا ہے۔

اُدھر پہلے حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی ایک ذات ایسی نظر آتی ہے کہ جملہ مشائخ کا آپ پر اتفاق تھا ہر جماعت کے لوگ آپ سے وابستہ ہوئے اور سب لوگ آپ کے معتقد تھے اور تمام لوگوں کے قلوب میں آپ کا احترام تھا اور موجودہ وقت میں الحمد للہ کہ حضرت والا کی ذات بابرکات ایسی ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ہر جماعت کے لوگ آپ سے وابستہ ہیں جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں مسلمانوں کے دونوں مرکز علی گڈھ و دیوبند میں تو کام ہوتا ہی رہے گا ان کے علاوہ دوسری جماعتیں جماعت اسلامی کے سربرآوردہ حضرات بھی حضرت والا پر اتفاق رکھتے ہیں اور اپنے اپنے قلوب میں اعتقاد و احترام رکھتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

(ایک بڑے مولوی صاحب نے حضرت کے پاس رہنے والوں میں سے دو صاحبوں کا حضرت والا سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ فلاں صاحب میں اگرچہ علمی پہلو زیادہ نمایاں اور غالب ہے مگر باطن اور تصوف میں ایک دوسرے صاحب کے متعلق یہ کہا کہ وہ اُن سے آگے ہیں)

ان مولوی صاحب کی تائید فرماتے ہوئے حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ یہ مولوی صاحب جنکو تصوف میں بڑھا رہے ہیں اُن سے انکیں مناسبت زیادہ ہوگی اسلئے ان کے باطنی پہلو کو زیادہ سمجھا ہوگا اور دوسری وجہ اسکے اس فیصلے کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جنکو یہ صاحب فضیلت دے رہے ہیں انمیں بے ساختگی دیکھی ہوگی اسی سے طرق سے انکی مناسبت زیادہ سمجھا ہوگا اسکے بعد حضرت والا نے حاضرین مجلس سے فرمایا (جو سب کے سب اہل علم حضرات تھے) کہ آپ لوگوں نے اس لفظ بے ساختگی کا کیا مفہوم سمجھا نیچے جاکر باہم ایک دوسرے سے مذاکرہ کرکے اور سمجھکر اسکو آئیے۔ لوگوں نے باہم گفتگو کی اور پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ "حضرت بے ساختگی کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انسان سے کوئی قول و فعل بے تکلف صادر ہو اور اسکے کرنے میں اسکو کچھ تامل نہ کرنا پڑے"۔ حضرت والا نے یہ سنکر فرمایا جزاک اللہ آپ نے ایک ہی لفظ میں اسکا مفہوم خوب واضح کردیا۔ جی ہاں! ساخت کے معنی بنانے سنوارنے کے آتے ہیں۔ پس بیساختگی کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کام کے کرنے میں تصنع اور بناوٹ نہ ہو اور کسی بات کے کہنے میں مقدمات کو ترتیب نہ دینا پڑے بلکہ بلا تصنع اور بدون ترتیب مقدمات بلا تکلف انسان کوئی کام کرگذرے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا کہ کبھی کسی کو ان لفظوں میں اجازت عطا فرماتے تھے کہ قلب میں بے ساختہ یہ بات آرہی ہے کہ آپ کو اجازت دوں تو اس کا

مطلب یہی ہوتا تھا کہ بنائے اجازت محض قلبی داعیہ ہے باقی اس سلسلہ میں میں نے مقدمات ترتیب نہیں دیئے اور اہلیت کے دلائل فراہم نہیں کئے ہیں۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس کا یہ ایک مخصوص طریقہ تھا کہ اکثر وہ اپنے لوگوں کا امتحان لیا کرتے تھے اور انکی فہم کو تیز کرنے کے لئے اور اپنے کلام کو ابلغ باقی رکھنے کیلئے کسی اہم بات کو بھی اشارۃً و کنایۃً ہی میں فرماتے تھے چنانچہ یہاں بھی اپنے ہی لوگوں سے دو صاحبوں کے متعلق ان مولوی صاحب سے انکا خیال معلوم کرنا چاہا ہوگا کہ انکا عندیہ اور میلان ان میں سے کس کی جانب ہے۔ اس پر ان مولوی صاحب نے وہ فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؒ انکے اس جواب سے مطمئن اور خیال کو سنکر خوش ہوئے چنانچہ انکے اس فیصلہ کی وجوہ و دلائل خود ہی بیان فرمانے لگے تا کہ اگر انھوں نے ابتک اپنی بات کو مدلل نہ جانا ہو تو اب جان لیں اور ایک دلیل تو انکی ہی (یعنی) ان صاحب کے مناسبت کو فرمایا اور دوسری جو اس سے بڑھکر تھی یہ بیان فرمائی کہ ان کے ہی بیان میں بیاختگی رکھی ہوگی جس سے خود ان صاحب کی طریق سے مناسبت کا اندازہ لگایا ہوگا اور بلاشبہ طریق سے قوی مناسبت ایسی شئے ہے جو کسی کے لئے باعث شرف و حسن بن سکتی ہے اور پھر اسی بات کو لیکر انکی کیسی کیسی تحقیق فرمائی کہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بے ساختگی خدا تعالےٰ کی ایک ایسی نعمت ہے کہ اسکے ذریعہ سے کسی کو اجازت تک دی جا سکتی ہے تو اگر خود کسی شخص میں اس نعمت خداداد کا اندازہ کسی شیخ کامل کو ہو جائے تو وہ اسکا مجاز اور خلیفہ کیوں نہ ہو جائے گا۔ بس اسی بات کو سمجھ لیا جس نے کہ سمجھ لیا اور تاویل کرنے والے تاویل ہی کرتے رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مکتوب نمبر ۳۶۳)

حال : حضرت والا کا نوازش نامہ مل کر دل کو بیحد خوشی ہوئی۔ عرصہ مدید کی مایوسی کافور ہوگئی اور مسرت وانبساط کی لہر موجزن ہوگئی۔ اب خدا تعالیٰ سے مستدعی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد حضرت والا سے ملاقات کرادے۔ انشاء اللہ یہ تمنا بھی پوری ہوکر رہیگی۔ تحقیق : آمین

حال : حضرت والا! میں اصلاحی تعلق اس طرح کا چاہتا ہوں کہ میرے نفس کی اصلاح ہوجائے۔ تحقیق : بہت ضروری ہے۔

حال : اور جو حالات میری زندگی میں پیش آویں ان سے بھی آپ کو مطلع کرکے جو رائے آپ میری بھلائی کے لئے قائم کردیں اسی پر عمل کروں۔

تحقیق : بہت عمدہ چیز ہے۔

حال : مثلاً بات کرنے میں مجھے کسی سے زیر رہنے کی عادت نہیں ہے میں سب کو زیر کرنے کی سعی کرتا ہوں۔ تحقیق : یہ نہ کرو۔

حال : اور اس سعی میں بسا اوقات ایسا ہوجاتا ہے کہ دلی سعی وارادہ سچی ہی بات سے زیر کرنے کا ہوتا ہے مگر بے ساختہ کوئی غلط بات منہ سے نکل جاتی ہے جس کو میں خود ہی جانتا ہوں کہ یہ غلط کہہ گیا لیکن واپس نہیں لیتا ہوں۔ اور دل ہی دل میں افسوس کرکے رہ جاتا ہوں کہ کیا ہوگیا۔ پھر رنج بھی کبھی کبھی ہوجاتا ہے اسکا علاج بتائیے۔

تحقیق : آدمی جس بات کو برا سمجھتا ہے وہ ضرور زائل ہوجاتی ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۶۴)

حال : یہ ناکارہ حضرت اقدس کی دعاء سے بخیریت ہے اور معمولات خوب پابندی وشوق ورغبت سے ادا کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ اسکی فکر رہتی ہے کہ

کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ اکثر وقت فراغت کا ذکر و فکر میں گذرنے لگا ہے کبھی حضرت والا کا تصور رہتا ہے اور کبھی حق تعالےٰ کے احسانات و فضل کو سوچتا ہوں اس پر اپنی کمینگی غفلت و حماقت سے دل پانی پانی ہو جاتا ہے
تحقیق: الحمدللہ
حال: بعض مرتبہ تو یہ جی چاہتا ہے کہ زمین میں دھنس جاؤں۔ دم نکل جائے کسی طرح اپنی غفلتوں اور حماقتوں سے نجات ہو اور اس ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو۔ بس اسکا فضل اور حضرت والا کی شبیہ سامنے تسلی دیتے ہوئے نظر آتی ہے۔ تحقیق:- الحمدللہ
حال: رگ رگ میں حق تعالےٰ کی محبت کا جوش اٹھتا ہے اور فکر رہنے لگا ہے کہ ہر عمل انکی رضا کے لئے ہو۔ تحقیق: خوب
حال: حضرت والا سے دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ مجھے سمجھ عطا فرمائیں اور اخلاص و محبت سے قلب منور فرمائیں۔
حال: الحمدللہ حضرت والا کے مضامین سنانے اور پڑھنے کا نظم جاری ہے اللہ تعالیٰ سمجھ اور اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۳۶۵)

حال: بہت دنوں سے ایک شریعت و طریقت کا بھٹکا ہوا سا فر کچھ دل میں ناکام ارادے اور کچھ آرزوئیں لیکر بڑی امیدوں کے سہارے حاضر ہوا ہے اس نالائق و ناکارہ کی لاج اب حضرت والا کے ہاتھ میں ہے اس تعلیم محکم کے ساتھ کہ بگڑی ہوئی زندگی سنور جائیگی اور میری عاقبت بن جائیگی۔
تحقیق: اللہ زندگی ہم سب کی سنوار دے اور عاقبت بنا دے
حال: عہد حاضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی جیتی جاگتی ہوئی صورت اس گنہگار نے یہاں آکر دیکھی قلب و نظر کو بڑا سکون ملا اور بحمداللہ

عقیدت میں روز افزوں فراوانی ہوتی گئی ۔
ق : آپ کی عقیدت و معرفت سے جی خوش ہوا ۔ اللہ تعالیٰ اعتقاداً و عملاً کامل بنادے ۔
حال : اچھوں کی گذر ہر جگہ ہے بُرے کہاں جائیں ۔ حضرت والا میری دستگیری فرمائیں اور اپنے غلاموں میں قبول فرمالیں بس یہی ایک تمنا لیکر حاضر ہوا ہوں
تحقیق : میں حاضر ہوں جس وقت جی چاہے آجائیے ۔ بعد نماز مغرب موقع ہو سکتا ہے ۔

(مکتوب نمبر ۳۶۶)

حال : حضرت والا نے یہ جو دریافت فرمایا ہے کہ (مضمون ذکر) پڑھنے سے کیا فائدہ ہوا، تو حضرت والا پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ بوقت ذکر دل مشغول نہیں ہوتا تھا کہ جسکی وجہ سے طبیعت از حد پریشان رہا کرتی بس یہی خیال ہوتا کہ اس سے کیا فائدہ مگر جب سے ذکر لسانی کی تعریف پڑھی اسوقت سے یہ خیال دل سے نکل گیا ۔ تحقیق : الحمد للہ ۔
حال : اور اب بفضلہ تعالیٰ کچھ دل بھی شاغل معلوم ہوتا ہے تحقیق : خیر
حال : دوسرے یہ کہ اصلاح رذیلہ کے لئے میں بہت پریشان تھا کہ مجھ جیسا ناکارہ اس میدان سے کیسے نکل سکتا ہے، تو اسی کتاب کا وہ مضمون جسے صراط مستقیم سے نقل کیا گیا ہے اس کے پڑھنے سے مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی جو کہ دو دن تک بدستور قائم رہی ۔ تحقیق : الحمد للہ
حال : جس سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آگئی کہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی اسیقدر اصلاح حال میں آسانی ہوگی ۔ تحقیق : بیشک
حال : اب رہ گیا سوالِ حصول محبت تو اسکے لئے آپ جیسے مشفق شیخ کامل کا رہبری میرے لئے کافی ہے ۔ تحقیق : خیر ۔

(مکتوب نمبر ۳۶۷)

حال : باوجودیکہ اطلاعات ملتی رہتی ہیں کہ حضرت والا اچھی طرح سے ہ
اور دل میں یقین جمانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں مگر جو حالات پیش نظر ہ
(مخالفین اور موافقین کیوجہ سے کام میں خلل اور طبع کی روانی میں رکاوٹ
ہمہ وقت دل میں ڈر سا لگا رہتا ہے کہ حضرت اقدس کو چین نہیں ہے۔
تحقیق : یہ ڈر تو اچھا ہے (لیکن) یہ واقعہ کے خلاف ہے نہایت چین سے ہو
حال : ہوسکتا ہے کہ یہ خادم کے دل کی کمزوری کی بنا پر ہو۔
تحقیق : ہاں یہی بات ہے اور محبت کلی اسکا سبب ہے۔
حال : حضرت والا کا دل تو پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہے۔
تحقیق : پہاڑ کی کیا حقیقت ہے۔
حال : بس دعاء کرتا رہتا ہوں اس امید سے کہ مضطر گنہگار کی دعاء قبول ہوتی
تحقیق : یہی ضروری چیز ہے
حال : کہ اے گنہ گاروں کو معافی بخشنے اور ڈوبتوں کو ترانے والے خدا ہمار
شکستہ کشتی کے ناخدا کو سلامت رکھئے اور ان کے کام میں آسانیاں پیدا ف
ہمیں منجدھار میں غرق اور ضائع ہونے سے بچا لیجئے۔ تحقیق - آمین۔

(جواب میں یہ تحریر بھی گئی)

آپ نے مخالفین کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے کہ "ان کی حرکات کی وج
حضرت والا کے کام میں خلل واقع ہو رہا ہے" ۔ ان کے متعلق عرض ہے
بظاہر تو حالات کا یہی تقاضا ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے لیکن آپ کو یہ سن
تعجب ہوگا کہ الحمد للہ یہاں سب باتوں کا اثر الٹا ہوا یعنی ان لوگوں ۔
کیا تھا یہ سب ضرر پہونچانے کے لئے اور ہوگیا اس سے نفع کہ الحمد للہ ان

کے لوگوں نے جواب دیا اور ان کو ہی برا بھلا کہا اور عام طور سے زبانوں پر آگیا کہ یہ اشتہار نکالنے والے فسادی ہیں اِدھر سے کوئی جواب نہیں دیا گیا دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ یہاں کچھ کام کرا دے۔ والسلام

(مکتوب نمبر ۳۶۸)

حال: جو کچھ حضرت والا نے ارقام فرمایا ہے اسکا ایک مجرم کے پاس سوائے اقرارِ جرم اور طلب عفو وکرم کے اور کیا جواب ہے اپنی دانستہ و نادانستہ ہر طرح کی لب و لہجہ کی بے اعتدالی پر ندامت ہے اور محسوس کرتا ہوں کہ جرم عظیم کا مرتکب ہوا ہوں اور یہ بھی آں مخدوم ہی کی تنبیہ اور آپ ہی کے ایقاظ سے سمجھنے کی توفیق ہوئی ورنہ شاید احساس بھی نہ ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ دیہاتی ذات ہے کبھی ادب، شرافت، تہذیب سے پالا نہیں پڑا۔ اور نہ مدرسہ میں استاذ نے سکھایا اور نہ گھر پر ماں باپ نے سکھایا پھر یہ باتیں حقیقی طور سے کہاں سے آتیں۔ میں اپنے احساس ندامت کو دیکھتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اب ایسی بیہودگی نہ ہوگی

: خدا کرے بھائی نہ ہو۔

حال: اور حضرت والا کے عفو کرم سے امیدوار ہوں کہ گذشتہ سے درگذر فرمائیے اسی کی درخواست ہے ؎

بے ادب را اندریں رہ بار نیست　　جائے او بردار شد در دار نیست
(اس راہ میں بے ادب کا گذر نہیں ہے اسکی جگہ دار ہے گھر نہیں۔)

(مکتوب نمبر ۳۶۹)

حال: حضرت کی خیریت برتلہ ٹیا برج کے ایک دوست سے خوب اچھی طرح معلوم ہوئی اور حضرت کی مجالس متبرکہ کا حال معلوم ہوا خیریت کے دو پیام

اکٹھا ایک جگہ جمع ہونے سے مسرت پر مسرت ہوئی اور خوشی سے عجیب حال ہوا
تحقیق : الحمدللہ
حال : دوست مذکور سے خوب خوب حضرت کی خیریت دریافت کی مسجد کی آمد و رفت کا حال پوچھا ۔ تحقیق : خوب
حال : بس ایسا معلوم ہوا کہ حضرت کو دیکھ رہا ہوں اور یہ تصور ہو رہا ہے کہ حضرت یہ مسجد میں جا رہے ہیں یہ آرہے ہیں ۔ حضرت کا پورا وجود مبارک دیکھ رہا ہوں ، حضرت کی پر شفقت آواز سن رہا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ
حال : حضرت کے ارشادات عالیہ حضرت کے کلمات طیبہ سب نظروں کے سامنے اور کانوں کے گرد اگرد چکر لگا رہے ہیں ۔ حضرت کی مبارک ذات جو سراپا نور ہے اسوقت بالکل ہو بہو نظروں کے سامنے ہے اور اچھی طرح حضرت کو دیکھ رہا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ
حال : الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت کی ذات مبارک کیا ہی اس زمانہ میں مغتنم ہے کیا ہی جل مجدہٗ کی رحمت ہے ۔ بلاشبہ رب کریم نے ہم سیہ کاروں پر احسان عظیم فرمایا ہے فللّٰہ الحمد ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض ۔
کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ حضرت کی مبارک ذات کیا ہی شفقت اور محبت والی ذات ہے کیسا حضرت کو ہم پر پیار ہے ۔ تحقیق : بیشک
حال : کسقدر حضرت ہمارے لئے بے چین ہیں حضرت کی ہستی عجیب ہستی ہے فجزاکم اللّٰہ احسن الجزاء اللہ تعالےٰ اس مبارک اور مغتنم ذات کو اس جہاں میں باقی اور قائم رکھیں ۔ آمین ۔ حضرت نے اس مبارک خط میں پھر ایک عجیب اور بہترین دعا احقر کو دی جس سے بیحد مسرور ہوں ۔ اللہ تعالےٰ حضرت کو بدیں دعا و بدیں فیوض و برکات تا دیر ہمارے سروں پر باقی رکھیں
حال : آہ کہ کس طرح حضرت نے فرمایا ہوگا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب تشریف لے آئے ۔ حضرت کی بے غایت شفقت کو جب نظروں کے سامنے رکھتا ہوں

حضرت کی پاکیزہ اور اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کو سوچتا ہوں تو یہ چیز سمجھ سے بالاتر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کو کسقدر تکلیف ہوتی ہوگی ۔ تحقیق : بیشک
حال : حضرت کی زندگی میں حضرت کے سامنے حضرت کے منشار کے خلاف ہو بلاشبہ برائی ہے ۔ تحقیق : جی ہاں تکلیف دہ امر ہے خلوص کیخلاف ہے
حال : عجیب اور بڑی پژمردہ کن اور افسوس کی بات ہے ۔ میں تو اس سے کانپتا ہوں، لرزتا ہوں، حضرت کے یہاں رہ کر دن رات یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں حضرت کو کسی بات سے نادانستہ تکلیف نہ پہونچ جائے بات بات پر ڈرتا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ
حال : یا اللہ حضرت کو ہم سے خوش رکھیے کبھی بھی حضرت کے قلب مبارک کو کوئی تکلیف نہ پہونچے ۔ آمین ۔ تحقیق : آمین ۔
حال : حضرت میں نے مفید مشورے دونوں بزرگوار کو دیئے مگر افسوس کہ کسر دونوں جانب رہی پورا خیال نہیں کیا گیا ۔ اس سے ذرا تسکین ہوتی ہے کہ مقدرات الٰہیہ میں دانہ پانی اتنے ہی دنوں کا تھا ۔ حضرت نے خوب ارقام فرمایا ہے کہ ابتدا ہی میں سوچ سمجھکر کام کیا کریں تو کیا خوب ہو ۔ تب تو انشاء اللہ بگاڑ کی نوبت ہی نہ آئے ۔ تحقیق : بیشک ۔
حال : اللہ تعالےٰ ہم ناکاروں کو فہم دین عطا فرمائیں ۔ تحقیق : آمین
حال : حضرت ! فہم صحیح کی دعار فرما دیجئے ۔ حضرت سے اور کیا مانگوں حضرت تو خود ہی لٹاتے رہتے ہیں مانگنے سے زیادہ دیتے ہیں ۔ اللہ اللہ حضرت کی ذات ۔ فداک روحی و فداک ابی و امی ۔ حضرت گھر میں حضرت کو سلام کہتی ہیں اور حضرت سے دعار چاہتی ہیں ۔ تحقیق ۔ دعار کرتا ہوں ۔

(مکتوب ۳۷۰)

حال : اب الحمدللہ بہ دعائے آنحضور آخر شب میں بیدار ہو جاتا ہوں مگر اخلاص

و خلوص میں بہت کمی پاتا ہوں اور اس آیۃ فاشیۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا (بلاشبہ رات کے اٹھنے میں (قلب و زبان میں) خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب نکلتی ہے) کا کوئی اثر نفس پر ظاہر نہیں ہوتا جس سے دل کو حزن و ملال رہتا ہے کہ کتنا قسوۃ قلب میں ہے۔ احجار تو قساوۃ کے باوجود خوف خدا سے شق ہو جائیں اور ان سے انہار جاری ہو جائیں اور یہاں یہ حال کہ زبان پر آیات جاری ہوں اور قلب بے اثر۔ بس ہدایت و رشد کا محتاج ہوں۔ اس طریق کا متلاشی ہوں کہ جس پر چل کر اپنے مقصود رضائے الٰہی کو پا جاؤں اور ایمان کی ضیا قلب میں پیدا ہو جائے تاکہ مومن بن جاؤں۔

تحقیق: جو چیز اعمال کی روح ہے یعنی اخلاص اسکے متعلق تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں کمی پاتا ہوں۔ جب اسی چیز میں کمی ہے تو احوال تو اسکے تابع ہیں اعمال خواہ کم ہی ہوں مگر اخلاص اور توجہ سے ہونا چاہیئے۔ نتائج کا ترتب اللہ تعالےٰ کے فضل پہ ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں لہٰذا اپنا کام کیئے جایئے احوال کے لیئے پریشان نہ ہو جیئے۔

(مکتوب ۳۷۱)

حال: حضرت والا مظلہ العالی کی صحت و عافیت کا اللہ جل شانہٗ سے طالب ہوں حضرت والا مظلہ العالی میرے اور میرے متعلقین کے فلاح دارین کے لئے دعا فرمائیں اور نزول بارش کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ قحط پڑا ہوا ہے، یہ ہم لوگوں کی بداعمالیوں کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

تحقیق: آپ کے جملہ مقاصد کے لیئے دعا کرتا ہوں۔ مخلوق کی پریشانی سے مجھکو بھی پریشانی ہوتی ہے مگر میں کیا کروں جب دلوں سے اللہ تعالےٰ کا خوف نکلجاتا ہے تو اچھی اور بری باتوں میں تمیز نہیں رہ جاتی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ بار بار یاد آتا ہے کہ ہم ڈرتے ہیں اس زمانے سے کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور پھر بھی احساس نہیں ہوگا۔

جیساکہ ابھی حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ـــــــ اہل الٰہ آباد میں حسد کا
دہ زیادہ ہے اور لوگ بداخلاقی کے شکار ہیں "مسلمانوں کے حقوق نہیں پہچانتے
ور معلوم ہو تو ان پر عمل کرنے کو تیار نہیں"۔ تو سچ ہے اپنے معاملات پر غور
رنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل صحیح تشخیص فرمائی اور یہ حسد ایسا شدید مرض
ہے کہ اس سے گلوخلاصی مشکل معلوم ہوتی ہے ۔ چنانچہ حضرت اقدس کو
لہ آباد کے لوگوں کی اصلاح کے سلسلے میں مشققت اٹھانی پڑی ۔ اللہ تعالے
حضرت والا کو اسکا اجر عطا فرمائے ۔ اب جنکو بننا تھا بن گئے اور جنکی قسمت
ں محرومی لکھی تھی وہ محروم رہے ۔ ناظرین کو حضرت والا کے سابقہ جوابات
سے اندازہ ہوا ہوگا کہ کسقدر اصلاح کے لئے بیتاب ہیں اور کتنی ضیق اس
سلسلہ میں قلب والا کو اٹھانی پڑی یہاں تک کہ اپنے ایک جواب میں شاکر
الصاحب کو یہ تحریر فرمایا کہ :-

" آپ کا خط عین انتظار میں آیا۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ
میری تحریر بہت لوگوں کو پسند ہوئی ۔ میں نے صرف اسوجہ سے
لکھا کہ میری نااہلی ظاہر ہو ۔ اب تو آپ کے خط سے بھی ظاہر ہوگیا کہ
سب (ہی لوگ) مظلوم ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ظالم کا پتہ نہیں
اب میں کچھ نہیں لکھوں گا ۔ ان حالات کے متعلق آپ لوگوں کے
فیصلہ کا منتظر ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لکھکر انتظار رفع فرمائیے ۔ اور
معاملہ کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں ہر شخص خود وہاں اپنا جواب دہ ہے اور
میں نااہلی کا اقرار کرتا ہوں کہ میرے لوگوں کا ایسا ہونا میرے
نقصان کی دلیل ہے ؎

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

اب اپنے دین کا ہر شخص ذمہ دار ہے "۔ والسلام ۔ وصی اللہ عفی عنہ

اسی سلسلہ کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیے :-

ایک صاحب نے جن کا تعلق حضرت اقدسؒ سے دیرینہ تھا۔ اپنے معاملات اور لوگوں کی آویزشوں سے پریشان ہوکر حضرت کی خدمت میں دس آدمیوں کے نام تحریر کئے کہ ان ان لوگوں سے مجھے شکایت ہے اور غالباً مقصد انکا یہ تھا کہ یہ لوگ بھی چونکہ آپ سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا آپ ہی میری طرف سے ہوکر ان لوگوں سے بھڑ جائیے۔ حضرت والا نے اسی پرچہ پر ان صاحب کو تو یہ جواب تحریر فرمایا کہ :-

" میں لکھ چکا ہوں کہ ——— الہ آباد کے لوگوں کو (ہر ایک کو) سمجھ گیا ہوں اور اصلاح میں بھی لگ گیا ہوں اس سے زیادہ کیا کرسکتا ہوں اب آپ کے وہ لوگ مرضی موافق ہو جائیں یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ میں نے بہت کچھ کردیا ہے۔ آپ لوگوں کا تابع نہیں ہوسکتا۔ اپنے اپنے دین کا ہر شخص کو اختیار ہے جو جیسا کریگا ویسا پائے گا اور پا ہی رہا ہے۔ ہر شخص پر اپنے نفس کی اصلاح فرض ہے جیسے نماز اور روزہ فرض ہے اور یہ مشکل امر ہے۔

والسلام وصی اللہ عفی عنہٗ

اور شاکر خاں صاحب کو اس سلسلہ میں یہ تحریر لکھکر ایک صاحب کی معرفت ارسال فرمائی وھو ہذا :-

آج ایک خط آیا ہے اسمیں ایک پرچہ ہے اپنے کئی دشمنوں کا نام لکھکر بھیجا ہے میں ان لوگوں سے تنگ آگیا ہوں۔ ایک عبارت شامی سے لکھ رہا ہوں (ملاحظہ فرمائیے) جس میں ازالۂ امراض نفسانیہ کو فرض کہا گیا ہے اور نماز و روزہ کیطرح فرض عین۔ اب آپ بتلائیے کہ یہ بزرگ لوگ جو ہمارے ساتھ متعلق ہیں کیا اصلاح نفس کو فرض عین سمجھتے ہیں حاشا وکلا۔ سب جگہ کو فاسد کرنے کے بعد اب ہماری جگہ کو فاسد کرنا چاہتے ہیں

اب بتائیے کہ ہم لوگ کہاں جائیں؟ اور اپنا دین ان سے کسطرح بچائیں۔ آپ کو اسکا جواب دینا اور حق جواب دینا لازم ہے۔ گرفت خداوندی ہماری گرفت سے کہیں زیادہ ہے ان اخذہ الیم شدید۔ شامی کی عبارت ہے اعلم ان علم الاخلاص والعجب والحسد والریاء فرض عین مثلہا غیرآفات النفوس والکبروالشح والحقد الخ جان لو کہ اخلاص۔ عجب۔ حسد اور ریا۔ کا علم فرض عین ہے اور اسی طرح دیگر رذائل نفس کا بھی مثلاً کبر۔ شدت بخل کینہ۔ دھوکا دہی۔ غصہ۔ عداوت۔ بغض۔ طمع۔ غرور۔ خیانت مداہنت۔ حق بات سے سرکشی۔ مکر۔ خداع۔ قساوتِ قلبی طول امل وغیرہ اور ان امراض سے کوئی بشر خالی نہیں ہو سکتا لہٰذا ان تمام چیزوں کا علم بوقت حاجت حاصل کرتا رہے تاکہ اس کا نفس ان گندگیوں سے پاک وصاف ہو جائے کیونکہ انکا ازالہ فرض عین ہے اور ازالہ ان رذائل کا بدون انکی تعریف اور علامات کی صحیح معرفت کے ممکن نہیں۔ انتہٰی۔

اور معرفت اسلئے نہیں ہو رہی ہے کہ نفس کی اصلاح کو کوئی فرض عین ہی نہیں سمجھتا۔ صرف نماز روزہ کو فرض سمجھتے ہیں اسکی وجہ سے انھوں نے اپنا دین ہی نہیں تباہ کیا ہے بلکہ اپنی دنیا بلکہ اپنا گھر اور تمام محلہ اور تمام شہر تباہ کر دیا ہے۔

اب ہم لوگوں کو بھی یہ بد اخلاق تباہ کرنا چاہتے ہیں اور اپنی اس ناپاکی اور پلیدی کا انکو علم بھی نہیں۔ اب آپ لوگ بتائیے کہ ہم کیا کریں؟ فقط ایک ہی چیز اب باقی رہ گئی ہے کہ انکی نفسانیت کی جزا کو خدا کے حوالہ کریں کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔ والسلام

وصی اللہ عفی عنہ

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس طرح سے دلسوزی اور تعب و مشقت ایک مصلح کو قوم کی اصلاح کی خاطر اٹھانی پڑتی ہے۔ واقعی جو حضرات مصلحین متبع سنت ہوئے ہیں انکو ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ وہ حضرات اور تمام سنتوں کے ساتھ ساتھ لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین (شاید آپ اپنے نفس کو ان کے مسلمان نہ ہونے کے غم میں ہلاک ہی کر دیں گے) والی سنت سے بھی متصف ہوتے تھے اور شاید زمانہ میں ایسے مصلحین کی کم یابی ہی پر افسوس کرتے ہوئے کبھی کبھی یہ فرماتے تھے کہ —— "اب آج دھرا ہے اخلاص اور دھرے ہیں مصلح کسی کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح کی خاطر اپنے قلب و دماغ پر اتنا تعب اور بار برداشت کرے"

راقم نے اہل الہ آباد کا ابتک یہ ایک ہی رخ بیان کیا ہے اور مقصد اس سے یہ تھا کہ آپ پر یہ ظاہر کر دیں کہ ہمارے حضرت اقدس کی تمام ہی زندگی اسی کشمکش میں گزری۔ وطن میں اہل وطن اور اہل اطراف سے جو سابقہ پڑا وہ تو کہیں بڑھکر تھا یہاں تک فساد برپا کر کے لوگوں نے حضرت والا کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ پھر گورکھپور میں ایسا فتنہ تو نہ تھا تاہم بہت بہت ضیق وہاں بھی حضرت کو ہوئی، بالآخر الہ آباد تشریف لائے تو یہاں کے حالات آپ کے سامنے ہی ہیں ان حالات کو دیکھتے ہوئے یہی کہنا پڑتا ہے کہ واقعی سہ

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

غرضکہ حضرت اقدس کے اسی نوع کے خط فتحپور سے آتے رہے چنانچہ اکثر شاکر خاں صاحب مرحوم کے نام آتا اور انھیں کو حضرت واسطہ بناتے اور مضمون خط کو تمام متوسلین حضرت والا کو سنایا جاتا یہاں تک کہ اسی سلسلہ کا ایک خط خاں صاحب مرحوم نے ایک دن اہل مجلس کو سنا کر انسے جواب طلب کیا۔ اہل الہ آباد نے اس پر متفقہ طور پر جو جواب حضرت اقدس

کو لکھا وہ یہ ہے :-

(اہل الٰہ آباد کا معافی نامہ اور آئندہ اصلاح کا عزم)

عرض ہے کہ آج مجلس میں حضرت والا کا خط شاکر خاں صاحب نے ہم سب کو سنایا حضرت والا نے جو کچھ تحریر فرمایا بالکل صحیح ہے بیشک ہم لوگوں سے بہت کوتاہیاں ہوئیں۔ حضرت والا معاف فرمادیں۔ اب ہم لوگ دل سے ارادہ کرتے ہیں کہ شریعت مقدسہ پر پورے طور سے پابندی کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا کریں گے۔ آپس کے جو تعلقات بگڑے ہیں ان کو درست کریں گے اسمیں کامیابی کے لئے حضرت والا سے درخواست دعا، وتوجہ کی ہے۔

دستخط متوسلین حضرت والا (الٰہ آباد)

(حضرت اقدسؒ کا جواب باصواب)

آپ حضرات کی حق پرستی سے جی بہت خوش ہوا میں اہل حق کے ساتھ ارتباط رکھنا چاہتا ہوں اور اسکو اپنی سعادت سمجھتا ہوں اور اب ان لوگوں سے مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے (جنکی یہ تحریر ہے) اور (اب جنکی تحریر ابھی نہیں آئی ہے) ان لوگوں کا انتظار ہے۔ اور سب سے معافی مانگتا ہوں۔

والسلام وصی اللہ عفی عنہ

راقم عرض کرتا ہے کہ اہل اللہ کی خفگی اور ناراضگی کچھ اپنے نفس کیلئے نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ حضرات جس کو کچھ کہتے سنتے ہیں یا کسی سے ناخوش ہوتے ہیں تو محض [illegible] ہوتے ہیں جب وہ شخص برائی سے باز آجائے

اور توبہ کرلے تو پھر ان حضرات کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد آجاتا ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جو شخص گناہ
اور معصیت سے توبہ کرلے تو پھر وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے وہ گناہ کیا
نہیں۔ ظاہر ہے کہ اب اسے خوش نہ ہو جانے کے کیا معنی؟ نیز یہ حضرات یہ بھی
سمجھتے ہیں کہ انسان نفس اور شیطان کے ہاتھوں گرفتار ہے۔ بیچارہ تھوڑ
مجبور ہی ہے اسلئے اس پر انکو رحم بھی آتا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ کہیں
مواخذہ میں ہم سے کچھ زیادتی ہوگئی ہو اس سے معافی بھی طلب فرمالیتے
ہیں۔ یہ اللہ والوں کی حیرت ہے اور انکا یہی کردار وقت پر کتنوں کو ذبح کر
کھا۔ یعنی کتنے لوگ انکی اس ادا سے بسمل ہو جاتے تھے۔

چنانچہ اہل الہ آباد کا مجموعی طور پر جب معاملہ صاف ہو گیا تو بطور
نصح نصیح کے حضرت اقدس نے پھر ایک تقریر فرمائی اور پھر اسکو بہ نفس نفیس
اپنے قلم سے لکھکر حاضرین کو سنا بھی دیا اب چونکہ ان حضرات کے علاوہ
یہ مضمون تمام امت کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا تھا اور ہر اس
شخص کے مفید اور کارآمد تھا جس کا تعلق کسی شیخ سے ہو یا وہ راہ اصلاح
میں قدم رکھنا چاہتا ہو اسلئے ہم اسکو یہاں بعینہٖ درج کرتے ہیں:۔

فرمایا کہ ——— میں نے کل بعد نماز ظہر جو بیان کیا تھا اسکو
قلم بند کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جو شخص دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے
وہ اگر بصیرت سے خالی ہے تو حسب تصریح مشائخ مکر میں پڑا
ہوا ہے اسکا فساد اسکی اصلاح سے زیادہ ہوگا۔ جو شخص خود
مطمئن نہیں ہے وہ دوسروں کو کیا مطمئن کر سکے گا اور جس شخص
کو خود یقین نہیں ہے وہ دوسروں میں یقین کیسے پیدا کر سکتا ہے
اسلئے اس منصب کے لوازم میں سے بصیرت اور یقین ہے اپنے
طریق کار پر اب جو لوگ اپنے شخص کے پاس آمد و رفت رکھنے

والے ہیں انکو جتنا اسکا یقین ہوگا کہ ہمارا متبوع محقق ہے
بصیرت پر اور یقین پر ہے اتنا ہی اسکا اتباع کریں گے اور
اس طرح انکو بھی رفتہ رفتہ بصیرت حاصل ہوجائیگی
ورنہ اتباع کی دولت سے کبھی فائزالمرام نہ ہوں گے ہم کھلی
آنکھوں اسکا تجربہ کررہے ہیں کہ کثرت سے لوگ اسکا شکار ہیں
کہ جب ایسا آدمی کوئی اصلاحی چیز یا کسی غلطی پر انکو تنبہ کرتا ہے
تو نفس و شیطان اسکو سمجھاتا ہے کہ انھوں نے تمھارے معاملہ
میں غلطی کی ہے اور تمھارے دشمن کے کہنے پر عمل کیا ہے
اور ہر فریق اپنے معاملہ میں اسی پر عمل پیرا ہے۔ اب بتائیے کہ
اگر ایسا ہے تو ایسے شخص کو یک لخت جواب دیدو کہ ــــ مصرعہ
او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

لیکن اگر چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے تو سیدھی اور صاف
بات یہ ہے کہ قلب کا ضعف یقین دور کرو اور پختگی سے بلا تردد و
بلا شک عقیدہ راسخ کرو کہ یہ شخص ہمارا خیرخواہ ہے اگرچہ ہمارے نفس
کے خلاف کرتا ہے ہمیں اسکا اتباع کرنا ہی دین ہے اور اسی
میں ہماری فلاح ہے اسکے بعد دیکھو راستہ کھلتا ہے یا نہیں (ح س)

اہل الہ آباد کی اصلاح کے سلسلہ میں لوگوں کے احوال اور حضرت اقدس
کا مواخذہ اور عتاب اور ان سے ناراضگی کا منظر تو آپ نے دیکھا
نیز یہ کہ ان حالات میں حضرت والا کو کس قدر ضیق برداشت کرنی اور تعب اٹھانا
پڑتا تھا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت اقدس یہاں کسی سے
خوش ہی نہیں تھے ایسا نہیں بلکہ اللہ والوں کی خفگی اور ناراضگی
محض لوگوں کی اصلاح کی غرض سے ہوتی تھی جب کسیکو اپنے نقص کا احسا

اور حالت کی درستگی کا خیال پیدا ہوجاتا تھا تو پھر اسکے بعد کچھ نہیں حضرت بھی مطمئن ہوکر خوش ہوجاتے تھے چنانچہ آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا کہ اتنی ناراضگی کے بعد بھی جب لوگ گڑگڑائے اور معافی مانگی تو حضرت والا نے بھی انھیں معاف ہی فرمادیا۔

اس کے علاوہ الہ آباد میں حضرت کی تشریف آوری بہت سے لوگوں کے حق میں رحمت ثابت ہوئی۔ ہمارے بھائی عبداللطیف صاحب محسن منزل والے خود مجھ سے فرماتے تھے کہ حضرت والا کے الہ آباد تشریف لانے کا فائدہ جس جس کو ہوا وہ جانے خود مجھے اتنا فائدہ ہوا کہ اسکو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ ناچیز پر کرم ہی ہوا کہ یوں سمجھئے کہ جیسے پیاسے کے پاس کنواں پہونچ جائے۔ کہتے تھے میرے شروع کے حالات کچھ گڑبڑ ہو چلے تھے اس طرح سے کہ یوں تو الحمدللہ میں نماز روزہ کا بچپن ہی سے پابند تھا مگر ایک غیر متشرع پیر کے یہاں پھنس گیا تھا اللہ پاک نے کرم فرمایا اور کسی کی صحبت کیوجہ سے مجھے ان سے نجات ملی۔ پھر حضرت اقدس کے یہاں فتحپور تال نرجا حاضر ہوا تو سکون ہوا کہ ہاں یہ صحیح جگہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ کرنا ایسا ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت والا اپنے وطن سے گورکھپور تشریف لے گئے اور اور اسکے بعد بلا شان وگمان الہ آباد آگئے اور یہاں مکان بھی لے لیا اس لئے میں نے تو اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا اور یہ سمجھا کہ حضرت والا الہ آباد میری ہی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ہیں اور مجھے حضرت کی صحبتوں سے بہت ہی فائدہ ہوا اب بھی ہردن روزافزوں معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح سے ایک جوان صالح کا اصلاحی خط ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ حضرت کے یہاں سے پانے والوں نے کون سی دولت پائی تھی۔

إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ

(بلا شبہ اسمیں ہدایت کا کافی مضمون موجود ہے ان کیلئے جو بندگی کرنیوالے ہیں)

الحمد للہ کہ رسالہ نافعہ مشتمل بر یکصد و پنجاہ ہدایت تا مجات کہ
دوازدہ از آنہا منسوب اند با علحضرت حاجی صاحب و باقی بحضرت شیخ المشائخ
مولانا حافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہما بتسمیہ

مکاتیب رشیدیہ

اولاً باہتمام و فراہمی خاکسار ذرہ بمقدار آثم ناتمناہی عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

وثانیا

حسب تمنائے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ
حالا کہ بروفات حضرت ہفدہ سال گذشتہ جزو رسالہ وصیۃ العرفان
گردانیدہ بجا بجا طبع شد

پیش لفظ

(از عبد الرحمٰن جامی عفی عنہٗ مرتب رسالہ وصیۃ العرفان)

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

یہ ناکارہ ناظرین باتمکین کیخدمت میں عرض پرداز ہے کہ ہمارے مرشد اور رہنما مصلح الامۃ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے طریق میں جن کتابوں سے نفع پہونچا ہے ان میں سے ایک یہ کتاب مکاتیب رشیدیہ بھی ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اور اسکا حسن دوبالا ہوجاتا اگر جواب باصواب کے ہمراہ طالب کا خط بھی شایع ہوجاتا (جیسا کہ حضرت تھانوی نے اپنے مکاتیب اصلاحیہ یعنی (تربیۃ السالک) میں یہی طرز اختیار فرمایا ہے کہ حال کے خانہ میں سالک کے خط کا مضمون ہوتا ہے اور تحقیق کے عنوان میں اپنا جواب تحریر فرمایا ہے کہ اسکی وجہ سے جواب اور زیادہ اوقع فی النفس ہوجاتا ہے۔ اور اس میں (مکاتیب رشیدیہ) میں طبیعت ترس کر رہ جاتی ہے کہ سالک نے اپنا کیا حال لکھا ہوگا جس کا حضرت نے یہ جواب عطا فرمایا ہے۔ گو مضمون جواب کے دیکھنے کے بعد اجمالی طور سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ سالک نے ایسا کچھ لکھا ہوگا" اور کہیں کہیں جواب میں حضرت نے یہ عنوان بھی اختیار فرمایا ہے کہ "آپ نے یہ لکھا ہے" اسکے متعلق یہ کہتا ہوں۔ اس سے بھی کچھ سراغ لگ جاتا ہے تاہم بہت سے مقامات پر یہ پیاس باقی ہی رہ جاتی ہے بہرحال جو کچھ موجود ہے وہ بھی کم نہیں ہے اللہ تعالےٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کتاب کے مضامین حضرت اقدس مجلس میں بھی سنایا کرتے تھے اور ہم لوگوں کو سبقاً سبقاً بھی پڑھایا ہے۔ اور اپنی حیات مبارکہ میں یہ بھی فرماتے

تھے کہ یہ کتاب اب نایاب ہے دو بارہ اسکی اشاعت ہونی چاہیئے۔ الگ سے نہ ہو سکے تو رسالہ ہی میں قسطوار اسکو شایع کردو۔ لیکن افسوس حضرتؒ کی یہ تمنا حضرت کی زندگی میں تو نہ پوری ہو سکی مگر حضرت والا ہی کی توجہ کی برکت ہے کہ ہم آج اسے آپکی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور مقصد اس سے خود بھی اسکو سمجھنا اور عمل کرنا ہے اور ناظرین کی خدمت میں اسکو پہونچاکر حضرت مرشدی نوراللہ مرقدہ کی تمنا اور ایمار جوکہ ہمارے لئے بمنزلہ حکم کے تھا اسکو پورا کرنے کی سعادت حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمادے۔

مرتب وناشر اول حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کے بیان سے معلوم ہوا کہ کتاب ہذا ۱۵۰ مکتوب کا مجموعہ ہے اور اصالۃً تو مقصود فقیہ عصر امام ربانی حضرت مولانا شاہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے مکتوبات کا جمع کرنا تھا لیکن تبرکاً وتیمناً ابتدا میں بارہ۱۲ خطوط شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل فرما دیے ہیں جوکہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے نام لکھے ہیں۔ اور تیرھواں خط حضرت گنگوہی کی جانب سے حضرت حاجی صاحبؒ کے خط کا جواب ہے۔ اور بقیہ سب خطوط حضرت گنگوہیؒ کے ہیں جنھیں حضرت نے مختلف منتسبین۔ سالکین۔ محبین یا اخوان طریق کو تحریر فرمائے اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے بجز دو ایک خط کے تمام ہی خطوط خود حضرت اقدس گنگوہیؒ کے دست مبارک اور قلم خاص ہی کے لکھے ہوئے ہیں۔

ان تیرہ خطوط کے بعد جامع نے ایک مختصر سی تمہید بیان فرمائی ہے جسکی وجہ سے حضرت فقیہ عصر امام ربانی کے خطوط کا سمجھنا آسان ہوگیا ہے اور ناظرین کے لئے کسی شبہ میں واقع ہونے سے حفاظت ہوگئی ہے۔

پھر احباب ومنتسبین کے خطوط میں سے سب سے پہلے مولینا فقط صدیق احمد صاحبؒ کے خطوط ہی نقل کئے گئے ہیں جنکی تعداد بیس ہے

(یعنی خط ۱۳ سے نمبر ۲۵ تک) اور اسکی وجہ جامع نے یہ بیان فرمائی کہ حضرت گنگوہیؒ کے اندر نسبت محمدی میں جو حاصل تھے ہے یعنی عبدیت اور فنائیت چونکہ اسکا غلبہ تھا اور حضرتؒ کا یہ وصف مولانا صدیق صاحبؒ کے جوابات میں نمایاں رہے اسلئے انکی مکاتبت کو مقدم کیا گیا۔ اسکے بعد ۲۶ واں اور ۲۷ واں خط حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے نام ہے اور ۲۸ واں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھویؒ کے نام ہے اس طرح پر کہ اس سے قبل خود مولانا خلیل احمد صاحب کا خط بھی موجود ہے۔ اسیطرح سے از ۲۹ تا ۵۰ کے سارے خطوط بھی مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے نام ہیں۔ اور ۱۵۰ واں آخر خط حضرت گنگوہیؒ کا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے نام ہے جسکا فوٹو لیکر شایع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قارئین رسالہ ہذا کو اس سے بیش از بیش نفع بخشیں اور آخرت میں حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو ہم سب کی جانب سے اجر عظیم عطا فرماویں۔ آمین۔

طالب دعاء
ناکارہ عبد الرحمٰن جامی

مقدمہ

(از حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ وصفیہ اما بعد نامراد عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی اپنے مرشد برحق مخدوم العالم قطب الارشاد شیخ الشیوخ سیدنا ومولانا الحاج المولوی رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے چند ہدایت نامجات برادران دین کی نذرگذران کر عرض کرتا ہے کہ ہر چند کہ بندہ نااہل و ناکارہ اپنی بے بضاعتی اور کوتاہی ہمت اور سب سے زیادہ اس کوچہ سے ناآشنائی اور ناواقفیت کے سبب حالات وتذکرات مشائخ سے خوف کرتا اور تحریر کلمات طیبات وتسطیر ارشادات عالیات قطب العالم سے ڈرتا تھا مگر مربی روحانی کے امر کا محض امتثال لرزتے ہاتھوں اور کپکپاتے قلم سے یہ چند اجزا لکھواکر مجبور کر رہا ہے کہ یہ تحفہ آپکے سامنے پیش ہو۔

قدسی نژاد ملک سیرت دینی بادشاہ کے کئی سو والانا موں میں یہ مکاتیب اس غرض سے منتخب کیے گئے تھے کہ جزو سوانح بنائے جائیں مگر باوجود اختصار وتقلیل پر غایت درجہ نظر ہونے کے اس عنوان کے، بقلم خفی چھ جزو ہو گئے جو "تذکرۃ الرشید" کے قلم سے دس جزو میں بھی سمانے دشوار تھے۔ سوانح کے دیگر عنوانات سے اسکا حجم کئی گونہ بڑھ جانے کی وجہ سے اسکا طبع علیحدہ مناسب معلوم ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ کے مکاتیب کا احاطہ و حصر ہونا تو امر محال ہے۔ اسوقت تو اس عنوان کے بقدر وسع وامکان تکملہ کا بھی ارادہ نہیں کیا نمونہ دکھانے کو مختلف مراتب اور جدا جدا طبقہ کے اصحاب کی تربیت اور اصلاح حال کے طرز وانداز کا اظہار کرنا البتہ کچھ ملحوظ تھا سو بحمد اللہ یہ چند اجزا مظہر شان تربیت وارشاد رشیدی بن گئے ہیں جملہ مکاتیب بجز ایک دو کے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دست مبارک و خاص قلم کے

لکھے ہوئے ہیں تبرکاً چند کرامت نامے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے درج ہیں جو بنام حضرت مرشد نا گنگوہیؒ موصول ہوئے باقی تمام عنبر شمامے مولانا قدس سرہٗ کے ہیں جو منتسبین و محبین و سالکین و اخوانِ طریقت کے نام آپ سے جاباً تسطیر فرمائے۔ طبیبِ امتِ محمدیہ کی حکمت، فہم و فراست تشخیص امراض و ادراک لطیف، شانِ ارشاد و تعلیم و تلقین وغیرہا کے ساتھ آپ کی عبدیت و ہیچدانی عجز و تذلل، بندگی و ہمہ وقت افتقار و حضور، اخلاص و للہیت، صدق و صفا، توکل و وفا تسلیم و رضا بما یجری بہ القضا، غرض ہمہ تن طاعت و نیاز بن جانا سب کچھ ان اوراق میں نظر آئے گا۔

ان بے بہا جواہرات کی فراہمی اور طبع کا سبب اگر یہ بتاؤں کہ امام ربانیؒ کے کمالات علمیہ و عملیہ کا ظاہر کرنا ہے تو مجھ سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں اور اگر یوں کہوں کہ مخلوق کی ہدایت مطلوب ہے تو گو ماقال کی شان کو یہ شایاں ہے مگر من قال اسکا اہل نہیں۔ مصرع۔ آنرا کہ خود گم است کرا رہبری کند۔ ہاں مقصود[ف] یہ ہے کہ اب یا آئندہ شاید یہ انمول یواقیت کسی قدردان جوہری کی نظر پڑیں اور آج یا کل کو ممکن ہے کہ کوئی اہل دل، صاحب ذوق، بندہ مقبول، ولی اللہ ان اوراق کو دیکھے

ف۔ حاشیہ قولہ مقصود یہ ہے کہ الخ راقم عرض کرتا ہے کہ ہوا تو ایسا ہی کہ ان انمول یواقیت پر ایک قدرداں کی نظر پڑی جو الحمد للہ کہ ایک اہل دل بھی تھے، صاحب ذوق، بندہ مقبول اور ولی اللہ بھی تھے۔ میری مراد اس سے اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ ارشد حضرت تھانوی قدس سرہٗ ہیں کہ حضرت والا کی نظروں سے یہ کتاب گذری اور حضرت اس سے شاد کام اور فائز المرام ہوئے اور ہم خدام کو بھی اس کا فیض بخشا جس سے بقدر نصیب ناظرین کو حصہ ملا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

تو اسن لذیذ عمران کے ذائقوں سے چٹخارہ لیتے وقت طباق کے حامل خدمتگذار غلام کے حق میں کوئی کلمۃ الخیر فرمادے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنا بنالیں اور راضی ہوجاویں۔ اللہ بس باقی ہوس ؎

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب ۔۔۔ زما ہر ذرہ خاک افتد بجائے

غرض نقشیست کز ما یاد ماند ۔۔۔ کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مگر صاحبدلے روزے برحمت ۔۔۔ کند در کار ایں مسکیں دعائے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ لِلْعَاطِشِ ؕ آمین بجاہ سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)

؎ اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ نظم اور ترتیب (انشاء اللہ تعالیٰ) سالہا سال تک باقی رہیگی اگرچہ ہمارا ایک ایک ذرہ زیرزمین ریزہ ریزہ ہوکر اپنے ٹھکانے لگ چکا ہوگا۔ بہرحال یہ ایک نقش اور تحریر ہے جو ہماری یاد دلانے کے لئے باقی رہیگی ورنہ تو کسی ہستی کو اس دنیا میں رہنا نہیں ہے۔ اس نقش کا فائدہ یہ ضرور ہوگا کہ شاید کوئی صاحبدل اسکو دیکھکر اس غریب اور مسکین کے لئے رحمت کی دعا کردے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی جانب سے حضرت مصنّف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان مکتوبات کے فیض سے ہم سب کو بھی مستفید فرمائے۔ آمین ثم آمین (جامی عفی عنہ)

کرامت نامجات اعلیحضرت حاجی صاحب بنام حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ اسرارہما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب عمت فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ، الحمد للہ فقیر بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہے اور آپکی صلاح و فلاح دارین کی دعا کرتا ہے۔ اول معذرت یہ ہے کہ اب فقیر باعث زیادہ ہوجانے ضعف بصر کے اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہے ورنہ آپ کا خط اپنے آپ لکھنا ضرور تھا۔ آپ کا نامہ آیا تھا اسکا جواب روانہ ہوچکا ہے لیکن آپ نے اس خط میں مفصل کیفیت مزاج فیض امتزاج اور دیگر حالات رقم نفرمایا اسلئے تعلق باقی ہے۔ اس تحریر کے لکھنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے یہاں سے کسی نے آپکی خدمت میں بی بی خیر النساء صاحبہ کو یہاں بھیجدینے کو لکھا ہے اسلئے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی طرح کا اشارہ و تحریک اسبارہ میں نفرمائیں کیونکہ فقیر خود بامجبور صبح و شام ہے ایسی حالت میں کسی کو تکلیف اس دور دراز سفر کی دینی مناسب نہیں ہے اسکے قبل مولوی منور علی نے محبت سے فقیر کے راحت و آرام کے خیال سے بلا استمزاج فقیر کے اسبارہ میں مولوی عزیز الرحمن و مولوی عبداللہ صاحبان کو لکھا تھا لیکن جب فقیر کو اسکی خبر ہوئی تو دونوں صاحبوں کو اس بارہ میں کچھ اپنی طرف سے تحریک و اشارہ کرنے کی ممانعت لکھدی گئی ہے اس بارے میں جو کوئی تحریر جائے تو فقیر کے خلاف مرضی سمجھنا چاہیئے۔ ہاں البتہ یہ پرسال سے یا اسکے ماقبل سے سنتا ہوں کہ بی بی صاحبہ موصوفہ یہاں آنے کے تہیہ میں ہیں تو اگر وہ خود آنیوالی ہوں اور خرچ راہ نہ ہونے کے باعث نہ آسکتی ہوں تو ایسی صورت میں آپ ان کے زاد راہ وغیرہ کا سامان فرما کر فقیر کو خبر دیں۔

(باقی آئندہ)

حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ صلہ رحمی اسکو نہیں کہتے کہ تم اسکے ساتھ سلوک کرو جو تمھارے ساتھ سلوک کرے اور اس سے قطع تعلق رکھو جو تم سے تعلق قطع کئے ہوئے ہو اسکا نام تو ادلہ بدلہ ہے بلکہ واصل وہ شخص ہے جو اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کرے جو اس سے قطع تعلق کرے اور اس پر مہربانی کرنے جو اس پر ظلم کرے۔ اسی طرح حلیم بھی اس شخص کو نہیں کہا جا سکتا جو اپنی قوم سے ایسی بات برداشت کرے کہ قوم اس جیسی بات کو اس سے برداشت کرتی ہو اور اگر لوگ اسکے ساتھ کسی معاملہ میں جہالت سے پیش آویں تو یہ بھی اس جیسے معاملہ میں ان سے جہالت سے پیش آوے۔ ایسا شخص حلیم نہیں ہے یہ تو ادلا بدلا کرنے والا کہلائے گا۔ حلیم درحقیقت وہ شخص ہے جو کہ لوگوں کے حلم کرنے پر تو خود بھی حلم کرے ہی انکی جہالت کے موقع پر بھی حلم کرے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کی ایذاء پر صبر کرے اور خود کبھی اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے اور انکے ساتھ اس طرح رہے کہ پڑوسی اسکی جانب سے مامون و مطمئن رہے۔ باقی رہا اسکا اپنے پڑوسی کو مامون رکھنا یہ تین طریقے سے ہوا کرتا ہے۔ ہاتھ سے۔ زبان سے اور ستر و تحفظ سے۔ بہرحال زبان سے امن تو اس طرح کہ ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالے کہ کہتے کہتے اگر پڑوسی آجائے تو اسکو چپ ہو جانا پڑے یا یہ کہ اگر اسکو اسکی بات پہونچ جائے تو اسے شرمندہ ہونا پڑے۔ اور ہاتھ سے امن میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکا پڑوسی اگر بازار میں ہو اور اسکو یاد آئے کہ ارے میں تو اپنے روپئے کا پرس گھر ہی پر چھوڑ آیا ہوں تو اس پڑوسی کی امانت پر اطمینان کی وجہ سے اسے کوئی تردد نہ ہو اور یہ خیال کرکے اسکو تسلی ہو جائے کہ کوئی بات نہیں ہے میرا گھر اور اسکا گھر برابر ہے (یعنی جس طرح اسکے ہوتے ہوئے اسکے گھر کا سامان کوئی نہیں چھو سکتا انشاء اللہ میرے گھر اور کمرہ میں بھی کوئی غیر دخل نہیں ہو سکتا)

اور ستر و آبرو میں امن کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص سفر میں ہو اور وہاں اسکو یہ اطلاع پہونچے کہ اسکا پڑوسی ایک دن اسکے مکان کے اندر گیا تھا تو اسکے قلب کو بجائے تردد اور خلش کے خوشی اور اطمینان رہے (یعنی یہ اطمینان ہو کہ کسی ضرورت ہی سے وہ میرے مکان میں گیا ہوگا اور اپنے اہل و عیال اور مال پر اسکو پورا اعتماد ہو یعنی اس میں کسی قسم کے تصرف کا اندیشہ اسے نہ ہو۔)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تین اخلاق ایسے ہیں کہ وہ جاہلیت میں کلی مستحب سمجھے جاتے تھے تو ایک مسلمان تو بہرحال ان سے متصف ہونے کے لئے سزاوار تر ہے۔ ایک تو یہ کہ جب ان کے یہاں کوئی مہمان آتا تھا تو وہ لوگ اسکی خاطر مدارات میں اہتمام کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جب ان میں سے کسی کی شادی ہوتی تو عورت اسکے گھر آ کر بوڑھی ہو جاتی مگر وہ اس کو طلاق نہیں دیتا تھا بلکہ اپنی زوجیت ہی میں لئے رہتا تھا محض اس خیال سے کہ اگر یہ چھوڑ دے گا تو وہ غریب ضائع ہو جائیگی۔ تیسرے یہ کہ جب اسکے پڑوسی پر قرضہ ہو جاتا یا وہ بیماری یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا تھا تو لوگ کوشش کرتے تھے کہ اس پر سے بار دین ختم ہو جائے اور کسی طرح سے وہ بیماری سے صحت اور مصیبت سے نجات پا جائے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کا دامن پکڑ کر حق تعالےٰ سے عرض کرے گا کہ پروردگار آپ نے دنیا میں میرے اس بھائی پر وسعت فرمائی تھی اور مجھے تنگیٔ رزق میں مبتلا فرما رکھا تھا تو میں بھوکا رہا اور یہ پیٹ بھر کر سویا لہٰذا اس سے پوچھ لیجئے کہ اس نے مجھ پر اپنا دروازہ کیوں بند کر رکھا تھا اور جو کچھ آپ نے اسکو عطا فرمایا تھا اس میں سے اس نے مجھے کیوں محروم رکھا۔

حضرت سفیان ثوری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ دس چیزیں جہالت اور سنگ دلی کے قبیل سے ہیں ایک یہ کہ مرد ہو یا عورت اپنے لئے تو استغفار کرے اور اپنے والدین یا اور دوسرے مسلمانوں کے لئے نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ انسان قرآن پڑھا ہوا اور وہ روزانہ سو آیتیں بھی تلاوت نہ کرے تیسرے یہ کہ انسان مسجد میں آئے جائے اور دو رکعت نفل نہ پڑھے۔ چوتھے یہ کہ کوئی شخص قبرستان پر سے گذرے اور اہل قبور کو سلام نہ کرے اور ان کیلئے دعائے مغفرت نہ کرے۔ پانچویں یہ کہ کوئی شخص شہر میں جمعہ کے دن داخل ہو اور پھر بدون نماز جمعہ ادا کئے ہوئے واپس بھی چلا آوے۔ چھٹے یہ کہ کوئی مرد ہو یا عورت جس کے محلہ میں (یا شہر میں) کوئی عالم آوے اور وہ اس سے کچھ بھی دینی فائدہ نہ حاصل کرے۔ ساتویں یہ کہ دو شخص ساتھ ساتھ رہے ہوں اور ایک نے دوسرے سے اسکا نام تک نہ معلوم کیا۔ آٹھویں یہ کہ کوئی شخص کسی کی ضیافت کرنا چاہے اور وہ اسکو قبول نہ کرے۔ نویں یہ کہ کوئی شخص اپنی جوانی یونہی بیکار گذار دے نہ اس میں علم سیکھے اور نہ ادب حاصل کرے دسویں یہ کہ کوئی شخص شکم سیر ہو اور اسکا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ اسکو کچھ بھی کھانے کو نہ دے۔

حضرت ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ حسن جوار چار چیزوں سے تام ہوتا ہے ایک یہ کہ جو چیز اپنے پاس موجود ہے اسکے ساتھ اسکی اعانت کرے دوسرے یہ کہ اپنے پڑوسی کے مال میں طمع نہ کرے۔ تیسرے یہ کہ اس کو اپنی ایذا سے بچائے۔ چوتھے یہ کہ اسکی ایذا پر صبر کرے۔

پندرھواں باب
(شراب نوشی کی مذمت کا بیان)

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شراب نوشی کرنے والا شخص قیامت میں اس طرح سے لایا جائے گا کہ منہ اسکا سیاہ ہوگا اور آنکھیں نیلگوں ہونگی اور اسکی زبان لمبی ہوکر اسکے سینہ پر لٹکتی ہوگی اور منہ سے رال بہ رہی ہوگی جسکی بدبو اس قدر خراب ہوگی کہ جو شخص اسکو دیکھے گا اس سے گھن اور نفرت کرے گا۔

اور یہ فرمایا کہ شرابی کو سلام مت کرو اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کو نہ جاؤ اور جب مرجائے تو اسکے جنازہ کی نماز نہ پڑھو (حضرت عمر نے یہ تنبیہًا یا تہدیدًا فرمایا ہے یا یہ کہ یہ حکم اس شخص کا ہو جو ایسا عادی ہو کہ معاذ اللہ اسکو حلال ہی جانتا ہو تب تو ظاہر ہے کہ کفر ہی ہے۔)

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ شراب پینے والا مانند بت پوجنے والے کے ہے اور شرابی ایسا ہے جیسے لات وعزیٰ کی پرستش کرنے والا' مطلب یہ کہ جب شراب پینے کو حلال سمجھے۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ میں آگ کا پیالہ پینا پسند کرتا ہوں مگر شراب کا پیالہ نہیں پسند کرتا۔

حضرت حاکم ابوالفضل حدادی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام نشہ آور اشیا شراب ہیں اور شراب حرام ہے۔ جس شخص نے دنیا میں شراب پی اور اسکا ہوکر رہا موت تک

اس سے توبہ نہیں کی تو اسکو اللہ تعالیٰ جنت کی شراب سے محروم رکھیں گے ۔

فقیہ ابو اللیثؒ کہتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ہر مُسکر (نشہ آور شے) حرام ہے یعنی خواہ وہ آگ پر پکی ہو یا کچی ہو جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شے ایسی ہو کہ اسکی کثیر مقدار سکر ہو تو اسکی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس چیز کی ایک پنسیری نشہ لے آوے تو اسکا ایک گھونٹ بھی حرام ہے (یہاں لفظ فرق آیا ہے جو عرب کا ایک پیمانہ ہے جو تقریباً سولہ پونڈ کے برابر ہوتا ہے اور ایک پونڈ تقریباً آدھ سیر کے برابر ہوتا ہے پس سولہ پونڈ سات آٹھ سیر کے برابر ہوا ہمارے یہاں کی پکی پنسیری کا تقریباً یہی وزن ہوتا ہے اسلئے ترجمہ پنسیری کا کیا گیا ۔ جامی)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ کچی شراب پینے والا گناہ میں پکی شراب پینے والے سے بڑھا ہوا ہے اسلئے کہ کچی شراب کا پینے والا فاسق کہلائیگا اور گنہگار کہلائے گا اور مطبوخ شراب کے پینے والے پر کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ کچی شراب کا پینے والا اقرار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ شراب پی رہا ہے اور گناہ کا کام کر رہا ہے اور مطبوخ کا پینے والا تو ایک نشہ کی چیز استعمال کر رہا ہے اور اسکو حلال سمجھ رہا ہے ۔ اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مسکر شے حرام ہے خواہ تھوڑی سی مقدار میں ہو یا زیادہ پس جب اس نے ایسی شے کو حلال جانا جو بالاتفاق حرام ہے تو کافر تو ہو ہی جائے گا ۔

حضرت فقیہ ابو اللیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو شراب سے بچو اسلئے کہ یہ تمام خرابیوں کی جڑ ہے ۔ تم سے پہلے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک عابد شخص جو مسجد آتا جاتا تھا ایکدن ایک فاحشہ عورت سے ملاقات ہوگئی اسنے اپنی پڑوسن سے کہا اس شخص کو گھیر کر لا چنانچہ جب وہ اندر داخل ہوگیا تو دروازہ بند کر دیا اسکے پاس شراب کا

ایک بڑا پیالہ رکھا تھا اور پاس ہی ایک لڑکا بھی موجود تھا اس نے اس عابد سے کہا کہ اب تم میرے پاس سے جا نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ تین کاموں میں سے کوئی ایک کام کرلو یا تو اس شراب میں سے ایک گلاس لیکر پیو۔ یا مجھ سے زنا کرو یا اس بچے کو قتل کرو نہیں تو میں چیختی ہوں اور شور مچا کر لوگوں کو بلاتی ہوں کہ دیکھو یہ مرد میرے گھر میں آکر میری عصمت دری کرنا چاہتا ہے اور اگر تم انکار بھی کروگے تو تمھاری بات کوئی نہیں مانے گا یہ سنکر وہ شخص بہت گھبرایا اور اپنے دل میں کہا کہ زنا تو میں کر نہیں سکتا اور معصوم بچے کے قتل کا ارتکاب بھی میں نہ کروں گا (ہاں سب میں اہون شراب ہے) یہ سوچکر شراب پی لی جب نشہ ہوا تو اس سے کہا کہ اور دو پھر اور مانگا یہاں تک کہ جب از خود رفتہ ہوگیا تو اسکے ساتھ زنا بھی کرلیا اور اس بچے کو بھی مار ڈالاب۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا لوگو شراب سے بچو اسلئے کہ وہ ام الخبائث ہے اور فرمایا کہ واللہ کسی قلب میں ایمان اور شراب جمع نہیں ہوتے یہاں تک کہ ایک ان میں سے دوسرے کو ختم کردیتا ہے۔ مطلب یہ کہ شراب پینے والا جب شراب پی لیتا ہے تو وہ نشہ میں ہوجاتا ہے تو اسکی زبان پر کلمۂ کفر جاری ہوجاتا ہے اور وہ اس کا خوگر ہوجاتا ہے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ یہی کلمۂ کفر موت کے وقت بھی اس کی زبان سے نکلے اور اسکا خاتمہ اسی کفر پر ہو اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں چلے اسلئے کہ اکثر موت کے وقت ہی انسان سے ایمان جاتا رہتا ہے اسکے کسی ایسی معصیت کے سبب سے جس کو اس نے زندگی میں کیا ہوتا ہے، پس وہ حسرت اور ندامت میں واقع ہوجاتا ہے۔

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص شراب کا عادی ہوکر مرتا ہے تو آخرت میں نشہ کی حالت میں اٹھایا جاوے گا۔

حضرت سعیدؒ نے حضرت قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکیں گے حالانکہ اسکی

خوشبو پانچسو سال کی مسافت سے آتی ہے ۔ بخیل احسان جتلانے والا۔ شرابی اور والدین کا نافرمان ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شراب کے سلسلے میں دس اشخاص پر لعنت کی گئی ہے ۔ شراب نچوڑنے والا ۔ جس کے لئے نچوڑی گئی ۔ اس کا پینے والا ۔ پلانے والا ۔ اسکو پینے والے کے پاس لیجانے والا ۔ جس کے پاس شراب لیجائی گئی ہے ۔ اسکی تجارت کرنے والا ۔ اس شے سے تھوک خریدنے والا اسکی بیع کرنے والا ۔ اس شے سے خریدنے والا اور اسکا نگراں یا مزدور ۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب پینے والا بروز قیامت اپنی قبر سے اس طرح نکلے گا کہ مردار سے زیادہ اسکی بدبو ہوگی اور ایک چھاگل شراب کی گلے میں لٹکی ہوگی جام اسکے ہاتھ میں ہوگا اور اسکے بدن کے تمام گوشت و پوست پر سانپ اور بچھو لپٹے ہوں گے اسکو آگ کا ایک جوتہ پہنایا جائے گا جسکی وجہ سے اسکا دماغ کھول رہا ہوگا اپنی قبر کو وہ دوزخ کا ایک گڑھا پائے گا اور دوزخ میں اسکے ساتھ فرعون اور ہامان ہونگے ۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس کسی نے کسی شراب خوار کو ایک لقمہ بھی کھلایا تو اللہ تعالےٰ اسکے بدن پر ایک سانپ اور ایک بچھو مسلط فرمادیں گے اور جس نے اسکی کوئی حاجت روائی کی تو گویا اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں اعانت کی اور جس شخص نے اسکو قرض دیا تو گویا اس نے ایک مومن کے قتل میں اسکی امداد کی ۔ اور جس نے اسکی ہمنشینی اختیار کی تو اللہ تعالےٰ اسکو قیامت میں اندھا اٹھائیں گے اور اسکی کوئی حاجت روائی ہوگی اور (فرمایا کہ) جو شخص شراب نوشی اختیار کرے اسکے ساتھ کسی کا نکاح نکرو اور اگر بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کو نہ جاؤ اور اگر وہ گواہی دے تو اس کی گواہی قبول کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے نہیں شراب

پی کسی نے کہ یہ کہ وہ از روئے توراۃ - انجیل - زبور اور قرآن ملعون ہے
جس نے شراب پی اس نے گویا اس چیز کے ساتھ کفر کیا جسے اللہ تعالیٰ نے
اپنے نبی پر نازل فرمایا ہے اور شراب کو حلال تو کوئی کافر ہی سمجھ سکتا ہے
اور جو شخص اسکو حلال سمجھے تو یہ سن لے کہ میں اس سے دنیا و آخرت ہر دو جگہ
بری و بیزار ہوں۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت کعب
بن احبار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا توراۃ میں بھی شراب کی حرمت آئی ہے ؟
انھوں نے فرمایا کہ ہاں یہ جو آیت قرآن میں آئی ہے کہ انما الخمر والمیسر الخ
یہ توریت میں بھی اسطرح لکھی ہے کہ انا انزلنا الحق لیذھب بالباطل ویبطل
بہ اللعب والدف والمزامیر والخمر الخ یعنی ہم نے حق کو اسلئے نازل کیا تاکہ باطل کا
اس سے خاتمہ ہو جائے اور وہ لہو و لعب دف اور شراب کا قلع قمع کر دے
شراب پینے والے کے لئے ہلاکت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی
قسم کھائی ہے جو اسکی اس حرمت کی پردہ دری کرے گا اس کو قیامت کے
دن پیاسا رکھا جائے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے حرام فرمانے کے بعد
اسکو ترک کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو حظیرۃ القدس سے پانی پلائے گا۔ ان سے
دریافت کیا گیا کہ یہ حظیرۃ القدس کیا شے ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قدس ہیں
اور انکا حظیرہ جنت ہے۔

حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ شراب پینے سے بچو اسلئے کہ اسکے اندر دس
بری خصلتیں مضمر ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان جب شراب پیتا ہے تو بالکل پاگل سا
ہو جاتا ہے اور بچوں کا ایک کھیل بن جاتا ہے اور عقلاء کے نزدیک ایک برا اور حقیر
شخص معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابی الدنیا سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بغداد کی
ایک گلی میں ایک بدمست کو دیکھا کہ پیشاب کر رہا ہے اور اسکو اپنے منہ پر مل رہا ہے اور بدبخت
[illegible] کہہ رہا ہے کہ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین [illegible] تھا

۲۵۳۔ دعاء کے اول وآخر درود شریف پڑھنے کا راز

اور دعاء کے اول وآخر درود شریف پڑھنے کی بھی یہی حکمت ہے کہ درود شریف کو تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی قبول کرینگے اور یہ ان کے کرم سے بعید ہے کہ اول وآخر کو تو قبول کرلیں اور بیچ والی لپٹی ہوئی چیزوں کو رد کر دیں۔ اور درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاص ومقبول محبوب ہیں، آپؐ پر بے کسی کی درخواست کے بھی رحمت فرماتے ہیں سو جب کسی نے آپؐ پر رحمت کرنے کی درخواست کی تو یہ گویا اس شخص کی خیر خواہی ظاہر ہوئی جس سے یہ بھی مقبول ہوگیا اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ہر عید پر اپنے لڑکے کو کچھ انعام دیا کرتا ہے تو وہ دے ہی دیگا اگر کسی نے اسکو انعام دینے کی نسبت کہہ بھی دیا تو وہ شخص اس کہنے کی وجہ سے اسپر بھی مہربان ہو جائے گا اور یہ سمجھے گا کہ اسکو ہمارے لڑکے سے محبت ہے اسلئے درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے اور طفیل میں یہ شخص بھی جب درود شریف قبول ہوگا تو جو دعاء اسکے ساتھ ہے وہ بھی ضرور قبول ہوگی اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کھانڈ کے چنے کے اندر چنا ہوتا ہے اور اوپر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہے اس مٹھائی کے سبب وہ چنے بھی مٹھائی کے حساب میں بکتے ہیں کیونکہ ان پر کھانڈ لپٹی ہوئی ہے اس واسطے وہ اسی کے حکم میں ہوگئی اسی طرح وہ دعاء بھی گویا درود شریف کے حکم میں ہوگئی یا جیسے پتے مٹھائی کے ساتھ جاتے ہیں اور پھر انکو کوئی واپس نہیں کرتا

۲۵۴۔ نماز کیلئے جماعت کے مشروع ہونے کا راز اور اسکے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

اور یہی راز و حکمت ہے نماز میں جماعت کی کیونکہ ۔ ط ۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم ۔ جماعت میں نیک بھی ہوتے ہیں انکی نماز غالباً قبول ہوگی اور بروں کی نماز بھی چونکہ نیکوں کے ساتھ ہے اس واسطے وہ بھی قبول ہو جائیگی اسکی ایک فقہی نظیر ہے وہ یہ کہ اگر متعدد اشیا ایک سودے سے خریدی جائیں تو یا سب واپس کیجاتی ہیں یا سب رکھی جاتی ہیں اور جو ہر ایک کا الگ الگ سودا ہوتا ہے تو معیب (عیب دار) کو واپس کر سکتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ بھی بندوں سے یہی معاملہ فرماتے ہیں اسلئے جماعت مشروع فرمائی گئی کیونکہ یہ تو مستبعد (بعید) ہے کہ سب کی نمازیں واپس فرمائیں تو سب ہی کو قبول فرمالیں گے البتہ اس میں ایک شبہ یہ رہ گیا کہ جماعت تو صرف فرضوں کے ساتھ مخصوص ہے وہ تو اس جماعت کے ذریعہ سے قبول ہوگئی مگر سنت باقی رہ گئی اسکا جواب یہ ہے کہ تابع ہمیشہ اپنے متبوع کے حکم میں ہوا کرتا ہے سنتیں تابع ہیں فرضوں کی وہ بھی فرضوں کے ساتھ قبول ہو جائیں گی ۔ جیسے کوئی شخص گائے بھینس خریدے تو اس کے رسہ وغیرہ بھی گو وہ کیسے ہی بوسیدہ ہوں لے لیتا ہے ۔ غرض انضمام اور اقتران کے یہ فوائد ہیں ۔

۲۵۵ - رجوع بجانب سرخی (جس چیز کو محبوب کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ بھی محبوب ہو جاتی ہے الخ

اسی طرح اگر کوئی شخص اعمال دنیویہ میں بھی نیت خیر رکھے گا تو اس کو ضرور ثواب ملیگا ۔

حکایت : ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اپنے کسی مرید کے گھر گئے وہاں انکے گھر روشندان دیکھا پوچھا یہ کیوں ہے ؟ اس نے جواب دیا روشنی کے واسطے ۔ انھوں نے فرمایا کہ روشنی تو بدون نیت روشنی کے بھی آتی اگر

رکھنے میں یہ نیت کر لیتا کہ اس میں سے اذان کی آواز آیا کرے گی تو تجھے اسکا ثواب بھی ملتا رہتا اور روشنی تو خود آ ہی جاتی۔ مطلب یہ کہ نیت صالحہ رکھنے سے سب اعمال دنیوی بھی قابل ثواب بن جاتے ہیں۔

۲۵۶۔ رجوع بجانب (طریق سلوک عوام اور خواص دونوں کیلئے ہے) اور اسکا بیان کہ مسلمان دنیادار نہیں ہو سکتا

پس ایسی دنیا منافیٔ دین نہیں اور ایسا دنیا دار بھی دیندار ہی ہے اور پہلے معنی کر دہ نیا دار کوئی مسلمان نہیں تو سب مسلمان دیندار ہی ہوئے اور دو قسمیں ان کو کوئی فرق نہیں ہوا۔ یہ دیندار و دنیا دار کا فرق بوجہ جہل بالا حکام کے ہم نے تراش لیا ہے اور جب فرق نہ ہوا تو کیا وجہ ہے کہ دستور العمل الگ الگ رکھا جائے یہ بات جدا ہی کہ کہ حالت عذر و ضرورت میں کسی کیلئے کچھ تخفیف کر دی جائے۔ سو اس سے یہ لازم نہیں آتا دستور العمل ہر ایک کے لئے الگ الگ تجویز کیا جائے، دستور العمل تو ایک ہی رہیگا مواقع ضرورت اس سے مستثنیٰ سمجھے جائیں گے

۲۵۷۔ یا ایھا المزمل کی تفسیر اور اسکا بیان کہ کامل با وجود لوازم بشریت سے نہیں نکلتا اور اس کا راز

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ (اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا نصف سے بھی کچھ کم یا زیادہ کر دیا کرو) کے معنی ہیں چادر اوڑھنے والا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھٹا رکی

تکذیب سے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو چاہتے تھے کہ یہ کمبخت ایمان لے آئیں نار جہنم سے چھوٹ جائیں اور وہ لوگ ایمان تو کیا لاتے الٹی تکذیب پر کمر باندھ رکھی تھی اور آیات الٰہی سے تمسخر اور مقابلہ کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ شدتِ غم و رنج و حزن و ملال کے چادر اوڑھکر بیٹھ گئے تھے اسلئے اس خاص حالت کے اعتبار سے یا ایھا المزمل ندا و خطاب میں فرمایا گیا تاکہ آنحضرت کو ایک گونہ تسلی ہو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ہجوم اعداء اور ان کے طعن و تشنیع سے پریشان ہو رہا ہو اس وقت اسکا محبوب خاص ایسی حالت کے عنوان سے اسکو پکارے جس کے ساتھ اسکا تلبس ہے تو دیکھئے اس شخص کو کتنی تسلی ہو گی اور اس لفظ کی لذت اسکو کتنی معلوم ہوگی جسکی وجہ سے ایک یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ اسکو میرے حال پر نظر ہے ایسا ہی یہاں بھی یا ایھا المزمل کے عنوان سے جو کہ مناسب وقت سے ہے ندا دے کر آنحضرت ﷺ کو تسکین دی گئی ہے اور بعد اسکے بعض اعمال کا حکم دیا جاتا ہے اور ان بعض احوال پر صبر کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ ایک دوسرے مقام پر بھی اسی طرح ارشاد فرمایا ہے کہ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ (پس آپ صبر کیجئے اس پر جو وہ لوگ کہتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھا کیجئے) اسکی ایسی مثال ہے جیسے اوپر کی مثال میں اس شخص کا محبوب اس سے یہ کہے کہ میاں تم ہم سے باتیں کرو دشمنوں کو بکنے دو جو بکتے ہیں آؤ تم ہم سے باتیں کرو۔ یہ کام کرو وہ کام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایسا تسلیہ بذریعہ وحی کے ہوا مگر امت میں اہل اللہ کو اس قسم کے خطابات وغیرہ بذریعہ الہام و واردات کے ہوتے ہیں اور اس مقام لفظ مزمل کی تفسیر سے ایک مسئلہ نکلتا ہے وہ یہ کہ سابقاً معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چادر اوڑھنے کی وجہ حزن و ملال تھی، اس سے ثابت ہوا کہ کامل باوجود

کمال کے لوازم بشریت سے نہیں نکلتا جیسا یہاں پر بوجہ تکذیب مخالفین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغموم ہونا معلوم ہوتا ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ ہم لوگوں کا غم ایسے مواقع پر بوجہ تنگ دلی اور ضعف تحمل کے ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم بوجہ غایت شفقت اور رحم کے تھا آپ اس پر مغموم تھے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو جہنم میں جائیں گے اسوجہ سے ان پر رحم آتا تھا اور غم پیدا ہوتا تھا چنانچہ ارشاد ہے لعلک باخع نفسک (شاید آپ اپنے نفس ہی کو ہلاک کر دیں گے) ۔ ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(نیکوں کے کام کو اپنے اوپر مت قیاس کرو دیکھو شیر (جانور) اور شیر (دودھ) لکھنے میں یکساں ہیں حالانکہ کسقدر فرق ہے)

مگر یہ تو ثابت ہوا کہ کامل باوجود کمال عرفان کے لوازم طبعی سے نہیں نکلتا اور یہی ہونا بھی چاہیئے کیونکہ اگر کسی کو اذیت و مصیبت میں تکلیف جو لازمہ طبعی ہے محسوس نہ ہو تو صبر کیسے متحقق ہوگا کیونکہ صبر تو نام ہے ناگوار چیز پر ضبط نفس کرنے کا اور جب کسی کو کوئی ناگوار ہی نہ معلوم ہو تو ضبط کیا کرے گا۔

۲۵۸۔ غلبہ حال کا کمال نہ ہونا اور ایک مغلوب الحال کی حکایت اور اسکا ناقص ہونا معہ دلیل اور امثال

البتہ غلبۂ حال میں محسوس نہ ہونا اور بات ہے لیکن غلبۂ حال خود کوئی کمال کی چیز نہیں۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ بیٹے کے مرنے کی خبر سنی تو قہقہہ لگا کر ہنسے اور ادھر آنحضرتؐ کا اپنے بیٹے ابراہیم پر آنسو بہانا ثابت ہے اور یہ فرمانا کہ انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون (میں تمھاری جدائی میں اے ابراہیم بہت مغموم ہوں) اب اگر کسی ظاہر بین شخص کے سامنے یہ دونوں قصے بیان کر دیئے جائیں اور یہ نہ ظاہر کیا جائے کہ قصہ کس کا ہے

اور وہ کہ کا تو ظاہر بات ہے کہ یہ شخص پہلے بزرگ کو جنھوں نے قہقہہ لگایا زیادہ باکمال سمجھے گا حالانکہ یہ مسئلہ مسلم و بدیہی ہے کہ ولی کسی حال میں نبی سے بڑھ نہیں سکتا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اولیاء کے کمالات انبیاء کے کمالات سے مستفاد ہیں۔ سو در اصل ان قصوں کی حقیقت یہ ہے کہ ان ولی کی نظر صرف حقوق حق پر تھی حقوق العباد اور اولاد کی اہمیت انکے قلب سے مستور تھی اس واسطے حقوق عباد کا اثر ظاہر نہیں ہوا جو ترحم کیوجہ سے غم پیدا ہوتا اور اور آنحضرتؐ کی نظر دونوں حقوق پر تھی حقوق حق پر بھی اور حقوق عباد پر بھی اللہ تعالےٰ کے حقوق سے تو صبر کیا اور جزع فزع نہیں کیا اور حقوق عباد یعنی ترحم علی الاولاد کی وجہ سے آنسو جاری ہوئے سخت دلی نہیں کی انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتے) اسکی ایک مثال ہے مثلاً آئینہ کے دیکھنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ضرورت سے خریداری وغیرہ کے صرف آئینہ کو دیکھتے ہیں اسکی موٹائی، چوڑائی، شفافیت پر انکی نظر ہوتی ہے یہ مثال محجوبین غافلین اہل صورت کی ہے۔ اور ایک وہ کہ صرف اس چیز کو دیکھتے ہیں جوکہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اور آئینہ کو نہیں دیکھتے یہ مثال غیر کاملین مغلوب الحال لوگوں کی ہے یہ غلبہ حال سے مظہر کو نہیں دیکھتے بہ صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اور ایک وہ جو آئینہ اور صورت منعکسہ دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اسکو جمع الجمع کہتے ہیں یہ شان ہے انبیاء علیہم السلام اور عارفین کاملین کی کہ حقوق حق کی رعایت کے ساتھ ساتھ حقوق عباد کی رعایت بھی انکا نصب العین رہتی ہے یہ لوگ جامع ہیں سہ

بر کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام سنداں باختن

(ایک ہاتھ میں شریعت کا جام اور دوسرے میں عشق کا سندان اب ان دونوں سے کھیلنا ہر ہوسناک کا کام نہیں ہے) ایسی باریکیوں کے سمجھنے کے واسطے بڑے فہم کی ضرورت ہے ورنہ ظاہر میں

تو ناگوارہ ذکر کرنا زیادہ کمال معلوم ہوتا ہے بہ نسبت ناگوار گذرنے کے ۔

۲۵۹- بعض حالات کمال سمجھے جاتے ہیں حالانکہ انمیں نقصان پوشیدہ ہوتا ہے

اسی طرح دوسری کیفیات وجدانیہ کے تفاضل میں اسی قسم کی غلطی واقع ہوتی ہے کہ بعض باتیں کمال سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں کوئی نقص خفی ہوتا ہے جیسے مبالغہ فی التواضع مقتضی ہوجاتا ہے ناشکری کیطرف کیونکہ اس میں ایہام ہوجاتا ہے انکار نعمت کا ایسا ہی بعض آدمی کہدیتے ہیں کہ ہم نے ذکر وشغل کیا مگر کچھ نہیں ہوا اور سمجھتے ہیں کہ یہ کہنا انکسار ہے حالانکہ علاوہ ناشکری نعمت ذکر کے اس میں ایک نقصان یہ کھلی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے ذکر وشغل کو اس قابل سمجھا کہ اسکو قبول کیا جاوے اور اسکے صلہ میں انکو بڑا رتبہ دیا جاوے اور یہ کبر ہے ۔

۲۶۰- ذاکر کو ثمرات کا طالب نہ ہونا چاہیئے

یہ نفس کے بڑے بڑے مکر ہیں ان کو خبر نہیں ذکر خود ایک مستقل نعمت ہے

حکایت : ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی خادم اس قسم کی شکایت کرتا تو آپ فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو دوسرے ثمرات کی تمنا کرتے ہو اور اکثر ایسے موقع پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم　　　حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

(اسکو پاؤں یا نہ پاؤں اسکو تلاش کئے جاؤں گا وہ ملے یا نہ ملے آرزو ہمیشہ کئے جاؤں گا)

مصرعہ - بلا بودے اگر ایں ہم نبودے ۔

کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے ابھی چلہ کھینچا اور روزانہ

سوالاکھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں کہ ثمرہ نہیں ملا۔ فرمایا اگر میں ناراض ہوتا تو تمھیں سوالاکھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں ہوتی۔ اور یہ ثمرات کے طالب ایک اور بہت بڑی غلطی میں ہیں کیونکہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ثمرات ہی اصل مقصود ہیں اور اعمال مقصود بالعرض اور یہ سخت غلطی ہے۔ اعمال خود مقصود بالذات ہیں اور اصل ثمرہ انکا حصول رضا و دخول جنت اور دیدار خداوندی ہے۔ افسوس کہ طالب ثمرات عشق میں مجنوں سے بھی کم ہیں وہ تو لیلیٰ کے نام کی رٹ کو بڑا مقصود سمجھ رہا ہے اور یہ لوگ دوسری چیزوں کی تلاش میں ہیں کیا مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہے

دید مجنوں را یکے صحرا نورد ؎ در بیابان غمش بنشستہ فرد
(مجنوں کو جنگل کے ایک مسافر نے دیکھا کہ اپنے غم کے بیابان میں تنہا بیٹھا ہوا تھا)

ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم ؎ می نمودے بہر کس نامہ رقم
(ریت کو کاغذ اور اپنی انگلی کو قلم بنائے ہوئے کچھ لکھ رہا تھا)

گفت اے مجنون شیدا چیست ایں ؎ می نویسی نامہ بہر کیست ایں
(اس نے کہا اے دیوانے یہ کیا ہو رہا ہے اور کس کے نام یہ خط لکھا جا رہا ہے)

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم ؎ خاطر خود را تسلی میدہم
(اس نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں اور اس طرح اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں)

ہمینم بس کہ داند ماہ رویم ؎ کہ من نیز از خریداران اویم
(میرے لئے یہ کافی ہے کہ میری ماہ رو (محبوبہ) یہ جان لے کہ میں بھی اسکے خریداروں میں ہوں)

کبھی ثمرات کا قصد مت کرو یہ تو ایک قسم کی مزدوری ہوئی جو عشق و محبت کے برابر خلاف ہے ۔

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن ؎ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند
(تم گداگروں کی طرح اجرت کے عوض بندگی نہ کرو کیونکہ تمھارا مالک بندہ پروری کے طریق خوب جانتا ہے)

حاملِ مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندۂ سالانہ غیر ممالک	
نام ممالک	ہوائی ڈاک
۱۔ برما، پاکستان	۵ پونڈ ہر تو
۲۔ عرب ممالک	۶ "
۳۔ انگلینڈ	۷ "
افریقہ، زنجبار	" "
ویسٹ انڈیز	" "
۴۔ امریکہ	۸ "

وصیۃ العرفان
الٰہ آباد

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپئے
چندہ ششماہی تیرہ ۱۳ روپئے

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپئے ۲ روپئے

مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۹ | ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۳ء | جلد ۷

فہرستِ مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و مینیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷-ڈی ۱۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ایک عرصہ کے بعد اسکی نوبت پھر آگئی کہ ہمکو دو ماہ کا رسالہ ایک سانحہ شائع کرنا پڑا۔ اگست کا رسالہ تاخیر کے باوجود آخری تاریخوں میں روانہ ہو جاتا لیکن اہل پریس کی بعض مشغولیتوں کی وجہ سے نہ جا سکا۔ اس لئے یہی طے کرنا پڑا کہ اگست ۸۲ء اور ستمبر ۸۲ء کے شمارے یکجا روانہ کئے جائیں جو انشاء اللہ تعالےٰ وسط ماہ ستمبر تک آپ تک پہونچ جائے گا۔ چنانچہ پیش نظر رسالہ دو مہینوں کا ہے۔ ٹائیٹل چونکہ پہلے طبع ہو چکا تھا اسلئے الگ الگ دونوں کو لگانا پڑا لہذا پہلے ٹائیٹل پر ماہ اگست دیکھکر آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ صرف اگست کا رسالہ ہے اندر ستمبر کا ٹائیٹل ستمبر کے شمارے کے شروع میں لگا ملیگا اس امر کیجانب توجہ اسلئے مبذول کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ پہلے بھی ٹائیٹل پر ایک ہی ماہ کا نام تھا جسکی وجہ سے لوگ دوسرا پرچہ بہت دنوں تک طلب فرماتے رہے انکو لکھنا پڑا کہ دوسرا رسالہ اندر موجود ہے۔ یعنی رسالہ کا حجم بھی انکی رہنمائی نہ کر سکا۔

(خوشخبری)

الحمد للہ "حیات مصلح الامتؒ" مکمل طبع ہو کر دفتر میں آگئی ہے۔ ٹائیٹل سہ رنگا ہے۔ جلد کے اوپر سفید پلاسٹک کور چڑھا ہوا ہے قیمت اصلی پچاس ۵۰ روپیہ۔ رعایتی پینتالیس ۴۵ روپیہ ہے۔ آرڈر کے ہمراہ منی آرڈر آنے پر ایک روپیہ کی وی۔ پی سے رجسٹرڈ روانہ کیجائیگی جسکو آپ صرف ایک روپیہ ڈاک خرچ دیکر وصول فرما سکتے ہیں

(ادارہ)

فرمایا کہ ——— مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت مولانا (تھانوی) رحمۃ اللہ سے فرمایا کہ حضرت! مشائخ سے تین جماعتوں کو نفع نہیں ہوتا ایک تو انکی زوجہ کو۔ دوسرے انکی اولاد کو۔ تیسرے انکے خادم کو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سنکر مسکرائے اور فرمایا جی ہاں! پھر میں نے یہ مضمون طبقات کبریٰ میں بھی دیکھا انھوں نے اسکو مدلل بیان کیا ہے اور ہر ایک کے عدم نفع کی وجہ بیان کی ہے۔ آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اور اگر بزرگوں سے ان میں سے کسی کو نفع ہو جاتا ہے تو پھر دوسروں سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ کسی بزرگ نے یہ فرمایا ہوگا اور وہ بات نقل ہوتی چلی آئی اور لوگوں میں مشہور ہوگئی اور لوگوں نے اس پر ایسا یقین کر لیا جیسے وحی منزل من اللہ پر یقین کیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور نہ ان بزرگ کا یہ مطلب ہی ہوگا۔ جو ان کے کلام سے سمجھا گیا کیونکہ اسکے ظاہر سے ان لوگوں میں ایک یاس کی کیفیت پیدا ہو جائیگی یعنی یہ لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ ہمکو تو بزرگ سے نفع پہونچے ہی گا نہیں اور یہ کتنا بڑا نقصان ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نفع سے اگر خاص نفع مراد لیا جائے یعنی نسبت مع اللہ اور قلب کا ویسا حال جیسا کہ ان بزرگ کا ہے تو اس میں ان اصناف ثلٰثہ کی تخصیص نہیں یہ مشکل چیز ہی ہے ہر ایک کو باآسانی نہیں مل جایا کرتی اس کے بہت سے شرائط و آداب ہیں اور سب سے بڑی شرط یہی ہے کہ اپنے کو مٹانا پڑتا ہے اور شیخ کیطرف سے نرم گرم جو پیش آئے اسکو جھیلنا پڑتا ہے جس کو دوسرے لوگ جھیل لیتے ہیں اور یہ اپنے خاص لوگ نہیں کرتے اور اللہ تعالےٰ سے تعلق اور نسبت پیدا کرنے کی جو شرائط دوسروں کے لئے ہیں وہی انکے لئے بھی ہیں اس میں باہم کچھ تفاوت نہیں ہے۔ پس دوسرے لوگ ان شرائط کو بجالاتے ہیں اسلئے کامیاب ہو جاتے ہیں اور یہ گھر کے لوگ اپنے ظاہری قرب اور ناز قرابت میں پڑ کر شرائط پوری نہیں کر پاتے اس لئے محروم

رہتے ہیں۔ اور کبھی ہو سکتا ہے کہ کسی میں اسکی استعداد ہی نہ ہو اسلئے وہ محروم رہتا ہو جس کا منشاء آداب اور شرائط طریق کا نہ اختیار کرنا ہوتا ہے نہ کہ شیخ کی قرابت اور اسکا قرب اسکے لئے مانع ہے اسلئے کہ اسکا نفع ضرور انھیں پہونچتا ہے کیونکہ بیوی، اولاد اور خادم کے عقائد درست ہو جاتے ہیں اور شیخ ہی کی صحبت کیوجہ سے ان کے اندر دین و دیانت پیدا ہو جاتی ہے قلب میں ایمان آجاتا ہے۔ فرائض و واجبات کے پابند ہو جاتے ہیں۔ پس اگر کسی کو باطنی مقامات نہ بھی حاصل ہوں تو یہ چیزیں جو انھیں حاصل ہو جاتی ہیں یہ بھی کچھ کم نہیں ہیں بہت بڑا نفع ہے۔

اب اس اتنے بڑے نفع کے بعد یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصناف ثلٰثہ یکلخت محروم ہی رہتے ہیں

الہ آباد ہی کے ایک مولوی صاحب[عہ] سے جو مشائخ کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت محبت فرماتے تھے ایک صاحب کے ذریعہ یہ دریافت فرمایا کہ :۔

میں یہ جو لوگوں سے کبھی کچھ پوچھتا رہتا ہوں اور انھیں کچھ کہتا سنتا رہتا ہوں اسکی حیثیت تو ایک تعلیم وتعلم کی سی ہے جس طرح سے کہ مدارس میں ہوتا ہے کہ وہاں بھی سوال وجواب اور کچھ کہنا سننا باہم استاذ و تلمیذ میں جاری رہتا ہے اور آپ نے تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا ہے وہاں جو کام ہوتا تھا وہ بھی آپ کے پیش نظر ہوگا اسلئے آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجھ سے بھی اس نوع کا کچھ کام ہو جائے گا یا صرف تعلیم وتعلم ہی تک معاملہ رہیگا اس کے متعلق کچھ اپنا خیال ظاہر فرمائیے اور حضرات اہل علم اسوقت یہاں موجود ہیں ان کے سامنے اسکو بیان کیجئے۔

مولانا صاحب نے ان سب حضرات کے سامنے بیان فرمایا کہ میں تو اپنا

عہ غالباً اس سے مراد حضرت مولانا محمد میاں ۲۵۲ صاحب فاروقی ہیں۔

تجربہ بیان کرتا ہوں کہ حضرت والا جو استفسارات فرماتے ہیں اور کبھی کبھی کچھ کہتے سنتے رہتے ہیں تو اسکی وجہ سے نفس کی اصلاح کے سلسلے میں نیز باطنی حالات پیدا ہونے میں بہت ہی نفع ہوتا ہے۔ چنانچہ میں تو حضرت کی شفقت کو دیکھتا ہوں کہ ایک ایک بات کو تین تین چار چار بار فرماکر اور بار بار اسکی جانب متوجہ کرکے پوری اصلاح فرما دیتے ہیں۔ یوں جانے کو میں تھانہ بھون بھی گیا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ پایا لیکن اپنی بدنصیبی کیوجہ سے محروم ہی رہا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تو یہ سمجھ لیا تھا کہ اب کیا کوئی ایسا شفیق مصلح ملیگا لیکن اللہ تعالےٰ کا کچھ ایسا فضل ہوا کہ حضرت سے تعلق ہوگیا اور اصلاح و سکونِ قلب کا کامل ذریعہ ہاتھ آیا۔ چنانچہ حضرت والا کی شفقت کچھ اسدرجہ اپنے اوپر بڑھی دیکھی کہ اب اپنی اصلاح کی امید ہونے لگی ورنہ تو تھانہ بھون جاکر بھی یہ نالائق محروم ہی رہا۔

باقی حضرت والا نے یہ جو فرمایا ہے کہ مجھ سے صرف تعلیم و تعلم ہی کا کام ہوگا یا طریق کا بھی کچھ نفع لوگوں کو پہونچے گا اسکے متعلق عرض کرتا ہوں کہ آئندہ حضرت کے فیوض و برکات کا سلسلہ کتنا وسیع ہوگا یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہم تو ان دو چار سالوں ہی میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایسے ایسے لوگوں کو ہدایت ہوئی ہے جنکو دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہی الٰہ آباد میں دیکھ رہا ہوں، یہی علیگڈھ کے بارے میں سنا اور یہی بمبئی میں دیکھا۔ مجھے علیگڈھ کا حال پہلے کا بھی معلوم ہے اور حضرت والا کے تشریف لیجانے کے بعد سے انگریزی دانوں میں اور ان لوگوں میں جنھیں آزاد خیال سمجھا جاتا تھا دین کی جانب بہت زیادہ نمایاں میلان پیدا ہوگیا۔ بمبئی خود میرا آنا جانا برابر ہوتا ہے میں جانتا ہوں کہ بعض میرے احباب جو بہت ہی زیادہ آزاد تھے انکو نماز باجماعت اور تلاوت کا شوق پیدا ہوگیا اور الٰہ آباد تو میرا وطن ہی ہے میں یہاں کی تقضاسے اور یہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں لوگوں کی طبیعتوں کا

پہلا رنگ بھی میرے سامنے ہے اور حضرت کی تشریف آوری کے بعد سے جو رنگ بدلا ہے وہ بھی میرے سامنے ہے۔ پھر یہ کہ بہت سے پیرزادے جنھیں دین کی اصطلاح میں دنیادار ہی کہنا چاہیئے ایسے بعض لوگوں سے گفتگو کا موقع ملا انھیں بھی حضرت کا مداح پایا اسکے بعد میں نے انھیں حضرت مولانا تھانوی کی بعض تصانیف اور حضرت کے رسالے "معرفت حق" کے بعض پرچے مطالعہ کے لئے دیئے تو اسکا یہ اثر دیکھا کہ انھیں کچھ نماز روزہ کا خیال ہوگیا ہے اور حضرت کی زیارت کا مشتاق پایا۔

چنانچہ میں تو حضرت کے فیض کو روزافزوں ہی دیکھ رہا ہوں اور یہ دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کو حضرت سے باطن کا اور روحانیت کا فیض پہونچ رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس پر مولوی صاحب کی اس تحریر کا بہت اثر ہوا۔ حضرت خوش بھی ہوئے اور واقعی سچی بات میں اثر ہوتا ہی ہے آج بھی اس تحریر کو پڑھنے ضرور اپنے کو بھی متاثر پائیے گا حضرت اقدس کی توجہ بھی ان مولوی صاحب پر زیادہ ہوگئی)۔

فرمایا کہ ——— میں لوگوں میں فہم پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اسی کی کوشش کرتا ہوں کہ فہم درست ہو جائے جس شخص کی فہم درست ہو جاتی ہے وہ ترقی کرتا ہی چلا جاتا ہے کیونکہ اسکے پاس شمع موجود ہے روشنی میں آگے بڑھتا ہی جائیگا۔ میرے پاس اسکے لئے سند موجود ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے فرمایا کہ اے علی! اور لوگ تو اعمال اور طاعات مقربہ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تم اللہ تعالےٰ کا قرب عقل کے ذریعہ سے تلاش کرو۔

دیکھتا ہوں کہ بزرگوں سے فہیم آدمی کو جس قدر فائدہ پہونچتا ہے غیر فہیم

کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا۔ فہیم آدمی ہر چیز کی حقیقت کو سمجھتا ہے، بزرگوں کے ہر قول وفعل کو غور سے دیکھتا اور سمجھتا ہے اور بزرگوں کے پاس رہنے کا فائدہ یہی ہے کہ انکی ہر ہر چیز کو دیکھا اور سمجھا جائے اسی سے آدمی کی استعداد بڑھتی ہے مربی کامل کی تربیت یہی ہے کہ طالبین میں اس طریق کی استعداد پیدا کر دے اور ناقص استعداد والوں کو کامل الاستعداد بنا دے۔ اگر خدانخواستہ مربی میں یہ سلیقہ نہ ہوگا تو وہ تربیت نہ کرسکے گا۔ بزرگان دین نیک نیت تو سب ہی ہوئے ہیں مگر تعلیم و تربیت سب کا کام نہیں ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔

دین چونکہ بڑی چیز اور بڑی دولت ہے اسلئے اسکے لئے بڑے فہم کی ضرورت ہے تاکہ ہر بات کی حقیقت سمجھ سکے اور اسکا منشار معلوم کرسکے ورنہ بے سمجھی سے نہ جانے کس قسم کی گمراہی کا شکار ہو جائے۔

ایک مولوی صاحب معہ اپنی اہلیہ کے تھانہ بھون میں حضرتؒ کے پاس مقیم تھے۔ مولوی صاحب بیمار تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ مجھکو آج تکلیف زیادہ ہے حضرت سے درخواست کرو کہ میرے پاس تشریف لائیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا اور بعد نماز ظہر حضرت مجھے ساتھ لیکر ان کے یہاں تشریف لیگئے میں نے دروازہ پر پہونچکر آواز دی کہ حضرت تشریف لائے ہیں انھوں نے پردہ کرا کے فوراً ہملوگوں کو اندر بلایا اور حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت مجھے تکلیف ہے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھدیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ لو میں اپنا ہاتھ رکھے دیتا ہوں اور اپنا ہاتھ انکے سینہ پر رکھدیا۔ اسکے بعد ان مولوی صاحب نے اپنی بیوی کو آواز دیا کہ تم آجاؤ حضرتؒ نے مجھے اشارہ فرمایا میں باہر چلا گیا مجھے اسکا کچھ خیال بھی نہیں ہوا کیونکہ سمجھتا تھا کہ حضرتؒ میرے شیخ اور مربی ہیں تو وہ ہمسے ہر چیز کو زیادہ جانتے سمجھتے ہیں اور متبع سنت ہیں ہم انکی خدمت میں سیکھنے کیلئے آئے ہیں۔ لیکن اسی واقعہ کو معلوم کر کے ایک دوسرے شخص نے اپنی تباہی

ورد سیا ہی مول لے لیا حالانکہ پہلے وہ حضرت کا بڑا مقرب تھا مگر اپنی کج فہمی سے گمراہ ہوگیا۔ فہم و اعتقاد کی کمی رنگ لائی ورنہ یہ بھی کوئی اعتراض کی بات تھی۔
(راقم عرض کرتا ہے کہ شاید اسی بدعقیدہ، بدفہم کی آزمائش کے لئے اللہ تعالے نے یہ واقعہ پیش فرمایا ہو کہ مخلص کو ذرہ بھی وسوسہ اور خیال نہ ہوا اور غیر مخلص کیلئے وہی واقعہ مزلۃ الاقدام ہوگیا۔ اللہ تعالے بزرگوں کے ادب اور ان سے اعتقاد کی توفیق بخشے۔ آمین۔)

فرمایا کہ ــــــ موافقات میں ہے کہ ان الشریعۃ موضوعۃ لاخراج المکلف عن داعیۃ ھواہ حتی یکون عبد اللہ یہ اسلئے کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے احکام کے اتباع کا داعیہ اسکے اندر پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہویٰ کے داعیہ کو دھکے دیکر باہر نکالدیتا ہے اپنی قوت وشوکت ورعب کی وجہ سے اس میں ایک شان الوہیت کی ہوتی اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت سلیمانؑ کا قول نقل فرمایا ہے کہ ارجع الیھم فلنأتینھم بجنود لاقبل لھم بھا ولنخرجنھم منھا اذلۃ وھم صاغرون ۰ یعنی اے قاصد تو بلقیس اور اسکی قوم کیجانب واپس جا بخدا ہم ایسا لشکر لیکر آئیں گے کہ انکو اسکے مقابلے کی تاب نہوگی اور ملک سبا سے انلوگوں کو ذلیل کرکے نکالدیں گے۔ اسطرح سے کہ انکو قید کرلیں گے اور غلام بنالیں گے ــــ پس جس طرح یہاں اخراج کا لفظ اللہ تعالے نے اختیار فرمایا ہے اسی طرح سے صاحب موافقات نے بھی یہاں اخراج ہی کو فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعیہ شرع بھی داعیہ ہویٰ کو نہایت ہی ذلت اور ہوان کے ساتھ نکالتا ہے اور جبتک ایک داعیہ کے مقابلہ کیلئے دوسرا داعیہ ہی نہیں پیدا ہو جاتا وہ پہلا داعیہ نکلتا نہیں ــــ اور یہ داعیہ پیدا ہوتا ہے اہل داعیہ کی صحبت سے یوں کسی کے اندر کسی اور ذریعہ (مثلاً کتب بینی وغیرہ) سے پیدا ہو جائے تو اسکا انکار نہیں مگر یہ شاذ و نادر ہے۔ باقی داعیہ کے پیدا ہونیکا جو فطری قانون ہے وہ یہی ہے کہ کسی داعیہ والے کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے اور اسکی باتوں کے سننے اور اسکے قول و فعل اور حال کے مشاہدہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۷۲)

حال : نامۂ مبارک ملا۔ حضور نے گذشتہ خط اور اس پر تنقید طلب فرمائی ہے میں اپنے خط سابق پر تنقید کا ارادہ کر ہی رہا تھا وہ یہ کہ یہ عاجز تجارت کے سلسلہ میں باہر گیا ہوا تھا فروخت شدہ مال کی قیمت وصول ہونے میں دیر تھی اپنے ایک خاندان کے آدمی کو جو رفیق سفر تھا اسی کام پر مامور کر کے میں مکان واپس چلا آیا کہ روپیہ وصول کر کے لے آتا۔ وہ شخص روپیہ لیکر آرہا تھا اسے کچھ اور تاجر ساتھی مل گئے وہ سب ہی گاؤں گھر کے تھے یہ سب رات میں ایک محفوظ جگہ میں سوئے جہاں کسی دوسرے آدمی کا گذر نہیں ہو سکتا تھا مگر جب صبح کو بیدار ہوئے تو میرے آدمی کا سب روپیہ چوری ہو گیا تھا۔ بڑی تلاش و تفتیش کے بعد بھی کچھ پتہ نہیں چل سکا بڑی بڑی پنچائتیں ہوئیں، اسکے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان ہی ساتھیوں میں سے کوئی چور ہے۔ آخر حلف پر بات طے ہوئی سب ساتھیوں نے حلف بھی لے لیا اور روپیہ کا پتہ نہیں حالانکہ یقینی طور پر کوئی ایک ان میں سے چور ضرور تھا اب ایک معاملہ اور رہ گیا تھا وہ یہ کہ میرے آدمی نے میرے روپیہ میں سے چوری ہونے سے بیشتر کچھ روپیہ ایک ساتھی کو قرض دیدیا تھا۔ اس کے بعد رات کو سونے کے وقت میرا روپیہ اور کچھ اپنا روپیہ دونوں ایک میں ملا کر رکھکر سویا (جو سب چوری ہو گیا) میں نے یہ مطالبہ کیا کہ جو روپیہ قرض دیا گیا تھا کم از کم وہ روپیہ تو مجھے ملنا چاہیئے لیکن وہ روپیہ بھی مجھے نہیں ملا۔ چونکہ اسکا بھی کچھ روپیہ چوری ہو گیا تھا اسلئے جو روپیہ قرض کا ملا اسکو خود لے لیا اور اپنی ایک پارٹی بنالی جو اسکے حمایتی ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے "ارتفاع الضیق" کھولی اور مطالعہ شروع کیا تو آنکھ کھل گئی ۔

تحقیق : الحمد للہ جلد ہی کھلی۔

سال : اب سمجھ تو آئی ۔ تحقیق : الحمد للہ بہت جلد آئی ۔
سال : مگر یہ سودا بہت مہنگا پڑا اس غیبی تازیانے کے بعد بھی نہ سمجھونگا تو کب سمجھوں گا ۔ تحقیق : ہاں ہاں یہی وقت ہے سمجھنے کا
سال : اب جو کچھ سمجھا ہوں وہ قدرے تفصیل سے عرض کرتا ہوں ۔

اگر "ارتفاع الضیق" کے اصول کے مطابق میں نے امانت دار کا انتخاب کیا ہوتا تو ایسا شخص میرے روپیہ کو بغیر میری اجازت کے خرد برد نکرتا ۔ اُسے اپنے روپئے میں نہ ملاتا ۔ اسے قرض وغیرہ دینے میں استعمال نکرتا ۔ وہ خود سفر میں اپنا رفیق سفر "ارتفاع الضیق" کے مطابق منتخب کرتا ان ساتھیوں کے ساتھ نہ رہتا جو جھوٹی قسم کھا بیٹھیں ۔ اور پھر اتفاقاً اگر مال چوری بھی ہو جاتا تو بھی بوجہ اپنے روپیہ میں میرا روپیہ بھی بغیر اجازت ملا لینے کے اور اسے استعمال کرنے کے وہ سب مسروقہ مال کا خود کو ذمہ دار سمجھتا اور میرا روپیہ واجب الادا سمجھتا یا کم از کم وہ روپیہ جو قرض دیا تھا اسکو تو ضرور ہی مجھے واپس کرتا ۔ اور اتنا تو ضرور ہوتا کہ وہ بجائے پارٹی بنا کر مجھ سے لڑنے کے مجھ سے شرمندہ ہوتا کہ تیرا روپیہ مجھ سے ضایع ہو گیا ۔

تحقیق : جی ہاں یہی کہیئے ۔
سال : میرے گذشتہ خط پر اس غیبی تنقید کے بعد اب کیا تنقید ہو سکتی ہے سمجھ میں نہیں آرہا ہے ورنہ تعمیل ارشاد ضرور کرتا ۔

اصل خط منسلک ہے اگرچہ شرمندگی کے باعث جی نہیں چاہ رہا تھا کہ اسے بھیجوں لیکن تعمیل ارشاد ضروری تھا ۔ تاہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ میرا منشار معاذ اللہ اعتراض وتنقید نہیں تھا

تحقیق : پھر کیا بات رہ گئی ۔
سال : ایک وسوسہ تھا جس کو اپنے طبیب کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا تھا ۔
تحقیق : وسوسہ پر مواخذہ نہیں مگر آپ کی عبارت اس پر دال نہیں ۔ ارتفاع الضیق کے

سلسلے میں مکتوب کا یہ جملہ موجب ضیق بن گیا۔ یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ یہ وسوسہ کا درجہ ہے
سال : بحمد اللہ حضور کی توجہات بے غایات سے وہ بالکل رفع ہوگیا تحقیق الحمد للہ
سال : میں نے حضور کو اپنا معالج لوگوں کی دیکھا دیکھی تجویز نہیں کیا ہے۔
تحقیق : اب تو میں آپ کو ہر تعلیم دے سکتا ہوں
سال : اگر ایسا ہوتا تو اس مصیبت میں جبکہ حضور نے مجھے جواب دیدیا تھا میں
پھسل گیا ہوتا۔
تحقیق : خیر میں نے نہیں دیا تھا وہ آپ کے خط کا جواب تھا۔
سال : لیکن بار بار میرے ذہن میں حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیبات و
ہدایات جو متعدد خوابوں سے مجھے معلوم تھیں دوڑ رہی تھیں۔ اس چیز نے مجھے
ثابت قدم رکھا
تحقیق : الحمد للہ یہ امداد غیبی تھی۔
سال : مجھے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ حضور مجھ سے خوش ہیں کہ نہیں؟
تحقیق : ناخوش ہونے کی کیا وجہ یہ تو اصلاح ہے، تربیت ہے۔
سال : اب کے بار اسکو ضرور تحریر فرمائیں۔ تحقیق : لکھدیا مطمئن رہیئے۔

(تحقیق)

تنقید کے متعلق آپ کو ایک تحقیق لکھتا ہوں وہ یہ کہ تنقید کا حق اس شخص کو پہونچتا ہے جو اس سے جس پر تنقید کر رہا ہو بڑھکر ہو یا کم از کم درجہ میں اسکے مساوی ہو باقی جو اس سے چھوٹا اور کم مرتبہ ہو اسکو اپنے کسی بڑے شخص پر تنقید کا حق نہیں حاصل ہے۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ کا ترجمہ جب مدینہ پریس نے طبع کرایا تو حضرت مولانا تھانویؒ سے اس پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی حضرت کی تقریظ ملاحظہ ہو۔ تحریر فرمایا کہ

"آپ نے حسن ظن سے مجھ کو اظہار رائے کا امر فرمایا ہے مگر غالباً

آپ کو حضرت کا اور میرا تعلق معلوم نہیں یا اسوقت ذہن میں نہیں
رہا ورنہ میرے لئے ایسی جسارت کو تجویز نہ فرماتے مجھکو حضرت سے
جو تعلق ہے (جسکا نام تلمذ ہے) وہ علوم میں محض تقلید کا ہے
نہ کہ تنقید کا اور رائے اس شخص کی معتبر ہے جس کو حق تنقید ہو
ورنہ مقلد کا کچھ کہنا قطع نظر اسکے کہ خلاف مقتضا ئے ۔ ع ۔
"باوجودت زمن آواز نیاید کہ منم" ہونے کے سبب سوء ادب ہے
اور اس مضمون کا مصداق ہے ے

مادح خورشید مداح خود است که دو چشمم روشن و نامردست

(آفتاب کی مدح کرنے والا دراصل خود اپنی ہی تعریف کرنیوالا ہے گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری آنکھ میں روشنی موجود ہے یعنی نہ میں اندھا ہوں اور نہ میری آنکھ میں کوئی بیماری ہے)

خود ثنا گفتن زمن ترک ثنا ست کیں دلیل ہستی و ہستی خطا ست

(لہٰذا میرا کچھ بسلسلۂ ثنا عرض کرنا بھی عدم ثنا کے حکم میں ہوگا کیونکہ تعریف کرنا خود اپنے کو ہست کہنے کے مرادف ہے اور طریق میں بس یہی ہستی سب سے بڑھکر پستی ہے)

(مکتوب نمبر ۳۷۳)

سال : بحمداللہ اچھا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی طرح رکھیں کہ آپ نمونۂ اسلاف ہیں مجسمۂ اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ ہمارے لئے آفتاب ہدایت ہیں آپ کی صحبت بہت ہی بابرکت ہے ۔ بہت بڑے خوش نصیب وہ لوگ ہیں جنکو آپ کی ہمیشگی کی صحبت حاصل ہے ۔ مجھ ناکارہ کو اس سفر سے بہت ہی فائدہ ہوا ۔ تحقیق : مبارک ہو ۔

سال : اپنے جہل کا علم اور اس پر افسوس، علم دین سے رغبت، قرآن کریم و حدیث شریف کی عظمت و محبت، اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت اور بسا اوقات غلبہ خوف میں بہت رونا، دنیا سے بے رغبتی، گناہ سے نفرت، حاصل کلام

مجھ پر ایسا حال مسلط ہے جو مجھے گم کئے ہوئے ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔
حال: اسی کے اشارہ پر چل رہا ہوں۔ لوگوں سے کم ملتا جلتا ہوں۔ پرانی عادت سے نفرت ہوگئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ حال عادت پر حاوی ہے۔ غرضیکہ اسی کی حکمرانی ہے۔
حال: حضرت والا! یہ سب آپ کی توجہ کا اثر ہے
تحقیق: اللہ تعالیٰ کا فضل ہے
حال: ورنہ مجھ عاصی پر معاصی کو یہ کہاں نصیب۔
تحقیق: واسطہ ہی سے ملا کرتا ہے۔
حال: قلب میں نورانی کیفیت محسوس ہو رہی ہے۔ کبھی کبھی آپ کی کتاب "وصیۃ الاخلاق" کا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ کیفیت بائیں طرف سے داہنے کیطرف کو بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔
حال: یہ بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔ اس کتاب کو لکھکر آنجناب نے امت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرماویں۔ تحقیق: آمین
حال: حضرت والا!! اس غریب پر نظر عنایت و توجہ مبذول فرماتے رہیں گے
تحقیق: ضرور۔
حال: ورنہ میں ہلاک ہی ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ سے توفیق و عزم راسخ اور استقامت کا دعا رجو ہوں۔ تحقیق: اللہ تعالیٰ استقامت دے
حال: اور عجب سے پناہ چاہتا۔ تحقیق: اللہ تعالےٰ پناہ دے۔

(مکتوب نمبر ۳۷۴)

حال: گنہگار کی حالت بالکل خراب ہوگئی تھی مولوی .... صاحب حضرت والا کی خدمت سے آئے ملاقات کے بعد سے حضرت والا کی دعا سے قلب میں اثر ہوا اور شریعت کی پابندی کا شوق پیدا ہوا اور پکا ارادہ کرلیا ہے

تحقیق : ارادہ پکا کرو

حال : اور عمل بھی شروع کردیا ہے ۔ حضرت والا دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ دین کے کاموں کی پابندی کرادیں ۔ تحقیق : آمین ۔ دعا کرتا ہوں ۔

حال : مولوی ۔۔۔۔ صاحب روزانہ مغرب کی نماز کے بعد عشاء کی اذان تک حضرت والا کی چند کتابیں پڑھکر سناتے ہیں اور موضع کے لوگ بھی بڑے شوق سے سنتے اور عمل میں ترقی کرتے ہیں ۔ اور نماز بھی بوڑھے جوان سب نے بڑے شوق سے شروع کردیا ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔

حال : حضرت والا دعا کردیں کہ ہم لوگوں کا دل عبادت میں خوب لگے اور آپس میں اخلاق پیدا ہوجائے ۔ تحقیق : آمین ۔

(مکتوب نمبر ۳۷۵)

حال : حضرتؒ میں نے یہ تیسری دفعہ آپ کو خواب میں دیکھا تھا اسکے پہلے ہمارے یہاں ایک حافظ ۔۔۔۔ صاحب ایک مسجد میں رہتے تھے اور ہم روزانہ بعد نماز عشاء جایا کرتے تھے اور وہاں پر آپ کی کتاب " وصیۃ الاخلاق " اور آپکی تقریر جو پرچہ کی شکل میں چھپی تھی روزانہ پڑھی جاتی تھی ہم روزانہ سنتے تھے ایک روز آپ کی تقریر اس پرچہ میں ہم نے سنا تو اسکا اثر یہ ہوا کہ میں رات میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک کوٹھے دار مکان ہے اسکے اوپر بیٹھے ہیں اور آپ تقریر فرما رہے ہیں اس خواب کا جملہ مجھے یاد ہے اور جو آیت آپ نے پڑھی تھی میرے ذہن میں نہیں ہے ۔ آپ کا وہ جملہ مجھے یاد ہے کہ آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہیں آپ فرما رہے ہیں کہ لوگ مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ایسے ہیں ویسے ہیں حالانکہ میں اس آیت کے مطابق کہتا ہوں اور وہ آیت آپ نے پڑھا مجھے یاد نہیں ہے ۔ پھر وہاں سے دوسری جگہ آپ چلے گئے وہاں بھی لوگوں نے آپکا پیچھا نہیں چھوڑا ۔ اس خواب کو میں نے حضرت حافظ صاحب سے

کہا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کو اشارہ ہے کہ تم ہمارے حضرت سے بیعت ہو جاؤ۔

تحقیق: خواب تو آپ نے صحیح اور سچا دیکھا رہی بیعت تو اب آپ اپنے دل سے فیصلہ کیجئے۔

حال: اسکے کچھ دنوں کے بعد پھر میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک قبرستان میں بیٹھا ہوں میری پیٹھ خانہ کعبہ کیطرف اور میرا چہرہ مشرق کیطرف ہے یکایک ایسا معلوم ہوا کہ میری آنکھوں سے ایک پردہ ہٹا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے تشریف فرما ہیں میں کھڑا ہو گیا اور مصافحہ کیا اور میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ حضورؐ یہاں پر کہاں آپ رہتے ہیں؟ تو آپؐ نے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ اس طرف رہتا ہوں۔ اور میں نے جب اپنا ہاتھ حضور کے دست مبارک سے ملایا تو اسقدر خوشبو ہوئی کہ میرے قلب میں محسوس ہونے لگی۔ اور پھر ایک مکان میں تشریف لیگئے دوبارہ پھر جب تشریف لے جانے لگے تو پھر ہاتھ ہم نے ملایا پھر ویسی ہی خوشبو معلوم ہونے لگی جسکی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور کھلنے کے بعد بھی خوشبو آتی رہی اور میں اپنی زبان سے کہہ رہا ہوں کہ یقیناً میں نے آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

تحقیق: کیا کہنا اس خواب کا بڑی سعادت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انشاء اللہ تعالے آپکو کامل نفع ہوگا اسکی بھی بشارت ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۷۶)

حال: اگرچہ صحت روحانی سے کوسوں بعید ہے اس حقیقی صحت کے لئے حضور والا سے دعا کا ملتجی ہے۔ عرض حال یہ ہے کہ بندہ بعد تحصیل علوم دینیہ حضرت استاذی وشیخی ومرشدی مولٰنا مدنی علیہ الرحمہ کے زمرۂ خدام میں داخل ہو کر

بدنام کنندۂ اسلاف کے سوا کچھ نہ حاصل کرسکا۔ہنوز روز اول کا مصداق بنا ہوا ہے یہ سب اپنی بدقسمتی اور گناہوں کا ثمرہ ہے۔ مرشدی و استاذی مدنی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد احقر اس فکر میں تھا کہ کسی رہبر کا دامن پکڑے، یکایک خیال کج فہم میں یہی سوجھا کہ حضور والا کیجانب رجوع کرکے اس دشوار گذار راہ کو طے کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوجائے۔ اگر قبول افتد زہے قسمت۔ اسلئے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس ناکارہ کو خادموں کی فہرست میں داخل فرماکر اصلاح باطنی کی رہبری فرمائیں تو عنداللہ باعث اجر عظیم ہوگا۔ ذاتِ گرامی سے امید ہے کہ خدامی میں شامل فرماکر تسلی فرمادیں گے۔ تحصیل اجازت کے بعد بندہ اپنا گذشتہ معمولات اور امراض باطنی وغیرہ گوش گذار کرکے آئندہ تعلیمات و اصلاح میں ارشاد عالی کے موافق عمل پیرا ہوگا۔

تحقیق: عرض ہے کہ آپ کو جیسا میرا تعارف ہے امید ہے کہ اصلاح و تربیت کے بارے میں بھی کچھ ضرور معلومات ہونگی اور آپ نے اطمینان کرکے یہ خط لکھا ہوگا۔ مزید بصیرت کیلئے لکھتا ہوں کہ میں اپنے متعلقین کو وظائف و اوراد پڑھنے کی تلقین نہیں کرتا نہ کیف و سرور ڈھونڈھتا ہوں البتہ اخلاص کا مطالبہ کرتا ہوں۔ عمل کم ہو یا زیادہ وہ تو بہ خلوص سے ہونا چاہیئے۔ نتائج کا ترتب اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے شاید اسی کیف و سرور کے نہ پانے کی وجہ سے آپنے یہ تحریر فرمایا ہے "کچھ حاصل نہ کرسکا اور ہنوز روز اول کا مصداق بنا ہوا ہے"۔ دوسرے اخلاق پر زور دیتا ہوں اسکی تفصیل کہاں تک لکھوں رفتہ رفتہ معلوم ہوجائے گی اجمالاً یہ عرض کردیا ہے مزید اطمینان و بصیرت کے لئے میرے رسائل "مضمون ذکر"۔ "وصیۃ الاخلاق"۔ "تلاش مرشد" کا مطالعہ کیجئے پھر تحریر فرمائیے۔

میں بخوشی خدمت کے لئے تیار ہوں اور خط و کتابت کی اجازت دیتا ہوں اوپر جتنی باتیں لکھی ہیں آپ کی بصیرت کے لئے لکھی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کو موجب حصولِ خیر و برکت بنادیں۔ والسلام۔

وہ لکھتے ہیں کہ :-

حال : الحمد للہ کہ معمولات پورے کر رہا ہوں ۔ حضرت اقدس دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ذکر کے برکات مجھ جیسے نالائق کو محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرماویں ۔ آج اسکول کی کتاب پڑھ رہا تھا بیچ بیچ میں تسبیح لیکر اسم ذات کا ورد کرتے لگتا تھا، یکایک دل اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوگیا طبیعت میں ایک شوق پیدا ہوا کہ جو کچھ ملنا ہو جلدی سے مل جاوے، گو میں کسی قابل بھی نہیں ہوں مگر قابلیت بھی تو ادھر ہی سے عطا ہوگی ۔ زبان پر بار بار خواجہ صاحبؒ کا یہ شعر آنے لگا

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی ۔۔۔ اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

آنسو آنکھ سے نمودار ہوگئے ۔ حالانکہ یہ شعر پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے مگر حضرت بس جی یہی چاہتا ہے کہ جلدی سے عطا ہو جائے ۔ حضرت اقدسؒ اس نالائق کو کسی آسان راستہ سے پہونچا دیں ۔ اب تو بعض وقت طبیعت بہت الجھتی ہے ۔ غیر اللہ کا خیال دل میں دیکھکر سخت افسردگی ہوتی ہے بعض وقت تو مرنے کا جی چاہنے لگتا ہے بعض وقت تو قاری٭ صاحب کے یہاں پڑھنے جاتا ہوں وہاں بھی جانے کو جی نہیں چاہتا ۔ مشکوٰۃ شریف پڑھتا ہوں مگر مگر پھر بھی طبیعت پتہ نہیں کیوں بھاگتی ہے ۔ حضرت اقدس میرے لئے راستہ جو بھی تجویز فرمادیں مشکل یا آسان سب منظور ہے کیونکہ حضرت میری فلاح سب سے زیادہ چاہتے ہیں مگر طبیعت بس یہی چاہتی ہے کہ جلدی سے عطا ہو جائے ۔

تحقیق : اجی ملے گا کیوں گھبراتے ہو ۔

حال : حضرت اقدس میری حالت پر سب سے زیادہ توجہ فرمادیں ۔ آپ ہی اگر چاہیں گے تو مشکل بھی آسان، اور دیر بھی سویر، اور بعید چیز بھی قریب ہو جاوےگی حضرت اقدس فرمایا کرتے ہیں کہ نوجوان لڑکے محنت بہت کرتے ہیں مگر جو سب مشکل کو آسان کرنیوالی ہے یعنی محبت وہی حاصل نہیں کرتے تو حضرت اقدس کس طرح حاصل ہو حضرت ہی اس نالائق کو حاصل کرادیں باقی میں خود اپنے اندر

٭ قاری صاحب سے مراد کٹرہ کے قاری حبیب احمد ۲ ۴ ۳ صاحب مظاہری ہیں ۔

طاقت نہیں پاتا۔ تحقیق: اللہ تعالیٰ محبت دے۔

اسی طرح سے ایک اور صاحب کا عریضہ ملاحظہ ہو جو کہ دین کے ساتھ ایک ممتاز دنیوی عہدے پر فائز ہیں اور اسکا مصداق ہیں کہ ع۔ ما احسن الدین والدنیا اذا اجتمعا ۔ دنیا کے ساتھ اگر کسی انسان میں دین بھی جمع ہو جائے تو سبحان اللہ کیا ہی خوب بات ہے ۔ وہ حضرتؒ کو لکھتے ہیں کہ:۔

حال: معمولات واذکار ونوافل حضرت والا کی دعا کی برکت سے پورے کر لیتا ہوں۔ اپنے رذائل کی نگرانی رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کی توجہ اور دعا کی برکت سے متجاوز عن الحدود نہیں ہوتا ہوں۔ بس اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم کو ہر امر میں ہر آن اپنے ساتھ پانے لگا ہوں جس سے بڑی طمانیت قلبی میسر ہے۔ اپنا جہل علمی جو کہ ایک حقیقت ہے اور جو نگا ہوں سے پوشیدہ تھا سامنے آگیا اور تقریبًا ہر آن پیشِ نظر و خیال رہتا ہے جسکی وجہ سے ناز و کبر کی بنیاد ہی ہل گئی ہے۔ حضرات علماء کا احترام اور انکی منزلت کسی آن فراموش نہیں ہوتی بلکہ ہر بندۂ مومن اپنے سے علم میں اور ہر اعتبار سے اچھا نظر آتا ہے، حصولِ تواضع اور استحضار فنائے خودی میں اس سے بڑی مدد ملی ہے۔ جناب باری تعالیٰ کے فضل وکرم و مغفرت کے علاوہ ایک شمہ بھی سرمایہ اپنے پاس نہیں جو کہ قابل قبول ہو سکے یا پھر ان کے فضل وکرم کے بعد اپنے بزرگوں کے دامن کا سہارا ہے۔

اپنے علم دینی کے نہ ہونے کے سبب قدرے افسوس ہے کہ میں نے کیوں نہیں عربی پڑھی کہ قرآن و حدیث کو عربی میں سمجھ لیتا۔ ارادہ ہے اولین فرصت پر انشاء اللہ تعالیٰ بقدر ضرورت عربی پڑھونگا۔

اپنے بچوں کی تعلیم کے باب میں بھی بہت غیر مطمئن ہوں۔ بڑے بچے کو

انگریزی تعلیم میری سمجھ میں راس نہیں آرہی ہے۔ اپنی آئندہ حاضری میں جو انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی انکو بھی ساتھ لاؤنگا تاکہ حضرت والا انکو دیکھکر فیصلہ کردیں۔

اپنے عربی نہ جاننے سے جو اس وقت ایک بڑا فائدہ اپنی تسلی کے لئے محسوس ہو رہا ہے وہ یہ کہ اس سے میرا کبر کا مادہ بہت زیادہ ٹوٹ گیا جو شاید علم دین کے ہوتے ہوئے آسانی سے نہ جاتا اور بعد اس رذیلہ کے شکست کے ممکن ہے کہ علم دینیات کا پڑھنا مجھے مفید ہو۔ چنانچہ جو علوم دینی کہ اردو میں ہیں انکو پڑھنے سے بہت زیادہ فائدہ محسوس کر رہا ہوں۔ جتنا ہی ان علوم کو پڑھتا ہو اپنا جہل زیادہ سے زیادہ منکشف ہو رہا ہے اور آجکل اسی حالت کا غلبہ ہر آن رہا کرتا ہے ؎

جبھی جا کے مکتبِ عشق میں سبقِ مقامِ فنا لیا
جو پڑھا لکھا تھا نیازؔ نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

اللہ تعالیٰ حضرت کو حیات خضری اور دولت سرمدی کے ساتھ قائم و دائم رکھیں مجھ ناکارہ کی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کی دعاء اور توجہ سے ہو جائے گی۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے ان خطوط کو سبحان اللہ کیسا اچھا حال ہے ایسے ایسے کتنے حضرات تھے جن کے حالات میں انقلاب آیا باقی دیکھنے کی جو چیز ہے وہ یہ کہ قدر مشترک کے طور پر دونوں خطوط میں جو بات ہے وہ معمولات کی پابندی ہے۔ اس طریق میں اسی سے پاتا ہے جو پاتا ہے اور جو محروم رہتا ہے وہ اسی میں کوتاہی کرتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے احوال، اعمال کے تابع ہوتے ہیں جیسا عمل ہوگا ویسا ہی حال پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسکا کچھ حصہ راقم کو بھی عطا فرمائے۔

اسی طرح سے ایک کلی نفع جو الہ آباد کو حضرتؒ کی تشریف آوری سے

ہوا وہ یہ تھا کہ یہاں ایک دینی ماحول پیدا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کی ناراضگی کے دور میں ایک اللہ کے بندہ سے یہی لفظ لکھوا دیا حضرت والاؒ اس سے بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ اس نے نفع کی صحیح تعبیر کی ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے حضرتؒ کو لکھا کہ:۔

حال: آپ کی غیر موجودگی سے ہم لوگ یہاں ایک بہت بڑی کمی محسوس کرتے ہیں لیکن "صاحب امر" کی حیثیت سے آپ کو کلی اختیار ہے کہ آپ جہاں چاہیں رہیں لیکن الٰہ آباد کو فراموش نہ فرمائیں۔

جو دینی ماحول آپؒ کی موجودگی سے الٰہ آباد میں پیدا ہوا ہے وہ الٰہ آباد کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے (اسکے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ)

تحقیق: دینی ماحول ہی تو چاہتا ہوں اب تو گذر ہم لوگوں کا بغیر اسکے مشکل ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ یہ ماحول پیدا کردے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے ان صاحب نے حضرت اقدس کی الٰہ آباد تشریف آوری کا نفع یہاں ایک دینی ماحول پیدا ہوجانے کو لکھا تھا۔ اسکو حضرت والا نے کسقدر پسند فرمایا اسلئے کہ یہ ایک واقعی بات تھی اور حضرت سے الٰہ آباد والوں کو جو فائدہ حاصل ہوا تھا اسکی صحیح عکاسی تھی ورنہ حضرت اقدس کچھ تعریف پسند نہ تھے بلکہ بطور خوشامد کے اگر کوئی بیجا تعریف کرتا یا مبالغہ آمیزی سے کام لیتا تھا تو اسپر سخت مواخذہ فرماتے تھے۔ یوں فرماتے تھے کہ پیر کو موٹے موٹے الفاظ بولکر راضی کرنا اور دل سے اسکو نہ ماننا یہ کیسا ہے؟ اس سوال پر انسان کے حواس گم ہوجاتے تھے برخلاف اسکے یہاں ان صاحب کے جواب کو کسقدر سراہا اور فرمایا کہ "جی ہاں دینی ماحول ہی تو چاہتا ہوں۔ اور اب اس زمانہ میں نیک لوگوں کا بغیر اسکے گذر مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ دینی ماحول پیدا فرمادے"

چنانچہ جس طرح سے ان وکیل صاحب نے دینی ماحول کو لکھا تھا اسی طرح سے حضرت اقدسؒ کے ایک سوال کے جواب میں الٰہ آباد ہی کے

ایک اور مولوی صاحب نے بڑی تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے (جنکو اسی شمارہ کے ص ۴۲ پر ملاحظہ فرمالیا جائے) ان حضرات کے بیان اور حضرت اقدس کی تصدیق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کے منتسبین خاص اور مخصوص مخلصین سب ہی اسپر متفق تھے کہ الہ آباد میں دیندار اور دینداروں کا ایک ماحول اور مرکز جو پیدا ہوا ہے وہ صرف حضرت اقدسؒ ہی اصلاحی مساعی کا ثمرہ تھا۔ حضرت سے قبل بھی علماء و مشائخ اور واعظین برابر ہی یہاں تشریف لاتے رہے اور لوگوں نے ان سے دینی اثر بھی قبول کیا لیکن جسے کہنا چاہیئے کہ الہ آباد کو ایک دینی مرکزیت جو حاصل ہوئی وہ صرف حضرت کی برکت تھی اس میں اہل فہم کی دو رائے نہیں ہے۔

زمانۂ قیام الہ آباد میں شہر میں اپنے مکان کے علاوہ اطراف و جوانب کے بعض مقامات سے بھی حضرت کو خصوصی تعلق تھا۔ چنانچہ شہر کے مغربی جانب ۶ - ۷ میل کے فاصلہ پر بمرولی نامی ایک موضع دریائے گنگ کے کنارے آباد ہے، چودھری عزیز الرحمان صاحب مرحوم وہاں کے مشہور زمیندار تھے حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے انکے بعد ان کے صاحبزادے چودھری حبیب الرحمان صاحب نے اپنے والد کی جگہ لی ماشاء اللہ جوان صالح آدمی تھے اور ہمارے حضرتؒ سے بیعت تھے انکا تعلق حضرت سے کچھ اتنا بڑھا کہ حضرت والا کبھی کبھی شہر کی فضا سے گھبرا کر بمرولی چودھری حبیب الرحمان صاحب کے یہاں تشریف لیجاتے تھے۔ کبھی ایک ہی دن کبھی دو چار دن اور بعض مواقع پر تو چند ماہ قیام فرمایا چنانچہ ایسے مواقع پر توانکا گھر رشک خانقاہ بن جاتا تھا۔ جو حضرات باہر کے الہ آباد تشریف لاتے انھیں وہیں حضرت کے پاس بھیجدیا جاتا اس بستی کی ایک مسجد بالکل تجری من تحتہا الانہار کی یاد تازہ کردیتی تھی صبح و شام کے وقت اسکے کھلے ہوئے صحن سے گنگا کی لہروں کا نظارا کیا جاسکتا تھا۔ نہایت سکون و راحت کا مقام تھا۔ بعض حالات میں حضرت

اقدس کے لئے شہر کی مسموم فضا کا اس فضا سے تبادلہ ناگزیر ہو جاتا تھا اور صحت کے لئے مفید تر ہوتا تھا۔

اسی بستی کا واقعہ ہے کہ ایک بار مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمی مدظلہ حضرت اقدس کے پاس تشریف لائے حضرت رحؒ نے کسی مصلحت کی بنا پر چودھری حبیب الرحمان صاحب کو بلا کر فرمایا کہ چودھری صاحب! آپ کے ہمنام اعظم گڈھ سے ایک مولانا صاحب آئے ہیں آپ انکو پہچانتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں حضرت خوب جانتا ہوں۔ فرمایا کہ ان کے پاس جائیے اور ان سے کہیئے کہ (حضرت) مولانا نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ اخلاص کسے کہتے ہیں ذرا اسکا جواب مولانا حبیب الرحمان صاحب سے پوچھکر مجھے دیجئے۔ لہٰذا آپ فرما دیجئے کہ میں کیا جواب دوں؟ چودھری صاحب کا بیان ہے کہ مولانا حبیب الرحمان صاحب لیٹے ہوئے تھے میرے منہ سے یہ سوال سنتے ہی یکبارگی اٹھکر بیٹھ گئے اور ذرا دیر کے لئے سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ جاکر حضرت سے کہیئے کہ حضرت اخلاص اسکو کہتے ہیں کہ آدمی جسکا ہو جائے بس اسی کا ہو کر رہے۔ چودھری صاحب کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے جاکر اس جواب کو نقل کر دیا تو حضرت مسکرا دیئے اور زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔

بمرولی سے حضرت اقدس کو اسلئے بھی انس تھا کہ دریا کے کنارے مسجد کے آس پاس بہت سی پرانی قبریں تھیں اور چند قبریں ایک مقبرہ کے اندر احاطہ مسجد میں بھی تھیں ان کے متعلق چودھری صاحب کہتے تھے کہ حضرت زکریا ملتانیؒ کے کسی عزیز خاص کی قبر ہے جنہوں نے کسی راجہ سے یہاں آکر جہاد فرمایا تھا یعنی یہاں بزرگوں کے آثار پائے جاتے تھے۔ واللہ اعلم۔

پھر موضع بمرولی سے ایک ڈیڑھ میل غربی جانب اسرولی نامی ایک بستی دریا کے کنارے ہی آباد ہے، مولوی مقبول احمد صاحب یہاں کے بڑے زمیندار شمار ہوتے ہیں اور حضرت سے بیعت بھی تھے انکی وجہ سے کبھی کبھی حضرتؒ

رولی بھی تشریف لے گئے ہیں۔
اسی طرح سے شہر کے شرقی جانب دس بارہ میل کے فاصلے پر سید آباد
ے اسٹیشن سے تین میل شمال اترا ؤں نامی ایک بڑا گاؤں ہے جہاں
ی حکیم حبیب اللہ صاحب مرحوم رہتے تھے اور حضرت والا سے بیعت
تھے انھیں مولوی حکیم حبیب اللہ صاحب کے ایک خویش مولانا محمد فاروق صاحب
انوی ہیں مولانا کے ایک بڑے بھائی حافظ محمد حنیف صاحب مرحوم بھی تھے یہ دونوں
ائی ہمارے حضرت سے پہلے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادی سے
ملاحی تعلق رکھتے تھے اور حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہوی سے
ی فاروق صاحب نے تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ پھر حضرت الٰہ آبادیؒ کے وصال
ے بعد ہمارے حضرتؒ سے دونوں کا تعلق ہوگیا۔ حافظ حنیف صاحب بہت
ندار اور نیک سیرت انسان تھے جلد ہی اس دنیا سے سفر آخرت فرما گئے
لانا فاروق صاحب کی صلاحیت واستعداد میں انکی تربیت کو بھی خاص دخل
ا اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے ان کے بعد مولانا محمد فاروق صاحب بیچارے
تنہا رہ گئے لیکن کچھ تو انکی سلامتی طبع اور ذاتی استعداد پھر حق تعالیٰ کے
ل وکرم اور آخر میں حضرت مصلح الامتؒ کی تربیت نے اپنا پورا کام کیا کہ ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد فی الحال بصورتِ طلا شد

زاج میں اسم فاروق نے بھی پورا اثر کر رکھا تھا یعنی فارق بین الحق والباطل
ے کامل مظہر تھے۔ طباعی اور تیزی کے ساتھ ساتھ حکیم الامتؒ کی کتب کے
رض مطالعہ نے محققانہ اور مناظرانہ مزاج بنا دیا تھا۔ پھر ماحول بھی مولانا کو
ت نواز ملا اسلئے زمانہ طالب علمی ہی سے ہر مسئلہ پر بحث ومباحثہ، عقلی ونقلی
یل پیش کرنا اور دوسروں سے بھی طلب کرنا طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ بہرحال
کے اطراف میں اسی نوع کے عالم کی ضرورت بھی تھی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے
لانا سے بڑا کام لیا جسکی تفصیل کے لئے حالات مصلح الامۃ کے صفحات

متحمل نہیں۔ اور بقول قائل شنیدہ کے بود مانند دیدہ انکی دینی محنت اور انکے ثمرات، ایک گاؤں کے اندر لوگوں کی دینداری۔ وضع قطع صالحانہ۔ آبادی مسجد اور عربی مدرسہ کا قیام۔ نیز علم دین کے طلبہ اور طالبین کی ہماہمی کا مشاہدہ آج بھی برائی العین کیا جا سکتا ہے۔

حضرت والا سے تعلق کے بعد ہی سے عموماً اور بالخصوص حضرت اقدسؒ کے الٰہ آباد میں قیام فرمانے کے بعد سے مولانا محمد فاروق صاحب کا جذبۂ اخلاص بھی ترقی کرتا رہا اور اسی کے بقدر حضرت اقدس کے ساتھ انکا تعلق بھی بڑھتا گیا۔ چنانچہ حضرت والا کبھی کبھی مولوی فاروق صاحب کے تعلق کے لحاظ سے اتراؤں بھی تشریف لیجانے لگے۔ کبھی خود مولوی فاروق صاحب ہی درخواست کرتے اور ہمراہ لوا جاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت اٹھتے اور مولوی عبدالمجید صاحب کا یا کسی اور کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے چلو اتراؤں چلیں۔ غرض حضرت اقدس کے اس طرح اچانک پہونچ جانے سے وہاں عید ہو جاتی کا منظر مولوی صاحب اکثر بیان فرماتے تھے۔ چونکہ یہاں کے عوام بھی مولوی صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور طلبہ تو ماشاء اللہ بہت ہی مہذب اور فہیم تھے اسلئے حضرتؒ کو یہاں بہت آرام ملتا پھر ماشاء اللہ ان سب پر مولوی صاحب کا حسن انتظام جسے مولوی صاحب موصوف نے حضرت تھانویؒ کے حالات و ملفوظات اور خود اپنے حضرت اقدس کی تربیت سے سیکھا تھا، یہ اور حضرت والا کے لئے راحت رساں ثابت ہوتے۔ چنانچہ جانے کو تو حضرت متعدد جگہ تشریف لے گئے لیکن الٰہ آباد سے باہر کہیں جانے کا مقصد یہیں حاصل ہوتا تھا۔ اسی بنا پر کبھی کبھی یہ فرمادیا کرتے تھے کہ مولوی فاروق! میں نے الٰہ آباد میں گھر لے لیا ہے اگر کہیں یہاں میں رہنے کا ارادہ ہوا تو یہیں اتراؤں میں گھر بنواؤں گا۔

ع

غرض یہاں یہاں کے سکون کے علاوہ طلبہ کا مجمع اور متشرع صورت انسانوں کا اجتماع مولوی فاروق کا حسن نظم، لوگوں کا ایثار ان ساری چیزوں نے اس بستی کے قیام کو موزوں و راحت ساں بنادیا تھا۔

الحمدللہ اور سب طرح خیریت ہے و شکر الہی ہے اللہ تعالیٰ فقیر کا اور آپکا خاتمہ بالخیر فرماکر اپنے صدیقین و مقربین کے زمرہ میں داخل فرما دے والسلام فقط اگر بی بی خیرالنساء صاحبہ اپنی خوشی سے بہ نیت ہجرت یہاں آنیوالی ہوں اور باعث بے خرچ کے نہ آسکتی ہوں تو آپ اونکے خرچ راہ کا بندوبست فرمادیں میں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے آپ کی خدمت مین اوسکو روانہ کر دوں گا۔ از مکہ معظمہ حارۃ الباب ۲۰ رجب ۱۳۰۷ھ ہجری قدسی ایک صورت یہ ہے کہ اگر عزیزم مولوی محمود حسن صاحب یا حافظ احمد صاحب یہاں تشریف لادیں یا اور کوئی شخص آوے تو دے اپنے مکہ معظمہ وغیرہ کے خرچ کے واسطے یہاں روپیہ ساتھ لاوینگے اس میں سے بی بی صاحبہ موصوفہ کے زادراہ کے واسطے سامان کردیا جائے فقیر انشاء اللہ تعالیٰ یہاں اون صاحب کو ادا کر دے گا۔ ایک[*] ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کردیا ہے کہ کوئی شئے اوسکو ہلا نہیں سکتی ہے اور میں اپنے سب احباب کی محبت کو اپنے لئے وسیلہ نجات جانتا ہوں اور یقین جانو کہ مجھ کو دنیا میں کسی سے ملال و کدورت نہیں ہے تو پھر اپنے عزیزوں سے جو اس گنہ گار کے عقبیٰ کے حامی ہیں

حاشیہ قولہ ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ۔ اول تو خط میں آئے ہوئے القاب ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ـــ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو بخدمت فیضدرجت اور سراپا خیر و برکت کے لفظوں سے یاد فرمایا ہے ثانیاً یہاں ایک ضروری اطلاع میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو مانتا ہے اس کے لئے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی ماننا ناگزیر اور حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا منکر ہے وہ حضرت حاجی صاحب کی محبت کے دعوی میں بھی کاذب ہے۔

سبحان اللہ یہ ہے محبت کہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں اور یہ ایک پیر کے الفاظ ہیں اپنے مرید کے حق میں۔

کیونکر کدورت رکھوں گا۔ اول توکسی کو مقدور نہیں کہ فقیر کے سامنے آپ کے خلاف زبان ہلا دے کیونکہ اس بارہ میں اس کو سوائے میرے ملال و رنج کے کیا فائدہ ہوگا دوسرے جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے تو اس کے خلاف کبھی کوئی تحریر آپ کے پاس جائے تو اس کو باور نہ کرنا عزیزم دل اہل ایمان و معرفت و محبت ہے نہ محل کینہ وکدورت آپ کی دعا میرے حق میں مقبول ہے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اب اس اخیر زمانہ میں میرے دل کو نور محبت و ایمان و معرفت سے نور علیٰ نور فرما دے فقط کاتب الحروف منور علی کی از کمترین غلامان حضرت قطب زمان شیخ دوران و مولوی حمزہ صاحب و مولوی محب الدین و جملہ حاضرین خدمت عالیہ تسلیم مسنون و آداب خادمان کرتے ہیں فقط مکرر یہ عرض ہے کہ مولوی عزیز الرحمٰن کا خط جہاں کہیں وہ ہوں بھجوا دیا جاوے فقط۔

(۲) از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت منبع علوم شریعت و طریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ مورخہ یازدہم ذی القعدہ بذریعہ رجسٹری ڈاک در رود و سرور لایا اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہات دارین سے محفوظ رکھکر قرب مراتب و درجات عالیات عطا فرمائے اور آپ کی ذات بابرکات کو ذریعہ ہدایت خلق فرمادے آمین اگرچہ بظاہر آپ کی علالت سے بہت بڑا نقصان معلوم ہوا اور خصوصاً حدیث شریف کے درس موقوف ہو جانے کا بہت افسوس ہے مگر باطنی و حقیقت میں اس کے نتائج و برکات بہت بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دارین میں اس کا نعم البدل عطا فرمائے چونکہ اب فقیر کو اپنا کچھ اعتبار نہیں صبح و شام معلوم ہوتا ہے اور آپ کو ضعف و نقاہت بشدت ہے اور چند باتیں مرکوز خاطر ہیں اس لئے فقیر اب آپ کا سفر حجاز کرنا مصلحت نہیں سمجھتا ہے آپ نے جو بہ نسبت حضرت امام صاحب کے تحریر فرمایا انشاءاللہ اس کی تعمیل ہوگی۔ مشایخان شامی متورع و ثقہ و عالم و دریدش

حاشیہ قولہ مشایخان شامی۔ حضرت حاجی صاحب ؒ ان کے متعلق فرمارہے ہیں کہ۔ بقیہ ص ۲۷ پر

ں۔ ادن کے قول میں کچھ شبہ نہیں لاکن بات یہ ہے کہ سیر اسماء میں جب سالک پر
ں ہادی کی کیفیت وحالت طاری ہوتی ہے تو اپنے کو مہدی موعود سمجھتا ہے یہی
ہ بہت بزرگوں نے دعوئی مہدیت کئے مگر حقیقت میں ان کو مغالطہ ہوا۔
ے مقام میں مرشد کامل کی توجہ سے اس مغالطہ سے نجات پاکر دوسرے
ام کو ترقی کرتا ہے ورنہ اپنی دانش وشعور میں جب سالک عالم کامل ہو تو
شریعت سے تطبیق کرکے اپنے کو آگے بڑھاوے اس لئے ممکن ہے کہ انہیں
رگوں میں سے کسی پر یہ حالت طاری ہو اور اسی وجہ سے وہ اپنے کو مہدی موعود
جھتے ہیں اور ادن کے معتقدین ان کے صدق وخلوص کے باعث اعتقاد اس کا
رتے ہوں بہر کیف اس کے اندر صدق ضرور ہے اگرچہ بشریت کی وجہ سے غلطی
تی ہو کیوں کہ انسان کسی درجہ کو پہونچے اس کے لئے سہو د خطا ضروری ہے
بزرگوں سے آپ کے واسطے اور آپ کے متعلقین کے واسطے انشاء اللہ تعالیٰ دعا
اؤں گا۔ اور چونکہ ضعف بہت تھا اور کچھ علالت بھی تھی اس لئے حج میں اسد عفہ
رفات پر حاضر نہ ہو سکا مگر الحمدللہ حاضری باطنی سے محروم نہ رہا۔ الحمدللہ آپ کی
یات باطنی وحالات مقدسہ سن کر کروڑ کروڑ شکر اللہ تعالیٰ کا بجالایا اللہ تعالیٰ
پ کے درجات اور قرب کے ترقی بالائے ترقی بخشے اور ہم بے بہروں کی نجات کا وسیلہ
ادے۔ الحمدللہ اس سال زمانہ حج میں نہ قبل نہ بعد کسی قسم کی بیماری یا کچھ دقت و
ف خلق کو نہیں ہوئی اس سال حجاج بہت آئے کئی سال کے بعد اس سال
۔ والوں کے پیشہ وروں کی تجارت بیع وشرا خوب ہوئی سلطنت کی طرف سے
انتظام وبندوبست اچھا تھا مدینہ طیبہ کا قافلہ بھی کئی سال کے بعد اس سال

یہ ایسے لوگ ہیں باقی ان کی بابت یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ وہ لوگ مثل مہدی موعود ... میں بات یہ ہے کہ سیر اسماء میں جب سالک
اسم ہادی کی تجلی ہوتی ہے تو وہ اپنے کو مہدی موعود سمجھنے لگتا ہے۔ حقیقت میں یہ ایک مغالطہ ہے اور سلوک کا ایک عقبہ ہے جس میں
مرشد کامل کی توجہ درکار ہوتی ہے یا کوئی شخص خود عالم ہو تو شریعت پر اپنے احوال کو منطبق کرکے اپنے کو آگے بڑھا سکتا ہے چنانچہ
ممکن ہے کہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہو باقی ان میں صدق ہے اور یہ سچے لوگ ہیں۔

بڑے اطمینان وامن وامان کے ساتھ کل روانہ ہونے والا ہے اور سب حالات یہاں کے زبانی عزیزم میر شاہ کے معلوم ہوں گے آپ تکلیف فرماکر اپنی خیر وعافیت سے مسرور فرماتے رہیں کہ خاطر کو تعلق رہتا ہے۔ اور رسید روپیہ کی قبل دہلی اور عزیزم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب کے ذریعہ سے اونکی ہمشیرہ کے پاس بھیج دی گئی بخدمت اہل خانہ خود وصاحبزادگان وعزیزان واحباب از طرف فقیر وگھر میں کیطرف سے سلام ودعا فرمادیں عزیزم حکیم عبدالعزیز خانصاحب سلمہٗ کے واسطے دعا کرتا ہوں ان کو علیحدہ قبل میں خط لکھ چکا ہوں بخدمت جمیع احباب وعزیزان نام بنام بشرط ملاقات سلام ودعا فرمادیں بہت دنوں سے عزیزم ضیاء الدین صاحب کا کوئی خط نہ آیا اونکی ملاقات کو جی چاہتا ہے سلام ودعا فرمادیں والسلام مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ بعد لکھنے اس خط کے مسرت نامہ مورخہ دوم شوال ملا بالکل کیفیت معلوم ہوئی اللہ تعالےٰ آپ کے فیض ظاہر وباطن سے ہمیشہ خلق کو مستفیض فرمادے امین عزیزم امیر شاہ خانصاحب آپ کے نہایت معتقد اور نہایت ارادت ومحبت رکھتے ہیں کچھ وجہ ایسی ہوگی کہ وہ چلتے وقت آپ کی زیارت سے مستفیض نہ ہوسکے آپ صدیقوں کی وجہ سے مجھ سے بھی محبت رکھتے ہیں اس پر کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان وعیوب چھپ گئے ہیں وتمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید ہے وتمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے زیادہ والسلام مورخہ بست وششم ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ ہجری۔

حاشیہ قولہ۔ آپ صدیقوں کی وجہ سے یہاں سے لے کر آخر خط تک کیسے کیسے جملے حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر فرمائے ان سب کے بعد بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت حاجی صاحبؒ کی مخالفت کی یا حضرت حاجی صاحب ان سے ناخوش تھے توبہ توبہ۔ شیخ تو یہ فرما رہے ہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان وعیوب چھپ گئے تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے حیرت ہوتی ہے کہ نادان خدا کو کیا جواب دیں گے۔

(۳۱) از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت سراسر محبت عزیزم جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کے دو قطعہ خط بدست عزیزم امیر شاہ خانصاحب وصول ہوئے کیفیت مندرجہ معلوم ہونے سے بجائے خوشی قلب پر صدمہ شدید پہونچا یعنی عزیزم برخوردار محمد محمود احمد صاحب کے انتقال پر ملال کا حال دیکھ کر بہت ہی رنج ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ہر چند صبر کام میں لایا تاہم آنکھوں سے اشک جاری ہوئے آخر بجز صبر چارہ نہ دیکھا لاچار صبر کیا فقیر خوب جانتا ہے کہ ایسے ہونہار نونہال کے انتقال کا صدمہ جو آپ کو ہوگا وہ بیان سے باہر ہے کیوں نہ ہو برخوردار موصوف بصفات حمیدہ ایسا ہی تھا جس نے سنا وہی غمگین اور نالاں ہوا کیوں کہ یہ دار فانی ہے یہاں ہر روز چل چلاؤ ہے کوئی آج کوئی کل چلا جا رہا ہے آپ اس بات کا خیال کر کے صبر فرمادیں سب کو وہاں جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عنایت فرما کر اس رنج کو خوشی سے مبدل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ برخوردار عزیز مسعود احمد صاحب کو بھی توفیق خیر عطا فرمائے کہ آپ کی یادگار وجانشین رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے فقط از مکہ معظمہ ۲۴ رجب ۱۳۱۰ھ ہجری۔

(۳۲) از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت سراسر خلوص و محبت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکات۔ الحمد للہ فقیر خیریت سے ہے آپ کے واسطے دعا خیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عشق و محبت و رضا و تسلیم میں رکھ کر آپ کا فیض جاری کر کے حسن خاتمہ

حاشیہ۔ قولہ یادگار جانشین رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اصاغر میں سے کوئی شخص اپنے اکابر کے طور و طریق پر قائم رہتے ہوئے اس کی یاد کو لوگوں میں قائم اور باقی رکھتا ہو تو اس پر جانشین کا اطلاق کیا جا سکتا ہے بلکہ اپنے اکابر کے یہاں بھی جاری و ساری ہے۔

ب فرما دے۔ قبل ازیں آپ کی خدمت میں خط روانہ کیا گیا ہے۔ پہونچا ہوگا۔ فقیر کی
ی شریف جو بعض حواشی و فوائد سے اوس پر اپنی سمجھ کے موافق محشی ہے عزیزم مولوی
اللہ صاحب بواسطہ عزیزم مولوی ابو احمد صاحب باستبداد و اصرار اشد بغرض طبع لے
تھے اور مشہور کر دیا ہے کہ فقیر نے خواہش اوس کے طبع کی کی ہے فقیر حیران ہیکہ
، تو وہ حواشی و فواید کچھ ایسے قابل نہیں خیال کئے جاتے پس خطرہ یہ کہ فقیر کے
ش ہے۔ تاہم آج تک آٹھ دس ماہ سے کچھ اوس کی ایک جزء بھی درست نہ کی فقیر
اون کو خط ممانعت کئی بار تحریر کرائے وہ ابھی تک اس کام سے باز نہ آئے آپ کو
مدع ہوں کہ کسی معتبر ذریعہ سے مثنوی شریف محشی نقیر و قلمی ہر دو نسخے مولوی عبداللہ
حب و مولوی ابو احمد صاحب سے طلب کرالیں اور بعد میں جیسی رائے آپ کی ہو گی۔
ء اللہ ویسا ہو گا یہ تحریر فقیر کی دکھا کر مثنوی شریف منگوالی جائے۔ فقط از
مکرمہ ۲۳ر رمضان شریف ۱۳۱۰ھ (مہر)

(۵) از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت سراپا خیر و برکت عارف باللہ عزیزم
ب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ الحمدللہ فقیر خیریت
ہے اور آپ کی صحت و سلامتی خدا تعالیٰ کی جناب سے مطلوب۔ قبل ازیں آپ کی
ت میں اپنی خیریت و کیفیت محرریہ ہو چکی انشاء اللہ خط پہونچا ہوگا۔ روز بروز ضعف
دہ ہوتا جاتا ہے اور دل بہت گھبراتا رہتا ہے۔ آپ دعاء حسن خاتمہ فرمادیں۔ عزیزم
وی قاری حافظ احمد صاحب مکی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے آپ اپنی جماعت
ے خیال کرکے دعاء فرمادیں یہ قاری صاحب آپ سے طالب دعا ہیں۔ آپ دعاء
دیں اللہ تعالیٰ ہمارا آپ کا حسن خاتمہ فرمادیں آمین (مہر) از مکہ مکرمہ۔ ۱۲ر
دی الاول ۱۳۱۱ھ ہجری

(۶) جامع فضل و کمال جناب محبی مخلصی عزیزی مولوی رشید احمد صاحب زاد اللہ
ائکم پس از دعاء ترقی درجات واضح رائے محبت پیرائے باد کہ آپ کا راعت و محبت
عین حالت انتظاری میں موصول ہو کر باعث اطمینان خاطر ہوا ایک مدت سے

تعلق قلبی اوس طرف متعلق تھا جویائے احوال ان مخلص تھا خدا نے کیا رحمت نامہ محبت شمامہ کاشف حالات ہوا عزیزم بیشک آپ کا عذر عدم ارسال نامجات نہایت ہی قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ اوس کو زایل فرماکر صحت کلی عطا فرمائے آمین میری بھی یہی حالت ہے کہ مضامین دل میں جوش مارتے ہیں۔ مگر بوجہ ضعف و نقاہت بدنی و بصری کے لکھنے پڑھنے سے معذوری ہے اور غیر سے اپنا اظہار مطلب کرانا اور زیادہ دشواری ہے چونکہ ہر مضمون اس قابل نہیں ہوتا کہ ہر ایک سے کہا سنا جائے بدینوجہ ساکت ہو کر بیٹھ جاتا ہوں اور ارسال خطوط سے معذور رہتا ہوں مگر تعلق قلبی و ہمت باطنی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے ہمیشہ آپ کے لئے دست بدعا رہتا ہوں خدا قبول فرمادے من کل الوجوہ صحت رحمت فرمادئے اور فیضان آنعزیز سے خلق اللہ کو فیضیاب فرمادئے آمین۔ عزیزم مجھ میں بھی اب کچھ نہیں رہا بالکل ظاہری نمائشی صورت ہوں۔ جمیع قوی جواب دے چکے ہیں۔ چندروزہ مہمان ہوں خداوند کریم سے میری ہر وقت یہی دعا ہے اور لوگوں سے بھی اس دعا کی تمنا رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا سے بینا اوٹھا دے یعنی اپنا جلوہ جمال ذاتی دکھاتا ہوا اس دار فانی سے دار البقا کو لے جادے آمین ثم آمین عزیزم حافظ احمد حسین صاحب مرحوم کی کیفیت تو آپ سن چکے ہوں گے وہ عزیزم مرحوم بعارضہ فالج آٹھویں ذی الحجہ بیمار ہوئے نویں کو زبان بند ہو گئی بالکل بے حس و حرکت تین چار روز تک اونکی حالت رہی آخر تیرہویں ذی الحجہ کو جان بحق تسلیم ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں ان کو جگہ دے آمین۔ آپ بھی ان کے لئے دعا فرمائیے گا اونکے ترکہ وغیرہ کی یک گونہ تشویش ہے بیت المال وغیرہ کا ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا ہے خداوند کریم جلد اوسکو دفع فرمائے آمین زیادہ والسلام (مہر الراقم فقیر امداد اللہ)

میری طرف سے عزیزی مولوی ابوالنصر صاحب سلمہ کو بہت بہت دعا فرمادیجئے گا اور جمیع احباب متوسلین سے ہمارا دعا سلام کہدیجئے گا یہاں سب لوگ خصوصاً عزیزی مولوی محب الدین صاحب مولوی شفیع الدین صاحب مولوی عبدالرحمان صاحب منشی عبداللہ صاحب میاں عبدالرحیم وغیرہ وغیرہ بہت بہت آداب تسلیمات عرض کرتے ہیں۔

(۷) از طرف فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت فیضدرجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون کے واضح رائے ہو کہ عزیز مولوی منور علی صاحب کا خط ۲۹ جمادی الاولیٰ کا ارسال ہوا کل ۲ جمادی الثانیہ کو پہونچا اس سے حال پر ملال انتقال اہلیہ آن عزیز معلوم ہوا کمال صدمہ ہوا افسوس صد افسوس کہ آپ پر صدمات متواترہ کے ہجوم ہے یکداغ نیک باشد دو داغ دگر نہند۔ واقعی امتحان اسی کا نام ہے اور ایسے موقع میں ثابت قدم رہنا آپ ہی جیسے بزرگ واروں کا کام ہے آپ کو صبر و شکر کی تعلیم کی حاجت نہیں کیونکہ آپ مجسم صبر و سرتا پا شکر ہیں ہاں یہ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو کمال اجر عطا فرما دے اور آپ کو تا دیر اپنے بچوں کے سر پر زندہ رکھے اور آپ کے فیوض سے اہل اسلام کو مستفیض کرے این دعا از ما و از روح الامین آمین باد مرحومہ کے لئے دعا مغفرت اور چند طواف کرا دیئے گئے اللہ جل شانہ قبول فرما دے آپ کا خط متضمن حالات مولوی عبد اللہ صاحب پہونچا تھا اسکا جواب سپیل ڈاک قبل اس کے بھیج دیا گیا فقط حافظ احمد حسین کیطرف سے بعد سلام کے مضمون واحد ہے سب حمنا مجلس سلام نیاز و دعا مغفرت مرحومہ کرتے ہیں از طرف کمترین غلامان حمزہ دہلوی بعد سلام و نیاز کے گزارش ہے کہ حضرت مخدومہ کے انتقال سے جو کچھ ملال پہونچا اللہ پر روشن ہے ان کی ذات مقدسہ پر طلبہ نوازی اور مسافر پروری ختم تھی یہ صدمہ صرف گھر والوں کے لئے نہیں بلکہ متعدی ہے اور تمام مستفدین کو شامل ہے اللہ جل شانہٗ کے کارخانہ میں دم مارنے کی جگہ نہیں حضور کو صدمات اولی نے پہلے ہی مضمحل اور کمال نقیہ کر دیا تھا جس سے دیکھنے والوں کو رنج ہوتا تھا اب اس صدمہ سے دیکھئے کیا کیفیت ہو اللہ جل شانہٗ مددگار ہے وہ اپنے کمال کرم سے حضرت مخدومہ کو فردوس اعلیٰ مرحمت کرے اور حضور کو اجر استقامت اور سب گھر والوں کو صبر و اجر بخشے جناب مولوی حافظ مسعود احمد صاحب قبلہ کے حضور میں بعد سلام مضمون واحد ہے

فقط المرقوم ۲۳ جمادی الثانی

اسیطرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ کہیں سڑک پر کسی شرابی نے لیٹے لیٹے قے کی ایک کتا آیا اور اس کا منہ چاٹنے لگا اور وہ کتے سے کہتا تھا کہ جناب والا دیکھئے میرا رومال خراب نہ کیجئے گا۔ (شرابی کی ایک یہی صفت عاقل کی نفرت کے لئے کافی ہے)

دوسرے یہ کہ اس کی وجہ سے مال اور عقل دونوں خراب اور برباد ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے متعلق آپ کیا خیال ہے کیسی شے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسمیں مال کا ضیاع ہے اور عقل کی خرابی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اس کا پینا باہم دوست واحباب میں عداوت کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم میں باہم شراب و جوئے کے باعث عداوت و بغض ڈالدے۔

چوتھے یہ کہ اس کا پینا ذکر اللہ اور نماز سے انسانوں کو روک دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تم کو نماز سے اور ذکر اللہ سے روک دے۔ تو اب یہ بتاؤ کہ تم لوگ اس سے بچوگے یا نہیں؟ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فوراً کہا کہ ہم رکیں گے یارب ہم بچیں گے۔

پانچویں۔ یہ کہ اس کا پینا مفضی ہوتا ہے ایک دوسرے بڑے گناہ یعنی زنا کی جانب اس طرح سے کہ جب شراب پیئے گا تو بیوی سے لڑے گا حتیٰ کہ نادانستگی میں اس کو طلاق دے دے گا اور پھر دوسرے موقع پر زنا کرے گا۔

چھٹے یہ کہ یہ ہر گناہ کی کنجی ہے یعنی شراب نوشی کے بعد جو گناہ نہ اس سے ہو جائے سب اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے

ساتویں یہ کہ اس کی وجہ سے یہ شخص اپنے حفظہ کراماً کاتبین کو ایذا دینے والا ہوتا ہے اس کی کہ بدبو کی وجہ سے بھی اور اس وجہ سے بھی کہ انکو فسق و فجور کے مقامات میں لے جاتا ہے پس جو لوگ کہ اس کے حق میں بے ضرر ہوں ان کو ضرر پہونچانا کب مناسب ہے۔

آٹھویں ۔ یہ کہ اس کی وجہ سے خود اپنے اوپر اسی کوڑے کی سزا مقرر کرا لیتا ہے اور اگر دنیا میں اس سے بچ بھی گیا تو آخرت میں آگ کے اسی کوڑے اسکے پڑیں گے اور سب اولین و آخرین کے سامنے پڑیں گے یعنی سب لوگ اس کو دیکھ رہے ہونگے جس میں اس کے احباب بھی ہونگے اور اصدقا بھی ۔

نویں یہ کہ اس کی وجہ سے اس پر آسمان کا دروازہ بند ہو جاتا ہے یعنی اسکی وجہ سے اس کی نیکیاں اور دعا چالیس دن تک اوپر نہیں جاتی (یہ نحوست ہوتی ہے اس شراب کی)

دسویں یہ کہ اس کی وجہ سے یہ خود اپنے نفس کو انتہائی خطرے میں ڈالتا ہے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے موت کے وقت اس کا ایمان سلب کر لیا جائے اور یہ دسوں سزائیں تو دنیوی ہوئیں آخرت کی سزا سے پہلے ۔ رہی آخرت کی سزا تو وہ تو بجد و بے شمار ہوگی ۔ مثلاً یہ کہ اس کو زقوم پینا پڑے گا اور ثواب سے محرومی ہوگی وغیرہ وغیرہ ۔

پس ان عقوبات کے پیش نظر کسی عاقل کے لئے تو یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ دنیا کی قلیل سی لذت کی خاطر آخرت کی طویل لذت کو ترک کر دے حضرت مقاتل بن سلیمان سے اس آیت کی تفسیر کہ ۔ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ۔ ونسوق المجرمین الی جہنم وردا " مروی ہے کہ وردا یعنی ہم مجرموں کو جہنم کیجانب پیاسے ہانکیں گے ۔ اور فرمایا کہ اہل جنت بھی ٹولی ٹولی چلیں گے جنت کے دروازے کے پاس پہونچیں گے تو دیکھیں گے کہ ایک درخت ہے اور اس کے نیچے سے دو چشمے جاری ہیں چنانچہ جب وہ ایک چشمے سے پانی پیئنگے تو ان کے پیٹ کے اندر کے تمام فضلات اور غذرات باہر خارج ہو جائیں گے اور جب دوسرے چشمہ پر پہونچیں گے تو اس میں غسل کریں گے پس ان کے بدن میں میل کچیل کی کوئی شئے باقی نہ رہ جائے گی اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ سلام علیکم طبتم فادخلوھا خلدین ۔ یعنی تم پر سلامتی ہو تم پاک وصاف ہو گئے اب جنت میں ہمیشہ ہمیش کے لئے داخل ہو جاؤ ۔

پھر اس کے بعد ان کے پاس سرخ یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ اونٹ لائے
جائیں گے جن کے پیر سونے کے ہوں گے جن میں موتی اور یاقوت بھرے ہوں گے
اس کے نکیل کی رسی موتیوں سے بھری ہوں گی اور وہ اونٹ لباس سے مزین ہونگے
جیسے تم لوگ لباس پہنتے ہو ایسا لباس ہوگا کہ اگر اہل دنیا کو دکھا دیا جائے تو ساری دنیا
روشن ہو جائے گی اور ہر شخص کے ساتھ حفظہ میں کے ملائکہ ہوں گے جو اسے جنت کے مکان
کی جانب رہنمائی کرتے ہوں گے پس جب یہ لوگ جنت میں پہونچ جائیں گے تو ان
کے سامنے چاندی کا ایک محل لایا جائے گا جس کا دروازہ سونے کا ہوگا وہاں جب پہونچیں
گے تو ان کا استقبال ایسی باندیاں کریں گی جو چمکدار موتی کے مثل حسین ہوں گی اور
ان پر عمدہ جوڑے اور زیورات سجے ہوں گے۔ محل میں چاندی کا برتن اور سونے کے
پیالے ہوں گے ہر طرف سے ملائکہ انھیں سلام کرتے ہوں گے یہ جواب دیتے ہونگے پھر اندر جا کر اللہ
تعالیٰ کے ان تمام انعامات اور اکرام کا مشاہدہ کریں گے جو ان کے لئے یہاں کئے گئے
ہوں گے۔ فرشتے ان سے دریافت کریں گے کہ آپ کیا چاہتے ہیں وہ کہیں گے کہ ہم اللہ
کے اکرام کے خواہاں ہیں۔ اس پر وہ کہیں گے کہ پھر آپ اور آگے تشریف لے جائیں وہاں
اس سے بڑھ کر اعزاز واکرام کا سامان ہے چنانچہ پھر اس کے سامنے ایک ایسا محل لایا جائے
گا جو سونے کا بنا ہوگا اس کا دروازہ موتی کا ہوگا جب یہ آگے بڑھے گا تو اس کا استقبال
ایسی باندیاں کریں گی جو موتیوں کی طرح چمکدار اور حسین ہونگی اور ان کے ہاتھ میں چاندی
کے برتن اور سونے کے پیالے ہوں گے۔ جو انھیں سلام کریں گی یہ ان کا جواب دیں گے
اور وہاں ٹھہرنا چاہیں گے۔ تو اس کے محافظین کہیں گے کہ ذرا اور آگے تشریف لے چلئے
کیونکہ آگے اس سے عمدہ چیزیں آپ کے لئے مہیا کی گئی ہیں چنانچہ اس کے سامنے ایک
یاقوت کا محل نہایت شفاف پیش ہوگا جس کے باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آتی ہونگی
جب اس کے قریب پہونچے گا۔ تو اس کا استقبال باندیاں کریں گی جس طرح اس کے قبل کے
محلوں میں کیا تھا سلام کریں گی یہ شخص ان کے سلام کا جواب دے گا اور جب اس کے
اندر داخل ہوگا تو حوریں اس کا استقبال کریں گی جن پر ستر جوڑے ہوں گے ایسے کہ

ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گے۔ اور ان کے ہر ہر جوڑ پر اس کے مناسب ایک جوڑا ملے گا اس کی خوشبو سو سال کی مسافت سے آتی ہوگی۔ جب ان کے چہرے پر نظر پڑے گی تو اس کے شفاف ہونے کے باعث اس میں اپنی ہی شکل دیکھے گا اور جب اس کے سینے پر نظر پڑے گی تو جگر نظر آئے گا اس لئے کہ وہ شفاف ہوگا اور ان کے کپڑے بھی نہایت رقیق ہونگے۔ چنانچہ ان کی پنڈلیوں سے اندر کا گودا نظر آئے گا اس لئے کہ کھال نہایت شفاف ہوگی ایک فرسخ مربع مکان میں قیام ہوگا جس میں چار ہزار سونے کے دروازے ہوں گے ان میں سنہرا فرش بچھا ہوگا جس میں جگہ جگہ موتی جڑے ہوں گے یہ مکان ... اس کے اندر ایک تخت بھی بچھا ہوگا اس پر فرش بچھا ہوگا اللہ دنیا کے ستر بالاخانوں کے برابر ... اس پر یہ شخص پہونچکر جب جنت کا کوئی پھل طلب کرے گا تو یا تو پھل اپنی جگہ سے چل کر اس کے ہی پاس پہونچ جائے گا اور کبھی یہ تخت ہی چکر لگاتا ہوا وہاں پہونچ جائے گا۔

یہ سارا ثواب ان متقیوں کے لئے ہوگا۔ جو شراب پینے سے بچے ہوں گے اور معاصی سے دوری اختیار کی ہوگی۔

اسکے بعد مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں اسی طرح سے اہل نار کو نار کی جانب چلایا جائے گا جب اس کے قریب پہونچے گا تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان کا استقبال ایسے فرشتے کریں گے جن کے ہاتھوں میں لوہے کے گرز ہوں گے جب یہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو ہر ہر عضو پر عذاب ہوگا۔ کہیں سانپ لپٹے ہونگے کوئی آگ میں جل رہا ہوگا کسی جگہ فرشتے مار رہے ہوں گے جب فرشتے ماریں گے تو جہنم میں چالیس سال کی مسافت نیچے چلے جائیں گے پھر اس کے بعد آگ کی ایک لپٹ انکو اوپر اٹھائے گی پھر فرشتہ مارے گا اور وہ اندر چلے جائیں گے اور ایک کھال جب جل کر خاک ہو جائے گی تو دوسری نئی کھال پیدا کر دی جائیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب جب ان کی کھال جل جائے گی تو ہم اس کو دوسری کھال سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ خوب چکھیں۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے

کہتے ہیں کہ یہ خبر پہونچی ہے کہ ایک دن میں ستر بار کھال بدلی جائے گی اور جب یہ لوگ پیاسے ہوں گے تو پانی مانگیں گے ان پر گرم پیپ اور خون پیش کیا جائے گا اتنا گرم ہوگا کہ جیسے ہی منہ کے قریب لائے گا ان کا چہرہ جھلس جائے گا اور اس کا گوشت کٹ کر گر جائے گا اور جو کچھ اندر چلا جائے گا تو اس کی وجہ سے ڈاڑھیں کٹ کر گر جائیں گی اور مسوڑھے بھی پھر جب پیٹ میں پہونچے گا تو آنتیں کٹ کٹ کر گر جائیں گی اور اس کی کھال کو جلا دے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے ان کے پیٹ کی چیزیں پگھل جائیں گی اور حتیٰ کی اس کی کھالیں بھی اور اوپر سے ان پر لوہے کے گرز پڑیں گے اسی طرح سے جب تک خدا کو منظور ہوگا وہ لوگ عذاب میں پڑے رہیں گے اس کے بعد وہ داروغہ جہنم سے کہیں گے کہ اپنے رب سے درخواست کرو کہ ایک دن کے لئے عذاب سے نجات دیدیں دعا قبول نہ ہوگی تو پھر وہ لوگ مالک (دوزخ کا بڑا افسر) کو چالیس سال تک پکارتے رہیں گے اور وہ ان کی فریاد تک نہ سنے گا تو وہ سب اس میں کہیں گے کہ ہم نے جہنم کے ملازمین کو بلایا انہوں نے کچھ نہ سنا۔ مالک کو پکارا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو آؤ جزع فزع ہی کیا جائے چنانچہ خوب جزع فزع کریں گے وہ بھی بے سود ہوگا تو کہیں گے کہ اچھا آؤ اب صبر کیا جائے چنانچہ صبر کریں گے اس سے بھی کچھ کشود کار نہ ہوگا تو مایوس ہو کر کہیں گے اب ہم خواہ جزع فزع کریں یا صبر کریں ہمارے لئے اب دوزخ سے رہائی نہیں ہے۔

یہ عذاب تو کافر کا ہوگا۔ لیکن مسلمان جب شراب پیتا ہے اور اس کی زبان پر کلمہ کفر جاری ہوتا ہے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ موت کے وقت اس کا ایمان جاتا رہے اور وہ بھی منجملہ کافرین کے ہو جائے پس مسلمان کو چاہیئے کہ شراب پینے سے مطلق پرہیز کرے اور ان لوگوں سے دور رہے جو شراب پیتے ہوں کیونکہ جب ان سے مخالطت کرے گا تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا غبار اس پر بھی آپڑے اور اسے چاہئے کہ قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کرے اس سے کہ جو شخص وہاں کی ہولناکی کو

پیش نظر رکھے گا تو وہ نہ تو شراب پیئے گا نہ شرابیوں کا ساتھ پکڑے گا

حضرت حسن بصری ؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ انسان جب ایک گھونٹ شراب پیتا ہے تو اس کا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور جب دوسرا گھونٹ پیتا ہے تو اس سے حفظہ بیزاری اختیار کر لیتے ہیں۔ جب تیسرا گھونٹ پیتا ہے تو ملک الموت اس سے بیزاری اختیار کرتے ہیں اور جب چوتھا گھونٹ پیتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ پھر جب پانچواں گھونٹ پیتا ہے تو اس سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ اسیطرح چھٹے گھونٹ میں جبرئیل علیہ السلام۔ اور ساتویں میں اسرافیل علیہ السلام۔ اور آٹھویں میں میکائیل علیہ السلام۔ نویں میں تمام آسمان۔ دسویں میں تمام زمین۔ گیارہویں میں سمندر کی مچھلیاں۔ اور بارہویں میں چاند اور سورج۔ تیرہویں میں آسمان کے ستارے اور چودھویں بار میں مخلوق بیزاری اختیار کرتی ہے۔ اور پندرہویں بار پیتا ہے تو اس پر جنت کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور سولہویں بار میں اس پر دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور سترہویں بار میں عرش کے حاملین اس سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ اور اٹھارہویں بار میں کرسی اور انیسویں بار میں عرش اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور پھر جب بیسواں گھونٹ پیتا ہے تو جبار تبارک تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتے ہیں

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت یزید سے روایت فرماتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس شخص نے شراب پی اور وہ اس کے پیٹ میں چلی گئی تو اس کی سات نمازیں قبول نہ ہوں گی اور اگر اس سے اس کی عقل زائل ہو گئی یعنی نشے سے بے ہوش ہو گیا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہونگی۔ اگر اس حال میں مرا تو کافر مرا اور اگر توبہ کر لے تو خیر اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والے ہیں اور اگر توبہ کے بعد پھر اس فعل کا اعادہ کریگا

تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلا دے یعنی دوزخیوں کی پیپ اور ان کا لہو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسلمان جب ایک بار شراب پیتا ہے تو اس کی نماز اس کا روزہ اور تمام اعمال چالیس دن تک قبول نہیں ہوتے پھر جب وہ دوبارہ پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ان اعمال کو اسی دن تک قبول نہیں فرماتے اور جب تیسری بار اس کا مرتکب ہوتا ہے تو ایک سو بیس دن تک کے اعمال غیر مقبول ہوتے ہیں۔ اور جب چوتھی بار پی لے تو اسکو قتل کر ڈالنا چاہیئے کیونکہ (اپنے اس اصرار کی وجہ سے وہ منکر حرمت ہو کر) کافر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلا دے۔ دریافت کیا گیا طینۃ الخبال کیا چیز ہے فرمایا کہ جہنمیوں کا پیپ اور لہو۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ تمام معاصی اور خطائیں گویا ایک کوٹھری میں بند ہیں اور اس کی کنجی شراب کا پینا ہے۔ یعنی انسان جب شراب پی لیتا ہے تو گویا اپنے نفس پر ان تمام معاصی اور خطایا کا دروازہ کھول لیتا ہے (مطلب یہ کہ پھر اب اس کے بعد جو گناہ کر گزرے بعید نہیں)

بعض صحابہؓ سے منقول ہے کہ جس شخص نے اپنی لخت جگر کو کسی شرابی کے نکاح میں دیا تو گویا اس نے اس کو زنا کاری کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ اس لئے کہ شرابی نشہ کی حالت میں ہو کر جب ہذیان بکواس پر آئیگا تو بیوی کو طلاق ضرور دیگا اور شراب پینے والے کی طلاق گو وہ نشہ میں ہو، عقل زائل ہو گئی ہو واقع ہو جاتی ہے پس اس کو معلوم بھی نہ ہوگا۔ اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی ہو گی ظاہر ہے کہ پھر اس کا تعلق زن و شوزنا ہی شمار ہوگا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شراب کا پینے والا بہت زیادہ مشابہ ہے بت پرستی کرنے والے کے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں شراب کو رجس فرمایا ہے اور اس سے اجتناب کرنے کو فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ یعنی یہ جوا اور شراب پینا وغیرہ پلیدی ہے

اور شیطانی کاموں میں سے ہے۔ لہذا ان سے پرہیز کر ۔ اسی طرح فاجتنبوا الرجس من الاوثان یعنی بتوں کی پلیدی سے بھی بچو۔ اسمیں بت پرستی کو بھی پلیدی فرمایا ہے۔

حضرت طلوبن مسطرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دن میں شراب پیا تو اس نے گویا سارا دن رات تک اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کیا اسی طرح جس نے شب میں شراب پی تو اس نے صبح تک گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا انہیں سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر کوئی شرابی مرجائے اور لوگ اس کو دفن کردیں تو مجھ کو قبرستان میں روک لو اور پھر اسکی قبر کو کھود کر دیکھو اگر اس کا منہ قبلہ سے نہ پھر گیا ہو تو مجھے قتل کردو۔

حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام عالم کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے (تواب سنو کہ) مجھے الات لہو لعب باجے گاجے کو مٹانے کے لئے بھیجا ہے اور تمام جاہلیت کی باتیں اور رسوم اور بت پرستی کو ختم کرنے کیلئے بھیجا ہے اور میرے رب نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو شخص دنیا میں شراب پئے گا اس کو آخرت میں دوزخیوں کا پیپ اور لہو دونگا اور جو بندہ میرا اس کو دنیا میں ترک کئے ہوگا۔ اس کو اپنے خظیرۃ القدس سے بلا کر سیراب کروں گا۔ حضرت اوس بن سمعان کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں نے توراۃ میں بھی اس کی حرمت کا ذکر پایا مجلس بار دیکھا ہے۔ لکھا ہے کہ شراب پینے والے پر خدا کا عذاب ہو اور اللہ تعالیٰ نے لازم کرلیا ہے کہ جو بندہ اس کے بندوں میں سے دنیا میں شراب پئے گا اس کو آخرت میں اللہ تعالیٰ طینۃ الخبال پلائیں گے۔

حکایت۔ ایک عارف کو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری عبادت قبول نہیں ہوئی انھوں نے اس پر بھی عبادت کو نہ چھوڑا۔ بلکہ بدستور اسی طور پر پھر بھی عبادت کرتے رہے کسی نے ان سے کہا کہ جب تمہاری عبادت قبول نہیں ہوتی تو پھر اس کے کرنے کی کیا ضرورت ہے انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ بھائی اگر کوئی اور دروازہ ہوتا تو اس کو چھوڑ کر اس طرف چلے جاتے جب دوسرا دروازہ ہی نہیں پھر اور کہاں جائیں اور کیا چارہ کریں ے

توانی ازاں دل بپرداختن کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

(تم اس ذات سے بے پروا ہو سکتے ہو جسکے متعلق یہ سمجھتے ہو کہ بدون اسکی معیت کے تم زندگی گزار سکتے ہو)

پس معاً غیب سے آواز آئی کہ جب ہمارے سوا تمہارا کوئی نہیں تو خیر جیسی کچھ ہے وہی قبول ہے ے

قبول است اگرچہ ہنر نیستت کہ جز ما پناہے دگر نیستت

(خیر قبول ہے اگرچہ لیاقت نہیں ہے محض اس خیال سے کہ بغیر ہمارے تمھاری دوسری جائے پناہ نہیں ہے)

عبادت میں تو بجز رضائے خدا کے اور ثمرات کا طلب کرنا بھی اخلاص کے بالکل خلاف ہے۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ے

از خدا غیر خدا را خواستن ظن افزونیست کلی کاستن

(خدا سے غیر خدا کو چاہنا محض ایک خام خیالی اور کامل خسارہ کی بات ہے)

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

(تمہارے لئے تلچھٹ یا عمدہ شراب کسی کا حکم نہیں ہے بس دم مت مارو اور سمجھو کہ ہمارے ساقی نے جو کچھ دیدیا ہے وہ اسکی عین مہربانی)

ملفوظ ۲۶۱ میلان طبیعت کا معاصی کی طرف کمال کے منافی نہیں بشرطیکہ اُس کے مقتضیٰ پر عمل نہ ہو اور کاملین اور غیر کاملین کا فرق

اور اوپر جو بیان ہوا ہے کہ کامل لوازم بشریہ سے نہیں نکلتا اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ طبیعت کا میلان انسانی خواہشوں کی طرف یہ ایک امر طبعی ہے سو

طبیعت کا میلان اگر کسی معصیت کی طرف ہو یہ منافی کمال نہیں۔ بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ میلان کو بھی مقبولیت و تقویٰ کے خلاف سمجھتے ہیں اور پھر جی میں کڑھتے ہیں اور قلب کی ساری توجہ اسی فکر و غم میں مصروف کر دیتے ہیں۔ مثلاً پہلے کبھی کسی کے ساتھ تعشق تھا پھر اللہ تعالیٰ نے توفیق توبہ کی عطا فرمائی اور وہ تعلق نہ رہا۔ اب اگر حصول کمال کے بعد کبھی طبیعت کی رغبت اس طرف ہونے لگی تو پریشان ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ میلان بھی تقویٰ کے خلاف ہے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ خود معصیت تو خلاف تقویٰ ہے۔ میلان معصیت اس کے خلاف نہیں۔ میلان معصیت بعض اوقات بعد کمال کے بھی زائل نہیں ہوتا اس کے زوال کی فکر فضول ہے۔ ہاں البتہ کاملین اور دوسرے میں یہ فرق ہے کہ کاملین کا میلان غیر ثابت اور مغلوب ہوتا ہے۔ تھوڑے سے تذکرے سے زائل ہو جاتا ہے جناب باری ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون

اور اس سے پہلے واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ اور متوسطین اہل سلوک کا میلان ذرا شدید ہوتا ہے۔ دل کو بہت تنگی پیش آتی ہے اور مجاہدہ سے مغلوب ہوتا ہے اور مجوبین کا میلان ادھر غالب ہو جاتا ہے اور حقیقت میں اگر میلان نہ رہے تو معاصی سے بچنا کوئی کمال ہی نہیں اور میلان میں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور مجاہدہ سے ترقی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ملائکہ کو ان مدارج میں ترقی نہیں ہے کیونکہ ان میں مجاہدہ متصور نہیں اور بشر میں مجاہدہ بوجہ میلان اور رغبت معاصی کے متصور ہے اس لئے ان کے مدارج میں بسبیل لاتقف عند حد ترقی ہوتی رہتی ہے۔

۲۶۲۔ معاصی کی طرف میلان کے منافی کمال نہ ہونے اور قرب عہد نبوت کی برکت پر حکایت

حکایت۔ حکیم ترمذی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ جوانی میں ان پر ایک عورت

عاشق ہو گئی تھی۔ اور ہر وقت ان کی تلاش اور جستجو میں رہتی آخر کار ایک دن موقع پر
یک باغ میں ان کو دیکھا اور وہ باغ چاروں طرف سے چار دیواری کی وجہ سے
بند تھا وہاں پہنچ کر اس نے اپنے مطلب کی درخواست کی یہ گھبرائے اور گناہ سے بچنے
کی غرض سے بھاگ کر دیوار سے کود پڑے اس قصے کے بعد ایک روز بڑھاپے
کے زمانہ میں وسوسے کے طور پر خیال آیا کہ اگر میں اس عورت کی دلشکنی نہ کرتا
دراس کا مطلب پورا کر دیتا اور پیچھے توبہ کر لیتا تو یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا اور اس
کی دلشکنی بھی نہ ہوتی اس وسوسہ کا آنا تھا کہ بہت پریشان ہوئے اور روئے۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود گر خلالے از بہارش کم شود

(سالک کا دل ہزاروں غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اگر اسکی بہار سے ایک تنکا بھی کم ہو جاتا ہے)
اور اس پر قلق ہوا کہ جوانی میں تو میں اس گناہ سے اس کوشش سے بچا اور
بڑھاپے میں آج یہ حال ہے۔ اور یہ سمجھے کہ جو کچھ میں نے اعمال و اشغال کئے ہیں وہ
سب غارت اور اکارت گئے۔ اس کے حکیم موصوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے حکیم کیوں غم کرتے ہو تمہارا درجہ وہی ہے
اور جو کچھ تم نے کیا وہ ضائع نہیں ہوا اور اس وسوسہ کی یہ وجہ تھی کہ یہ زمانہ وسوسہ
کا میرے زمانے سے دور ہو گیا تھا اور اس گناہ سے بچنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ زمانہ میرے
زمانے سے بہت قریب تھا اور قرب عہد نبوی میں برکت ہے۔

حکایت ایک بزرگ اسی وجہ سے باسی کو پسند فرماتے تھے کہ یہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہے اور تازی میں کسی قدر بعد آگیا ہے۔
سبحان اللہ جب قریب عہد نبوت میں یہ برکت ہے تو ارشادات نبوت پر عمل کرنے
میں کیسی برکت ہوگی۔

حکایت۔ ایک مولوی صاحب کہ طبیب بھی تھے مجھ سے اپنا قصہ بیان فرماتے
تھے کہ میں بیمار ہوا بخار تھا۔ ہر چند علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر کار میں نے اس
حدیث کے مطابق جس میں بخار کا علاج غسل سے آیا ہے نہر میں غسل کیا۔ ان

کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے اور بیماریاں تو ہوئیں مگر بخار کبھی نہیں ہوا ہر چند کہ بعض شراح اس علاج غسل کو غیر بادی بخار کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں مگر اہل عقیدت کے لئے سب اقسام کو عام ہے۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ طبیہ ہے کہ دوا معین ہے فاعل نہیں سو اہل عقیدت کی طبیعت میں اس عمل سے قوت ہوگی اور وہ اپنی قوت سے فعل کرے گی۔ حکیم ترمذی کے اس قصہ سے معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ باوجود کمال کے ان کو میلان معصیت کا ہوا اور ان کے کمال کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویائے صادقہ میں فرمائی

۲۶۳۔ بعض طالبین کا یہ کوشش کرنا کہ ہم میں برے کام کی رغبت ہی پیدا نہ ہو بالکل غلط ہے اور اسکا علاج

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو شیوخ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ کبھی ہم میں برے کام کی رغبت ہی نہ پیدا ہو یہ بالکل غلطی ہے اور منشا اس کا ناواقفی ہے انسان جب تک زندہ ہے لوازم بشریہ سے چھوٹ نہیں سکتا کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ وسوسہ یا خیال آ ہی جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی عورت کے دیکھنے وغیرہ سے اس کی طرف میلان یا وسوسہ معلوم ہو تو اپنے گھر میں بیوی سے رفع حاجت کرے ان الذی معھا مثل الذی معھا۔ اس علاج سے وہ طبیعت کا میلان دور ہو جائے گا۔ اطبا نے بھی تعشق کا علاج تزوج لکھا ہے اگر خاص معشوقہ سے ہو تو بہت ہی بہتر ہے ورنہ غیر جگہ بھی نکاح کرنے سے دوسرے کے تعشق میں کمی آجاتی ہے باقی تھوڑا بہت تو تمام عمر رہتا ہے اگر اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ ہو تو اس کی فکر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی طرف توجہ کرنے سے اور اس فکر میں پڑنے سے اور بڑھے گا۔ اور تنگی پیش آئے گی اور سالک اس جھگڑے میں پھنس کر مطالعہ محبوب سے غافل ہو جائے گا

اور انسان صرف مطالعہ محبوب ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اس کو دوسری جانب اتنی توجہ ہی نہ کرنی چاہیئے اگر ان باتوں کی طرف طبیعت کو نہ لگایا جائے گا یہ آپ سے آپ دور ہو جائے گی۔ بالخصوص وسوسہ کا تو علاج یہی ہے کہ اس کی طرف خیال ہی نہ کرے اور اپنی توجہ ذکر کی طرف رکھے اس سے وہ وسوسہ خود بخود جاتا رہتا ہے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ وسوسہ کا آنا کوئی نقصان کی بات نہیں ہے اس کی وجہ سے جو تنگی پیدا ہوتی ہے وہ موجب تصفیہ قلب ہو جاتی ہے اور اس کے دور کرنے میں جو مجاہدہ ہوتا ہے اس سے رفع درجات ہوتا ہے اور یہ جو بیان کیا گیا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے اوپر بدگمانی نکرے اور ان باتوں کی طرف زیادہ التفات نہ کرے اور زیادہ موشگافی اور باریک بینی سے کرید کرید کر عیوب کو نہ دیکھے یہ خواص اہل طریق کے واسطے ہے کیونکہ وہ اس طرف لگ کر مطالعہ محبوب سے غافل ہو جائیں گے۔ باقی عوام کو بے فکر ہونا نہ چاہیئے کیونکہ اگر وہ اپنے عیوب کی نگہداشت اس مستعدی سے نہ کریں گے تو اور بڑے بڑے گناہوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔

۲۶۴۔ دستور العمل برائے سالک متضمن باصلاح اغلاط کہ سالک را اکثر ابتلاء بداں واقع میشود و تفسیر بعض آیات سورۂ مزمل

ارشاد ہوتا ہے یاایھا المزمل قم الیل الا قلیلا الایۃ (اے چادر میں لپٹنے والے آپ رات کو قیام کیا کیجئے مگر تھوڑی سی رات یعنی آرام بھی فرما لیا کیجئے) پھر چند کہ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حکم اس کا امت کو بھی شامل ہے۔ اب بعد ازے یاایھا المزمل کے بعد احکام کا بیان شروع ہوتا ہے حاصل احکام کا یہ ہے کہ تعلق دو طرح کے ہیں۔ ایک خالق کے ساتھ دوسرا مخلوق کے ساتھ۔ مخلوق کے ساتھ جو تعلق ہے وہ دو قسم کا ہے موافق کے ساتھ اور مخالف کے ساتھ ان ہی تعلقات کے کچھ اعمال و آداب میں سے چند امر بیان ہوتے ہیں۔ اول تعلق خالق کے ساتھ ہے اور اسکے متعلق ارشاد ہوتا ہے قم الیل الا قلیلا اس میں

ایک تو قیام وطاعت کا ادب تعلیم کیا ہے اور اس کے ساتھ اقتصاد (میانہ روی) کا ارشاد فرمایا ہے ادب یہ کہ قیام لیل کے لئے وہ وقت مقرر فرمایا گیا جو کہ نہ بھوک کی تکلیف کا وقت ہے اور نہ معدہ کی پری کا وقت ہے کہ طبیعت میں گرانی اور بوجھ ہو اور قیام میں کدورت ہو بلکہ ایسا وقت دونوں تکلیفوں سے خالی ہے اور طبیعت میں نشاط اور سرور ہوتا ہے۔ اور اس میں تشبہ بالملائکہ بھی ہوتا ہے کیونکہ ان کی یہی شان ہے کہ نہ بھوک لگے نہ کھانے سے گرانبار ہوں اور نیز رات کے وقت یکسوئی بھی ہوتی ہے اور اقتصاد یہ کہ ساری رات کے قیام کا حکم نہیں دیا کیوں کہ اس میں سخت تعب تھا بلکہ کچھ حصہ سونے کے لئے بھی رکھا گیا۔ اور چونکہ ہر وقت اور ہر حالت اور ہر شخص کے لئے ایک مقدار معین نہیں ہوسکتی اس لئے او تخییر یہ ہے نصف وثلث اور دو ثلث میں جو مفہوم ہے اوانقص منہ قلیلا اوزد علیہ یا اس سے بھی کچھ تھوڑا سا کم کر دیجئے یا کچھ زیادہ کر دیجئے کا جیسا دوسرے رکوع سے معلوم ہوتا ہے اختیار دے کر مخاطب کی رائے پر چھوڑ گیا کہ اگر زیادہ قیام نہ ہوسکے تو تھوڑا ہی سہی حدیث میں آیا ہے وشیٔ من اللیل ــــــــــ اس اقتصاد میں ایک یہ بھی حکمت اور مصلحت ہے کہ توسط میں دوام ہوسکتا ہے اور افراط میں دوام نہیں ہوسکتا اور پہلے یہ قیام لیل کہ مراد تہجد ہے فرض تھا بعد اس کے فرضیت منسوخ ہوکر مسنونیت باقی رہ گئی اور اقرب الی الدلیل تہجد کا سنت موکدہ ہونا ہے تہجد سے محروم رہنے والوں کو اکثر غلطیاں ہو رہی ہیں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تہجد صرف اخیر ہی شب میں ہوتا ہے اور اس وقت اٹھنا دشوار ہے اس لئے انہوں نے چھوڑ رکھا ہے یاد رکھو۔ کہ اگر اخیر شب میں نہ اٹھ سکے تو اول شب میں بھی وتر سے پہلے تہجد پڑھنا جائز ہے بعضے یہ سمجھ رہے ہیں کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہئے اور سونے سے تہجد جاتا رہتا ہے یہ لوگ اس لئے نہیں اٹھتے یہ بھی غلطی ہے تہجد کے بعد سونا بھی جائز ہے غرض اہل سلوک کے لئے یہ عمل بھی ضروری ہے اور اگر کبھی قضا ہو جائے تو زیادہ غم میں نہ پڑے تہجد کی قضا دن میں کر لے اس آیت سے یہی مراد ہے ۔ وَھوالذی جعل الیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر الخ

بعض لوگوں کا اگر تہجد قضا ہو جائے تو حد سے زیادہ پریشان ہوتے ہیں اور کراہتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ ہمارا تہجد کبھی قضا نہ ہوا تھا۔ یہ کیا ہوگیا یاد رکھو اتنی پریشانی کا انجام بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ بجائے مطالعہ محبوب کے اپنے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس غم میں لگ کر اصل ذکر سے جو کہ مقصود ہے۔ رہ جاتے ہیں اور انسان مطالعہ محبوب کے لئے پیدا ہوا ہے اس کو غیر میں مشغول نہ ہونا چاہیئے ؎ ماضی و مستقبلت پردہ خداست ۔(یہ تیرا ماضی اور مستقبل خدا کا ایک پردہ ہے)

غرض نفس کو پریشانی میں زیادہ نہ مبتلا کیا جاوئے اور تجربہ ہے بعض اوقات آسانی رکھنے سے نفس خوشی سے کام دیتا ہے اور تنگی اور بوجھ ڈالنے سے پہلا کام بھی چھوٹ جاتا ہے اس لئے بہت تنگی نہ کرو کہ مزدور خوش دل کند کار بیش۔ بعض محققین کا قول ہے کہ ذاکر شاغل کو مرغن کھانا کھانا چاہیئے ورنہ ضعف ہو جائے گا اور کسی وقت بیکار ہو جائے گا۔ خوب کھاؤ پیؤ اور اس سے کام لو البتہ یہ یاد رہے کہ کھانے پینے میں ایسی زیادتی نہ ہو کہ کسل ہو جائے یا بیماری ہو جائے اور بیمار ہو کر اور خرابی میں پڑ جائے اور اسی لئے کلوا واشربوا کے ساتھ ولا تسرفوا بھی فرمایا ہے

حکایت حضرات اہل بیت میں سے کسی بزرگ کا قصہ ہے کہ ان سے کسی نصرانی حکیم نے پوچھا تھا کہ قرآن شریف کو کتاب جامع کہتے ہیں اس میں طب کہ ضروری چیز ہے نہیں ہے فرمایا اصل طب موجود ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا وہ دنگ رہ گیا

حکایت ۔ بطور جملہ معترضہ کے یاد آگیا کہ غالب جو کہ آزاد شاعر تھے اس نے اپنے مذاق پر یہ شعر کہا تھا ؎

ہم توبہ جب کریں گے شراب و کباب سے ۔ قرآن میں جو آیا کلوا واشربوا نہ ہو

کسی نے اس کا جواب دیا ؎

تسلیم قول آپ کا ہم جب کریں جناب ۔ جب آگے واشربوا کے ولا تسرفوا نہ ہو

ایسا ہی روحانی تنگی قبض حسن وغیرہ سے بھی پریشان نہ ہونا چاہیئے کیوں کہ اس میں

بھی تزکیہ نفس ہوا کرتا ہے خاص کر وسوسہ کی طرف تو التفات بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ درپے ہونے سے اس میں اور بھی ترقی ہوتی ہے محقق اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا اور وسوسہ کے پیچھے پڑنے میں اسکے سوا اور بھی بہت خرابیاں ہیں۔ اس ایک وسوسہ سے اور شاخیں نکلنی شروع ہوتی ہیں۔ اور یہ ہا غم سو وہ الگ ہے اور غم کی وجہ سے اصل ذکر و شغل کا فوت ہونا الگ ہے ایسا ہی استغفار اور توبہ کے وقت معاصی کے تذکر و استحضار میں ایک قسم کا توسط ہونا چاہئے یہ ضروری نہیں کہ سب گناہوں کی پوری فہرست پڑھنے بیٹھ جاسئے صرف اجمالی طور پر سب گناہوں سے توبہ کرے ہر گناہ کا نام ضروری نہیں، حدیث میں ہے وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس میں سب گناہ آگئے اگرچہ یاد نہ آئیں۔ کیونکہ اس سوچ میں وقت ضائع کرنا مطالعہ محبوب سے غافل ہونا ہے۔ البتہ جو خود یاد آجائے اس سے بالخصوص بھی توبہ کرلے

حکایت۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ رمی جمار کے وقت وہاں جوتیاں مار رہا تھا اور ایک ایک گناہ گن گن کر شیطان کو گالیاں دے رہا تھا اور مار رہا تھا سو یہ لغو ہے ہر ایک گناہ کا نام لینا تلاش اور سوچ میں عمر عزیز کو جو دراصل مطالعہ محبوب کے لئے تھی اس سوچ بچار میں کھونا نہ چاہیے ؎

عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست — ایں رشتہ را بسوز کہ چندیں دراز نیست

(عمر عزیز سوچ بچار کی صلاحیت نہیں رکھتی اس لئے کہ بہت محدود ہے لہٰذا اس دھاگے کو جلاؤ مت کہ بہت لمبا نہیں) اہل سلوک کو بالخصوص اس کا خیال بہت ضروری ہے کہ مطالعہ محبوب سے غفلت نہ ہو واقع میں عارف ہی کی نظر ان امور تک پہونچتی ہے

حکایت: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی خادم نے عرض کیا کہ آپ کی بیماری کی وجہ مدت تک حرم میں حاضر ہونا نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے خاص سے فرمایا کہ اگر شیخ عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے اس کے لئے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے اسی طرح اس کے لئے مرض بھی ایک طریق ہے۔

Regd. No.L 2/9/AD-111
Monthly
AUGUST 1984

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء جلد ۲

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۲ بخشی بازار الہ آباد

حاملِ مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ غیر ممالک		
نام ممالک	ہوائی	بحری
۱۔ برما پاکستان	۵ پونڈ	۳ پونڈ
۲۔ عرب ممالک	۶	"
۳۔ انگلینڈ	۷	"
افریقہ زمبیہ	"	"
ویسٹ انڈیز	"	"
۔ امریکہ	۸	"

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپے
چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپے

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے ۲۰ پیسے

مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۱۰ | محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۴ء | جلد ۷

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

عزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۔ اے۔ ڈی ۱۱۱

ایک صاحب نے اپنا کچھ حال باطنی بیان کیا اس پر :-

فرمایا کہ ـــــ اللہ تعالیٰ پر توکل اور ان کے ساتھ حسن ظن قائم ہوتا تو یہ حال نہ ہوتا اسی وجہ سے شیطان قلب پر مستولی ہو گیا ہے اور وہ طرح طرح سے پریشان کرتا رہتا ہے۔ ان کا اصل مرض یہی ہے۔ توکل علی اللہ حسن ظن باللہ۔ اسی طرح اعمال حسنہ یہ سب چیزیں دین میں مطلوب ہیں۔ اور مومن کا اصل سرمایہ ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرکے امت کو انکے دعا کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اللھم انی اسئلک التوفیق لمحابک من الاعمال وصدق التوکل علیک و حسن الظن بک (یا اللہ میں آپ سے آپ کے پسندیدہ اعمال کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ آپ پر میرا صدق توکل ہو اور آپ کے ساتھ حسن ظن قائم رہے)۔

اسی طرح جو دنیا و آخرت کی ہر ہر چیز جسکو انسان چاہتا ہے یا اسکی اسکو ضرورت پیش آتی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر موقع کی دعا سکھلائی ہے۔ ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں اللھم اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی و ھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین الی من تکلنی الی عدو یتجھمنی ام الی قریب ملکتہ امری ان لم تکن ساخطا علی فلا ابالی غیر ان عافیتک اوسع لی (یعنی اے اللہ! میں آپ ہی سے اپنے ضعف قوت کا شکوہ کرتا ہوں اور اپنے بے سہارے پن کا اور لوگوں میں ذلت وخواری کا اے سب سے بڑھکر رحم فرمانے والے خدا آپ مجھے کسی ایسے دشمن کے حوالہ کر رہے ہیں جو مجھ پر ٹوٹ پڑے یا کسی قریبی رشتہ دار کے ہاتھ میں میرا معاملہ کر دیا ہے تو اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں تو مجھے اسکی کوئی پروا اور فکر نہیں ہے بس یہ کہ آپ کی عافیت میرے لئے زیادہ وسیع رہے)

اگر بندہ ان دعاؤں کو دل لگا کر اہتمام سے کیا کرے تو دیکھئے غیب سے کیسی کیسی امداد ہوتی ہے اللہ والوں کی نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے وہ ہر چیز کو

منجانب اللہ سمجھتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

گر گزندت رسد ز خلق مرنج   کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

(اگر تمکو کسی مخلوق سے تکلیف پہونچے تو رنجیدہ مت ہو کیونکہ مخلوق سے نہ راحت پہونچ سکتی ہے نہ تکلیف)

از خدا داں خلاف دشمن و دوست   کہ دل ہر دو در تصرف اوست

(بلکہ خدا تعالیٰ کی جانب سے دشمن کی دشمنی کو اور دوست کی دوستی کو جانو۔ کیونکہ دونوں کے دل اسی کے تصرف میں ہیں)

اسی طرح اہل اللہ کو مخلوق کے مدح و ذم کی کچھ پروا نہیں ہوتی کیونکہ انکی نگاہ مخلوق سے ہٹ کر خالق پر جم جاتی ہے اسی کو شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

ندارند چشم از خلائق پسند   کہ ایشاں پسندیدۂ حق بسند

(یہ لوگ مخلوق سے پسندیدگی کی خواہش نہیں رکھتے کیونکہ یہ حق تعالےٰ کے پسند کیے ہوئے ہوتے ہیں جو ان کے لئے بس ہے)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی کتاب گلستاں میں اگر صرف یہی ایک شعر ہوتا تو کافی تھا کسقدر عمدہ بات فرمائی ہے گویا کل تصوف ہی بیان فرما دیا ہے۔

حضرت والاؒ نے ان صاحب کے مرض کی تشخیص فرمانے اور اچھی طرح سمجھانے کے بعد فرمایا کہ اگر آپ میری بات اچھی طرح سمجھ گئے ہوں تو لکھکر دیجئے چنانچہ انھوں نے زبانی بھی اقرار کیا کہ واقعی میرا مرض یہی ہے جو حضرت والا نے تجویز فرمایا ہے اور تحریر بھی پیش کی جو بعینہ درج ذیل ہے۔

سراپا لطف و کرم، بحرِ شفقت بر حالِ خادمِ ارذل، قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، — الحمد للہ حضرت کی غایت توجہ و شفقت سے حسب ذیل باتیں جو کہ خادم حقیر کے لئے دین و دنیا کی کامیابی کے لئے نسخۂ اکسیر کا حکم رکھتی ہیں حضرت والا کے سمجھانے سے سمجھ میں آئیں اللہ تعالیٰ اسکو راسخ فرما دیں اور

حرز بنادیں ۔ آمین ۔ آمین ۔

(۱) اصل سبب مرض معلوم ہوا وہ یہ کہ قلب میں جو گھبراہٹ اور پریشانی معلوم ہوتی ہے اسکی اصل وجہ توکل و اعتماد کی کمی ہے ساتھ ساتھ تفویض اور رضا بالقضار اور حسن ظن کا درجہ مطلوبہ حاصل نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے حصول توکل کی دونوں دعائیں جو حضرت نے بتلائی ہیں اور جس سے کام بنا بھی تھا اسکا معمول انشا اللہ پابندی سے بنالونگا ۔ حضرت والا نے چور پکڑ لیا ہے یعنی شیطان کا استیلا رقلب پر (العیاذ باللہ) ۔ مرض معلوم ہوگیا ہے انشاء اللہ حضرت کی توجہ و دعار سے اس استیلا رکا استیصال ہوجاویگا ۔ اور خادم ان دعاؤں کو خوب دل لگاکر انشا ر اللہ برابر مانگا کریگا حضرت کی دعاؤں کی مدد سے انشا ر اللہ شیطان ضرور بھاگ جاویگا اور یقین کی پختگی ، حسن ظن ، توکل اور اعتماد علی اللہ تعالیٰ زیادہ ہوجاوے گا اور یقین و ایمان پختہ ہوجاوے گا اور ان اشعار کا ورد رکھونگا ؎

گر گزند ت رسد ز خلق مرنج — کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلاف دشمن و دوست — کہ دل ہر دو در تصرف اوست

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس عنایت کردہ تدبیر کی بدولت اعتقاد و صدق و اخلاص اور حسن اخلاص پیدا ہوگا اور شفار ظاہر و باطن دونوں مرحمت ہوگی میں نے نیت و ارادہ حضرت کے طفیل و توسط سے پختہ کرلیا ہے ۔ حضرت والا دعار فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مدد فرمائیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست — با کریماں کارہا دشوار نیست

(تم یہ کیوں کہتے ہو کہ اس شہ تک ہماری رسائی کہاں ہے کریم ذات کیلئے کوئی کام دشوار نہیں ہوا کرتا)

(۲) اسکے ساتھ ساتھ صحت کا خیال اور اسکے لئے اہتمام بھی ضروری ہے حضرت والا کے اس مشورہ پر قلب بہت مطمئن ہے اور بہت انشراح ہے۔ صحت کے لئے دوا اور غذا دونوں کا اہتمام بہت لازم ہے اور اس میں پابندی اوقات اور قلب و دماغ کی تقویت کے لئے مفرحات کا استعمال ضروری ہے جو کسی طبیب کے مشورے سے تیار کروں گا بالخصوص جس وقت کہ کثرتِ کار کا وقت ہو اور دل پر گرانی طاری ہو ضرور کوئی مفرح کھاتا رہوں گا۔ غذائیں لطیف اور سریع الہضم ہونگی جس سے اجابت کھلکر ہو جائے اور قبض نہ رہے۔ نیند اور سونے کا اہتمام بھی انشاء اللہ کروں گا اور وقت پر سو جایا کروں گا۔ طبیب سے حال بتا کر وقتاً فوقتاً دوا اور غذا دونوں کے بارے میں مشورہ حاصل کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ دعاؤں کا طالب ہوں۔

فرمایا کہ ـــــ سوءِ ظن تو حرام ہے نص میں اسکی ممانعت وارد ہے لیکن اسکا مفہوم کیا ہے اور سوءِ ظن کسے کہتے ہیں؟ عام طور پر لوگوں کو اسکا صحیح علم ہی نہیں ہوتا اسلئے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں اسلئے احیاء العلوم سے سوءِ ظن کی تعریف اور اسکا حکم لکھتا ہوں۔ وہو ہذا۔

(بیان تحریم الغیبۃ بالقلب) اعلم ان سوء الظن (بدگمانی) حرام مثل سوء القول فکما یحرم علیک ان تحدث غیرک بلسانک بمساوی الغیر (غیبت) فلیس لک ان تحدث نفسک وتسئی الظن باخیک۔ ولست اعنی به الاعقد القلب وحکمه علی غیره بسوء الظن فاما الخواطر وحدیث النفس فهو معفو عنه بل الشک ایضا معفو عنه ولکن المنهی عنه ان یظن ـــــ والظن عبارۃ عما ترکن الیه النفس ویمیل

الیہ القلب ۔

(ترجمہ) جان لو کہ سوء ظن بھی حرام ہے جیسے کہ سوء قول یعنی غیبت حرام ہے ۔ پس جس طرح سے تم پر یہ حرام ہے کہ اپنی زبان سے کسی دوسرے سے غیر کی عیب کی باتیں بیان کرو اسی طرح سے تمھارے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ اپنے نفس سے کسی کی برائی کرو یعنی اسکے ساتھ سوء ظن کرو اور میری مراد اس سے قلبی یقین ہے اور غیر پر اسکا حکم لگا دینا ہے ۔ رہے خواطر (وساوس) اور خیالات قلبی تو وہ معاف ہے ۔ اسی طرح سے شک (یعنی کسی خیال میں جانبین کا مساوی ہونا) یہ بھی معاف ہے ۔ باقی منع جو درجہ ہے وہ گمان غالب اور یقین ہے ۔ اور ظن وہ ہے جسکی جانب نفس مائل ہو اور قلب جس جانب رغبت کرے ۔)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سوء ظن جو منع ہے تو وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کے متعلق جزماً کوئی حکم لگا دے، باقی خواطر اور حدیث النفس یا شک تک بھی ہو اور جزم نہ ہو تو یہ سب درجات معاف ہیں ۔

اب آپ اپنے کو دیکھ لیجئے کہ کیا دوسروں کے متعلق بدون دلیل شرعی کے جزم کر لیتے ہیں تو اسکا آپ کو کیا حق ہے اسکو ترک کیجئے ۔ اور اگر صرف شک اور خیال کا درجہ ہے تو گو یہ معصیت نہیں تاہم ایک فعل لایعنی ہے اسلئے قابل التفات نہیں ۔ ایسے وقت ذکر اللہ شروع کر دیا کیجئے ۔

فرمایا کہ ـــــ مشائخ کے دو قسم کے حالات ہوتے ہیں ۔ ایک عروج کہلاتا ہے اور ایک نزول ہوتا ہے اور اہل طریق کا اسپر اتفاق کہ نزول، عروج سے ارفع و افضل ہوتا ہے ۔

عروج میں سالک پر ایک خاص کیف و حال طاری ہوتا ہے جسکی وجہ وہ بیہوش اور از خود رفتہ سا رہتا ہے لیکن نزول میں نہایت چاق و چو

اور متیقظ و بیدار رہتا ہے اور ہر موقع کا حق اور ہر چیز کے تقاضے پر اسکا عمل ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ عروج میں سالک پر سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور نزول میں صحو کا اور صحو کا سکر سے افضل وارفع ہونا ظاہر ہے۔

جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو آمدم برسر مطلب وہ یہ کہ اس زمانہ میں مولویوں کو دیکھتا ہوں کہ نہ انھیں عروج حاصل ہوتا ہے نہ نزول اسلئے کہ نزول تو عروج کے بعد ہی ہوتا ہے۔ پس جب انکو عروج ہی نہیں ہوا تو نزول کہاں سے آئے بلکہ ان میں سے تو بہت سے ایسے ہیں جو پورے دیندار بھی نہیں مگر یہ دیکھتا ہوں کہ مشائخ پر اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں بات سنت کے خلاف ہے اور فلاں فعل فرض کے خلاف ہے۔ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ انکی یہ سب باتیں تو یہ بتلاتی ہیں کہ جیسے صحو کے حال میں ہوں اور تلوین سے نکلکر تمکین پر فائز ہوں، حالانکہ صحو تو جبر بعد کی چیز ہے کسی بھی حال کے کوچہ میں انکا گذر تک نہیں ہوتا اور طریق کے ان مقامات کی ہوا تک انھیں نہیں لگی ہوتی مگر اس دنیا کا یہ خوب طور ہے کہ ہر چھوٹا بڑے پر تنقید کرنے کے لئے تیار ہے اور ہر ناقص خود کو کامل باور کرانے پر آمادہ۔ اور اب تو یہ فن تنقید سیکھا اور سکھلایا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وراثۃً جو چیز چلی آرہی ہے وہ نسبت ہے اور بزرگی ہے جو حاصل کیجاتی ہے تب حاصل ہوتی ہے۔ لوگ آج سمجھتے ہیں کہ یہ بھی مال کی طرح ہے گھر کی چیز ہے بس لے بھاگیں گے حالانکہ یہ مال کی طرح نہیں ہے۔

فرمایا کہ ــــ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ الطرق کلھا مسدودۃ الا علی من اقتفیٰ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی راستے سب بند ہیں اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے بجز اس شخص کیلئے جو آپؐ کے نقش قدم پہ چلے یعنی آپؐ کا اتباع کرے ــــ اتباع کے مفہوم کو حضرت شیخ نے کیسے عمدہ عنوان سے ادا فرمایا ہے۔ ایک اتباع تو یہ ہوئی ــــ

اور اسکے بالمقابل ایک اتباع کفار کا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں یوں آیا ہے

انہم الفوا آباءھم ضالین ۰ فھم علیٰ آثارھم یھرعون ۰ یعنی ان کفار نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا، یعنی ان کے ساتھ تمسک کی ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی بلکہ ایسے دلائل عقلی و نقلی قائم تھے کہ اگر ذرا ان میں تدبر کرتے تو انکی اتباع کو غلط اور باطل پاتے بایں ہمہ رسولؐ کا اتباع تو انھوں نے کیا نہیں اور باپ دادا کے نقش قدم پر بلا سوچے سمجھے دوڑنے لگے۔ جسکا دوسرا نام کورانہ تقلید ہے۔ ایک یہ اتباع ہے جو مذموم ہے اور جس پر نکیر وارد ہے۔

اسکو آپ نے سمجھ لیا۔ اب اسکے بعد ایک بات میں یہ کہتا ہوں کہ حضرت مولانا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کو فلاں جماعت سے علحدہ ہو جانا چاہیئے اور دلیل شرعی سے کہتا ہوں کہ اسکی شرکت جائز نہیں ہے۔ میں نے بھی یہ سنا لیکن سوچتا تھا کہ دلیل شرعی کون ہے؟ آج خود بخود سمجھ میں آگئی کہ یہی دلیل ہے کہ ہم سب مسلمان عوام ہوں یا خواص مکلف ہیں اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر کا اقتفاء کریں اور آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اس جماعت میں شامل ہونے والا دنیوی کسی شخص کے نقش قدم پر چلتا ہے تو اگر کوئی بات عقل کے موافق بھی ہو اور مفید بھی ہوتا ہم اتباع تو ہے غیر ہی کا اور ہم مکلف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ترک کر کے غیر کا اتباع کرنا یہی گمراہی کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ کسی دوسرے کا اتباع، اتباعِ آباء میں داخل ہے اور اسکے بطلان پر نص قطعی وارد ہے۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی فراست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ شرکت مفضی ہو جائیگی اتباع کیجانب اور اتباع غیر اللہ خواہ وہ اتباع نفس ہو یا آباء و اجداد ہو یا کفار ہو سب منع ہے اسلئے شرکت ہی کو منع فرما دیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مکتوب نمبر ۳۷۷)

حال: عرض اینکہ حضرت والا کا شرف زیارت حاصل نہ ہونے کا قلق برابر رہتا ہے مگر بجز حسرت افسوس کے چارہ ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائیں لیکن خواب میں کبھی کبھی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ چند دن ہوئے کہ خواب میں دیکھا کہ میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر رو رہا ہوں اور اپنی عاجزی اور علالت کو بھی ذکر کر رہا ہوں کہ ان اعذار کی وجہ سے حاضری کی دولت نصیب نہیں ہوتی جس سے اپنا نقصان ہی نقصان رہا۔ حضرت والا نہایت ہمدردی اور توجہ سے میری باتوں کو سنتے رہے اور میری تسلی کے لئے کسی حاضر باش بزرگ سے فرمایا کہ وہ فہرست اسمار مخصوصین خدام کی میرے پاس لاؤ اور احقر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اسکا نام بھی درج ہے اسکو دکھا دو۔

حضرت والا مدظلہٗ دعا فرمائیں کہ صحت روحانی وجسمانی حاصل ہو اور میرے اور گھر کے سب لوگوں کی فلاح دارین کے لئے دعا، فرمائیں۔ خدا کرے حضرت والا مدظلہٗ اور تمام متعلقین بخیر وعافیت ہوں۔

تحقیق: آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ زیارت حاصل نہ ہونیکا برابر قلق رہتا ہے جواباً عرض ہے کہ جب زیارت حاصل نہ ہو تو قلق ہی اسکا بدل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی سے آپکا کام بنا دیں۔ خواب تو نہایت ہی اچھا ہے۔ آپکا نام ماشاء اللہ تعالیٰ درج رجسٹر ہو گیا۔ مبارک ہو۔ صحت روحانی وجسمانی دونوں کے لئے دعا کرتا ہوں اور گھر والوں کی فلاح دارین کے لئے بھی۔ الحمد للہ ہم سب بخیریت ہیں۔

(مکتوب نمبر ۳۷۸)

حال: غلام ناکارہ حضرت والا کی جوتیوں کے صدقے بحمدہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہے اور حضرت والا کی خیریت کا طالب ودعاگو ہے۔ حضرت والا! الحمد للہ

مسلسل شروع سے آج تک اپنے قلب کو حضرت اقدس کی جوتیوں سے یکساں تعلق و محبت ہے گو اس روسیاہ کی کج فہمی اسی قابل ہے. جیسا معاملہ فرمایا جارہا ہے مگر بخدا عرض ہے کہ حضرت والا سے یہ روسیاہ کبھی قلبی طور پر منقطع نہیں ہوا ہمیشہ قلب کے اندر حضرت والا کی محبت وعظمت اور عقیدت قائم ہے اور انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تادم واپسیں قائم رہیگی۔

یہ روسیاہ حضرت والا کی جوتیوں میں خود نہیں پہونچا تھا بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے پہونچایا اور حضرت والا کے بے انتہا عنایات و احسانات کو متوجہ فرماکر مستفیض فرمایا، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

چنانچہ حضرت اقدس کی جوتیوں کے صدقے بیحد اصلاح ہوئی حق تعالےٰ کا تعلق بڑھتا ہی رہا۔ اخلاق کی بھی روز افزوں اچھی ہی حالت ہوتی گئی۔ حضرت اقدس کی نگاہ کرم نے انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ آخر میں حضرت مرشدی مولانا ..... صاحب دامت برکاتہم کے والا نامہ سے یہ معلوم ہوا کہ اجازت تحصیل فیوض و برکات، مکاتیب اور صحبت کی دی گئی تھی اصلاحی تعلق کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ مریض کو کسی ایک ہی معالج سے ایک وقت میں علاج کرانا چاہیئے ورنہ تشویش وتعطل میں مبتلا ہوجاتا ہے بس انھیں خطوط کو پڑھکر سنبھال نہ سکا اور نہایت پریشانی میں پڑگیا واللہ ثم واللہ یہ پریشانی ایسی تھی جس نے میرے ہوش و حواس برقرار نہ رکھے اور اسی بدحواسی میں کچھ کا کچھ کرگیا۔ اگر تحمل و صبر سے کام لیتا تو کچھ بھی مشکل نہ تھا دونوں بزرگوں سے نباہ لیتا۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا ہے" اب اس کے بعد پریشانیاں ہیں تو میں کیا کروں؟ خودکردہ را علاجے نیست" — تو میرے آقا! میرے مولا! میرے ہاتھ تو اب واقعی اسکا علاج رہا نہیں اسوقت کو تو اس روسیاہ نے خود ضایع کردیا اس پر جتنا بھی غم کروں کم ہے مگر حضرت والا کے پاس

علاج ہے اور بلاشبہ شافی علاج ہے ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی گرچہ جوئے خون بود نیلش بود

(آپ کیمیا جانتے ہیں چاہیں تو (تانبے کو سونے میں) تبدیل کردیں اور خون کا دریا بہ رہا ہو تو اسکو نیل سے تبدیل فرما دیں)

حضرت والا کی نظر عنایت ہو تو ایک لمحہ میں سب پریشانیاں دور ہو جائیں۔ سچ عرض کرتا ہوں۔ عنایت تو بڑی چیز ہے اسکے طلب کے واسطے تو منہ چاہیے اور اس روسیاہ کا منہ اس قابل نہ رہا کہ حضرت والا کے سامنے آسکے حق یہ ہے کہ یہی عنایت و احسان بہت زیادہ ہے کہ حضرت والا نے مخاطب فرمایا ہے اور اس خطاب کی برکت یہ ہے کہ بہت حد تک پریشانیاں دور ہو گئیں ہیں بظاہر عتاب ہے مگر خدا کی قسم نہ جانے کیوں اس خط کے پڑھتے ہی اتنی رحمت متوجہ ہوئی۔ بس یہ خط بظاہر عتاب اور بباطن عنایت احسان ہے۔ بار بار خط پڑھتا ہوں اور لطف و احسان سے لذت اندوز ہوتا ہوں اور اس خطاب کو بھی اپنے لئے بساغنیمت جانتا ہوں اور یہ امید رکھتا ہوں کہ اگر حضرت والا کی اتنی توجہ بھی رہی تو تعلق حق تعالےٰ کیلئے انشاءاللہ معین و مددگار بنی رہے گی۔ اور اب ایسا یقین ہوتا جارہا ہے کہ شاید اس روسیاہ کے لئے یہی صورت اب حضرت والا کی نگاہ میں نافع ہے۔

حضرت والا! طریق کی بے ادبی اور اہل اللہ کے حقوق کی عدم ادائگی سے حق تعالےٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور ہمیشہ سے اسکا یقین رکھتا ہوں کہ انسان کی انتہائی بدنصیبی اور محرومی کا باعث ہے۔ حق تعالیٰ علیم وخبیر ہے جو ذرہ برابر بھی اسکا شائبہ دل میں لایا ہوں باقی وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ یہ روسیاہ انسان ہے وہ بھی گنہگار سیہ کار اپنے اعمال و افعال اور احوال سب سے شرمندہ و شرمسار۔ کیا ٹھکانا ہے کہ اپنے جہل و غفلت سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہو جسے

طریق کی بے ادبی ہوگئی ہو۔ حضرات اہل اللہ کے حقوق کی ادائیگی کی مجال ہی کیا رکھتا ہے جو یہ بھی عرض کرسکے کہ کچھ بھی ادائے حق ہوسکا ہو حق بات تو یہی ہے کہ کچھ بھی حق ادا نہ ہوسکا مگر بندہ ہوں بندگی کے سوا چارۂ کار کیا ہے بجز اسکے کہ اپنے پروردگار سے دل سے توبہ کروں اور کیا شکل ہے۔ حضرت والا جو کچھ کوتاہی ہوئی اس سے دل سے توبہ کرتا ہوں اور بصد الحاح وزاری معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالے حضرت والا کی جوتیوں کے صدقے حضرت حق سبحانہ نے ایسی توفیق عطا فرمائی کہ آئندہ حضرت اقدس دامت برکاتہم کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھ سکے گا۔ ثم انشاء اللہ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

امید کہ حضرت والا دل سے معاف فرما کر اس روسیاہ سے خوش ہوجاویں گے اور پہلے کی طرح نظر عنایت فرمانے لگیں گے جس سے آخرت درست ہوسکے گی۔

تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں۔ ہاں اب راستے پر آئے۔ آپ نے لکھا ہے کہ "اگر صبر وتحمل سے کام لیتا تو کچھ بھی مشکل نہ تھا دونوں سے نباہ لیتا"۔ یہ آپ نے صحیح لکھا ہے پھر اب کیا طریقہ کار اختیار کیجئے گا فرمائیے؟

(مکتوب نمبر ۳۷۹)

حال: غلام ناکارہ نامہ سیاہ حضرت اقدس کی دعاؤں کے صدقے الحمد للہ بخیر وعافیت ہے اور حضرت اقدس کی عوافیات کا داعی وطالب ہے امید کہ مطلع فرمایا جائے کہ مسرت قلبی حاصل ہو۔

حق تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے بیشک ان کے فضل واحسان کی انتہا نہیں اور اس نعمت کا مزید شکر گذار ہوں جو ابھی ابھی اس نے عنایت فرمائی ہے جس کے ملنے سے دل باغ باغ ہوگیا، خوشی اور مسرت کی

پھر ہیں اپنی رگوں میں دوڑ رہی ہیں۔ اور مسرت کا اثر یہ ہے کہ کثرت ذکر لسانی و قلبی حاصل ہو رہی ہے اور اسکی توفیق ملنے لگی ہے اور وہ نعمت ہے حضرت اقدس دامت برکاتہم کی عنایت خاص اور وہ بھی بلا استحقاق۔ حق تعالےٰ حضرت والا کو بیحد جزاء عطا فرمائے کہ بہت احسان فرمایا۔

حضرت والا! عزم یہ ہے کہ جب تک زندہ ہوں طلب میں لگا رہونگا اور آہ! طریقہ کار کیا عرض کروں وہی طریقہ کار ہوگا جو حضرت اقدس کی مرضی ہو اور جو حضرت والا کی منشاء ہو۔ یہ روسیاہ کیا عرض کرے کہ طریقہ کار کیا ہوگا؟

میرے آقا! طریقہ کار اگر جانتا تو پورے تین سال ہوگئے زیارت کئے ہوئے کتنا محروم رہا ہوں اسی طریقہ کار کے نہ جاننے سے۔ نجانے کتنی دفعہ جوتیوں کی زیارت سے مشرف ہوتا مگر وائے برحال ماکہ اسی طریقہ کار کی عدم واقفیت نے بہت دور پہونچا دیا۔ اس لئے اصل حقیقت یہ ہے کہ طریقہ کار حضرت اقدس ہی تجویز فرمادیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اتباع میں سرمو کوتاہی نہ کروں گا

الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت اقدس کی سچی محبت دل و جان میں سرایت کئے ہے۔ حضرت والا کے تصور سے فرحت ہوتی ہے۔ توجہ الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ حضرت والا کو یہ روسیاہ اس قابل نہ رہا کہ کچھ بھی عرض کرسکے مگر عرض نہ کرے تو کیا کرے۔ عرض و معروض پر مجبور ہے للہ سب خطائیں دل سے بھلادیں اور اس روسیاہ سے پہلے کی طرح خوش ہوجائیں۔ اپنے احوال و افعال سے شرمندہ ہوں، بندہ ہوں گو گندہ ہوں حق تعالےٰ سے صحیح تعلق، اتباع دین کی توفیق اور درستیٔ اخلاق کے لئے دعاء فرمائیں، اور میری بیکسی پر رحم فرمائیں، اپنی عنایت و توجہ سے نوازدیں تاکہ اصلاح اخلاق کی دولت سے مالا مال ہوجاؤں اور نہ

حق تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا ہو جائے۔ حق تعالیٰ کی سچی محبت پیدا ہو جائے طاعات کی رغبت بڑھ جائے، کثرتِ ذکر و فکر کی توفیق عطا ہو۔ معاصی سے طبعی نفرت پیدا ہو جائے۔ آخرت درست ہو جائے۔ عذاب قبر و عذاب دوزخ سے نجات مل جائے اور حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو حضرت والا اگر خوش ہو جاویں گے تو ضرور ضرور حق تعالیٰ کی عنایت بے نہایت سے نوازا جاؤں گا ورنہ ہیچ در ہیچ ہوں اور کہیں ٹھکانہ نہیں اس لئے اپنی عنایت اپنے احسان سے اس روسیاہ کے حال زار پر محض اللہ کے واسطے توجہ فرما کر ڈوبتے بیڑے کو پار لگا دیں۔ بیحد شرمندہ ہوں اور اسی پر اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔

(یہ تحریر بھیجی گئی)

یہ خوب بات ہے کہ آپ نے ہجے تو خود سے صحیح کرلی اور روانی کے لئے حضرت والا سے پوچھتے ہیں۔ آپ نے اپنے پچھلے خط میں کوئی بات لکھدی تھی جس سے حضرت والا نے سمجھا کہ اب آپ نے راستہ پکڑ لیا ہے اسلئے آپ سے طریقہ کار دریافت فرمایا تو اب آپ الٹے حضرت ہی سے پوچھنے لگے کہ طریقہ کار کیا ہو؟

جناب من! حضرت والا پر تو ایک دفعہ آپ اپنے کو پیش فرما چکے ہیں اسکا تو جو حال ہوا وہ آپ کے سامنے ہے اس لئے اب تو آپ ہی کو خود سمجھ بوجھکر طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں اپنے قبض و بسط کے ایام سے بھی مدد لے لیجئے گا۔ حضرت والا مدظلہ نے اسی رمضان المبارک سے طرز بدل دیا ہے۔ اب یہاں مخلص ہی کا گذر ہے دوسرے کا نہیں آدمی اپنے دنیوی نفع نقصان کو جانتا ہے تعجب ہے کہ آپ اپنا دینی اور روحانی نفع و ضرر کیوں مخفی ہے؟

(مکتوب نمبر ۳۸)

حال: گزارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ حضرت والا بخیر وعافیت ہونگے اور یہی دلی دعا اور خواہش ہوتی ہے۔ آپ کی خوشی ہمارے لئے باعث مسرت ہے اور جناب والا کا ناراض ہونا اور طبیعت کا ناساز ہونا ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ برابر حضرت والا کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ قبول کرے۔

بہرحال دو سوال کرتا ہوں امید ہے کہ جواب سے محروم نکرینگے۔
پہلا سوال یہ ہے کہ یہاں پر مسلمانوں کی مٹھائی کی دوکان ہے اور مسلمان ہی فروخت کرتے ہیں لیکن بنواتے ہیں ہندوؤں کے ہاتھ سے۔ اب یہ پوچھنا ہے کہ ہمارے واسطے کھانا اچھا ہے یا نہیں؟ اسکے کے کھانے سے دل پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ کیا تقوی کے خلاف ہے؟ اگر ہو تو صاف تحریر فرمائیں حتی المقدور اسکے چھوڑنے کی کوشش کروں گا۔
دوسرا سوال یہ ہے کہ اپنے شیخ کا تصور کرنا چاہیئے۔ اسکا مطلب کیا ہے؟ اور کس طرح تصور کریں ترکیب ضرور بتا دیں۔

تحقیق: الحمدللہ بخریت ہوں۔ آپ کے فہم سے جی بہت خوش ہوا اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائیں۔

الجواب: (۱) ان کے یہاں کی پکی ہوئی چیزیں شرعاً استعمال تو کر سکتے ہیں تاہم مسلمانوں کے یہاں سے چیزیں خریدنا بہرحال بہتر ہے اس میں کیا کلام ہے۔
(۲) آپ نے تصور شیخ کا مطلب دریافت کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ سمجھئے کہ طریق میں مقصود اللہ تعالےٰ سے تعلق اور ان سے محبت پیدا کرنا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ مناسبت کے فقدان یا استعداد کے ضعف کے

سبب سے یہ چیز انسان کے لئے آسان نہیں ہوتی اسی لئے وہ اپنے شیخ ہی کا تصور اور اسی کا استحضار کرتا ہے تاکہ اسکا تصور قائم ہوکر اسکو قلب اور جوارح کے معاصی سے روک دے جسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ اسکو شیخ سے محبت ہوتی ہے اور آدمی اپنے محبوب کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا لہذا یہ شخص بھی اپنے شیخ کے منشار کے خلاف کام نہیں کرے گا۔

لیکن اس باب میں حدود سے تجاوز کر جانے کے سبب سے ہمارے اکابر نے اور دوسرے طریقوں سے شیخ کی محبت اور تعلق کو اس کے قائم مقام کر دیا ہے لہذا اب یہی مناسب ہے کہ شیخ کی محبت اور اسکے تعلق کو بڑھایا جائے تاکہ وہ ذریعہ بن جائے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعلق کا جوکہ طریق کا عین مقصود ہے۔ اس سے زیادہ توضیح درکار ہو تو بوقت ملاقات زبانی سمجھ لیجئے گا۔ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۳۸۱)

حال: معمولات حسب دستور جاری ہیں۔ دل کی حالت بھی درست معلوم ہوتی ہے۔ یہ سب حضرت کے فیوض و برکات کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ تحقیق: آمین

حال: مجلس کی عدم حاضری سے دل تڑپتا ہے اوقات مجلس میں مجلس کا تصور کرکے بیٹھ جاتا ہوں۔ تحقیق: خوب۔

حال: کیونکہ حضرت فرماتے تھے کہ اس راہ میں بعد مکانی معتبر نہیں ہے اور سمجھتا ہوں کہ حضوری مجلس کا نفع ہوتا ہے تحقیق: ہاں یہی ہے، الحمدللہ نفع ہوگا۔

حال: اسوقت دل میں بیقراری ہے اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں تحقیق

حال: اللہ تعالیٰ حضرت کی ذات بابرکات کو بعافیت قائم رکھے اور احقر کو اور متوسلین کو مستفیض فرمائے۔ حضرت مجلس کیوقت اس بعد افتادہ کو بھی یاد فرمالیا کریں تحقیق: د

یہی اُتراؤں وہ بستی ہے جہاں حضرت حکیم الاسلام جناب قاری محمد طیب صاحبؒ نے حضرت اقدس مصلح الامۃؒ سے آکر ملاقات فرمائی اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ حضرت سے یا تو بچپن کی ملاقات تھی یا اب بچپن میں ہوئی ہے اور اسی مقام کے متعلق غالباً مولوی فاروق صاحب کو حضرت قاری صاحبؒ نے لکھا تھا کہ — اُتراؤں کا سفر الحمد للہ نہایت ہی پرسکون اور بہت سے دینی منافع کا سبب بنا اس پر میں جسقدر بھی اِتراؤں کم ہے (او کما قال)

اس شمارہ کی "تعلیمات مصلح الامت" میں آئے ہوئے ملفوظات نیز گذشتہ شمارہ کے ملفوظات زریں اسی اُتراؤں میں ارشاد فرمائے گئے ہیں چونکہ حضرت قاری محمد طیب صاحب گورکھپور کیطرف سے واپس تشریف لائے تھے اور اسی ریلوے لائن پر سید آباد (اتراؤں کا ریلوے اسٹیشن) واقع تھا اس خیال سے بھی نیز یہاں مولانا محمد فاروق صاحب کے ذریعہ انکی رہائش اور آرام کا بھی اچھا انتظام ہو سکتا تھا' پھر یہ کہ وہ حضرت والا سے ملاقات کے طالب ہو کر تشریف لا رہے تھے شہر الہ آباد میں آکر مطلوب ہو جاتے ان مصالح کی بنا پر حضرت نے جائے ملاقات اتراؤں ہی کو تجویز فرمایا۔

غرض اور تمام مقامات سے زائد حضرت اتراؤں تشریف لے گئے اور بمرولی بھی متعدد بار گئے' اس کے علاوہ حضرت نے غالباً دو بار چائل کا بھی سفر فرمایا حافظ محمد شفیع صاحب حضرت والا سے محبت کرتے تھے چائل کے باشندے تھے انھوں نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت ہمارا تعلق حضرت مولانا مدنیؒ سے تھا چنانچہ حضرت جب کبھی الہ آباد تشریف لاتے یا ادھر سے گذرتے تو خادم کے غریبخانہ پر ضرور تشریف لاتے وعظ فرماتے دو ایک دن روح پرور دینی مجلسیں ہوتیں اور عام لوگوں کو نفع ہوتا تھا لیکن حضرت مولانا مدنیؒ کے بعد یہ سلسلہ فیض و افادہ ختم ہو گیا اس لئے جی چاہتا ہے کہ حضرت کبھی کبھی چائل غریب خانہ پر تشریف لیچلیں

تو دیہات کی فضا سے انشار اللہ حضرت والا کو بھی راحت ہوگی اور ہم لوگوں کو دینی نفع حاصل کرنے کا ایک موقع ہاتھ آجائے گا اور بزرگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جواب بند ہے مسلسل ہوجائے گا۔ حضرت اقدس نے بھی (چونکہ محبت کا جواب محبت ہوتی ہے) انکی درخواست قبول فرمالی اور پھر شاید دو بار چپائل تشریف لے گئے جس میں سے ایک دفعہ تو راقم بھی ہمراہ سفر تھا اور بہت سے باہر کے مہمان اور علمار حضرات جو حضرتؒ کے یہاں آئے ہوئے تھے وہ بھی شریک سفر تھے چنانچہ یاد پڑتا ہے کہ مئو اعظم گڈھ کے مدرسہ دارالعلوم کے ایک اعلیٰ مدرس جناب قاری ریاست علی صاحب نے وہاں جمعہ کے بعد جامع مسجد میں حضرت اقدس کے حکم سے تقریر بھی کی تھی اس لئے کہ حافظ محمد شفیع صاحب نے حضرتؒ سے وہاں کسی کی تقریر کی خواہش ظاہر کی اور عرض کیا کہ حضرت یہاں اہل بدعت کی بھی خاصی تعداد ہے پہلے بھی اور اب بھی یہ لوگ ہم لوگوں کے متعلق بہت پروپاگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔ بزرگوں کے منکر ہیں لہٰذا کوئی صاحب اگر آج جمعہ کے بعد مسجد میں کچھ تقریر فرما دیں تو عام لوگوں کو بھی کچھ دین کی باتیں سننے کا موقع مل جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں سے انکی غلط فہمی دور ہوجانے کا ذریعہ ہوجائے، حضرت کی مجلس میں تو صرف خاص ہی خاص لوگ آتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؒ نے قاری ریاست علی صاحب سے فرمایا کہ آپ کچھ کہہ دیجئے گا۔ الحمدللہ قاری صاحب کے وعظ کا بہت ہی اچھا اثر پڑا جس کا اندازہ اس سے ہوا کہ اگلے دن مجلس میں مقامی لوگ زیادہ آئے۔ اس طرح سے حضرت والاؒ نے اپنے بزرگوں کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری فرمائی لیکن خود الہ آباد کے مشاغل اسقدر کثیر تھے کہ اسکی وجہ سے وہاں زیادہ آنے جانے کا موقع نہ مل سکا۔

یہ چھوٹے چھوٹے اسفار تو حضرت والاؒ کے الہ آباد سے شرقاً وغرباً

ہوئے یعنی اتراؤں شہر سے مشرق میں واقع تھا اور بمرولی، اسرولی شہر سے بجانب مغرب واقع تھا اسکے علاوہ حضرت شہر کے شمالاً وجنوباً بھی کبھی کبھی تشریف لیجاتے تھے جنوب سے مراد مہیوہ کا سفر ہے یہ دریائے جمن کے پار لب دریا ایک چھوٹا سا موضع ہے دریا کے بالکل کنارے پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب الہ آباد تشریف لاتے تو یہاں بھی آتے تھے اور ایک آدھ شب مسجد سے باہر دریا کی جانب ایک پختہ چبوترہ تھا اس پر حضرت کا پلنگ بچھتا تھا اور حضرت آرام فرماتے تھے۔ اصل بات یہ تھی کہ الہ آباد کے مشہور ٹھیکیدار شیخ عبداللہ صاحب مرحوم اسی بستی مہیوہ کے رہنے والے تھے ان کے صاحبزادے مولوی مسیح الدین صاحب مرحوم حضرت مولانا تھانوی رح کے شاگرد تھے جنھوں نے غالباً کانپور میں حضرت رح سے پڑھا تھا اسی تعلق سے حضرت یہاں تشریف لاتے تھے اور اسی نسبت کی وجہ سے شہر الہ آباد میں اکثر حضرت اقدس مولانا تھانوی رح نے مسجد شیخ عبداللہ مرحوم واقع ریلوے اسٹیشن الہ آباد پر ہی قیام فرمایا اور اکثر مواعظ آپ کے اسی مسجد پر ہوئے یہ مسجد بھی انھیں شیخ عبداللہ صاحب مرحوم کنٹریکٹر ریلوے کی بنوائی ہوئی ہے۔ یوں حضرت تھانوی رح کا الہ آباد میں قیام اور وعظ عبدالباقی خانصاحب مرحوم ساکن چک الہ آباد کے یہاں بھی ہوا اسلئے کہ خانصاحب کا حضرت اقدس سے بیعت کا تعلق تھا۔ چنانچہ اس شاگردی اور اس بیعت کا اثر آج تک ان دونوں حضرات کے خاندان میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے یعنی حضرت تھانوی رح سے عقیدت اور حضرت رح کے سلسلہ سے محبت آج بھی ان میں پائی جاتی ہے۔

پس کبھی کبھی حضرت والا از خود کشتہ پر کسی کو ہمراہ لیکر ۴-۵ میل سفر طے فرماکر مہیوہ تشریف لیجاتے تھے اور وہاں کے لوگ غایت ادب و تعظیم

و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ اسی طرح سے شمال کی جانب تقریباً ۳ میل کے فاصلہ پر الہ آباد یونیورسٹی کے پاس محلہ کٹرہ واقع ہے جو شہر ہی کا ایک محلہ ہے کوئی دیہات تو نہ تھا مگر یہاں مسجد مینا شاہ کے امام جناب قاری حبیب احمد صاحب مظلہ مظاہری حضرت کے دست گرفتہ تھے اس لئے حضرت کبھی کبھی فاصکر جمعہ کے دن مجلس کے بعد وہاں بھی چلے جاتے قاری صاحب کے حجرے میں استراحت فرماتے اور نماز جمعہ کے بعد واپس تشریف لاتے اس مختصر سے سفر میں دیہات کا سا لطف وانشراح تو نہ ہوتا تاہم مجمع سے الگ ہونے کیوجہ سے خلوت کی یکسوئی اور اسکا سکون ضرور حاصل ہو جاتا تھا اسی جگہ کا وہ واقعہ ہے جو ہم نے پہلے بھی کہیں عرض کیا ہے کہ ایکدن قاری صاحب کے حجرہ میں حضرت والا لیٹے ہوئے تھے ایک جانب قاری حبیب احمد صاحب بیٹھے تھے ایک جانب مولوی عبدالمجید صاحب بیٹھے تھے حضرت والا قاری حبیب احمد صاحب کی جانب رخ کرکے باتیں فرما رہے تھے کہ اسی اثنار میں قاری صاحب نے حضرت اقدس کے تعب اور تکان سفر کو محسوس کرکے مولوی عبدالمجید صاحب سے کہا کہ حضرت کیلئے تو ضرورت تھی ایک کار کی جو دروازہ پر کھڑی رہتی اور جب اور جہاں حضرت تشریف لیجانا چاہتے اس میں بیٹھکر تشریف لیجاتے آپ کے پاس کار تھی تو بہت آرام تھا اب آپنے اسکو بیچ دیا۔ بطور اپنی دلی خواہش کے قاری صاحب نے مولوی صاحب سے اسکا اظہار کیا مولوی صاحب تو اسکا کیا جواب دیتے خاموش تھے حضرت نے بھی اسکو سن لیا بس فوراً کروٹ عبدالمجید صاحب کی طرف بدل لی اور ان سے فرمایا کہ مولوی عبدالمجید! میں نے یہ جو اتنا بڑا مکان خریدا ہے وہ محض بچوں کے لئے تاکہ میرے بعد وہ یہ نہ کہیں کہ مجھکو میرے باپ نے پردیس میں لاکر گھر سے بے گھر کردیا اس لئے میں نے یہ مکان خریدا ہے کچھ اپنی راحت مقصود نہیں تھی کیونکہ میرے لئے تو کسی مسجد میں اتنا بڑا حجرہ کافی تھا۔ قاری صاحب کہتے تھے کہ حضرت کے منہ سے یہ جواب

سنکر میرے ہوش اڑ گئے اور میں تو پانی پانی ہوگیا اور مجھے افسوس ہوا کہ میں نے یہ اظہار تمنا کیوں کر دیا۔

غرض اسی طرح سے الہ آباد کے چاروں جانب شرقاً وغرباً اور شمالاً وجنوباً جو حضرت نے دورہ فرمایا تو شاید اس میں یہ مصلحت بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا چرچا پورے شہر اور اطراف شہر میں عام ہو جائے اور لوگ دین اختیار کریں۔ چنانچہ بعد میں اسکے آثار بھی دیکھے جا رہے ہیں کہ اتراؤں کے مولانا محمد فاروق صاحب اور وہاں کے دیندار عوام اور اسی طرح سے بمرولی کے چودھری حبیب الرحمان مرحوم (جب تک زندہ رہے) اور اسرولی کے مولوی مقبول صاحب، اسی طرح اہل مھیوہ اور کرٹرہ کے قاری حبیب احمد صاحب مدظلہ یہ سب حضرات رفاقتِ خانقاہ کا حق حضرت اقدسؒ کے بعد بھی اسی طرح سے انجام دے رہے ہیں جس طرح حضرت کی حیات میں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنا تعلق نصیب فرمائے اور دین اور اہل دین کی محبت ان کے قلوب میں پیدا فرما دے۔ آمین۔

الہ آباد ہی کے زمانہ قیام میں حضرت والاؒ نے ایک سفر فتحپور ہسوہ کا بھی فرمایا۔ یوں تو حضرت اقدس کے تمام ہی اسفار الہ آباد ہی سے ہوئے سفر علی گڈھ۔ سفر جونپور۔ سفر کوپا گنج۔ سفر وطن۔ سفر لکھنؤ اور اسفار بمبئی ان میں سے ہر جگہ کا سفر اپنی جگہ ایک مستقل شان رکھتا تھا اس لئے ہم نے ان سب کیلئے الگ الگ مستقل عنوان قائم کر کے وہاں کے حالات بیان کئے ہیں اور سفر فتحپور ایک مختصر سا سفر تھا جو اتفاقی طور پر پیش آگیا تھا اس لئے اسکا ذکر الگ سے نہیں کیا گیا بلکہ الہ آباد کے اطراف کے سفروں کے منجملہ شمار کر کے انھیں کے بیان کے ساتھ اسکا بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوا۔

فتحپور کی مشہور ترین شخصیت اس زمانہ میں مولانا عبدالوحید صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ (فتحپور) کی تھی جو کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح

کے شاگرد رشید تھے اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے طریق سے وابستہ اور حضرت کے بیحد معتقد تھے غالباً حضرت تھانویؒ ہی کے اس حکم سے کہ اب میں کام کے لائق نہیں رہا میرے خلفاء میں سے کسی سے رجوع کیجئے، مولانا عبدالوحید صاحب نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ الہ آبادی سے قائم فرمایا لیکن حضرت مولانا تھانویؒ کے بعد مولانا الہ آبادی بھی زیادہ دنوں زندہ نہ رہ سکے چنانچہ مولانا کو شیخ کی ضرورت تھی لیکن ہنوز کسی کا انتخاب نہ کیا تھا کہ اسی اثناء میں راقم نے جو (اُن دِنوں) مدرسہ اسلامیہ فتحپور (ہسوہ) ہی میں مدرس تھا فتحپور تال نرجا (اعظم گڈھ) کا پہلا سفر کیا۔ واپسی پر جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ لوگ حالات اور تاثرات معلوم ہی کرتے ہیں مولانا عبدالوحید صاحب نے بھی حضرت مصلح الامۃ مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے حالات دریافت کئے راقم نے آپ بیتی اور آنکھوں دیکھی سنادی غالباً اسی سے مولانا عبدالوحید صاحب نے متأثر ہو کر حضرت والا سے مکاتبت شروع کردی۔ مجھے یاد ہے کہ اس سلسلہ میں مولانا عبدالوحید صاحب نے ایک دفعہ حضرتؒ سے یہ بھی دریافت کیا کہ یہاں فتحپور (ہسوہ) میں ایک مولوی صاحب ہیں جو اپنی تقریروں میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کو سیاست سے پہلے اختلاف ضرور تھا لیکن اگر آج حضرتؒ موجود ہوتے تو انہیں شرکت فرماتے اور فلاں جماعت کو مناسب تصور فرماتے آپ بھی چونکہ حضرت تھانویؒ کے مزاج شناس رہ چکے ہیں اسلئے آپ سے استصواب کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ان مولوی صاحب کا یہ کہنا درست ہے۔ حضرت اقدسؒ نے فتحپور نرجا سے اسکا یہ جواب مرحمت فرمایا کہ وہ صاحب بالکل غلط کہتے ہیں حضرت تھانویؒ کا جو مزاج اور اصول تھا اسکے پیش نظر یہ البتہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرتؒ اگر آج موجود ہوتے تو اپنے مسلک میں اور سخت ہو جاتے اور مسلمانوں کے لئے سیاست حاضرہ میں شرکت بالکل پسند نہ فرماتے۔ (مولانا صاحب موصوف اور حضرت اقدس کا یہ سوال وجواب روایۃ بالمعنی کے طور پر ہے الفاظ ہو سکتا ہے

کچھ بدل گئے ہوں لیکن مفہوم یہی تھا۔ چنانچہ مولانا کی یہ مکاتبت کسی اخبار میں میں نے خود دیکھی تھی)۔

مولانا موصوف کے اسی سوال فرمانے کی بنا پر راقم جب فتحپور ہسوہ سے فتحپور تال نرجا حضرت اقدس کے پاس حاضر ہوا تو حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ یہ آپ کے یہاں مولانا عبدالوحید صاحب کون ہیں؟ چنانچہ احقر نے مولانا کی تعریف یا تعارف جو سمجھ میں آیا تفصیل سے حضرتؒ سے عرض کیا اسکی وجہ سے حضرتؒ کو بھی مولانا کی جانب غائبانہ توجہ ہوگئی تھی بالآخر وہ تعلق بعیت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور بعض حالات مولانا کے ہم حضرت والا کے قیام گورکھپور کے بیان میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت اقدسؒ نے فتح الباری کے درس کے لئے اپنی علالت کے زمانہ میں اپنا بدل مولانا ہی کو تجویز فرمایا۔ مولانا کی استعداد اور صلاحیت کے پیش نظر حضرت اقدسؒ نے کئی بار مولانا سے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ مولانا کچھ دنوں کے لئے مستقل طور سے حضرت کے یہاں قیام کریں لیکن مولانا کی ضعیف والدہ اور پھر انکی علالت و خدمت نے مولانا کو فتحپور (ہسوہ) سے باہر کہیں جانے کی اجازت ہی نہیں دی۔

فتحپور (ہسوہ) کا سفر حضرت اقدس کو یوں پیش آیا کہ مولانا عبدالوحید صاحب فتحپوری کے غالباً خالہ زاد بھائی اور بہنوئی (جو اب راقم الحروف کے بھی سمدھی ہوگئے ہیں یعنی) جناب سید فخرالحسن صاحب حضرت اقدس سے بعیت تھے ایک دن حضرتؒ سے ملنے کے لئے مع اپنی اہلیہ کے تشریف لائے، حضرتؒ کا بہت ادب کرتے تھے اور حضرتؒ بھی ان سے بہت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے چنانچہ حضرتؒ نے ان سے فرمایا کہ کہئے تو ہم آپ کے ساتھ فتحپور چلیں انھوں نے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت کی صلاحیت تو اپنے اندر پاتا نہیں تاہم حضرت کا گھر ہے اگر تشریف لیچلیں تو زہے نصیب اور اسکو میں اپنے لئے انتہائی سعادت سمجھوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں بھی مشورہ کر لو اور تیار رہنا گاڑی

کے اوقات بھی معلوم کر لو اور جس وقت ہم کہیں فوراً چلے چلنا اب خدا معلوم حضرت اقدس کو کس بات کا انتظار تھا تاہم اپنا خیال تو یہی ہے کہ ان حضرات کا مسلک تو یہ ہوتا ہے کہ سہ

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ دوست کی جانب سے گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے بس جہاں اسکی مرضی ہوتی ہے کھینچ کرلے جاتا ہے نہ اپنی رائے سے کچھ کرتے ہیں نہ اپنی رائے سے کچھ کہتے ہیں بلکہ اشارۂ غیبی جسکا دوسرا نام انشراح قلب ہے اسکے منتظر رہتے ہیں جب انشراح پاتے ہیں تب ہی کوئی کام کرتے ہیں ورنہ ذرا سی کھٹک بھی ہوتی ہے تو اس کام سے باز رہتے ہیں۔ چنانچہ اگلے دن صبح کی گاڑی سے سفر کرنا طے ہوا۔ راقم السطور بھی ہمراہ تھا اور اسکے علاوہ دو ہی ایک آدمی اور تھے۔ چونکہ حضرت نے علی الصباح اپنا فیصلہ ظاہر فرمایا اس لئے اسکا بھی موقع نہ تھا کہ بذریعہ تار ہی مولانا عبدالوحید صاحب کو حضرتؒ کے تشریف بری کی اطلاع کیجا سکے نتیجہ یہ ہوا کہ اچانک نو دس بجے دن کے وقت حضرت اقدسؒ کا رکشا مولانا عبدالوحید صاحب کے مکان پر موجود تھا۔ مولانا جب اندر سے نکلے تو بلا سان و گمان حضرت والا کو دیکھکر محو حیرت رہ گئے جلدی سے اندر جاکر باہر کمرے میں پلنگ اور بستر کا انتظام کرکے فوراً حضرت اقدس کو لیجا کر بٹھایا۔ ہم لوگوں سے دریافت کیا کہ خیریت تو ہے یہ اچانک حضرت نے سفر کیسے فرمایا؟ ان سے پوری تفصیل عرض کی گئی تب انھیں جاکر اطمینان ہوا۔ پھر اسکے بعد دیگر انتظامات میں مشغول ہوگئے۔ ہمراہ جانے والے مہمانوں کے لئے جائے قیام تجویز کیا۔ اور فوراً عمائدین شہر کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع دی چنانچہ خبر پاتے ہی لوگ زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہونے لگے بعد ظہر مدرسہ اسلامیہ کی مسجد میں مجلس کا اعلان ہوا لوگ وہاں بھی حاضر ہوئے۔ چنانچہ پہلی مجلس مدرسہ ہی کی مسجد میں ہوئی۔ (مدرسہ کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے حضرتؒ نے فرمایا کہ اب مجھے یاد آیا اسی جگہ میں حضرت تھانویؒ کے ہمراہ ایک بار آیا

(۸) از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ادام اللہ فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ عنایت نامہ مورخہ ۲۲ر جمادی الثانیہ معہ مبلغ عـہ روپیہ ہدیۂ مبرورکہ عطیۂ خود اور عـہ روپیہ ازطرف حافظ حسین احمد نہٹوروی کہ عنایت فرمائے گئے ہیں پہونچا ممنون و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو باعثِ استقامت خلق و وسیلۂ ہدایت کرے۔ آپ کی اور آپ کے اہل وعیال کی خیروعافیت معلوم کرکے جمعیت و سرورِ قلب ہوا لاکن دریافتِ حادثۂ جانکاہ عزیزم محمد اسحٰق مرحوم نہایت غم و الم ہوا۔ مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مرحوم کے والدین کو اجر عظیم اور صبر عنایت کرے اور اسکا نعم البدل عطا فرماوے مرحوم مغفور کے واسطے ختم اذکار و دعاء و ایصال ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اسکو فردوس اعلیٰ عنایت کرے آپکی صحت خلق اللہ کے واسطے بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بعافیت تمام وصحیح وسلامت رکھے آپکی تحریر سے معلوم ہوا کہ بہت لوگ وفات پاگئے ہیں اسکے دریافت حالات کا تعلق رہا۔ رمضان شریف کیوجہ سے جواب میں توقف ہوا یہاں پہلی رمضان شریف روزِ سہ شنبہ ہوئی اور عید پنجشنبہ کو ہوئی۔ فقیر نے پہلے بھی تکلیف دی ہے اپنی خیریت مزاج سے جلد جلد مسرور و ممتاز فرماتے رہیں کہ دریافت خیریت کے واسطے ہمیشہ دل کو تعلق رہتا ہے۔ گرانی و قحط و وبا وغیرہ سب ہماری شامت اعمال کے نتائج ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلاوے اور مارے۔ اور فقیر کا بھی وقت قریب ہے دعاء حسن خاتمہ سے مدد فرمادیں۔ اپنے گھر میں اپنی صاحبزادی و صاحبزادگان وسب اہل وعیال کیخدمت میں فقیر کیطرف سے سلام و دعاء فرمادیں۔ بخدمت عزیزم مولوی ابوالنصر۔ حاجی عبدالمجید و دین محمد صاحبان و میاں محمد شفیع صاحب اور ان کے گھر میں سلام مسنون و دعاء و بخدمت جمیع اعزہ و احباب سلام مسنون خصوصاً مولویانِ خوانندگانِ حدیث شریف۔ از حاضر الوقت عبداللہ آداب نیاز (مہر) از مکہ معظمہ

پنجم شوال ۱۳۰۹ھ۔

(۹) محبی و مخلصی عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ بعد سلام سنت الاسلام آنکہ خط آپ کا پہونچا۔ جواب پہلے خط کا ارسال کر دیا گیا تھا۔ فقیر کو ضعف و نقاہت بہت ہے نگاہ بھی کم ہوگئی ہے خط کے لکھنے پڑھنے سے معذور ہے چارپائی پر نماز پڑھتا ہے پیروں سے کھڑا نہیں ہوا جاتا ہے غرض پا بہ رکاب ہے سب وجہ سے دعا کا محتاج ہے کہ خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔ بابت مسافرخانہ کے جو پانچسو اشرفی جمع تھیں مولوی بدرالاسلام کے سپرد کئے گئے ہیں باغوائے مخالفین کے حکام نے ضبط کر لیں فقیر تو پہلے ہی ایسے کام سے دست بردار تھا۔ حافظ صاحب مرحوم کے انتقال سے اچانک یہ معاملہ آن پڑا پھر بھی فقیر نے اسکی طرف التفات نہیں کیا جو کچھ انکا روپیہ تھا ان کے سالے احمد گاما کے حوالہ کیا گیا مسافرخانہ کے ساتھ بھی علاقہ نہ رکھا اسکا ناظر مولوی بدرالاسلام کو کر دیا گیا تھا یہ سب منجانب اللہ ہے۔ فقیر دونوں حال میں خوش ہے ایسے امورات کے سننے سے بھی دل کو بعض اوقات پریشانی ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے امور کے تذکرے سے یہاں احباب کو منع کر دیا ہے کہ فقیر سے یہ ذکر نہ ہوا کرے۔ العبد الضعیف فقیر امداد اللہ عفی عنہ

(مہر)

(۱۰) محبی و مخلصی عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ۔ بعد سلام مسنون المرام آنکہ خط پہونچا الحمدللہ کہ آپکو صحت یابی حاصل ہوئی آپکی صحت سے ایک عالم کو فائدہ ہے۔ فقیر کو بھی اب تو ضعف بہت ہی ہوگیا ہے ایک ماہ کے قریب پیچش وغیرہ میں مبتلا رہا تھا اب بفضلہ صحت ہے مگر ضعف اس درجہ ہے کہ نماز چارپائی پہ بھی بامشکل پڑھی جاتی ہے اور دفع حاجت کے لئے چوکی پاس رکھی ہے۔ پیروں سے بباعث چند ماہ پڑے رہنے کے اوٹھا نہیں جاتا ہے رگیں سوکھ سی گئیں ہیں۔ ضعف بصارت کا یہ حال ہے کہ جو احباب روزمرہ آتے ہیں انکو بھی نہیں معلوم کر سکتا ہے خط کا لکھنا پڑھنا تو درکنار سامانِ سفر موجود ہے وقت کی خبر نہیں دعا کرتے رہیئے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ جملہ احبابوں کو سلام پہونچے۔ فقیر دعا

اللہ سمیع مجیب قریب ہے۔ از امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ (مہر)

(۱۱) از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ بخدمت بابرکت وفیض درجت[۵] عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ۔

سلامٌ علیکمؑ چو در خاطری — گر از چشم دوری بدل حاضری

دعا، ترقی درجات عالیات دوجہانی مشہور ضمیر منیر باد۔ جوابات خطوط روانہ کردہ شد دریں ولا خبرے نیست کہ بقلم آید۔ حال فقیر ظاہری و باطنی روز بروز خراب است محتاج دعائے حسن خاتمہ۔ برائے ہمیں عزیزان ومحبان دعائے خیر می کنم شما ہم دعا فرمایند کہ خاتمہ ما وشما بخیر شود۔ آمین۔ ضعف ونقاہت فقیر روز بروز رو بہ ترقی دارد خصوصاً ضعف بصارت۔ ایں الفاظ بہ تقاضائے مولوی محمد ابوالقاسم شیخ صاحب بہ مشکل نوشتہ ام اگر جواب خطوط شما نہ نوشتہ آید معاف دارند۔ زیادہ چہ نویسم بخدمت خورد و بزرگ سلام ودعا برسد۔ بخدمت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب معہ جملہ عزیزان رامپور وغیرہ سلام مسنون ودعا برسد، حکیم صاحب بعد سلام مضمون واحد تصور فرمایند۔ باقی حال ایں فقیر زبانی مولوی ابوالقاسم وغیرہ حجاج معلوم خواہد شد۔ نوٹ: صد روپیہ مرسلہ مولوی صاحب میاں مولوی ابراہیم صاحب رسید۔ خاطر جمع فرمایند۔

---

[۵] حاشیہ: مکتوب نمبر (۱۱) کا ترجمہ:- از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت بابرکت وفیض درجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ سلامٌ علیکم چو در خاطری + گر از چشم دوری بدل حاضری۔ یعنی آپ پر سلام ہو، جب آپ میرے دل میں موجود ہیں تو گو آنکھوں سے دور ہیں لیکن دل میں تو حاضر ہیں — بعد سلام کے اور ترقی درجات عالیات کی دعا کے اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں آپ کے ضمیر کو روشن فرمائے۔ آپ کے خطوط کے جوابات تو لکھے گئے باقی اس اطراف میں اور کوئی بات قابل تحریر نہیں۔ رہا اس فقیر کا حال ظاہری و باطنی تو وہ روز بروز خراب ہی ہوتا جا رہا ہے۔ حسن خاتمہ کی دعا کا محتاج ہوں۔ اسی چیز کی جملہ عزیزوں اور محبوں سے درخواست ہے یہی آپ سے بھی
(بقیہ ص ۲۹ پر)

عشقؔ بامردہ نہ باشد پائدار عشق را با حیّ و با قیوم دار

(۱۲) از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہٗ۔ بخدمت فیض درجت جامع شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ قبل اسکے بھی خط روانہ کرچکا ہوں۔ مطلب یہ کہ فقیر کی وہ مثنوی شریف جو ایک زمانہ سے فقیر کے مطالعہ و درس میں تھی اور اپنے خیال کے موافق اس پر کچھ مطالب وفوائد درج کئے تھے اس مرتبہ اس مثنوی کو مولوی عبداللہ صاحب انبیٹھوی بوسیلہ عزیزم مولوی ابواحمد صاحب بمبئی کے طبع کرانے کی غرض سے فقیر سے لے گئے انکی تلون مزاجی اور غیر استقامت سے اول ہی سے فقیر کو معلوم تھا کہ اسکا انجام اسکے حوصلہ وطاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پانچ چھ مہینہ سے حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ بمبئی کو جو ایک دیندار اور صالح اور معتبر شخص ہیں اس مثنوی کے لاطائل شغل کیوجہ سے سخت تشویش و زیرباری میں ڈال رکھا ہے وہ تنہا اپنی تجارت کے کام میں مصروف ہیں اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے انکی تجارت کا سخت حرج ونقصان ہے۔ اس لئے فقیر نے سیٹھ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ مثنوی کا

---

۲۰۴ کہتا ہوں کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا خاتمہ بخیر فرمائے۔ آمین۔ فقیر کا ضعف اور نقاہت روبرترقی ہے۔ خاصکر ضعف بصارت بہت زیادہ ہے چنانچہ یہ چند الفاظ مولوی محمد ابوالقاسم شیخ صاحب کے تقاضے سے بمشکل لکھ رہا ہوں اب اگر آئندہ آپ کے خط کا جواب میرے قلم سے نہ جائے تو معذور سمجھکر معاف فرمایئے گا۔ اور زیادہ کیا لکھوں۔ تمام چھوٹے بڑے عزیزوں کو سلام و دعا کہیئے۔ عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں اور عزیزان راحمود وغیرہ کو بھی سلام و دعا کہیئے۔ حکیم صاحب بعد سلام مضمون واحد تصور فرمائیں۔ اس فقیر کے بقیہ حالات مولوی ابوالقاسم و دیگر حجاج سے معلوم کرلیں۔ (نوٹ) سو روپیہ مولوی صاحب میاں محمد ابراہیم صاحب کا مرسلہ موصول ہوا اطمینان رکھیں۔

ہ مردہ کے ساتھ عشق و محبت کو بقا نہیں ہے اسلئے محبت تو بس حیّ وقیوم (یعنی اللہ تعالیٰ) ہی سے رکھنی چاہیئے

طبع ہونا قطعاً موقوف کرکے نقیر کی دونوں مثنوی آپکی خدمت میں مقام گنگوہ پہونچادیں۔ لیکن معلوم یہ ہوا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی ابواحمد صاحب مقام سہارن پور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لئے آپ بذریعہ حافظ قمرالدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے نقیر کی مثنوی کو سہارن پور سے منگواکر اپنے پاس رکھ لیں۔ اس بارے میں توقف نہ فرماویں و خط بنام مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد کبھی جاتا ہے۔ آپ دونوں خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں۔ از مکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دوشنبہ ۱۳۱۱ھ

عرضداشت از حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی قدس سرہٗ بخدمت مرشد برحق قدوۃ الواصلین اعلیحضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

(۱۳) حضور نے جو بندۂ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے میرے ماوائے دارین! اس ناقص کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں، بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت تو کیا کروں بہ ناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

حضرت مرشد من! علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے اس سال تک دوسَو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کرکے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انھوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیار میں سرگرم ہوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جاوے۔

اور حضرت کے اقدام نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذر قلب بن غیر حق تعالیٰ سے نفع و ضرر کا التفات نہیں واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ

کی طرف سے علیحدگی ہوجاتی ہے لہٰذا کسی[۵] کے مدح و ذم کی پروا نہیں رہی۔ اور ذام و مادح کو دور جانتا ہوں۔ اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہوگئی ہے، اور یہ اثر اسی نسبت یاد داشت بیرنگ کا ہے جو مشکوٰۃِ انوارِ حضرت سے پہونچا ہے۔ پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔

یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے جھوٹا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے۔ اور وہ جو میں ہے وہ تو ہے، اور میں اور تو، خود شرک در شرک ہے استغفراللہ۔ استغفراللہ۔ استغفراللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرما دیں۔ والسلام ۱۳۰۶ھ۔

---

۵ حاشیہ قولہ، کسی کی مدح و ذم کی پروا نہیں رہی الخ راقم عرض کرتا ہے کہ ایک تو ہے پروا نہ ہونا اور ایک یہ ہے کہ کسی کی برائی سے قلب کو تکلیف پہونچے۔ اول تو ارفع حال ہے لیکن امر آخر کا اندیشہ ہونا بھی کچھ حرام نہیں ہے اسی مسئلہ کو واضح فرمانے کے لئے حضرت مرشدی مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے ذاتی نسخہ کے حاشیہ پر احیاء العلوم سے یہ عبارت نقل فرمائی۔ ناظرین کی سہولت کے لئے راقم اسکا ترجمہ بھی کر رہا ہے۔ وھو ھذا۔

وخوف تألم القلب بالذم ليس بحرام ولا الانسان به عاصٍ وانما يعصي اذا جزعت نفسه من ذم الناس ودعته الى ما لا يجوز حذرًا من ذمهم وليس يجب على الانسان ان لا يغتم بذم الخلق ولا يتألم به نعم كمال الصدق في ان تزول عنه رويته الخلق

کسی کے برائی کرنے سے قلب کے الم رسیدہ ہونے کا اندیشہ کرنا یہ حرام نہیں ہے اور نہ انسان اسکی وجہ سے گنہگار ہی ہوتا ہے بلکہ وہ گنہگار اسوقت ہوتا ہے جبکہ لوگوں کی برائی کرنے سے گھبرائے اور جزع فزع کرنے لگے اور یہ امر سبب بنجائے اسکا کہ وہ مذمت خلق سے بچنے کیلئے ناجائز امور کا ارتکاب کرنے باقی انسان پر یہ لازم نہیں وہ مخلوق کی مذمت سے غم بھی نکرے اور رنجیدہ بھی نہ ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ انسان کا کمال صدق یہ ہے کہ اسکی نظر مخلوق پر سے بالکل

(**عرض مولف**) اب ان مکاتیب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو حضرت امام ربانی مولانا قدس سرہٗ کیطرف سے متوسلین و طالبین اور مستمندین و مستفیدین کے نام شرف ورود لائے۔ مکتوب الیہم کے کمالات و مراتب علیہ کی ترتیب و تدریج اس جگہ ملحوظ نہیں ہے اور نہ اسکا لحاظ رکھنا میری فہم و استعداد و قابلیت کا کام ہے۔ کیف ما اتفق جو والانامہ دستیاب ہوا شماری نمبر ڈالکر درج کردیا گیا۔ چونکہ ہر کرامت نامہ مستقل طریق ہدایت اور جداگانہ سلوک کے کسی مضمون کی نافع اور مفید تحقیق ہے اسلیے ہر مکتوب گویا ایک بارآور درخت ہے جسکے پھل[عہ] چننے کی آپکو اجازت ہے اور ہر والا نامہ ایک معدن ہے جنہیں مختلف الوان اور مختلف قیمتوں یا منفعتوں کے لعل و یاقوت اور نایاب جواہرات بھرے ہوئے ہیں جنکے حاصل کرنے کی آپ سے درخواست ہے۔ الحمد للہ کہ ایک دو خط کے سوائے جملہ مکاتیت حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اس اعتبار سے اگر یوں کہا جائے کہ یہ مجموعہ حضرت کی سوانح ہے جسکو حضرتؒ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے تو بجا ہے۔

حضرت امام ربانیؒ طریقت کے جس مرتبۂ علیا اور درجۂ قصوی میں سالک تھے

فیستوی عندہ ذامہ ومادحہ لعلمہ ان الضار والنافع ھو اللہ وان العباد کلھم عاجزون وذلک قلیل جدا (احیاء العلوم)

ہٹ جائے اور اپنا مادح اور ذام اسکی نظر میں یکساں ہوجائے اسلیے کہ اسکو یقین ہوتا ہے کہ نقصان اور نفع کا مالک صرف خدا ہے اور مخلوق سب کی سب بالکل عاجز اور بے بس ہے تاہم یہ درجہ ہے نہایت قلیل اور نادر الوجود۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ حضرت گنگوہیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اسی اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا چنانچہ حضرت شیخ العرب والعجمؒ کے استفسار پر حضرتؒ نے اپنا قلبی حال جوں کا توں لکھدیا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

عہ حاشیہ قولہ پھل چننے کی آپکو اجازت ہے۔ اسکا نمونہ آپکو مکتوب نمبر ۱۲ میں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کیا جائیگا ۱۲

اسکا احاطہ وادراک تام تو صاحب نسبت اور اہل بصیرت زمانہ کو بھی نہ ہوسکا مجھ ناکارہ کی تو حقیقت کیا ہے کہ کسی مضمون پر یہ حکم لگا سکے کہ فلاں حالت کا اثر ہے مگر اتنی بات ظاہر ہے کہ درجۂ عبدیت میں جو اصل نسبت محمدی ہے آپ امام الانبیاء ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی تھے اسلئے یہ مجدانی حضرت کے لفظ لفظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس عالی صفت محمودہ کو بعض کوتاہ بیں اور کج فہم اصحاب نے نقص پر حمل کیا جسکا مبنیٰ محض جہالت اور ثمرہ و نتیجہ اصل دولتِ لازوال سے محرومیت بنا۔

پس اُن مکاتیب کو جو سیدنا و مولانا الحافظ الحاج المولوی صدیق احمد صاحب مدظلہ العالی کے نام قلمی ہوئے مقدم کرتا ہوں اسلئے کہ ان مکاتیب میں اس صفت کاملہ کے آثار و ثمرات بہت زیادہ ظاہر ہوئے ہیں اور حضرت مولانا ممدوح زید مجدہ نے اس نسبت اور اسکے آثار کی تفہیم ناظرین کی غرض سے بقدر ضرورت توضیح بھی فرمائی ہے اسلئے سب سے پہلے اسکو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

حضرت مولانا ممدوح حضرت قطب العالم قدس سرہ کے مشاہیر خلفاء اور اس گروہ مجازین میں ہیں جنکو مقامات سلوک کی بالتفصیل سیر کرائی گئی ہے۔ اسلئے امام الائمہ کے حالات کی تحقیق میں امامؔ کا قول بیان کرنا مناسب ہے۔

ان مکاتیب کے بعد شماری نمبر بہ سلسلہ وار دیگر مکاتیب ہدیہ ناظرین کرکے رسالہ کو ختم کردیا جائے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس خدمت کو قبول فرماکر ذریعۂ ہدایتِ خلق و منفعتِ طالبین و سالکین بنائیں اور مجھ ناکارہ اذل خلق اللہ کی بدحالی رفع فرماکر حالت سنواریں اللہ یجتبی الیہ من یشاء و ھو علی کل شئی قدیر — اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

حاشیہ قولہٗ امام کا قول بیان کرنا مناسب ہے الخ امام سے مراد یہاں حضرت مولانا صدیق احمد صاحب خلیفۂ ارشد حضرت امام الائمہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہیں چنانچہ آگے خطبہ کے بعد جو مضمون ہے وہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ ہی کا ایک تشریحی بیان ہے۔

حضرت مالکؒ محمد بن منکدرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں اپنے نفوس کو اور اپنے کانوں کو لغویات سے اور مزامیر شیطان سے بچائے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کو مشک کے باغ میں بلاکر پھر فرشتوں سے فرمائیں گے کہ انکو میری حمد او رثنا رکا ترانہ سناؤ اوران سے کہدو کہ اب تم لوگ آرام سے رہو اب تم پر نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ تم لوگ غمگین ہوگے۔

حضرت ابووائلؒ حضرت شقیق بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انکو کسی جگہ دعوت ولیمہ میں بلایا گیا گئے تو وہاں دیکھا کہ گانے بجانے اور لہولعب کا مشغلہ بھی جاری ہے حضرت شقیقؒ وہاں سے فوراً لوٹ آئے اور فرمایا کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گانا قلب میں نفاق کو اس طرح اُگاتا ہے جس طرح کہ پانی سے سبزہ اور ترکاریاں اگتی ہیں۔

حضرت عطار بن السائبؒ حضرت عبدالرحمٰن سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ اہل شام کی ایک جماعت نے شراب پی اوران دنوں امیر حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ تھے اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ شراب ہمارے لئے حلال ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا یعنی جو لوگ ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والے ہیں ان پر کسی چیز کے کھانے پینے میں کچھ حرج نہیں۔ حضرت معاویہؓ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی۔ حضرت عمرؓ نے انھیں لکھا کہ ان لوگوں کو میرے پاس بھیجدو قبل اسکے کہ وہ تمھارے یہاں رہ کر کوئی فتنہ پیدا کریں۔ چنانچہ وہ جماعت حضرت عمرؓ کے یہاں آئی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ کو جو موجود تھے جمع کیا اوران لوگوں کے متعلق ان سے مشورہ چاہا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، سب نے متفقہ طور سے فرمایا کہ یا امیرالمومنین ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر افترار باندھا ہے اور اسکے دین میں ایسی چیز نکالی

ہے جن کی اللہ تعالےٰ نے اجازت نہیں دی ہے (یعنی انھوں نے قرآن کی آیت کی تحریف کی ہے اور نیا دین نکالا ہے) لہٰذا ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے۔ حضرت علیؓ بھی اس جماعت میں ایک طرف خاموش کھڑے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ! تم نے کچھ نہیں کہا تمھاری کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ فی الحال تو ان لوگوں کو قید کر دیا جائے اور ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر یہ اپنی رائے پر مُصر رہیں اور توبہ نہ کریں تو انھیں قتل کر دیا جائے اور اگر توبہ کریں تو جن لوگوں نے شراب پی ہے ان پر اسّی اسّی کوڑے شرب خمر کی حد لگا کر انکو چھوڑ دیا جائے بالآخر حضرت عمرؓ نے اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب تحریم خمر کی آیت نازل ہوئی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا حشر ہوگا جو ساری عمر شراب پیتے رہے اور اسی حال پر انکا خاتمہ ہوا (اور اب آج انکے مرنے کے بعد شراب حرام ہوئی ہے، انکو شراب نوشی کا کچھ گناہ نہ ہوگا) اسپر یہ آیت نازل ہوئی (یعنی لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ) کہ جو لوگ مومن ہیں اور انھوں نے عمل صالح کیئے ہیں اپر انکے اس شراب پینے میں جو وہ زندگی میں کر چکے ہیں کچھ حرج نہیں (مطلب یہ کہ قبل تحریم جو کچھ ہوا اسپر ان سے کچھ مواخذہ نہیں نہ یہ کہ آج بھی تحریم کے بعد مومن اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے شراب نوشی جائز ہے جیسا کہ ان شامیوں نے سمجھ رکھا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سولہواں باب

کذب کی مذمت اور اس پر زجر و توبیخ کا بیان

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر صدق کو لازم پکڑو اس لئے کہ صدق نیکی کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھلاتی ہے۔ اور فرمایا کہ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور تمام امور میں سچ کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور فرمایا کہ اپنے کو کذب سے بچاؤ اس لئے کہ کذب فجور کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی جانب راہ دکھلاتا ہے اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور کذب کے مواقع کی تلاش اور جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

انھیں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ منافق کو تین باتوں سے پہچانو ایک یہ کہ جب بات کرے گا تو جھوٹ کی آمیزش کے ساتھ کرے گا۔ دوسرے یہ کہ جب وہ کوئی وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا اور تیسری بات جب کسی سے عہد کریگا تو غدر کرے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید جنھوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ اس قول کی تصدیق کتاب اللہ کی اس آیت میں ہے کہ وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ اِلٰی قَوْلِهٖ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اس نے ہمکو مال دیا الی قولہ ان کے کذب کے سبب ایسا ہوا)۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی کہ کسی نے حکیم لقمان سے پوچھا کہ آپ جس مرتبہ پر ہیں اس پر کس طرح پہونچے؟ انھوں نے فرمایا

سچ بولنے اور امانت کا پاس ولحاظ رکھنے یعنی اسکی حفاظت اور ادائیگی کرنے اور لاطائل اور لغو باتوں کو ترک کرنے کیوجہ سے۔

حضرت مالکؒ صفوان بن سلیمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ عرض کیا گیا اور کیا وہ بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں ہو سکتا ہے۔ سائل نے پھر پوچھا اور کیا مومن جھوٹ بول سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں (مطلب کہ کذب ایمان کی بالکل ضد ہے دونوں کا اجتماع ناممکن ہے مومن ہے تو کاذب نہ ہوگا اور کذب کی عادت کا ہونا ایمان کے خلاف ہے اور نفاق کی علامت ہے)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفس سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمھارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ (۱) جب بات کہو سچ کہو (۲) جب وعدہ کرو اسکو پورا کرو (۳) جب تمھارے پاس کوئی امانت رکھی جائے (قال ہو یا مال) اسکو ادا کرو (۴) اپنے شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نظر کو نیچی رکھو کسی نامحرم پر نہ پڑے (۶) اپنے ہاتھوں کو (ایذار غیر سے) روکو۔

حضرت فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ چیزوں میں تمام ہی خیرات کو جمع فرمادیا ہے۔ اسطرح سے کہ آپؐ نے پہلی چیز یہ فرمائی کہ جب بات کہو سچ کہو تو اسمیں کلمہ توحید وغیرہ بھی داخل ہے یعنی جب تم نے زبان سے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو تم کو اس میں صادق ہونا چاہیئے (یعنی غیر اللہ کی الوہیت سے تمھارا قلب فارغ ہونا چاہیئے) اسی طرح سے لوگوں سے بھی جو بات کہو اس میں بھی تمکو صادق ہونا چاہیئے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ جب وعدہ کرو تو اسکو پورا کرو تو وعدہ کی دو قسم ہے ایک تو وہ جو تمھارے اور خدا کے مابین ہوا ہے اور ایک وہ جو تم نے لوگوں سے کیا ہو دونوں کا ایفاء لازم ہے۔ پس اللہ کے وعدے کا وفا یہ کہ مرتے دم تک

ایمان پر قائم رہو (فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ) اور مخلوق کے وعدہ کا ایفاء یہ کہ تم نے ان سے جو (جائز) وعدے کئے ہوں انکو پورا کرو۔ اور تیسری بات یہ فرمائی کہ امانت کو ادا کرو تو امانت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کی امانت ایک مخلوق کی امانت۔ اللہ کی امانت اسکے وہ فرائض ہیں جو اسنے اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمائے ہیں۔ اسکو چاہیئے کہ اپنے وقت پر صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے اور لوگوں کی امانت وہ قول یا مال وغیرہ ہے جسے کسی نے تمہارے پاس رکھا ہے اس کی حفاظت لازم ہے خیانت سے بچے اور اسکو ادا کرے۔ چوتھی چیز یہ فرمائی کہ شرم گاہ کی حفاظت کرو تو حفاظت کے بھی دو معنی ہیں کہ اسکو حرام یا مشتبہ جگہوں سے بچائے اور ایک یہ کہ اپنی شرمگاہ کا ستر اس طرح سے کرے کہ کسی دوسرے کی نظر اس پر نہ پڑے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دیکھنے والوں پر بھی اور دکھلانیوالوں پر بھی اسلئے مسلمان پر واجب ہے کہ وہ استنجاء وغیرہ کے موقعوں میں اس بات کا لحاظ رکھے کہ اسکی شرمگاہ پر کسی ایسے کی نظر نہ پڑے جسکے لئے نظر کرنا حرام ہے (یعنی اگر اس نے اسکا خیال نہ رکھا تو یہ بھی گنہگار ہوگا) اور پانچویں بات یہ فرمائی کہ اپنی نظر کو نیچی رکھا کرو تو مطلب یہ کہ عورتوں کے وہ مقامات جن کا دیکھنا حرام ہے ان پر نظر پڑنے سے خود کو بچاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ (اپنی آنکھوں کو نہ اٹھاؤ ان چیزوں کی جانب جو ہم نے بطور امتحان کے کفار کو دی ہیں تاکہ ہم ان کا اس کے ذریعہ امتحان لیں) اور چھٹی بات یہ جو فرمائی کہ اپنے ہاتھوں کو روکو یعنی لوگوں کے حرام مال وغیرہ لینے سے بچو۔ واللہ تعالیٰ۔

حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ (صاحب السر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں منہ سے نکالتا تھا اسکی وجہ سے وہ منافق شمار کیا جاتا تھا اور میں تم لوگوں

میں سے بعض کو اسی کلمہ کو ایک دن میں دس مرتبہ کہتے ہوئے سنتا ہوں یعنی کذب۔ مطلب یہ کہ اُس زمانہ میں جو شخص جھوٹ بولتا تھا تو یہ اسکے نفاق کی علامت شمار کیجاتی تھی لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ منافقین کی علامات سے بالکلیہ اجتناب کریں اسلئے کہ آدمی جب جھوٹ کا خوگر ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں منافق لکھ لیا جاتا ہے۔ اور اس پر اپنا بھی گناہ ہوگا اور جس شخص نے بعد میں اسکی اقتداء کی اسکا بھی گناہ ہوگا۔

حضرت سمرۃ بن الجندبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہماری جانب رخ کرکے بیٹھ جاتے اور صحابہؓ سے فرماتے کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہو تو کہے۔ جس جس نے دیکھا ہوتا بیان کرتا۔ حسب معمول ایک دن آپؐ نے یہی فرمایا کہ کسی نے خواب دیکھا ہو تو کہے۔ ہم نے عرض کیا کہ آج تو ہم میں سے کسی نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مگر میں نے دیکھا ہے۔ یہ دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اٹھیئے چلیئے میں اٹھکر ان کے ساتھ ہولیا وہ دونوں مجھے ایک بہت بڑے وسیع میدان میں لے گئے ہم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرے جو کروٹ لیٹا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اسکے پاس کھڑا ہوا اسکو پتھر سے مار رہا تھا مارنے کے بعد پتھر اسکے سر پہ لگ کر ایک طرف کو لڑھک جاتا تھا وہ شخص دوڑ کر پتھر کو پھر اٹھا کر لاتا اور جب اسکے پاس پہونچتا تھا تو اتنی دیر میں اسکے سر کا زخم بھر جاتا تھا وہ پھر اس پتھر سے اسکے سر کو زخمی کر دیتا تھا میں نے اس منظر کو دیکھکر کہا کہ سبحان اللہ یہ کیا معاملہ ہورہا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے میں ان دونوں کے ہمراہ آگے چلا چنانچہ ہمارا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک آدمی اسکے پاس لوہے کا آنکڑا لئے ہوئے کھڑا تھا جسکو اسکے منہ میں لگا کر اس کو اس طرح سے کھینچتا تھا کہ اسکی ناک اور کلہ کی گدی تک پھٹ جاتا تھا پھر وہ

دوسری جانب مڑجاتا تھا تو اس جانب بھی یہی معاملہ کرتا تھا اور ابھی اس سے فارغ نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب درست ہوجاتی تھی چنانچہ پھر وہی معاملہ کرتا تھا۔ میں نے (اس معاملہ کو بھی دیکھکر تعجب سے کہا کہ) سبحان اللہ یہ کیا قصہ ہے؟ اُن دونوں نے کہا آگے چلیئے۔ ہم سب آگے چلے اسکے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہونچے جو تنور کی طرح تھا اوپر منہ سے تنگ اور اندر سے وسیع۔ میں نے اس میں جھانک کر دیکھا تو کچھ ننگے مرد اور عورتیں نظر پڑیں جنکو آگ کی لپٹ اچھال کر اوپر کو لاتی اسطرح سے کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے اور پھر جب شعلے کم ہو جاتا تو اندر چلے جاتے اور لپٹ اور شعلہ جب اٹھنے کو ہوتا تو یہ لوگ بڑی زور سے چیختے تھے۔ میں نے یہ دیکھکر کہا کہ سبحان اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے۔ چنانچہ ہم آگے چلے۔ یہاں تک کہ ایک نہر ملی جس میں خون کی مانند سرخ پانی بہ رہا تھا اسکے اندر ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک شخص پتھر جمع کیئے ہوئے کھڑا تھا وہ شخص تیرتا ہوا منہ کھولے ہوئے اسکی جانب آتا تو یہ شخص ایک پتھر اسکے منہ میں ٹھونس دیتا تھا میں نے یہ دیکھکر کہا کہ سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا آگے چلیئے۔ ہم آگے چلے، ایک ایسے شخص کے پاس پہونچے جسکے اردگرد زبردست آگ تھی اور وہ اسکو دھونک رہا تھا اور اسکے چاروں طرف پھر رہا تھا میں نے یہ دیکھکر کہا سبحان اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ آگے چلیئے میں آگے چلا ——— چنانچہ میں ایک ایسے باغ کے پاس پہونچا جس میں موسم بہار کی جملہ انواع واقسام کی کلیاں کھلی ہوئی تھیں دیکھا کہ باغ کے درمیان میں ایک طویل القامت انسان موجود ہے اور اسکے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے بچے کثیر تعداد میں موجود ہیں اتنے کہ تم لوگوں نے اتنے بچے دیکھے نہ ہوں گے میں نے اس مجمع کو دیکھکر کہا سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے میں آگے چلا یہاں تک کہ ایک بہت بڑے درخت کے پاس پہونچا جو اتنا بڑا تھا کہ میں نے ایسا درخت کبھی دیکھا نہیں تھا اور نہ اس سے بڑھکر حسین کوئی درخت۔

ہم سب اس پر چڑھ گئے دیکھا تو اس پر ایک شہر آباد ہے جس کے مکانوں کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے ہم نے شہر کا دروازہ کھلوایا وہ کھول دیا گیا میں اس میں داخل ہو گیا ان دونوں نے مجھے اس میں سے نکالکر ایک دوسرے مکان میں داخل کر دیا جو اس پہلے سے بھی زیادہ حسین وافضل تھا میں ایک زینہ پر چڑھا تو دیکھا کہ ایک دوسرا محل ہے جو بالکل سفید ہے جیسا کہ پانی کا بلبلا ہوتا ہے ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہی آپ کا محل ہے میں نے کہا تو کیوں نہ میں اس میں چلا جاؤں ؟ ان سے نے کہا کہ ابھی نہیں باقی آپکو تو یہاں آنا ہی ہے پھر میں نے تمام صحابہ سے کہا کہ غرض میں نے آج عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں

اسکے بعد ان دونوں ساتھیوں نے کہا کہ وہ پہلا مقام جہاں آپ نے دیکھا تھا کہ ایک آدمی کے سر پر پتھر مارا جا رہا تھا وہ ایسا شخص تھا جس نے دنیا قرآن سیکھا تھا پھر اسکو چھوڑ بیٹھا تھا اور فرض نماز سے سو رہتا تھا۔ اور وہ شخص جسکا کلا گدی تک پھاڑا جا رہا تھا وہ ایسا شخص تھا جو اپنے گھر سے نکلکر ایک غلط اور جھوٹی بات لوگوں کے درمیان کہہ گذرتا تھا اور وہ بات تمام عالم میں مشہور ہو جاتی تھی (یہ اسکی سزا تھی) ۔ اور وہ جو آپ نے تنور میں ننگے مرد اور عورتوں کو دیکھا تھا وہ زانی لوگ تھے ۔ اور وہ جو خون کے دریا میں تیر رہا تھا وہ سودخور تھا۔ اور وہ شخص جو بڑی آگ کو درست کر رہا تھا اور آگ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر اسکو ٹھیک کر رہا تھا وہ "مالک" دوزخ کا داروغہ تھا۔ اور وہ بزرگ جو طویل قامت تھے اور ان کے گرد بہت سارے بچے تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور تمام بچے وہ تھے جو فطرت اسلام پر پیدا ہوئے تھے (اور نابالغی میں فوت ہو گئے تھے خواہ اہل کتاب اور مشرکین ہی کے کیوں نہ ہوں) ۔ اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہو گئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا جنت میں اور دوسرا جو اس سے خوبصورت گھر تھا وہ شہداء کا گھر تھا ۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں ۔

تو بندہ کا کیا منصب ہے کہ خود اپنے لئے ایک طریق معین کرے یہ مربی کے اختیار میں ہے طبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزاروں درجہ زیادہ بہتر ہے ؂

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

(تمہارے لئے تلچھٹ و صاف شراب کسی کا حکم نہیں بس چپ ہو کر ہمارے ساقی نے ہمارے جام میں جو کچھ انڈیل دیا ہے وہ اسکا احسان ہے)

یہ سب بیان تھا قیام لیل کا اور اسکے آداب کا اقتصاد کے ساتھ۔ اب دوسرا معمول اہل سلوک کا مذکور ہوتا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ترتیل کے معنی ہیں تھام تھام کر پڑھنا۔

۲۶۵۔ صحابہ کے زمانہ میں تلاوت اور تکثیر نوافل بھی حصول نسبت کیلئے کافی تھے بعد میں ذکر کے اندر قیودات خاصہ تغیر زمانہ کیوجہ سے علاجاً ایجاد کی گئیں

صحابہ کے زمانہ میں ایک یہ بھی طریق حصول نسبت کا تھا کہ قرآن اور نماز پر مداومت اور محافظت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں دریافت کرنا کہ آجکل کے صوفیہ کے طریقوں میں سے کونسا طریقہ آپ کے موافق ہے اسکے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ ہمارے زمانے میں تقرب کا ذریعہ ذکر کے ساتھ قرآن اور نماز بھی تھا اور اب صرف ذکر پر اکتفا کر لیا ہے مشہور ہے۔ اور اس تغیر کی ایک وجہ ہے کہ صحابہؓ کے قلوب بہ برکت صحبت نبوی اس قابل تھے کہ انکو اور قیود کی جو بعد میں حادث ہوئیں ضرورت نہ تھی ان کے قلوب میں صحبت نبوی کے فیض سے خلوص پیدا

ہو چکا تھا وہ حضرات تلاوت قرآن اور کثرت نوافل سے بھی نسبت حاصل کر سکتے تھے انکو اذکار کے قیود زائد کی حاجت نہ تھی برخلاف بعد کے لوگوں کے کہ ان میں وہ خلوص بغیر اہتمام کے پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے صوفیہ کرام نے کہ اپنے فن کے مجتہد گذرے ہیں اذکار اشغال خاصہ اور ان کی قیود ایجاد کیں اس وجہ سے کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ خلوت میں جب ایک ہی اسم کا بہ تکرار ورد کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ضرب وجہر وغیرہ قیود مناسبہ کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے اور اسکی تاثیر نفس و قلب میں اوقع واثبت ہوتی ہے اور رقت و سوز پیدا ہوکر موجب محبت ہو جاتا ہے اور محبت سے عبادت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالے عبادت خالص کا حکم فرماتے ہیں وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ وَ امرت ان اعبد الخ وغیرہ من الآیات (اور انکو حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو صرف اسی کے لئے خالص کرنیوالے ہوں۔ اور فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے اس بات کا کہ میں عبادت کروں الخ علاوہ اسکے اور دوسری آیتیں بھی ہیں) پس معلوم ہوا کہ حضرات صوفیہ رح نے قیود ذکر کے بطور معالجہ تجویز فرمائے ہیں اور اصل مقصود اخلاص ہی ہے۔ پس اگر کسی شخص کو ان قیود سے مناسبت نہ ہو یا بغیر ان قیود کے اذکار مسنونہ نوافل اور تلاوت قرآن میں پورا اخلاص پیدا ہو سکتا ہو تو صوفیہ کرام ایسے شخص کے لئے ان قیود کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ پس اب معلوم ہو گیا کہ یہ تمام قیود اصلاح و تربیت کے واسطے علاجاً تجویز کئے گئے ہیں کوئی شرعی امر مقصود نہیں سمجھا جاتا جو بدعت کہا جائے۔

۲۶۶ - رجوع بجانب سرخی (دستور العمل برائے سالک

الحاصل یہ دوسرا دستور العمل تھا اہل سلوک کے واسطے یعنی تلاوت قرآن اسکے بعد ارشاد فرماتے ہیں اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا (ہم

آپ کے اوپر عنقریب ایک باوزن قول (کلام) ڈالیں گے۔) اسکو ماقبل سے اس طور پر ربط ہے کہ مراد قَوْلًا ثَقِيلًا سے وحی ہے جو کہ ثقیل تھی اور نماز اور تلاوت قرآن مجید کی مزاولت سے قوت احتمال اثقال وحی کی پیدا ہوگی اسلئے پہلے نماز و تلاوت کا حکم فرمایا پھر اِنَّا سَنُلْقِیْ میں وحی کا وعدہ کیا اب اسکی تحقیق کہ نزول وحی کے وقت ثقل معلوم ہونے کا کیا سبب تھا سو یہ امر عقول متوسط سے خارج ہے باقی روایات سے ثقل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ نزول وحی کے وقت اونٹنی کا بیٹھ جانا اور ایک صحابی کا یہ قول کہ نزول وحی کے وقت (جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران انکی ران پر تھی) یہ معلوم ہوتا تھا کہ میری ران پھٹی جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کو سخت شدت سرما میں بھی نزول وحی کے وقت پسینہ آجاتا تھا۔ اس ثقل کے آثار روایات میں وارد ہیں۔
اور ان آیات میں کہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کردیا۔ اور کیا آپ کے بوجھ کو دور نہیں کردیا جس نے کہ آپکی پشت کو جھکا رکھا تھا)۔
شرح صدر اور وضع وزر جو موجب نقض ظہر تھا میرے نزدیک اسی طرف اشارہ ہے۔ اور آیت لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ الخ (اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کئے ہوتے تو آپ ایسا دیکھتے الخ) اس معنی میں بھی بہت صاف ہے۔ اور نماز اور تلاوت اور ذکر کی مزاولت (دوام) اور کثرت سے قوت کا پیدا ہوجانا اور ثقل وحی کے احتمال (اٹھانا) کی طاقت پیدا ہوجانا اس وجہ سے ہے کہ چونکہ ذکر وغیرہ سے واردات فیوض غیبیہ عملی وعلمی قلب پر فائض ہوتے ہیں ان کے ورود سے قلب میں بتدریج قوت پیدا ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے شدت و ثقل کا مقابلہ اسکے لئے آسان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اہل تلوین کا اضطراب اور اہل تمکین کا استقلال اسی وجہ سے ہے کہ

پہلے قلب میں قوت تحمل کی نہ تھی پھر ذکر کی کثرت سے احتمال اثقال
کی طاقت آگئی اور اس شعر میں ان ہی واردات میں سے بعض کا ذکر
ہے ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

(تم اپنے اندر انبیاء علیہم السلام کے علوم پاؤ گے بدون کتاب اور ساتھی اور استاد کے)

اور یہ حالات وارادہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ کبھی ذوق وشوق وسرور
و انبساط ہوتا ہے اور کبھی حزن وانقباض ہوتا ہے۔ بسط کے الگ
فائدے ہیں اور قبض کے علاوہ مصالح ہیں اور سب محمود ہیں کیونکہ قبض
میں بھی تزکیۂ نفس اور اصلاح عجب ہوتی ہے ؎

چونکہ قبضے آیدت در وے بسط بیں تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

(جب تمکو قبض پیش آجائے تو اس میں بسط کا سا معاملہ کرو یعنی تازہ دم رہو اور چہرہ پر شکن تک نہ آنے پائے)

چونکہ قبض آید ترا اے راہرو آں صلاح تست آتش دل مشو

(اور جب تجھے اے راہ خدا کے چلنے والے قبض پیش آئے تو یہ سمجھ کہ اسی میں تیری بھلائی ہے اسلئے غمگیں دل مت ہو)

آگے ارشاد ہوتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا
اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ رات کو اٹھنے کے وقت چونکہ شور وشغب
سے سکون ہوتا ہے اور افعال معاش کا بھی وقت نہیں ہوتا اس لئے
قلب میں یکسوئی ہوتی ہے اسلئے اس وقت جو کچھ زبان سے پڑھا جاتا ہے
دل کو اس سے بہت تاثیر ہوتی ہے اور جو کچھ کیا جاتا ہے اسکا اثر قوی
ہوتا ہے تو گویا اس آیت میں ان ناشئۃ اللیل الخ مضمون آیت ماقبل
قم اللیل ورتل القرآن الخ کی تعلیل ہے کہ اس وقت بوجہ ان اسباب
کے حضور قلب زیادہ ہوتا ہے لہذا قیام لیل و ترتیل کا فائدہ اس وقت
پورے طور سے حاصل ہوگا۔

۲۶۷۔ حضورِ قلب کا نہایت آسان طریقہ

اور حضورِ قلب کے متعلق ایک طریقہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے وہ یہ کہ مبتدی ہر ہر لفظ پر تبکلف مستقل ارادہ کرے۔ اسی طرح الفاظ پر توجہ کرنے سے حضورِ قلب حاصل ہو جاتا ہے اور بعد چندے ملکہ ہو جاتا ہے زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی اور منتہی کو ملاحظۂ ذات سے حضور میسر ہو سکتا ہے ابتدا میں یہ مشکل ہے کیونکہ مبتدی کو غائب کا تصور جتنا نہیں منتہی ذات کا ملاحظہ رکھ سکتا ہے۔

۲۶۸۔ رجوع بجانب سرخی (دستور العمل برائے سالک)

اسکے بعد فرماتے ہیں اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا (اور بلاشبہ آپکو دن میں اور دوسرے کام رہتے ہیں جسکی تفصیل آگے آتی ہے) پہلے بطور حکمت کے بیان ہوا ہے کہ تہجد اور قرآن مجید پڑھا جائے کیونکہ اس وقت اسکا اثر زیادہ ہوگا اب اسکے علاوہ ایک اور وجہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو دن میں اور کام بھی رہتے ہیں اسکی وجہ سے خاص قسم کی توجہ الی اللہ تام نہیں ہو سکتی اس لئے یہ وقت شب کا کہ مصروفیت سے خالی ہے تجویز کیا گیا — اور وہ کاروبار یہ ہیں مثلاً تبلیغ دین۔ تربیت خلائق۔ حوائج ضروریۂ لازمۂ بشریت۔ ہر چند کہ تبلیغ دین اور تربیت خلائق خود بھی دین ہے لیکن چونکہ ان میں ایک قسم کا تعلق مخلوق سے بھی ہوتا ہے لہذا اس میں خاص قسم کی توجہ الی اللہ پورے طور پر نہیں ہو سکتی جیسی خاص خلوت میں ہو سکتی ہے۔

۲۶۹۔ خلق کیطرف مشغولی منافی کمال کے نہیں اور اسکا بیان کہ صاحب خلق کیطرف فطری مشغولی

منافی کمال کے نہیں، اور اسکا بیان کہ صاحب کمال کی بھی ہر وقت یکساں حالت نہیں رہتی اور اسکی حکمتیں

یہاں سے بھی اس اوپر والی بات کی تائید ہوتی ہے کہ انسان باوجود کمال کے بھی لوازم بشریہ سے بالکل چھوٹ نہیں سکتا۔ دیکھئے آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ نہار کا سبح طویل (دنیوی امور مثلاً حوائج بشریہ کا ہجوم) یکسوئی سے ایک درجہ میں آپؐ کو بھی مانع ہوجاتا ہے اور چونکہ آپؐ کے تمام احوال کامل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خلق کی طرف مشغول ہونا منافی کمال نہیں پس صاحب کمال پر بھی ہر وقت یکساں حالت نہیں رہتی۔

حکایت: ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت حنظلہؓ کا قصہ حدیث میں ہے کہ حضرت حنظلہ رضؓ نے اپنے کو اسی بنار پر منافق کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ اور حالت ہوتی ہے اور پیچھے کچھ اور اس پر حضرت صدیق اکبر رضؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو ہماری بھی ہے آخر یہ قصہ حضور میں پہونچا اس پر آنحضرت نے فرمایا ولکن یا حنظلۃ ساعۃ و ساعۃ (لیکن اے حنظلہ! کبھی ایسا اور کبھی ویسا) ایک گھڑی کیسی ایک گھڑی کیسی۔ اور درحقیقت اگر ہر وقت وہی حالت تجلی کی رہے تو خود جسمانی ترکیب بھی ٹھیک نہ رہے اول تو تعطل ہوگا کیونکہ حالت علیہ میں انتظام تغذیہ وغیرہ کا ممکن نہیں پھر اس فنا کی نوبت آجائیگی ولنعم ما قیل سہ

چو سلطان عزت علم برکشد جہاں سر بجیب عدم درکشد

(اور جب حق تعالےٰ علم بلند فرماتے ہیں تو سارا جہاں عدم کے گریبان میں منھ چھپا لیتا ہے)

دوسری مصلحت یہ بھی ہے کہ ذوق ولذت جب ہی آتی ہے کہ اس حالت میں دوام نہ ہو ورنہ دوام سے عادت ہوجائیگی اور لذت جو بسبب حدث کے معلوم ہوتی ہے نہ رہے گی کل جدید لذیذ۔ اس کے علاوہ ایک

حکمت بھی ہے وہ یہ کہ غلبۂ استغراق میں قصد نہ رہے گا اور بلا قصد کے اعمال کا اجر نہیں اور بلا اعمال قرب نہیں ملتا اور اعمال ہی دنیا میں مقصود ہیں۔ دنیا میں انھیں اعمال کے واسطے بھیجا گیا ہے ورنہ دنیا میں آنے سے پہلے روح کو خود ایسی حالتیں حاصل تھیں اور حضور کو دائم میسر تھا مگر اعمال نہ تھے ان کے واسطے دنیا میں بھیجا گیا لہٰذا اعمال اور انکا اجر مہتمم بالشان ٹھہرا اسلئے محققین صوفیہ نے فرمایا ہے کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ تجلی میں جیسی حکمتیں ہیں ویسی ہی استتار میں بھی ہیں۔

۲۷۰۔ کامل کو بعد تکمیل بھی ذکر سے غفلت نہ چاہیئے

اور یہاں ایک فائدہ قابلِ غور معلوم ہوا وہ یہ کہ باوجودیکہ تبلیغ دین وتعلیم احکام متعدی نفع ہے اور وہ نفع لازمی سے بڑھکر ہے اس لئے منتہی کو اسکا زیادہ اہتمام ہوتا ہے مگر بایں ہمہ یہ ارشاد ہے کہ چونکہ آپ کو دن میں بہت کام رہتے ہیں رات کو تہجد اور قرآن پڑھا کیجئے اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ (اور جب آپ فارغ ہوجائیں تو (نماز کے لئے) کھڑے ہوجایا اور اپنے رب کیطرف متوجہ ہوجایا کیجئے) اس سے یہ ثابت ہوا کہ کامل کو اپنے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیئے اور بعد تکمیل بھی ذکر سے غفلت نکرنا چاہیئے ورنہ خود اسکا وہ حال رہے گا کہ دوسروں کو بھی اس سے کامل نفع نہ پہونچے گا کیونکہ بدون خود کئے ہوئے تعلیم میں برکت نہیں ہوتی یہی معنی ہیں قول مشہور مَنْ لَا وِرْدَ لَهُ لَا وَارِدَ لَهُ کے (یعنی جس کا کوئی وظیفہ نہیں ہوگا اسکے اوپر کیفیا کا ورود بھی نہیں ہوگا) البتہ یہ غلطی ہے کہ منتہی قطع تعلق کرکے دوام خلوت اختیار کرلے ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست   بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

طریقت ... مخلوق کی خدمت کرنے کا نام ہے تسبیح مصلی اور گدڑی سے آراستہ ہونے کا نام طریقت نہیں ہے

۲۷۱۔ سالک بلا اجازت شیخ خود اپنے کو قابل ارشاد نہ سمجھے اور نہ ذکر و شغل اس نیت سے کرے

لیکن خود اپنے کو قابل ارشاد نہ سمجھنے لگے۔ البتہ جب شیخ اجازت دیدے تو امتثالاً اس کام کو بھی شروع کر دے اور پہلے سے اسکی نیت کرنا سخت مضر ہے اور نیت کے ساتھ کامیابی مشکل ہے وجہ یہ کہ یہ نیت بڑا بننے کا شعبہ ہے۔

۲۷۲۔ رجوع بجانب سرخی دخلق کیطرف مشغولی منافی کمال کے نہیں الخ

اب کامل کی توجہ الی الخلق میں ایک شبہ رہا وہ یہ کہ اشتغال بالخلق اس کو یاد حق سے مانع ہوگا سو اس شبہ کی منتہی کامل کے حق میں گنجائش نہیں کیونکہ منتہی کی بہ سبب وسعت صدر کے یہ حالت ہوتی ہے کہ اسکو شغل خلق یاد حق سے مانع نہیں ہوتا اور نیز خلق کے ساتھ اس کا مشغول ہونا بھی بامر حق ہوتا ہے اور اس کو مقصود اس سے امتثال امر اور رضائے حق جل و علا ہی ہوتی ہے اور خلق کیطرف اسکی توجہ خدا ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس کو اشتغال بالخلق مانع عن الحق نہیں ہوسکتا بلکہ یہ اشتغال خود حقوق خلق سے ہے۔

Regd. No. I 2/9/AD-111
Monthly OCTOBER 1984
WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

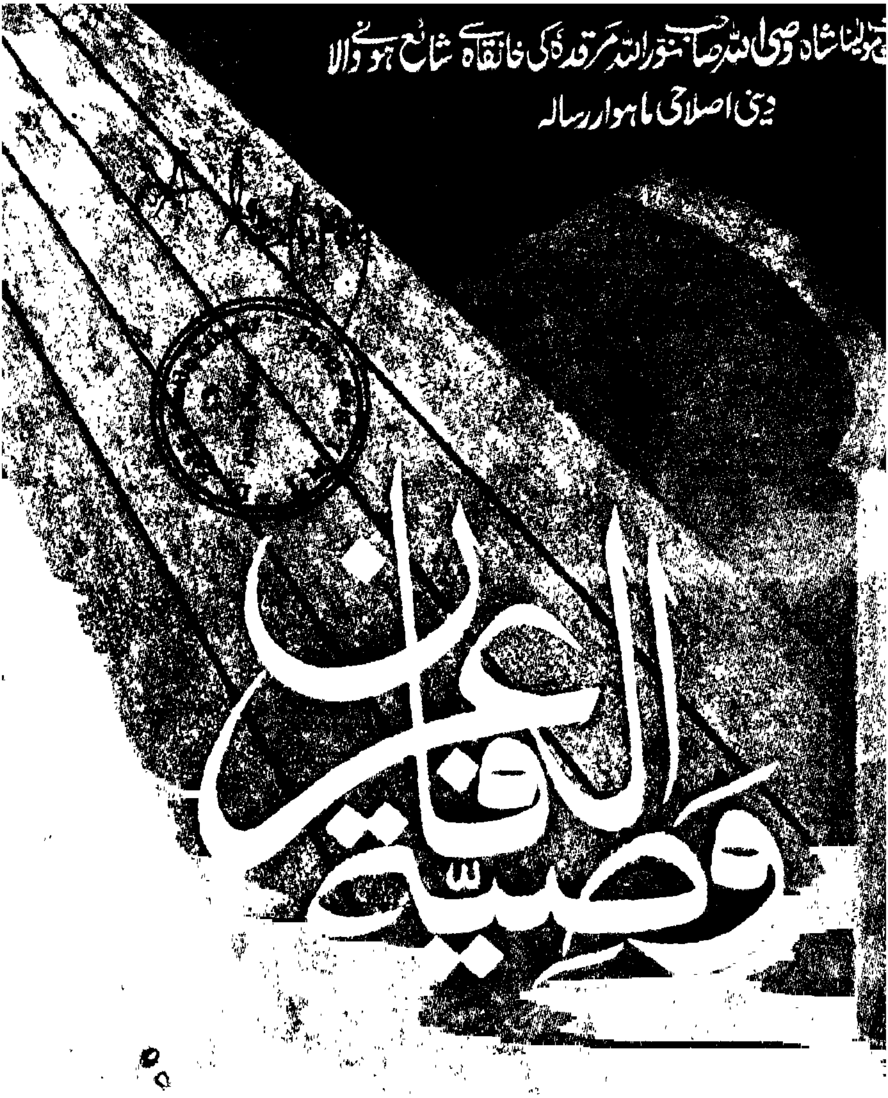
مجموعۂ تالیفاتِ مصلح الامۃ

حیاتِ مصلح الامتؒ

یعنی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی
نہایت مستند اور مکمل سوانح عمری
قیمت ۵۰ روپیہ

حصہ اول
Rs. 45/-

حصہ چہارم
Rs. 24/-



مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۱۱ نومبر ۱۹۸۴ء جلد ۲

مکتبہ العلوم ۲۳ بخشی بازار

حاملِ مضامین تصوف و احسان **ماہنامہ** افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپیہ

چندہ سالانہ غیر ممالک

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ ۔ مدیر: عبد المجید عفی عنہ ۔ دو روپئے بیس پیسے

شمارہ ۱۱ ۔ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق نومبر ۱۹۸۴ء ۔ جلد ۲

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-اے-ڈی-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

زمانہ کی کن کن ناسازگاریوں کا ہم آپ سے شکوہ کریں اور کتنی بار کریں اور کیوں کریں؟ جبکہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ آپ بھی اپنے حالات میں ان سے ضرور ہی دوچار ہوتے ہوں گے تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر اور آپ حضرات کے انتہائی صبر آزما حالات میں استقامت پر اسکی تحسین ضرور کریں گے کہ آپ نے نہایت صبر کے ساتھ یہ وقت گذار دیا اور اللہ تعالیٰ نے پھر ہمکو توفیق بخشی کہ رسالا الحمد للہ اپنی صحیح لائن پر آگیا۔ موانع مرتفع ہوئے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہماری مدد فرمائے۔ ہم جانتے ہیں کہ رسالہ وقت پر نہ پہونچنے کی وجہ سے شائقین کو کسقدر ضیق ہوتی ہے۔ اسلئے کہ اسی نوع کا ایک موقع ہمیں بھی پیش آتا ہے وہ اسوقت جبکہ بعض حضرات کا زرِ معاونہ پیشگی تو کیا سال رواں کے ختم ہوتے ہوتے بھی دفتر میں نہیں پہونچتا۔

چنانچہ ہر سال کی طرح امسال بھی سال ختم ہونے کو آرہا ہے اور آمد چندہ کی رفتار بہت سست ہے بالخصوص جن حضرات کے پاس بنڈل جاتا ہے ان سے رقم بہت دیر میں ملتی ہے۔ ہمکو ان حضرات کا یہ عذر بھی معلوم ہے جو بالکل معقول بھی ہے کہ انکو اپنے احباب سے وصولی میں دیر لگتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اب اس سلسلہ میں سوا گذارش کرنے کے ہم اور کر ہی کیا سکتے ہیں؟ لہٰذا مخلصین حضرات توجہ فرمائیں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ حضرات کی یہی اعانت اجراءِ رسالہ کی نصف کوشش ہے اور اسکی جانب سے ادنیٰ تساہلی بڑے نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

پیش نظر شمارہ سال رواں کا آخر سے پہلا شمارہ ہے۔ اگلے ماہ میں آپ کو آئندہ سال کے لئے پیشگی ارسال فرمانا ہے۔ امید تو ہے کہ انشاء اللہ آئندہ سال کے لئے بھی رسالہ ہٰذا کا چندہ حسب سابق =/25 روپیہ سالانہ ہی رہیگا البتہ اس سلسلہ میں چند امور کا لحاظ رکھیں۔

(۱) ــــ • جملہ خط و کتابت میں عموماً اور خصوصاً کوپن منی آرڈر پر اپنا پتہ یعنی نام۔ مقام

ڈاکخانہ اور ضلع وصوبہ اردو یا انگریزی میں صاف صاف تحریر فرمادیا کریں بعض مرتبہ فارم کئی ہوتے ہیں کوپن پر پڑھنے کی نوبت نہیں آتی روپیہ وصول کرلیا جاتا ہے اور بعد میں نہ بھیجنے والے کے نام کا پتہ نہ مقام کا، نہ رقم کی مقدار کا۔ اسکی وجہ سے بڑی الجھن پیدا ہوجاتی ہے۔

(۲) ـــ ● رقوم رسالہ بذریعہ بینک بھی بھیج سکتے ہیں مگر دفتر سے قریب تر بینک آف بڑودہ (شاخ خلدآباد) ہے اور دوسرے بینک دور دور ہیں لہذا ان سے بھیجنے میں ہوسکتا ہے کہ آپ کی تو کفایت ہوجائے مگر کمیشن سے آنے جانے میں وہ کسر دفتر کے ذمہ پڑ جاتی ہے۔

(۳) ـــ ● اسی سلسلہ میں یہ بھی ذہن میں رہے کہ دفتر کے نام سے کوئی اکاؤنٹ کسی بینک میں نہیں ہے لہٰذا کراس چیک یا پوسٹل کراس آنے کی صورت میں سوا واپس کردینے کے کوئی صورت وصولی کی نہیں ہے۔ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ Saghir Hasan کے نام سے کراس روانہ کردیں اور خط میں لکھ دیں کہ یہ رقم کس مد کی ہے وہ رسالہ کے پبلیشر ہیں دفتر میں آتے ہیں، ان سے رقم دفتر کو مل جائیگی۔

"حیات مصلح الامتؒ" کو الحمدللہ لوگوں نے بہ نظر تحسین دیکھا اور تلقی بالقبول فرمایا اس کی قیمت تو -/50 روپیہ لیکن طالبین کو دفتر سے -/45 روپیہ قیمت پیشگی روانہ کرنے پر مزید ایک روپیہ کے V.P سے رجسٹرڈ ہوکر بحفاظت پہونچ جائیگی۔ اس طرح ڈاک خرچ کی مد میں آپ کو صرف ایک روپیہ ہی (وی۔پی کی وصولی کے وقت) دینا ہوگا ورنہ اگر آپ نے بغیر پیشگی قیمت بھیجے ہوئے رجسٹری سے یا وی۔پی سے طلب کیا تو کل ڈاک خرچ آپ کے ذمہ ہوگا۔ جسکی مقدار تقریبًا ۷ یا ۸ روپیہ ہوگی یعنی کتاب آپکو ۵۲ یا ۵۳ روپیہ میں پڑے گی۔

"حیات مصلح الامت" کی قیمت جن حضرات نے پیشگی بھیجی تھی اُن سب کو کتاب روانہ کردی گئی ہے امید ہے کہ مل گئی ہوگی۔ اگر کسی صاحب کو ابتک نہ پہونچی ہو وہ منی آرڈر کی رسید ارسال فرماکر طلب فرما سکتے ہیں۔

قدیم شماروں کے مکمل مجلد سیٹ تو صرف ۹۵ھ (15/=)، ۹۶ھ (19/=)، ۱۴۰۱ھ (24/=)، ۱۴۰۲ھ (24/=)، و ۱۴۰۳ھ (26/=) کے ہی موجود ہیں البتہ تالیفات اول و چہارم (40/=) ۔ معمولات نبوی (18/= رعایتی) ۔ درد و درماں (3/=) ۔ وفات مصلح الامۃ (2/=) اصلاحی نصاب (7.50 رعایتی) موجود ہیں ۔ ارباب شوق طلب فرما سکتے ہیں ۔

اور غیر مرتب رسالے جو اب تک پانچ روپیہ میں پندرہ عدد جاتے تھے اب ڈاک خرچ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے وہ دس روپیہ میں پندرہ عدد (غیر مرتب) جائیں گے ۔ جو حضرات اہل خیر ہوں وہ یہ کر سکتے ہیں کہ چند سیٹ لیکر ان متفرق رسالوں کو اپنے احباب یا طلباء علم دین یا دارالمطالعہ وغیرہ میں دیدیں ہر رسالہ میں مفید مضامین ہوتے ہیں اس طرح سے اشاعت دین کے ساتھ ساتھ ادارہ کا تعاون بھی ہو جائے گا ۔ اسکی جانب ضرور توجہ کیجائے

ایک صورت تعاون کی جو برابر عرض کرتا ہوں یہ ہے کہ اپنے حلقہ احباب میں سے کم از کم ایک جدید خریدار رسالہ کا ضرور بنا دیجئے اور اس سلسلہ میں ذرا کوشش بھی فرما دیجئے اللہ آپ کو احسن جزاء سے نوازے ۔

والسلام (ادارہ)

نوٹ : مدرسہ وصیۃ العلوم بخشی بازار الہ آباد کی مسجد کی توسیع کی تعمیر جاری ہے ۔ جو حضرات ایسے مواقعِ خیر کے طالب ہوں وہ ضرور شرکت فرمائیں ۔ رقم حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب ۲۳ بخشی بازار ۔ الہ آباد کے نام سے بھی بھیجی جاسکتی ہے اور دفتر رسالہ کے پتہ پر بھی بہ تصریح مد روانہ کیجا سکتی ہے ۔

(ادارہ)

(سبِ موتیٰ)

ایک موقع پر حضرت والا مدظلہ العالی نے "سبِ موتیٰ" (مُردوں کی مذمت ۱۲) کی مذمت بیان کرتے ہوئے چند احادیث اور اسکی شرح سنائی۔ چونکہ اس زمانہ میں اس امر میں بھی عام ابتلاء دیکھا جاتا ہے اسلئے مجھ (راقم سے) سے اور والدی مولانا سراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اسوقت جو حدیثیں میں نے سنائی ہیں ان سب کو یکجا کر کے آپ لوگ اسکا ترجمہ کر دیجئے اور جرائد و رسائل میں بھیج دیجئے شاید کسی اور اللہ کے بندے کو اس سے نفع پہونچ جائے کیونکہ بہت سے انصاف پسند لوگ اس زمانہ میں ایسے موجود ہیں جنکو اللہ رسول کا حکم اگر پہونچ جائے تو اسکے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ حسب ارشاد حضرت والا دامت برکاتہم وہ روایات اور انکا ترجمہ کسی قدر توضیح کے ساتھ عرض کرتا ہوں

۱۔ فرمایا کہ ترمذی شریف میں یہ حدیث آئی ہے :۔

عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم (ترمذی ص۱۲۱ ج ۱)	حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کے محاسن تو بیان کرو اور ان کے عیوب کے بیان سے کف لسان کرو (زبان روک لو)۔

اسکی شرح کرتے ہوئے محشی لکھتے ہیں کہ :۔

قولہ اذکروا محاسن الخ فعند ذکر الصالحین ینزل الرحمۃ۔ قولہ کفوا امر للوجوب ای امتنعوا عن مساویھم ...... قال حجۃ الاسلام غیبۃ المیت اشد من الحی وذالک	یہ جو فرمایا کہ محاسن کا تذکرہ کرو۔ تو یہ اسلئے کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور یہ جو فرمایا کہ عیوب سے زبان کو روکو یہ امر ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے مطلب یہ کہ ذکر عیوب سے بچو ...... حجۃ الاسلامؒ نے فرمایا کہ مردہ کی غیبت زندہ کی غیبت سے بھی اشد ہے اسلئے

لان عفو الحی والاستحلال له ممکن ومتوقع فی الدنیا بخلاف المیت ذکرہ علی القاریؒ۔

کہ زندہ کا معاف کر دینا اور اسے معافی مانگ لینا دنیا میں تو ممکن ہے اور متوقع ہے بخلاف میت کے۔ ملا علی قاری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

ایک دوسری حدیث ترمذی شریف میں یہ آئی ہے کہ :-

عن زیاد بن علاقه قال سمعت المغیرة بن شعبة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تسبوا الاموات فتؤذوا الاحیاء

(ترمذی ص۱۹ ج ۲)

حضرت زیاد بن علاقہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے سنا کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو برا مت کہو کیونکہ اسکی وجہ سے تم زندوں کو ایذاء دو گے۔

چنانچہ فتح الباری میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ کافر میت کو بھی سب وشتم منع ہے جبکہ اس سے اس کے مسلمان عزیز کو ایذاء پہونچے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

وقال ابن الرشید ما محصله ان السب ینقسم فی حق الکفار وفی حق المسلمین اما الکافر فیمنع اذا تأذی به الحی المسلم۔

(فتح الباری ص۱۲۱ ج ۳)

ابن رشید فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سب کی دو قسمیں ہیں حق کفار میں یا مسلمانوں کے حق میں چنانچہ کافر مردہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا جائیگا جبکہ اسکے کسی عزیز مسلم کو ایذاء ہو۔

نیز بخاری شریف میں بھی سب اموات سے نہی کی حدیث آئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

عن عائشةؓ قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا (بخاری باب النهی من سب الاموات ص)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ — مردوں کو برا بھلامت کہو اسلئے کہ وہ تو اب اپنے کئے ہوئے کو پہونچ گئے بُرا یا بھلا (اب انکو بُرا بھلا کہنے سے کیا فائدہ ؟)

اور طبرانی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اسکے الفاظ یہ ہیں:۔

لاتسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما اكتسبوا۔ (دلیل الفالحین ج۴)	اموات کو گالی مت دو اسلئے کہ وہ تو اب اپنے کئے ہوئے کو پا گئے

بخاری شریف کی اس حدیث کے تحت صاحب الباریؒ لکھتے ہیں کہ:۔

و قد عملت عائشةؓ روایة هذا الحدیث بذالك فی حق استحق عندها اللعن فكانت تلعنه وهو حی فلما مات تركت ذلك و نهت عنه لعنه۔ (فتح الباری)	حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ اس روایت کو اس کے حق میں سمجھتی تھیں جو انکے نزدیک ایک لعنت کا مستحق ہوتا تھا چنانچہ وہ زندگی میں اس پر لعنت کیا کرتی تھیں اور جب وہ مرجاتا تو لعنت کرنا بند فرما دیتیں اور دوسرے کو بھی اب لعنت کرنے سے منع کرتیں۔

چنانچہ آگے صاحب فتح الباریؒ نے بعض دوسرے طرق سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں انکے عمل کی تصریح ہے چنانچہ عمر بن شبہ نے کتاب اخبار بصرۃ میں مجاہد سے جو تخریج کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان عائشة قالت ما فعل یزید الارحبی لعنه الله قالوا مات قالت استغفر الله قالوا ما هذا فذكرت الحدیث۔	حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ اس یزید ارحبی کا کیا حشر ہوا اللہ کی اس پر لعنت ہو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو مرگیا حضرت عائشہؓ نے کہا استغفر اللہ لوگوں نے کہا یہ کیا؟ تو آپ نے یہی حدیث بیان کی۔

اور مسروق کے طریق سے اس روایت کی جو تخریج کی گئی ہے تو اسکے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

ان علیاؓ بعث یزید بن قیس الارحبی فی ایام الجمل برسالة فلم ترد علیه جوابا فبلغها انه عاب علیها ذلك فكانت تلعنه ثم لما بلغها موت نهت عن لعنه و قالت ان رسول الله	حضرت علیؓ نے یزید بن قیس الارحبی کو جنگ جمل کے زمانے کوئی خط لیکر بھیجا حضرت عائشہؓ نے اسکا کوئی جواب نہ دیا تو حضرت عائشہ کو یہ بات پہونچی کہ اس نے اس پر انھیں برا بھلا تو اس پر لعنت کرتی رہیں پھر جب آپکو اسکی موت کی اطلاع ملی تو رک گئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نھانا عن سب الاموات ۔ (فتح الباری)	نے ہمکو سبِ موتی سے منع فرمایا ہے ۔

دیکھئے حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اور پھر ان کے عمل سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کو کسقدر اسکا اہتمام تھا کہ جس کو وہ مستحق لعنت بھی سمجھتی تھیں ان پر صرف اسکی زندگی ہی میں لعنت کرتی تھیں لیکن مرنے کے بعد اس پر بھی لعنت کو جائز نہیں سمجھتی تھیں بلکہ کی ہوئی لعنت پر اس علم کے بعد کہ اب وہ دنیا میں نہیں رہا استغفار فرماتی تھیں یہ تھا ہمارے اسلاف کا عمل ۔ آج انھیں سب حدود کی رعایت نکرنے کی وجہ سے دنیا میں فتنہ وفساد عام ہوگیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپس کے اختلافات ونزاعات کے دور کرنے کا واحد ذریعہ حدود شرع پر عمل کرنا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے ۔

مجمع البحار میں ہے کہ :۔

لاتسبوا الاموات ای المسلمین فانھم قد رفضوا ای وصلوا الیٰ ما قد موا من خیرا وافیجازی کل لعمله ویجوز ذکر مساوی الکفار والفساق للتحذیر وقد اجمعوا علی جواز جرح المجروحین من الرواۃ ۔ (مجمع البحار ص ج ۲)	مُردوں کو بُرا مت کہو یعنی مسلمانوں کو اسلئے کہ وہ تو اب پہونچ گئے اپنے کئے ہوئے کی طرف وہ خیر ہو یا شر ہو پس ہر شخص کو اسکے عمل کا بدلہ ملیگا ۔ اور کفار اور فساق کے مساوی کا ذکر کرنا جائز ہے جبکہ اس سے مقصود دوسروں کو ان کے ضرر سے بچانا ہو ۔ اور مجروح راویوں پر جو جرح کیجاتی ہے تو گو یہ بھی ذکر مساوی ہی ہے تاہم علماء کا اجماع ہے کہ یہ جائز ہے (کہ اس میں ایک بہت بڑی دینی مصلحت ہے)

آخر میں ایک اور حدیث بیان کرکے مضمون کو ختم کرتا ہوں ۔ حدیث شریف میں ہے کہ

اذا ظھرت الفتن اوقال البدع و اصحابی فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل ذلك فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین ولا یقبل الله صرفا ولا عدلاً ۔	فرمایا کہ جب فتنوں کا شیوع ہو یا بدعات کا اور میرے صحابہ کو گالیاں دیجائیں تو عالم دین کو چاہیئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو شخص اور جو شخص ایسا نکرے گا تو اسکے اوپر اللہ کی لعنت ملائکہ کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت اور اللہ تعالیٰ نہ اسکی کوئی فرض قبول فرمائیں گے اور نہ نفل ۔

(مکتوب نمبر ۳۸۲)

حال ؛ عرض اینکہ حضرت تو قیر العلماء پرسوں اسکول کے لڑکوں کو پڑھکر سنایا یہ لڑکے ایک منشی صاحب کے ساتھ بہت ہی دنگی ہنسی مسخری ہمیشہ کرتے تھے اس رسالہ کو سنانے کے بعد میں نے ان منشی صاحب سے دریافت کیا کہ اب لڑکوں کی کیا حالت ہے ؟ وہ کہنے لگے کہ آج تو بہت ہی سکون تھا کلاس میں کسی قسم کی گڑبڑ شرارت وغیرہ کچھ بھی نہیں کی ۔ میں نے ان سے کہا بزرگوں کے کلام کی برکت اور تاثیر ہے ۔ اور میں نے ان سے یہ کہا کہ آج ہی میں نے یہ مضمون ان لڑکوں کو سنایا تھا۔ وہ منشی صاحب خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگوں کا مجھ پر بڑا ہی احسان ہے ۔ یہ منشی صاحب بھی ایک عربی مدرسہ کے فارغ ہیں مگر عقائد وغیرہ بہت ہی گمراہ کن اور خراب ہیں لاکھ سمجھانے پر بھی وہ سمجھتے ہی نہیں اپنی ہی ہانکتے رہتے ہیں خدا انھیں نیک توفیق عطا فرمائے ۔ میرے پاس جو طلبہ آرہے ہیں ان کو تو ہمیشہ حضرت کی کتابیں ہی سناتا رہتا ہوں

تحقیق ؛ بخریت ہوں آپ کے اور آپ کے طلبہ کے لئے خلوص کی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۳۸۳

حال ؛ کل عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اس میں یہ فروگذاشتیں رہ گئی تھیں توجہ فرمائیں اور کوئی صورتِ معافی تحریر فرمائیں ۔عنداللہ ماجور ہوں گا۔ وقتاً فوقتاً چھوٹی ہوئی نمازوں کا تخمینی تعین پانچ سال مقرر کیا تھا۔کل تک تین سال پانچ ماہ کی نمازیں الحمدللہ ادا ہوگئیں ۔ تحقیق ؛ الحمدللہ

حال ؛ ایک سال سات ماہ کی رہی جارہی ہیں اور اسی طرح پانچ سال یعنی پانچ ماہ رمضان کے روزے متعین کئے تھے ۔ پر روزے سارے کے سارے

رہے جا رہے ہیں۔ آج یہ ساری فروگذاشتیں صبح سے یاد آرہی ہیں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے بالکل مفلس ونادار ہوں نہ قوت وطاقت ہے نہ عمر وفا کرتی نظر آرہی ہے۔ اب اسکی معافی کی کیا صورت ہوسکتی صبح سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہا ہوں۔

تحقیق: بس یہی کئے جائیے۔

حال: کبھی رونا بھی آجاتا ہے۔ تحقیق: یہی اصل چیز ہے۔

حال: یہ فکر وتردد پریشان کر رہا ہے

تحقیق: مومن کو یہ پریشانی لازمی ہے۔ المؤمن یموت بعرق الجبین (مومن کو موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے)

حال: اتنی بات ضرور تھی کہ نیت ادائیگی کی تھی ضرور۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ نیت کے موافق معاملہ فرماتے ہیں۔ نیۃ المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے) نیت اب بھی یہی رکھیے۔

حال: اور نمازیں ادا بھی کرتا آرہا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اللہ کے بندوں نے تو جو کچھ میرے ذمہ تھا معاف کردیا۔ اور میری ساری کفالتیں لے لیں۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اب یہ اللہ کا اور میرا معاملہ کیسے طے ہو؟

تحقیق: یہ معاملہ ایک رحیم وکریم کے ساتھ ہے اسکے رحم وکرم سے طے ہوگا اسکے رحم وکرم پر نظر رکھیے

(مکتوب نمبر ۳۸۴)

حال: دیگر عرض یہ ہے کہ (فلاں صاحب) سے معلوم ہوا کہ وہاں الہ آباد میں حضرت والا کے خلاف ایک زبردست محاذ بنا رکھا ہے۔ اور حضرت والا

کی شان میں گستاخانہ روش اختیار کر رکھی ہے یہ بات معلوم ہونے کے بعد سے مجھ پر ایک سکوت کا عالم طاری ہے۔ طبیعت ایک دم گنگ ہو کر رہ گئی ہے۔ طرح طرح کے وساوس دل و دماغ میں آتے جاتے رہتے ہیں یکسوئی بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مخالفین کی شرانگیزی اور فتنہ پردازی کیا رنگ لائیگی، سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کروں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو بعافیت و سلامت رکھے اور شرانگیزوں کی شرارتوں اور دیگر قسم کے آفات و مصائب سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

حضرت والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس باب میں حالیہ کیفیت سے مطلع فرمائیں۔ ان بدعقیدوں اور فتنہ پروروں کی شرارتیں کچھ فرو ہوئیں کہ نہیں اور حضرت والا کو انکی طرف سے کچھ اطمینان نصیب ہوا کہ نہیں؟ تاکہ جس احساس سے میرے دل و دماغ پر جو ایک بوجھ سا مسلط ہو رہا ہے وہ دفع ہو اور میرے حالات معمول پر آجائیں۔ نیز حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق بخشیں کہ میں حضرت والا کی وساطت اور تعلیم سے مستفید ہو کر (اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی کے کام کرتا رہوں اور ایسے کاموں میں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں۔ آمین

(جواب میں یہ تحریریں بھیجی گئیں)

(۱)

(صاحب مکتوب کے نام)

حضرت والا مدظلہٗ نے فرمایا ہے کہ میں تو یہاں بالکل پریشان نہیں اور نہ دشمنوں نے محاذ بنایا ہے پھر آپ پر کیوں سکوت طاری ہو گیا۔ مجھ پر تو نہیں ہوا۔ میں نے تو آج کی مجلس میں بھی بہت زور زور سے بیان کیا۔

ہوا صرف اتنا تھا کہ مبتدعین نے جو ہر جگہ رہتے ہی ہیں ایک اشتہار نکالا جس میں حضرت مولانا (تھانوی) کے متعلق جو ان کے بیہودہ خیالات ہیں انھیں کو دہرایا تھا اور چونکہ مجھے بھی حضرتؒ سے نسبت ہے اس لئے لوگوں کو مجھ سے بھی متنفر کرنا چاہا تھا لیکن ان ہی کے لوگوں نے خوب خوب جواب دیا اور نتیجہ اسکا اہل حق کے موافق ہوا بہت سے اسکی وجہ سے حامی نکل آئے اب اسکو میں کیسے محاذ سمجھوں اور اسکی وجہ سے کیوں پریشان ہوں۔

بہرحال یہاں کے لوگ آپ کے پٹھانوں سے تو کہیں بہتر ہیں ایک جماعت حق کے حمایتیوں کی الحمدللہ تیار ہورہی ہے اور بہت سے لوگ اخلاص کے ساتھ میری باتیں سن رہے ہیں آپ لوگ اسکو نہ دیکھئے گا؟ مخالف کس کے نہیں ہوتے اور کہاں نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالے جس سے کام لینا چاہتے ہیں تو اسکے دشمنوں کو سبب خیر بنا دیتے ہیں۔ مصرع۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔ بہت لوگ متوجہ ہیں اور خوب کام الحمدللہ ہو رہا ہے۔

(۲)

(ان صاحب کے نام جنکی وجہ سے مغالطہ پیدا ہوا)

حضرت والا مدظلہ نے فرمایا ہے کہ ...... صاحب کا خط آیا ہے کہ فلاں صاحب سے معلوم ہوا کہ — "وہاں یعنی الہ آباد میں حضرت والا کے مخالفین نے ایک محاذ بنا رکھا ہے اور حضرت والا کی شان میں گستاخانہ روش اختیار کر رکھی ہے یہ معلوم کرکے مجھ پر ایک سکوت سا طاری رہتا ہے الخ۔

اس پر آپ سے سوال فرمایا ہے کہ یہ سب آپ نے کس سے سنا؟ اور پھر مجھ سے تصدیق کئے بغیر آپ نے دوسروں کو پریشان کیوں کیا؟ میں تو نہ یہاں محاذ پر ہوں نہ پریشان ہوں بہت اچھی طرح ہوں۔ لہٰذا جلد جواب دیجئے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ جس جس سے اس بات کو کہا ہو اسکے سامنے

اپنی تکذیب کرو اور کہو کہ میں نے غلط کہا ورنہ دونوں آدمیوں کا پتہ ہی کاٹ دونگا اور قطع تعلق کردوں گا۔ آپ لوگ کسی بات کو کیا جانیں؟ جس سے اللہ تعالےٰ کچھ کام لینا چاہتے ہیں اسکے ساتھ تائید خداوندی ہوتی ہے مخالفین اسکا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ کیا سمجھوں (تھانہ بھون) کے لوگوں نے مجھکو نکالدیا تھا؟ اور کیا گرکھپور کے لوگوں نے مجھے نکالا تھا؟ کسی کی مجال ہے جو سامنے کھلکر کچھ کہہ سکے یوں چوری چوری جو چاہے کرے حضرت مولانا رحمہ کو ان لوگوں نے کم کہا مگر مولانا مولانا ہی رہے اور یہ خبیث سب ذلیل ہوئے۔ (تھانوی) تم سے پوچھتا ہوں کہ تم لوگوں کو آخر کسی بات کی فہم کیوں نہیں پیدا ہوتی۔ جلد جواب دو۔

(۳)

(کچھ اور لوگوں کے نام)

بحکم حضرت والا گذارش ہے کہ یہاں کوئی محاذ وغیرہ قائم نہیں ہے بالفرض اگر ہو بھی تو آپ لوگوں کو کیا؟ آپ لوگ بمبئی سے مدد کرنے آ دیکھئے نہیں؟ اگر مدد کی ضرورت ہوگی تو یہیں کے لوگ مدد کریں گے۔ اگر ایسے ہی آپ لوگ ہوتے تو آج کیوں حضرت والا دامت برکاتہم اور ہم لوگ یہاں بیٹھے ہوتے یہ بہت بری بات ہے کہ بیٹھے بٹھائے اپنی بدفہمیوں سے حضرت کو تکلیف پہونچادیا کرتے ہیں۔ کرنا دھرنا ایک نہیں صرف محبت جتلانے کے لئے اس قسم کی تحریریں لکھدیا کرتے ہیں مارے عجاوت کے اسکا بھی ڈھنگ نہیں۔ اب آئندہ اس قسم کی تحریر سے باز آئیے اپنی فکر کیجئے اور خیر منائیے یہاں فکر نہ کیجئے حضرت والا ما مور من اللہ ہیں کسی کی مخالفت سے اس کام میں کچھ فرق نہیں آوے گا البتہ اپنے لوگوں کی بدفہمیوں سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ اب جو مخالفت فرمائیے وہ قطع تعلق کر دیا جاوے گا۔

(مکتوب نمبر ۲۸۵)

حضرت والا کی طرف سے عزیزی ۔۔۔۔ کا دستخط شدہ والا نامہ ملا جواب میں دیر اسو جہ سے ہوئی کہ اپنے وطن کے تمام حضرات کے پاس اس مضمون کو گوش گذار کرانے میں دیر لگی ۔ وطن کے لوگوں کے حالات سن سن کر کوفت ہوتی ہے ۔ انشاء اللہ ماہ دسمبر میں ۸، ۱۰ یوم کے لئے وطن بھی جانے کا خیال ہے اس وقت موضع کے لوگوں سے بھی اس معاملہ میں کافی بات چیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ حضرت والا کو ہم نا اہلوں سے کس قدر تکلیف پہونچی اور ابتک پہونچتی رہتی ہے اسکا جب تصور ہوتا ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے ۔ دل میں بہت سی چیزیں ہیں جنکو لکھنا مناسب نہیں سمجھتا ۔ حضرت والا سے گذارش ہے کہ ہم سبھوں کی نا اہلیت کا خیال کرکے دعا کر دیا کیجئے کہ باری تعالیٰ راہ راست پر لائے ، مگر حضرت اپنے دل پر اسکا اثر نہ لیں ممکن ہے کہ باری تعالیٰ ہم سبھوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کر دے ۔

میں نے عرصہ سے حضرت کو خط نہیں لکھا تھا مجھے معاف فرما دینگے جب کچھ دیر ہو جاتی ہے تو شرما حضوری میں اور دیر ہو جاتی ہے ۔ خدا کے فضل سے اور آپ کی دعاؤں سے میرا کام اچھا چل رہا ہے

تحقیق : میرا کام شریعت کے احکام کو لوگوں تک پہونچانا ہے اور ان احکام پر عمل کا مطالبہ ہے ۔ اگر لوگ اپنے معاملات کو میرے یہاں پیش کریں گے تو میرا فیصلہ شرعی ہوگا اس پر لوگ تیار نہیں ہوتے ایسی صورت میں ایمان ہی چلے جانے کا خطرہ ہے اسلئے محض مسلمانوں کی ہمدردی کے خیال سے میں ان معاملات میں نہیں پڑتا ۔ ایسے حالات کے پیش نظر اگر آپ یا ۔۔۔ ۔۔۔ یا دونوں مل ذ و مسلمانو ن میں صلح کرا دیں اور کوئی فیصلہ کرا دیا کریں

تو عند اللہ تعالیٰ ماجور ہوں گے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ پر لوگوں کو اعتماد بھی ہے امید ہے کہ آپ کے فیصلہ سے انکار نہیں کریں گے لوگوں کی تفہیم کے لئے جو آپ نے اقدام کیا ہے وہ بہتر ہے۔ اپنے لوگوں سے مجھے جو تکلیف پہونچتی ہے اسکا سبب صرف یہ ہے کہ لوگوں کو دین سے مناسبت نہیں ہے۔ اگر انکی بے سمجھی کی باتوں سے میں درگذر کروں (اور اسکے علاوہ کر ہی کیا سکتا ہوں) تو اس سے انکو تو کچھ فائدہ نہ ہوگا، فائدہ تو جب ہوگا کہ دین کی طرف توجہ کریں اور عمل کریں یہیں تو سب کچھ معاف کرنے کے بعد بھی تختہ مشق بنا ہی رہتا ہوں

شرما حضوری میں خط بھیجنے میں دیر نہ کیا کیجئے، عمل کیجئے اور میری کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ ابتداء میں لوگ میری طرف سیلاب کی طرح بڑھے جوں جوں وقت گذرتا گیا کم ہوتے گئے۔ آپ کے متعلق بھی کچھ ایسا ہی خطرہ مجھکو گذرتا ہے۔ والسلام

(یہ تحریر بھیجی گئی)

(گاؤں کے ایک صاحب نے اپنے معاملات کے متعلق لکھا تھا اور حضرت والا کو فیصلہ کے لئے لکھا تھا اس پر یہ تحریر بھیجی گئی)

حضرت والا نے فرمایا ہے کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے یہ اصول بنالیا ہے کہ کسی کے دنیوی معاملات میں دخل نہیں دونگا لیکن پھر بھی لوگ اپنے معاملات کو یہاں پیش کرتے ہیں۔ لوگوں کے معاملات ہی کیوجہ سے میں یہاں موجود ہوں۔ آخر وہ بھی تو ایک دنیوی معاملہ تھا مگر لوگوں کو اس پر کچھ بھی شرم اور عبرت نہ ہوئی۔ پھر وہی کام کئے چلے جارہے ہیں۔ حالانکہ میں نے بارہا نرمی سے اور انتہائی نصح اور خیرخواہی کے ساتھ کہا کہ تم لوگوں کی خیریت اور بھلائی اسی میں ہے کہ میرے سامنے اپنے معاملات کو پیش مت کروا سلئے کہ میرے یہاں تو شریعت ہے میں تو اسی کے مطابق

فیصلہ کروں گا اب جس کے خلاف ہوگا اسکو ناگواری ہوگی اور شرعی فیصلہ سے ناگواری کو میں سلئے کہتا ہوں کہ کم از کم اپنے ایمان کی تو خیر منا ؤ ایمان تو کیوں کہ جس سے ایمان ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ لیکن یہ بات آپلوگوں کی سمجھ ہی میں نہیں آتی اور میں تو دیکھتا ہوں کہ اسی کی وجہ سے لوگ گرفت میں آگئے ہیں اور شکنجہ میں کس گئے ہیں مگر پھر بھی عبرت نہیں ہوتی۔ یہی برابر سمجھاتا ہوں اور یہی اب بھی کہہ رہا ہوں کہ سمجھدار لوگ کیوں نہیں منع کرتے کہ یہاں لوگ اپنے معاملات نہ پیش کریں۔ پنچائت وغیرہ میں رکھکر کیوں طے نہیں کرتے کہ وہاں دھینگا دھانگی ہوتی ہے اسکا فیصلہ کوئی شریعت کا فیصلہ تو ہے نہیں کہ وہاں ایمان خطرہ میں پڑ جائے اس لئے لوگوں کے لئے وہی لائق ہے وہاں طے کرائیں۔

آپ ذرا لوگوں کو اس بات کو اچھی طرح سمجھا دیجئے۔ (اس مضمون کو حضرت والا نے حرف بحرف پڑھا ہے)۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۳۸۶)

حال: حضرت سنیچر کو دفتر سات ہی بجے سے جانا ہوتا ہے اس لئے آج مجلس کی حاضری سے معذور ہوں۔ تحقیق: بیشک

حال: حضرت ہر وقت بے چین رہتا ہوں کہ کس طرح اپنے خالق و مالک کی محبت اپنے جسم کے رگ و ریشہ میں پیوست کرلوں۔ تحقیق: مبارک ہو

حال: اب ایک حالت پر رہنا بالکل پسند نہیں ہے اب تو یہی چاہتا ہوں کہ اپنے مالک کی نسبت میں ہر وقت ترقی ہی دیکھوں۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد میں کامیاب فرماویں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ آمین۔

خیال تھا کہ حضرت کے لئے اور آنے جانے والوں کے لئے مدرسہ ہی میں قیام مناسب رہیگا لیکن حضرت والا نے کسی وجہ سے وہاں کا قیام پسند نہیں فرمایا بلکہ مولانا عبدالوحید صاحب کے مکان کی بیٹھک اور باہری مختصر سے صحن میں آرام فرمایا۔ صبح کو یہیں مجلس کا بھی انتظام ہوا اور اسکے بعد تقریبًا سارے دن ہی آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ بہت سے لوگ بیعت ہوئے بہت سے زیارت سے مستفید ہوئے۔ ایک صاحب جو غالبًا پوسٹ ماسٹر تھے دمہ کے مریض تھے وہ تو حضرت کو پاکر اتنا خوش ہوئے کہ ہر وقت بیٹھے ہی رہتے تھے حضرت والاؒ نے بھی انکی قدر فرمائی اور اجازت دیدی کہ جب تک آپ کا جی چاہے بیٹھے رہیے آپ ہی لوگوں کی خدمت کے لئے تو آیا ہوں۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ مولوی عبدالوحید صاحب! حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بھیجا ہے ہم مریض آدمی کسی قابل نہیں رہ گئے، یہ خدا کا انتہائی کرم ہوا کہ میاں کو یہاں بھیجدیا۔ یہ صاحب حضرت سے بیعت بھی ہوئے اپنے بچوں کے لئے متعدد تعویذ بھی حضرت سے لکھوائے چنانچہ انکی اس وارفتگی اور محبت کا راز بعد میں معلوم ہوا اس طور پر کہ حضرت کی واپسی کے چند ہی ایام یا ماہ کے بعد انکا انتقال ہوگیا اس سے پتہ چلا کہ جس کا حصہ جس کے یہاں مقدر ہو چکا ہوتا ہے کس کس طرح اللہ تعالیٰ اسکو حصۂ مقدور پہونچاتے ہیں۔ غرض اسی دن یا دوسرے دن صبح کو حضرت کی واپسی ہوگئی اور فتحپور کے قصبات و دیہات میں حضرت کے تشریف لانے کی اطلاع اسوقت پہونچی جس دن حضرت وہاں سے روانہ ہورہے تھے ورنہ جگنی، مسی، عالم گنج اور نوادہ سے خلق کثیر زیارت کے لئے آجاتی اسلئے کہ وہاں کے لوگ پہلے سے مولانا سید ظہور الاسلام صاحبؒ سے وابستہ تھے اور الہ آباد آجانے پر حضرت والا سے بھی غائبانہ واقف تھے۔ اور اللہ والے متخلق باخلاق اللہ تو ہوتے ہی ہیں تو جس طرح سے حق تعالیٰ کا معاملہ ہے کہ جب کوئی بزرگ عالم میں مشہور ہوا اور جہاں اسکا کام پھیلا بس اسکو اپنے پاس

بلا لیتے ہیں یہی حال ان حضرات کا بھی دیکھا جاتا ہے کہ شہرت سے اس
بھاگتے ہیں اور اس کے فتنہ سے مفتون ہونے سے اتنا بچتے ہیں کہ جب ا
انکی شہرت ہوئی اور لوگ رجوع ہوئے بس اس بستی ہی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ
فتحپور کا یہ مختصر سا سفر اپنے کوائف اور لطائف کی رو سے بہت خوب رہا فالحمد
للہ علیٰ ذلک۔

بھائی فخر الحسن صاحب جنکے ہمراہ حضرتؒ فتحپور تشریف لے گئے تھے
کہتے تھے کہ میں بسلسلہ ملازمت کانپور میں تھا وہاں ایک جگہ موقع سے پلاٹ
فروخت ہو رہا تھا تو میں نے خیال کیا کہ ایک پلاٹ میں بھی لے لوں اور یہیں مکا
بنوا کر رہوں اسکے لئے میں نے حضرت کو لکھا مگر کسی وجہ سے وہاں زمین لے
خیر بات آئی گئی ہو گئی، اسکے بعد جب حضرت فتحپور تشریف لائے تو حضرتؒ
میرا وہ لکھنا یاد تھا مجھے بلایا اور فرمایا کہ تم سے کہتا ہوں کہ تم مکان یہیں فتحپو
میں بنوانا۔ میں کچھ نہ سمجھا کہ یہ حضرت کیوں فرما رہے ہیں اسوقت تو حضرتؒ
عرض کر دیا کہ بہت اچھا لیکن برابر متردد رہا کہ فتحپور میں وہ بھی کسی موزوں محلہ
بھلا مکان یا زمین مجھے کیونکر مل سکے گی استنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ
مشورہ حقیقت بن کر سامنے آگیا اور مولانا عبدالوحید صاحب کے مکان سے
تقریبًا بالکل متصل ایک بہت بڑی زمین جس پر کچھ کھنڈرات رہ گئے تھے فر
ہونے لگی اللہ تعالیٰ نے باوجود بے سروسامانی کے ہمت دیدی اور میں نے
حضرت سے کئے ہوئے وعدہ کے بموجب اسکو خریدنے کا عزم کر لیا پھر کچھ نہ
کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح غیب سے رقم کی فراہمی کا انتظام فرما دیا۔ چنانچہ
الحمد للہ اب پنشن کے بعد یہاں بڑے سکون اور راحت کی زندگی اپنے عزیزوں
و بیند اند ماحول میں گذار رہا ہوں اور اب جا کر حضرتؒ کی وہ بات سمجھ میں آئی
کہ نہیں جی تم یہیں فتحپور میں مکان بنوانا۔ اس طرح سے ایک نیک اور مفید
عطا فرما کر حضرت والا نے انکی محبت کا نقد صلہ انکو مرحمت فرما دیا۔

الٰہ آباد کے علماء اور مشائخ
اور حضرت مصلح الامۃؒ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت اقدسؒ نے علاج کے سلسلے میں الٰہ آباد کو لکھنو پر کیوں ترجیح دی حالانکہ یہاں صرف دو ہی طبیب مشہور تھے ایک مولانا حکیم سید فخر الدین صاحب جعفری اور دوسرے حکیم عثمانی صاحب بانی جامعہ طبیہ الٰہ آباد اور لکھنو تو ماشاء اللہ طبیبوں کا دیس ہی تھا۔ چنانچہ جس طرح یہاں اطبائے یونانی کی قلت تھی اسی طرح سے طبیب روحانی بھی یہاں شاذ و نادر ہی رہ گئے تھے اور جو تھے بھی تو بہت ہی زیادہ گمنام اور گوشۂ خمول میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور دیگر سلاسل کا حال تو معلوم نہیں خاص اپنے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے لوگوں میں سے یہی دو تین حضرات کا چرچا تھا۔ ایک تو یہی ہمارے حکیم مولانا شاہ سید فخر الدین احمد جعفریؒ تھے کہ انکے یہاں سلسلۂ بیعت اور تعلیم و تربیت باطنی ذکر و اشتغال کا کچھ معمول تھا لیکن خود حکیم صاحب کی زیادہ شہرت طب میں تھی شیخ طریقت کے اعتبار سے چند ہی حضرات تھے جو دست گرفتہ تھے اور جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہم لوگوں کو باوجودیکہ حضرت حکیم صاحب موصوف سے بہت قرب تھا کہ انھیں کے قائم کردہ مدرسۂ عالیہ مصباح العلوم سے والد صاحبؒ نے فاضل و کامل کی تعلیم حاصل کی تھی لیکن ہم کو حضرت حکیم صاحب کا یہ حال نہ معلوم ہو سکا تھا کہ حکیم صاحبؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد حسین صاحب الٰہ آبادیؒ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے رجوع فرمانا چاہا تھا (جسکی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں) اس لحاظ سے تو حضرت حکیم صاحبؒ بالکل اپنے ہی سلسلہ اور مسلک کے

تھے مگر افسوس ہم اس سے انکی زندگی میں نہ واقف ہو سکے۔ غرض ایک تو آپکی ذات تھی جو یہاں کچھ فیض پاشی فرما رہی تھی۔

دوسرے آپ کے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ کا گھرانا تھا جو حضرت الہ آبادیؒ کا اثر لئے ہوئے تھا اور اپنے مخصوص طرز پر دین کا کام کرتے ہوئے ایک زمانہ تک الہ آباد کا دینی مرکز شمار کیا جاتا تھا حضرت مولانا الہ آبادی کے صاحبزادے مولانا شاہ ولایت حسین صاحبؒ ہی سے تصدیق رویت ہلال کر کے کلکٹر عید و بقرعید کی تعطیل کا اعلان کرتا تھا عیدگاہ کی امامت بھی آپ ہی سے متعلق تھی اور آپ کے بعد آج بھی یہ امور یعنی رویت ہلال کی تصدیق اور امامت عیدگاہ وغیرہ حضرت مولانا الہ آبادیؒ کے نبیرۂ کلاں حضرت مولانا محمد میاں صاحب فاروقی الہ آبادی سے متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا الہ آبادی چونکہ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے اسلئے ان کے صاحبزادے یعنی مولانا ولایت حسین صاحب نے اپنے صاحبزادے یعنی مولانا محمد میاں صاحب مدظلہٗ کو برائے تعلیم و تربیت کچھ دنوں کے لئے تھانہ بھون بھی بھیجا تھا۔ ہمارے حضرت مصلح الامتؒ سے ابتدائی ملاقات مولانا محمد میاں صاحب کی یہیں تھانہ بھون ہی میں ہوئی تھی اسی انس و تعلق کا وہ اثر تھا جو آپ آئندہ سطور میں مولانا محمد میاں صاحب مدظلہٗ کے تعلقات کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت اقدسؒ سے کسقدر عقیدت و محبت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

ان دو جگہوں کے علاوہ ایک تیسری جگہ اور بھی تھی جسے سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے خاص شرف تعلق حاصل تھا اور وہ تھی شیخ اکبر ثانی حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ کی خانقاہ اور حضرتؒ کی اولاد و احفاد کا سلسلہ جنکی خدمات سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے بعد سے لیکر آج تک الحمد للہ دائرۂ شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ خالی نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت اقدس شیخ محب اللہ

الہ آبادیؒ کے آٹھویں سجادہ نشین حضرت مولانا حکیم شاہ نعمت اللہ صاحبؒ ہوئے آپکے حالات میں لکھا ہے کہ ابتدائی تعلیم مختلف حضرات سے حاصل کی کچھ دنوں کانپور میں بھی تعلیم حاصل کی پھر فرنگی محل تشریف لے گئے اور فرنگی محل میں مولانا عین القضاۃ صاحبؒ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ ۔ مولانا عبدالباقی صاحب فرنگی محلیؒ سے کچھ کتابیں پڑھیں پھر وہاں سے مدرسہ عبدالربؒ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مولانا عبدالعلی صاحبؒ سے اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے تفسیر و حدیث پڑھی نیز دہیں حکیم عبدالمجید خانصاحب سے طب کی سند بھی حاصل کی اور پھر اپنے وطن الہ آباد ہی واپس آ گئے ۔ آپکو اپنے والد ماجد سے خرقہ و خلافت ملی جو حضرت شیخ کی اولاد ہی میں سے تھے ۔ آپکی کوئی اولاد نہ تھی اسلئے اپنے برادر معظم شاہ رحمت اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے حافظ شاہ عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہے اور اپنے سفر حج میں روانگی سے پہلے انکو سجادگی عطا فرمائی جو بحمداللہ اسوقت موجود ہیں ۔ بڑے زندہ دل، متواضع اور خوش مزاج انسان ہیں ۔ ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ کی خدمت میں بھی نیازمندانہ حاضری دیتے تھے حضرت والا بھی ان سے بیحد محبت فرماتے تھے اور ہمارے حضرتؒ کا تو یہ خاص مزاج ہی تھا کہ مشائخ کی محبت و ادب سے قلب معمور تھا اسلئے جیساکہ مشہور ہے کہ مجنوں کو لیلیٰ کی گلی کے کتے سے بھی محبت تھی ہمارے حضرتؒ کو اپنے سلسلہ کے بزرگوں سے خصوصی طور سے ایسی محبت اور شفقت تھی کہ اس دیار کا کوئی ادنیٰ سا انسان بھی ملجاتا تو اسکے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتے گویا کہ وہ شیخ کا فرستادہ ہو ۔ چنانچہ الہ آباد ہی ہمارے ایک دوست اور حضرتؒ کے فداموں میں سے ایک صاحب ہیں جنکا نام "اشرف علی" ہے وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دن حضرت والا تنہا اپنے حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے میں حاضر ہوا اجازت لیکر سامنے فرش پر کچھ فاصلے سے بیٹھ گیا اتنے میں حضرت والا بھی پلنگ سے نیچے اتر کر اسی فرش پر

بیٹھ گئے، میں نے ہرچند عرض کیا کہ حضرت آپ اوپر ہی تشریف رکھیں لیکن حضرت نے نہ مانا کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ تم ہمارے شیخ کے ہمنام ہو نا اسوقت اسی تصور کا غلبہ ہوا جسکی وجہ سے میں اوپر بیٹھنے پر قادر ہی نہ ہو سکا بھائی اشرف علی کہتے تھے کہ میں مارے شرم کے گڑا جاتا تھا لیکن حضرت نے اپنے اس ارشاد میں ایک ایسا ادب تعلیم فرمایا کہ انشاء اللہ عمر بھر بھولنے والا نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس سلسلہ صابریہ کی خصوصیت ہی ہے اور اسکا طغرائے امتیاز ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ صابر کلیریؒ کا واقعہ مشہور ہی ہے کہ بارہ برس مراقبہ میں مدہوش رہے لیکن پانچوں وقت جب اذان ہوتی آنکھ کھولدیتے اسی زمانہ میں انکے پیرو مرشد حضرت فرید گنج شکرؒ نے ایک ڈوم خیریت حال طلب کرنے کے لئے بھیجا تو اس سے صرف اتنا پوچھا کہ "پیر اچھے ہیں؟" اور خود گولر ابال کر بدون نمک کے نوش فرماتے تھے اسدن خادم سے فرمایا پیر کا ڈوم آیا ہے آج گولر میں نمک ڈال دینا۔ اسکے بعد وہ حضرت نظام الدین اولیاء کے یہاں بھی گیا وہاں شاہی ٹھاٹھ تھا اسی کے مطابق اسکی خاطر اور استقبال ہوا چلتے وقت انعام واکرام سے بھی نوازا گیا۔ اس نے حضرت فرید گنجؒ کی خدمت میں آکر دونوں جگہوں کا حال بیان کیا اور کہا کہ حضرت نظام الدین تو بہت اخلاق سے ملے لیکن صابر کلیری صاحب بہت خشک معلوم ہوتے ہیں وہ مجھے تو کیا پوچھتے آپ کو بھی نہیں پوچھا۔ شیخؒ نے فرمایا کہ آخر زبان سے کچھ کہا بھی یا نہیں کہا ہاں بس یہ کہا کہ "پیر کیسے ہیں"؟ اس پر حضرت فرید کو وجد آگیا اور فرمایا کہ جس مقام فنا میں وہ ہیں یہ انکا غایت کرم ہے کہ میں انکو یاد ہوں انکا اتنا پوچھ لینا ہی بہت ہے اور تمہارے لئے کھانے میں نمک ملانے کو جو کہا تھا یہ انکی طرف سے انتہائی خاطر تھی۔

غرض اس سلسلۃ الذہب کا خاص تحفہ ادب تھا جس سے اللہ تعالیٰ

نے ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ کو بھی نوازا تھا۔ چنانچہ شاہ عبید اللہ صاحب تو شیخ کی اولاد ہی میں سے تھے اسلئے حضرت ان سے بھی بہت محبت فرماتے تھے جس طرح کہ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے مولانا محمد میاں صاحب فاروقی مدظلہٗ کو بہت مانتے تھے۔

غرض ان ہی تین مقامات سے سلسلۂ صابریہ کی کچھ جھلک ملتی تھی۔ لیکن حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ نیز حضرت مولانا نعمت اللہ شاہ صاحبؒ اور مولانا حکیم سید فخر الدین احمد صاحب جعفریؒ کے وصال کے بعد الہ آباد تقریباً اس سلسلہ سے خالی ہو رہا تھا چنانچہ ایک موقع پر جبکہ حضرت مصلح الامۃؒ الہ آباد کے لوگوں سے ناراض ہو کر اہل فتحپور (تال نرجا) کی درخواست پر وطن تشریف لے گئے تو شہر الہ آباد سے بھی بہت سے حضرات ہمراہ سفر تھے اور فتحپور آتے جاتے رہے۔ اسی سلسلہ میں ایکبار حضرت شاہ عبید اللہ صاحب محب الٰہی بھی تشریف لے گئے وہاں الہ آباد کے اور بہت سے حضرات تھے۔ شاکر خانصاحب، وکیل انعام الحق صاحب بھی تھے کسی نے شاہ عبید اللہ صاحب سے یہ کہا کہ حضرت الہ آباد سے ناراض ہو کر تشریف لائے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب الہ آباد واپس نہ جائیں کچھ اس سلسلہ میں آپ حضرت سے کہیئے شاہ عبید اللہ صاحب مدظلہٗ کا خود بیان ہے فرمایا کہ

مجھے جب اس [illegible] کا علم ہوا تو میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ [illegible] آپ سے کچھ کہنا ہے حضرتؒ نے خود لوگوں کو بتا دیا اور ملامت کردی میں نے عرض کیا کہ اب اس زمانہ میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کی حضرت [illegible] مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ۔ مولانا شاہ نعمت اللہ صاحب محب الٰہیؒ اور مولانا حکیم شاہ فخر الدین صاحب جعفریؒ تک کچھ نہ کچھ کام ہوتا رہا

اور ہم لوگ تو ابھی صاحبزادے ٹھیرے، اس لئے آپ جب الٰہ آباد
تشریف لائے تو بڑی تسلی ہوگئی تھی کہ اگر کہیں گاڑی اٹکے گی
تو حضرت سنبھال لیں گے اب سنا ہے کہ حضرت تشریف
نہیں لیجائیں گے، یہ سنکر بڑا رنج اور قلق ہے۔"

شاہ عبید اللہ صاحب مدظلہٗ فرماتے تھے کہ میری زبان سے یہ الفاظ سن کر
حضرتؒ نے میرے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ نہیں میں الٰہ آباد کو نہیں چھوڑ
الٰہ آباد کو نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے لوگوں سے آکر کہا کہ آپ لوگ اطمینان رکھئے
حضرت الٰہ آباد واپس تشریف لیچلیں گے۔

اسی طرح سے ایک موقع پر حضرت اقدسؒ نے مولانا محمد میاں صاحب فاروقی
سے دریافت فرمایا کہ:۔

"آپ نے تو حضرت مولانا تھانوی کو بھی دیکھا ہے اور وہاں
جو کام ہوتا تھا وہ بھی آپ کے پیش نظر ہوگا اس لئے آپ سے پوچھتا
ہوں کہ یہاں مجھ سے بھی اس نوع کا کچھ کام ہو جائے گا؟

مولانا محمد میاں نے عرض کیا کہ:۔

"حضرت یوں جانے کو تو میں تھانہ بھون بھی گیا اور حضرت تھانویؒ
کا زمانہ بھی پایا لیکن اپنی بدنصیبی کیوجہ سے محروم ہی رہا اور حضرتؒ
کے وصال کے بعد تو یہ سمجھ لیا تھا کہ اب کیا کوئی ایسا شفیق مصلح
ملے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ ایسا فضل ہوا کہ حضرت (الٰہ آباد تشریف
لائے اور حضرت) سے تعلق ہوگیا اور اصلاح و سکونِ قلب کا
کامل ذریعہ ہاتھ آگیا۔ چنانچہ حضرت والا کی شفقت کچھ اس درجہ
اپنے اوپر بڑھی دیکھی کہ اب اپنی اصلاح کی امید ہونے لگی
ورنہ تو تھانہ بھون جا کر بھی یہ نالائق محروم ہی رہا۔

(باقی آئندہ)

حضرت گنگوہیؒ کے بعض احوال رفیعہ سے متعلق مولانا صدیق احمد صاحبؒ کا وضاحتی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علیٰ نبیہ الکریم ۔ اما بعد ۔ واضح ہو کہ باتفاق صوفیاء کرام کشوفِ کونیہ وخوارق عادات وعالم خلق مقاصد تصوف سے نہیں ہیں نہ اس پر مدارِ فضیلت ومدار قربیۃ الی اللہ ہے ۔ بعض حضرات کو کشوف کونیہ مخلوقات یا کشف حقائق عالم امر پیش نہیں آتا صرف مقدمات یقین و مراتب تنزیہ کی راہ سے وصول الی اللہ ہوتا ہے جیسا کہ صحابۂ کرام اور تابعین کے زمانہ میں اکثر یہ ہی طریقۂ وصول تھا استقامۃ فی الدین وکشف شرائع اسکے آثار ہیں (الاستقامۃ فوق الکرامۃ ۔ ظہورِ حقائق ومقامات قرب بعض حضرات کو کشفی ہوتا ہے بعض کو احسانی یا وجدانی ہوتا ہے جنکو ظہورِ کشفی ہوتا ہے انکا مآل کار مقامات محصلۂ سابقہ میں وجدان پر

(ص۲۴ کا بقیہ) جو انھوںؒ نے اپنے شیخ بلکہ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایک حال کی وضاحت کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے مثلاً یہ کہ آپنے خط ۱۳ میں ہی جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے تحریر ہوا اسکے آخر میں اس قسم کے الفاظ جو تحریر فرمائے کہ ” پس زیادہ کیا عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے یا اللہ معاف فرما کہ حضرت کے حکم سے تحریر ہوا جو ڈرتا ہوں ۔ کچھ نہیں ہوں ۔ تیرا ہی ظل ہے ۔ تیرا ہی وجود ہے ۔ میں کیا ہوں کچھ نہیں اور وہ جو میں ہے (ہوں) وہ تو ہے اور ”میں“ اور ”تو“ خود شرک در شرک ہے ۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ ـــــ تو اس کا منشا کیا تھا اور یہ سب کس کیفیت سے ناشی ہوا تھا اس کو اچھی طرح سے سمجھایا ہے جسکی وجہ سے مشائخ کے ان الفاظ سے جو کج فہموں کو غلط فہمی ہو سکتی تھی اسکا کامل انسداد ہو گیا اور طریق کے ایک اعلیٰ مقام کی تحقیق ہو گئی۔

عہ یعنی حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے

ہوجاتا ہے جن حضرات نے اسی راہ سلوک اور مقامات قرب کو اول سے بطریق احسان و وجدان طے فرمایا ہے کہ "بر ند از راہ پنہاں بہ حرم قافلہ را" انکے کمال کا پورا حال سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا الا من شاء اللہ خصوصًا ان حضرات میں سے جنکو فناء اتم اور بقاء اکمل ہوکر مرتبہ صحو میں تجلیٔ ذاتی دائمی مقام ہوگیا ہے اور مصداق انا کا انکی نظر بصیرت سے اٹھ گیا ہے۔ یہ حضرات بحکم "الیہ یرجع الامر کلہ" کل کمالات کو راجع طرف ذات ذی کمال وحدہ لاشریک لہ کی دیکھتے ہیں بوجہ غلبہ تجلی ذاتی دائمی کے اپنے میں کوئی کمال نہیں پاتے بلکہ اسی مرتبہ ذی کمال ذو العظمۃ والجلال کے مقابلہ میں جس قدر کوتاہی اپنے میں دیکھتے ہیں اسی قدر مجمع نقائص اپنے وجود بشری کو جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات عجب اور اپنے حول و قوۃ سے بری ہوتے ہیں مقام عبدیت میں راسخ ہوکر بندۂ عاجز اور بظاہر ملحق بالعوام ہوجاتے ہیں۔ مرتبہ صحو میں جسکا مقام تجلی ذاتی دائمی ہوجائے یہی ولایۃ النبوۃ و مقام محمدی ہے علی تفاوت المراتب۔ بعد حصول ولایۃ النبوۃ اگر زمانہ نبوت کا ہوتا ہے حق تعالیٰ انمیں سے جسکو چاہتا ہے نبوۃ عطا فرماتا ہے۔ اگر زمانہ نبوۃ کا نہیں رہا ان میں سے جس کو چاہتا ہے قطب ارشاد یا مجدد یا مہدی بنا دیتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ابتدا یا اوسط راہ سلوک میں اگر کسی کو بطور سیر نظری و واردات حال مقام عالی پر پہونچا یا گیا یا کسی مقام عالی یا کسی عہدۂ جلیلہ کی کسی کو بشارت دی گئی اس سے یہ مراد نہیں کہ اوسکو یہ مقام عالی یا یہ عہدۂ جلیلہ بالفعل حاصل ہوگیا ہے جب تک یہ مقام عالی مرتبہ صحو میں بطور مقام عطا نہ ہوا اوس عہدہ کے آثارات خارج میں ظہور پذیر نہ ہوں اوس وقت تک قابل اعتبار نہیں۔ اوس بشارت مقام یا عہدہ کے یہ معنی ہیں کہ فی الجملہ اسکو مناسبت کرا دی گئی ہے شاید بمرور دہور ظہور پذیر ہوجائے۔ چنانچہ یہ مضامین عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی میں اور مکتوبات مجددیہ و صراط المستقیم مولانا مولوی محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا

ہیں مذکور ہے۔ من شاء زیادۃ التحقیق فلیرجع الیہا" بعد تمہید ہذا گزارش ہے کہ حضرت مخدوم العالم قطب الارشاد معدن اسرار الٰہی مظہر تجلیات نا متناہی ملجائی و مولائی وسیلتی فی الیوم والغد حضرت مولانا و مرشدنا مولوی رشید احمد صاحب نے جو اپنے ان مکتوبات قدسی آیات میں فقرات تواضع وانکسار آمیز تحریر فرمائے ہیں اگرچہ ظاہر بینان کے نزدیک انحطاط پر دلالت کرتے ہیں ... مگر اہل بصیرت کے نزدیک مبنی ان فقرات انکساریہ کا کمالِ علو مقام حضرت مولانا ہے مقامات قرب میں جس قدر علو بڑھتا ہے نزدیک اہل بصیرت کے اسی قدر نظر عارف میں اپنا انحطاط معلوم ہوتا ہے یہ ہی دید انحطاط کمالِ علوِ مقام پر دال ہے۔ اس عاجز کو جو معلوم کرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے قطب الارشاد تھے۔ آپکا لقب عالم بالا میں مخدوم العالم ہے۔ آپ ولایت النبوۃ و مقام محمدی میں نہایت راسخ القدم ہیں۔ اولیاء امت محمدیہ میں سے بہت کم ہوئے ہیں کہ اس مقامِ عالی میں اسقدر رسوخ رکھتے ہیں۔ یہ مقام حضرت فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے۔ اسی مقام میں عبدیت غالب ہوتی ہے۔ بوجہ غلبۂ تجلیٔ ذاتی دائمی کے صاحب اس مقام کا کسی کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں پاتا بلکہ تمام کمالات کو راجع بحضرت ذوالجلال والکمال دیکھتا ہے اور نقائص بشریہ جو لوازم انسان ہیں انکو اپنی طرف منسوب دیکھکر نہایت شرمندہ ہوتا ہے و مجسم عجز و احتیاج ہوتا ہے۔ جس قدر اس مقام عالی میں رسوخ ہوگا اسیقدر محض بیکار گنہگار محتاج و عاجز اپنے کو دیکھے گا۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ مکتوب نہم جلد اول میں اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں :-

"مدبر[1] سیاہ رو و مقصر بدخو مغرور وقت و حال مفتون وصل و کمال گارش ہمہ

---

[1] ترجمہ قولہ مدبر سیاہ رو و مقصر بدخو الخ :- یہ بدنصیب سیاہ رو اور کوتاہ عمل و بدخو۔ وقت و حال کی رو سے دھوکے میں پڑا ہوا اور وصل و کمال کے اعتبار سے فتنہ میں ڈوبا ہوا انسان جس کا تمام کام ہی

نافرمانئ مولا است وعملش ہمہ ترک عزیمت واولیٰ است۔ نظرگاہ خلق راآراستہ ومنظر حق تعالیٰ وتقدس خراب ساختہ۔ ہمتش مقصور بر ظاہر آرائی است باطنش ازیں رہگذر ہموارہ بر سوائی است۔ قال او منافی حال اوست وحال او مبنی برخیال او۔ ازیں خواب وخیال چہ آید وازیں قال وحال چہ کشاید؟ بار وخسارت نقد وقت۔ عبادت وضلالت برکف دست مبدار فساد وشرارت است منشار ظلم و معصیت۔ بالجملہ عیوب مجسمہ است وذنوب مجتمعہ۔ خیرات او لائق لعن ورد۔ وحسنات او شایان طعن وطرد رُبّ قاری القرآن والقرآن یلعنہ در حق او گواہ عدل است وکم* من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء والجوع درشان او شاہد صدق۔

مم بس اپنے مولیٰ کی نافرمانی ہے اور جسکا سارا عمل عزیمت واولیٰ کا ترک کرنا ہے۔ بس مخلوق کی جن امور پر نظر ہو سکے اسکو تو درست کئے ہوئے ہے اور سجائے ہوئے ہے اور حق تعالیٰ کی نظرگاہ کو خراب اور برباد کئے ہوئے ہے۔ جسکی تمام تر کوشش وہمت صرف ظاہر کے درست کرنے پر مقصود ہے اور جسکا باطن اس رہگذر سے ہنکر ہمیشہ رسوائی کیجانب متوجہ ہے اور اسکا قال اسکے حال کے بالکل خلاف اسکا حال صرف خیالات پر مبنی ہے (ظاہر ہے کہ) اس خواب وخیال سے کیا کام چل سکتا ہے اور ایسے قال وحال سے کیا کشود کار ہو سکتا ہے۔ ذلت ونکبت نقدِ وقت ہے اور عبادت وضلالت اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہوئے ہے۔ شرارت اور فساد کا مبدار ہے اور ظلم ومعصیت کا منشار ہے حاصل یہ کہ تمام عیوب وذنوب کا یہ بندہ مجموعہ ہے بلکہ سراپا عیب ہی ہو گیا ہے۔ اس سے جو بھلائیاں صادر ہوتی رہیں وہ بھی رد کر دینے اور لعنت بھیجنے کے لائق۔ اور اسکی حسنات تمام کی تمام طعن وطرد کے قابل۔ حدیث پاک کہ بہت سے قرآن کے پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہوتا ہے۔ یہ ارشاد اسکے حق میں شاہد عدل ہے۔ اسی طرح سے ارشاد نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ کتنے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نفع نہیں اسکے بارے میں شاہد صدق ہے ــ (* راقم عرض کرتا ہے کہ کتاب میں یہاں مم

فویل لمن کان ہذا حالہ ومنزلہ وکمالہ ودرجتہ استغفارہ ذنب کبائر الذنوب بل اشد وتوبتہ معصیۃ کبائر المعاصی بل اقبح کل ما یفعل القبیح قبیح مصداق ایں سخن است ؎ ۔ زگندم جو زجو گندم نیاید ۔ مرض او ذاتی است علاج نمی پذیرد ۔ ودار او اصلی است قبول دوا نمی کند ــــ ما بالذات لا ینفک عن الذات ۔ ؎ سیاہی از حبشی کے رود کہ خود زنگ است ۔ چہ تواں کرد وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون الی ان قال ۔ پس در ہرچہ نقص وشرارت بیشتر نماید خیر کمال

م م اس روایت کے یہ الفاظ درج ہیں وکم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ والجوع اسپر حضرت مرشدی مصلح الامۃؒ نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ ـــ "مراجعت کے بعد کتب حدیث میں یہ الفاظ اس ترتیب سے تو نہ مل سکے بلکہ مرقاۃ میں صاحب مشکوٰۃ کی اس حدیث کے تحت کہ کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ فرمایا ہے کہ یہ حدیث ابن ماجہ میں یوں آئی ہے رُبَّ صائم لیس لہ من الجوع اور نسائی میں یوں آئی ہے رُبَّ صائم حظہ من صیامہ الجوع والعطش اور بیہقی نے اسکو یوں روایت کیا رُبَّ صائم حظہ من الصیام الجوع والعطش (مرقاۃ ص ۲۲۵ ج ۲ انتہی)

(اب بقیہ ترجمہ پیش ہے) :۔ پس ہلاکت ہو اسکے لئے جس کا یہ حال اور منزلت ہو اور جسکا یہ کمال اور درجہ ہو ۔ استغفار بھی گناہ مثل تمام گناہ کبیرہ کے بلکہ ان سے بڑھکر ۔ اور انکی توبہ بھی معصیت جیسے اور دوسرے معاصی بلکہ ان سے بھی قبیح تر اور بات بھی یہی ہے کہ قبیح سے جو چیزیں بھی صادر ہوں وہ سب قبیح ہی ہوتی ہیں اور اس امر کا مصداق ہوتی ہیں کہ "گندم سے جو اور جو سے گندم نہیں اُگا کرتا" (اور ہائے افسوس) کہ اسکا یہ مرض ذاتی ہے اسلئے قابل علاج بھی نہیں ۔ اور اس کا یہ مرض اصلی ہے اسلئے دوا کو قبول ہی نہیں کرتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شئے ذاتی ہوتی ہے وہ شئے سے زائل نہیں ہوا کرتی ۔ دیکھو حبشی سے سیاہی کہاں جُدا ہوتی ہے کیونکہ سیاہی تو اسکی ذاتی شئے ہوتی ہے ۔ اب اس کا علاج کیا ہے ؟ اور سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں لیکن انھوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے"

: یہ طرح سے بیان کرتے کرتے آگے فرماتے ہیں کہ ـــــ پس جس مخلوق میں کہ ۲۴

زیادہ ترعجائب کاروبار است ایں ذم معنی مدح پیدا کرد و دریں شرارت و نقصان محل خیر و کمال گشت پس لاجرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد چہ ایں معنی در مقام عبدیت اتم و اکمل است ۔ محبوباں را بایں مقام مشرف سازند محباں بذوق شہود متلذذ اند و التذاذ در بندگی و انس بآں مخصوص محبوباں است انس محباں بمشاہدۂ محبوب و انس محبوباں بہ بندگی محبوب ۔ دریں انس ایشاں را بایں دولت میسر سازند و بایں نعمت سرفراز می سازند شہسوار یکہ تاز ایں میدان آں سرور دنیا و دین و سید اولین و آخریں حبیب رب العالمین است علیہ من الصلوٰۃ اتمہا و من التحیات اکملہا و کسے را کہ بمحض فضل خواہند کہ بایں دولت رسانند او را بکمال متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام متحقق میسازند و آں را بآں بذروۂ علیا می برند ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ مراد از کمال شر و نقص علم ذوقی است بہ آں

۴۴ نقص و شرارت زیادہ رکھی ہے اسی کے اندر خیر و کمال بھی زیادہ رکھا ہے عجیب کاروبار ہے (اور تماشہ کی بات ہے) کہ ذم اور برائی کے اندر مدح اور بھلائی کے معنی پیدا فرما دیئے اور یہی شرارت اور نقصان خیر و کمال کا محل بن گیا پس بلاشبہ مقام عبدیت تمام مقامات سے بالاتر مقام ہو گیا کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں علی وجہ اتم و اکمل پائے جاتے ہیں (یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ) اپنے محبوبوں کو اسی مقام سے نوازتے ہیں اور محبین ذوق شہود سے متلذذ ہوتے رہتے ہیں ۔ رہی بندگی اور انس کی لذت سو یہ محبوبین کے ساتھ مخصوص ہے اور محبین کا انس تو محبوب کے مشاہدہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور محبوبین کا انس اپنے محبوب کی بندگی کیساتھ وابستہ ہوتا ہے اسی انس میں ان لوگوں کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور وہ شہسوار جو کہ اس میدان کے سب سے اعلیٰ فرد ہیں وہ ذات مبارک ہے سرور دنیا و دین سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین کی ان پر اتم صلوات اور اکمل تحیات ہو ۔ پھر اس کے بعد جس کو حق تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے چاہا کہ اس مقام تک پہونچا دیں اور اس دولت سے نوازدیں اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت (یعنی اتباع سنت) کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اسکو اسی کے واسطے سے اس مقام کی چوٹی پر پہونچا دیتے ہیں ۔ ۴۴

نہ آنکہ بہ شرارت و نقص متصف شود۔ صاحب ایں علم متخلق باخلاق اللہ است تعالیٰ شانہ و تقدس۔ ایں علم ہم از جملہ ثمرات آں تخلق است شرارت و نقص را دریں موطن چہ مجال جز آنکہ علم باں متعلق شود ایں علم بواسطہ شہود تام بخیر محض است کہ در جنب آں ہمہ شر بنماید ایں بعد از فرود آمدن نفس مطمئنہ است بمقام خود لہٰذا تا ایں قسم خود را بر زمین نزد کارش بایں انجام نرسد از کمالِ مولائی خود بے نصیب است۔ فکیف خود را عین مولا داند و صفات خود را صفات او انگارد تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا ــ انتہیٰ بقدر الحاجۃ۔"

الحاصل بوجہ کمال رسوخ اسی مقام عالی کے یہ دید ہمارے حضرت مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ پر غالب تھی جسکی وجہ سے فقرات انکسارانہ قلم حضرت اقدس سے صادر ہوئے ورنہ کجا وہ آفتاب ولایت کجا یہ ذرۂ بے مقدار۔ اولاً اس عاجز کو ۱۳۰۱ھ میں بمقام دہلی عرصہ بیس پچیس روز میں اجمالاً بطور اندراج النہایۃ فی البدایۃ سیر نظری حسب حوصلہ ایں عاجز کل مقامات پر عبور کرایا گیا یہ سب حال مولانا مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کمال کا انعکاس تھا بعدہٗ ان مقامات و واردات

ء ء " یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسکو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں"۔
اور یہاں مراد کمالِ شر و نقص سے صرف انکا علم ذوقی ہے نہ یہ کہ خود اسکے ساتھ وہ متصف ہے اسلئے جسکو یہ علم حاصل ہو جائے وہ متخلق باخلاق اللہ تعالیٰ و تقدس ہوتا ہے اور یہ علم کلی منجملہ اسی تخلق کے ثمرات کے ہوتا ہے پس اس مقام پہ خود شرارت و نقص کا کیا کام اور کیا مجال۔ سوا اسکے کہ ان کے ساتھ بس علم متعلق ہوتا ہے اور یہ علم شہود تام کے واسطے سے خیر محض ہوتا ہے ایسا کہ اسکے پہلو میں شر نظر آتا ہے لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ نفس مطمئنہ اپنے مقام سے گر کر پست درجہ میں آ جاتا ہے لہٰذا نفس جب تک کہ اس قسم کو زمین پر نہ ماریگا اس کا کام انجام کو نہ پہونچیگا۔ اپنے مولیٰ تعالیٰ کے کمالات سے خود تو حصہ پائے ہوئے نہیں ہے پھر کس طرح خود کو عین مولیٰ سمجھتا ہے اور اپنی صفات کو انکی صفت گمان کرتا ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا ــ انتہیٰ۔ بقدر الحاجۃ ــ

و علی الترتیب حضرت مخدوم العالم کے زیر قدم بطور مقام اس عرصہ تک محقق فرمایا بار ہا ہے بطور وقائع و رویائے صالحہ۔ خوب محقق ہے کہ یہ جو کچھ حاصل ہوا ہے بطفیل حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ہے اگر بعض واردات حال غیر مقصودہ حضرت مخدوم العالم کو پیش نہ آتے ہوں یا کشفی نہ ہوں بلکہ وجدانی ہوں جیسا کہ بعض مکاتیب میں تحریر فرمایا ہے اس سے کوئی قدح کمال حضرت اقدس میں نہیں ہوتا بلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ جو مقامات قرب الی اللہ و مقامات بالذات ہیں علی الخصوص مقام تجلی ذاتی دائمی و مقام عبدیت میں جو فوق جمیع مقامات ہے ہمارے حضرتؒ کو بوجہ کمال اتباع سنت رسوخ تام تھا بوجہ غلبۂ تجلی ذاتی دائمی و مقام عبدیت کے یہ دید عدم کمال و دید نقائص غالب تھی —— کل ذالک لعلو مرتبۃ الشریفۃ جیسا کلام حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ بطفیل حضرت فخر عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مخدوم العالم کے قدم بقدم چلنا نصیب فرمائے اور دار آخرت میں حضرت مخدوم کی جماعت میں محشور فرما کر معیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمادے آمین بحرمۃ النبی الامین۔ اللّٰہم[1] احشرنا فی زمرتہ واستعملنا بسنتہ وتوفنا علی ملتہ واجعلنا من حزبہ اللّٰہم اجمع بیننا وبینہ حتی تدخلنا مدخلہ واجعلنا من رفقائہ مع النبیین مع احبائہ والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

---

[1] اے اللہ! ہمارا حشر آپؐ کے خادموں میں فرمانا اور آپ کی سنت پر ہمیں عامل بنانا اور آپ ہی کے دین وملت پر ہمارا خاتمہ فرمانا اور ہمکو آپکی جماعت میں شامل کرنا۔ اے اللہ تو ہمکو بھی آپ کے ساتھ رکھکر آپکی جگہ میں داخل کرنا اور تمام انبیاء اور آپ کے احباب کے ساتھ نیز صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ ہمیں بھی آپ کا رفیق بنانا اور یہ حضرات رفاقت کی روسے کیا ہی اچھے ہیں۔ اور آخری درخواست یہ کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اور رحمت بھیجے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر جو تمام مخلوق سے بہتر ہے یعنی آپ پر تمام آل و اصحاب سمیت

اتنے میں ایک شخص نے دریافت کیا' اور مشرکین کی اولاد کا کیا حشر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی حضرت ابراہیمؑ کے پاس ہوں گے۔ نیز اطفال مشرکین کے متعلق اور روایات بھی آئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انہیں اہل جنت کے خدام کر دیئے جائیں گے اور بعض دوزخ میں جائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ بیان فرماتے ہیں کہ روایت کیا عبدالرحمن بن عباس نے کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعض احباب نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود فرماتے تھے کہ سب باتوں سے سچی بات کتاب اللہ ہے اور سب کلاموں سے اشرف کلام ذکر اللہ ہے اور بدترین اندھاپن قلب کا اندھاپن ہے۔ جو شے کم ہو اور کافی ہو وہ کہیں بہتر ہے اس سے جو کثیر ہو اور لہو لعب میں انسان کو مشغول کر دے اور فرمایا کہ سب سے بدترین ندامت قیامت کے دن کی ندامت ہوگی۔ اور سب امیریوں سے بڑھکر نفس کا غنی ہونا ہے اور بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ اور شراب سب گناہوں کا مجموعہ (جڑ) ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں' اور جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے اور بدترین کمائی سود کی کمائی ہے اور سب گناہوں سے بڑھکر وہ گناہ ہے جو جھوٹ بولنے والی زبان کرے۔

ابو اللیث سمرقندیؒ ابی الحصین سے اور وہ سند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ کذب جائز نہیں ہے علاوہ تین مقامات کے ـــــ ایک تو لڑائی میں اسلئے کہ لڑائی نام ہی دھوکے سے مارنے کا ہے۔ دوسرے وہ شخص کذب استعمال کر سکتا ہے جو دو شخصوں میں صلح کرانا چاہے۔ تیسرے وہ شخص جھوٹ کہہ سکتا ہے جو اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے کوئی غلط بات اس سے کہدے مثلاً ایک مجھکو تم سے بہت محبت ہے اور فی الواقع اتنی نہ ہو۔

بعض تابعین سے مروی ہے فرمایا کہ جان لو کہ صدق اولیاء کے لئے زینت ہے اور کذب شقیوں کی علامت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ جس دن کہ سچوں کو انکا صدق نفع دیگا۔ اور فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص سچ بولا اور سچ کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں انکے لئے انکے رب کے پاس چاہی مراد ہوگی اور کاذبین کی مذمت فرمائی ہے اور ان پر لعنت کی ہے فرمایا کہ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ یعنی جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو اور یہ کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالے پر جھوٹ باندھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جارہا ہو۔ اللہ تعالےٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

سترھواں باب

غیبت کا بیان

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کرام نے (حسب معمول) عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول زیادہ جاننے والے ہیں (اسطرح سے انکو متوجہ کر لینے کے بعد) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے بھائی کا تذکرہ ایسے عنوان سے کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو تم نے اسکی غیبت کی کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اسکے اندر وہ وصف موجود ہو

یں کہوں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اگر اسکے اندر وہ ہوا جب ہی تو
سنے اسکی غیبت کی، اور اگر وہ بات نہ ہوئی تب تو تم نے اس پر بہتان باندھا
فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے بعض متقدمین سے نقل کیا ہے کہ
تم نے کہا کہ فلاں کا کرتا چھوٹا ہے یا فلاں کا کرتا بہت لمبا ہے تو بھی
نے اسکی غیبت کی تو اگر تم خود اسکی ذات کی برائی کروگے تو کیوں نہ غیبت
رہوگی۔

ابن نجیحؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہونچی کہ ایک
تہ قد (ناٹی) عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (اپنی
ی ضرورت سے) آئی جب وہ واپس جانے لگی تو حضرت عائشہؓ نے
ارے کیسی ناٹی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو تم نے
عورت کی غیبت کر دی۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ میں نے
ہی کہا ہے جس وصف سے وہ متصف تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ آخر تم نے
کا ایک بدنما وصف بیان کیا نا (بس یہی غیبت ہے)۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شب مجھے معراج ہوئی میرا گذر
قوم کے پاس سے ہوا جس کے پہلوسے گوشت کا ٹکڑا اسکے منہ میں ڈالا جارہا
اور یہ کہا جارہا تھا کہ لو کھاؤ تم تو اپنے بھائی کا گوشت دنیا میں کھاتے
ے (یعنی جو غیبت کرتے تھے یہ اسکا بدلہ ہے) میں نے جبرئیل سے دریافت
کہ یہ کون لوگ ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ جماعت ہمازون لمازون کی یعنی ان
ون کی ہے جو دنیا میں غیبت کیا کرتے تھے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے
یک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ کے اندر تشریف رکھتے تھے
اہل صفہ حجرہ کے باہر مسجد میں تھے، حضرت زید بن ثابتؓ اندر جاتے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے باتیں سنکر باہر مسجد میں آکر ان صحابہؓ (اہل صفہ) کو ان احادیث کا درس دیتے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا۔ حضرات اہل صفہؓ نے زید بن ثابتؓ سے کہا کہ اندر جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرو کہ ہم لوگوں نے اتنے زمانے سے گوشت نہیں کھایا ہے تاکہ حضور ہمارے لئے بھی اسمیں سے کچھ بھیجدیں۔ حضرت زیدؓ تو اندر گئے اور یہاں لوگوں نے آپسمیں باتیں کرنی شروع کیں اور اسی اثناء میں یہ کہا کہ اجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سے زید سے احادیث بیان کرتے ہیں اسی طرح سے ہم سے اگر آپؐ براہ راست بیان فرمادیں تو ہم بھی یاد کرلیں (یہ آخر انھیں ہم پر کونسی فوقیت حاصل ہے جو انکو ہماری تعلیم کا واسطہ بنایا جاتا ہے) زید بن ثابتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان حضراتؓ کا پیام عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاکر ان سے کہو کہ تم لوگوں نے ابھی تو گوشت کھایا ہے۔ حضرت زید لوٹ کر آئے اور ان سے ارشاد نبوی عرض کیا انھوں نے بیک زبان کہا کہ جاکر حضور سے عرض کرو کہ بخدا ہم لوگوں نے اتنا عرصہ ہوا گوشت نہیں کھایا ہے۔ حضرت زیدؓ نے جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بھائی ان سب نے ابھی ابھی گوشت کھایا ہے (یہ معاملہ سمجھ میں نہ آیا تو) سب اہل صفہ اجازت لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے بھی فرمایا کہ تم نے ابھی تو اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے اور گوشت کھانے کا اثر تمہارے دانتوں سے نمایاں ہے یہ سنکر ان لوگوں نے تھوکا تو واقعی گوشت کی سرخی تھوک میں موجود تھی اسکے بعد ان سب نے اپنے منہ سے خون کا اثر صاف کیا اور اپنے فعل سے توبہ کی اور اس سے رجوع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت چاہی۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہایت ہی بدبودار ہوا چلی (سب لوگ متحیر تھے کہ یہ ہوا کس وجہ سے مسموم ہوگئی ہے) آپؐ نے فرمایا کہ منافقین نے کچھ مسلمانوں کی غیبت کی ہے ہوا میں یہ اسی کی بدبو ہے۔

بعض حکماء سے دریافت کیا گیا کہ آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ غیبت کی بدبو ہوا میں شامل ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اڑتی تھی بعد میں ہمارے زمانے میں کیوں نہیں اڑتی۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس زمانہ میں غیبت کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ ساری فضا اسکے اثر سے مسموم ہے (اسی میں ہم لوگ پیدائش کے دم سے مرنے کے وقت تک رہتے ہیں) تو اس سے ناک آشنا ہوچکی ہے اسلئے بدبو ہم کو معلوم نہیں ہوتی یہ نہیں کہ آج اسکی بدبو ختم ہوگئی ہے۔ مولفؒ فرماتے ہیں کہ اسکو یوں سمجھو کہ جسطرح سے چمڑے کے کارخانے کے لوگ اس میں اطمینان سے بیٹھے ہوتے ہیں اور کھانا کھاتے پانی پیتے ہیں اور دوسروں کا ادھر سے گذرنا مشکل ہوجاتا ہوجاتا ہے اگر وہاں بیٹھکر کچھ کھا پی لیں تو عجب نہیں کہ قے ہوجائے۔ بس یہی مثال آج کے لوگوں کی غیبت کی بھی ہے کہ عادت ہوجانے کے سبب انکی قوت شامہ اسکے بو کی خوگر ہوگئی ہے اسلئے انکو بو محسوس نہیں ہوتی ورنہ حس صحیح ہو تو آج بھی اسکی وہی بو موجود ہے جو خیرالقرون میں تھی۔

اسباط نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ایک سفر میں حضرت سلمان فارسیؓ کچھ صحابہؓ کے ساتھ ہمسفر تھے جس میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ سب لوگ کسی جگہ پڑا ترے، پڑاؤ کیا اور خیمے لگانے اور کھانا وغیرہ کے پکانے میں مشغول ہوگئے حضرت سلمانؓ پر نیند کا غلبہ تھا سوگئے اس جماعت میں بعض نے کہا کہ یہ غلام تو بس یہ چاہتا ہے کہ بنے بنائے خیمہ میں آکر آرام کرے اور پکا پکایا کھانا سکو کھانے کو مل جائے (یعنی نفع میں شریک رہنا اور مشقت کے کام سے

بھاگنا چاہتا ہے) پھر اسکے بعد ان لوگوں نے حضرت سلمان سے کہا کہ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم لوگوں کے لئے کچھ سالن مانگ کر لاؤ تاکہ ہم لوگ بھی کھانا کھالیں۔ حضرت سلمان گئے اور آپ کو اسکی اطلاع کی (کہ ایک جماعت سالن نہ ہونے کی وجہ سے کھانا کھانے سے رکی ہوئی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے جاکر کہو کہ ابھی تو تم لوگوں نے سالن کھایا ہے۔ حضرت سلمان نے جاکر کہدیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے تو کچھ کھایا نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولیں گے نہیں، چلو خود چلکر دریافت کریں کہ آپ کی مراد کیا ہے؛ چنانچہ آپ کی خدمت میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارے بھائی! ابھی تو تم نے اپنے بھائی کا سالن (گوشت) کھایا ہے۔ جبکہ تم نے ان کے متعلق کوئی بات کہی تھی جبکہ وہ سو رہا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی اے ایمان والو! اکثر بدگمانیوں سے بچا کرو بلاشبہ بعض گمان معصیت ہوتا ہے۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ ظن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظن گناہ والا اور ایک ظن وہ جسمیں گناہ نہیں ہوتا۔ گناہ والا وہ ہے جو دل میں خیال کرکے زبان سے کہہ بھی دے (یعنی غیبت) اور وہ گمان جو بے گناہ کے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان صرف دل میں کوئی خیال لئے رہے زبان سے نہ کہے۔ آگے فرماتے ہیں ولا تجسسوا یعنی اپنے کسی بھائی کا عیب تلاش بھی مت کرو وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْهُ یعنی تم میں سے بعض بعض کی غیبت ہی نہ کرے کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ مطلب یہ کہ جس طرح سے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا

پسند نہیں اسی طرح سے اسکا ذکر اسکی غیر موجودگی میں برائی کے ساتھ بھی مت کرو۔ اس سے بھی پرہیز کرو (کیونکہ برائی میں دونوں یکساں ہے پھر ایک سے نفرت اور ایک کو نقلِ مجلس بنانا کیسا؟

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُم بَعْضًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہؓ کے معاملہ میں نازل ہوئی، اسطرح پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں دو امیر شخصوں کے ساتھ ایک ایک نادار شخص کو کر دیا تھا کہ انھیں کے ساتھ اسکا بھی کام چل جائے انکے ساتھ کھانا کھائے اور کہیں ٹھیرنے پر انکے آگے بڑھکر خیمہ وغیرہ لگا دیا کرے۔ (تاکہ انکو بھی اس سے راحت ملے) چنانچہ حضرت سلمان فارسی کو بھی دو شخصوں کے ساتھ کر دیا تھا تاکہ انھیں کے ساتھ میں انکا بھی کام چل جائے۔ ایسا ہوا کہ کسی جگہ ٹھیرنے کا اتفاق ہوا اور ان دونوں کے ٹھیرنے کے لئے حضرت سلمانؓ نے پہلے سے کوئی انتظام نہیں کیا (خیر انھوں نے اپنا انتظام خود کر لیا) اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں جاکر ہمارے لئے بچا بچا یا سالن مانگ لاؤ۔ وہ تو ادہر روانہ ہو گئے ادہر جب وہ نظروں سے غائب ہو گئے تو ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر یہ شخص فلاں کنوئیں پر پہونچ جائے تو اسکا پانی ختم ہو جائے (مطلب یہ ہے کہ یہ منحوس آدمی ہے نکما نہ کسی کام کا نہ کاج کا) جب حضرت سلمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے اور ان ساتھیوں کا پیغام پہونچایا تو آپ نے فرمایا کہ جاکر ان دونوں سے کہو کہ ابھی تو تم لوگوں نے سالن کھایا ہے حضرت سلمانؓ نے آکر کہدیا۔ وہ لوگ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بالکل سالن نہیں کھایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو سالن کا رنگ تمھارے منھ پر لگا دیکھ رہا ہوں وہ لوگ سمجھے نہیں یہی کہتے رہے کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس تو قطعی کوئی ایسی شئے نہیں ہے

تھی اور ہم نے تو آج کچھ کھایا ہی نہیں (جب آپ نے دیکھا کہ بات سمجھ نہیں رہے ہیں تو صراحۃً فرمادیا کہ ارے تم نے ابھی اپنے بھائی کی غیبت کی ہے یا نہیں؟ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھاؤ؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ بس جس طرح سے تم اسکو بُرا اور ناپسندیدہ جانتے ہو اسی طرح سے اسکی غیبت کرنے کو بھی بُرا جانو اسلئے کہ جس نے غیبت کی گویا اس نے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھایا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا الخ کوئی کسی کی غیبت نکرے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے آپکی غیبت کی ہے تو حضرت نے اس غیبت کرنے والے کے پاس ایک تھالی میں تازہ کھجوروں کا ہدیہ بھیجا اور یہ کہلایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے میرے لئے اپنی حسنات میں سے ہدیہ بھیجا ہے تو میں یہ اسکا ناچیز عوض بھیج رہا ہوں اور مجھے آپ معاف کیجئے گا کہ میں اسکا پورا عوض نہ دیسکا۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے چند آدمیوں کی دعوت کی جب وہ لوگ دسترخوان پر بیٹھے تو ایک شخص کی غیبت کرنی شروع کردی۔ میں نے کہا سبحان اللہ پہلے زمانہ کے لوگ کھانے کیلئے بیٹھتے تھے تو روٹی پہلے کھاتے تھے گوشت بعد میں کھاتے تھے اور اب آجکل لوگوں کا یہ حال ہے کہ گوشت پہلے کھاتے ہیں اور روٹی بعد میں (پہلے گوشت بھنا ہوا زیادہ تر کھایا جاتا تھا لہٰذا طریقہ یہ تھا کہ ایک نوالہ روٹی پہلے کھا لیتے تھے اور پھر گوشت کو دانت سے نوچتے تھے جیسے آجکل گڑ کے ساتھ یا پیاز کے ساتھ لوگ روٹی کھاتے ہیں۔ اسلئے فرمایا کہ لوگ پہلے زمانہ میں پہلے روٹی کھاتے تھے اور چونکہ انھوں نے غیبت کی جسکو قرآن میں مردہ بھائی کا گوشت کھانا کہا گیا ہے اسی کو فرمایا کہ تم لوگوں نے پہلے گوشت کھایا پھر روٹی کھائی واللہ اعلم)۔

۲۷۳۔ تربیت اور ارشاد کے وقت بھی خدا تعالٰی سے غفلت نہ ہونی چاہیے

اور اس آیت میں تبتل الیہ تبتیلا بطور جملہ معترضہ کے مخلوق کے اس حق کی طرف اشارہ ہے اور مخلوق کا وہ حق یہ ہے کہ نصح عام و تربیت و ارشاد۔ لیکن اس حق خلق میں حق خالق کو نہ بھولنا چاہیئے چنانچہ یہاں بھی مخلوق کے حقوق کے بیان سے پہلے قم اللیل الخ میں حقوق اللہ بیان کئے گئے تھے اور مخلوق کے حقوق کے بعد بھی واذکر اسم ربک فرمایا گیا ہے تو گویا یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اس شغل میں ہمیں نہ بھول جانا اول و آخر دونوں جگہ یاد دلایا گیا ہے۔

۲۷۴۔ مبتدی کو ذکر اور تلاوت کے وقت کیا تصور رکھنا چاہیے

اور واذکر اسم ربک میں اکثر مفسرین لفظ اسم کو زاید کہتے ہیں اور بعض زاید نہیں قرار دیتے اور اس اختلاف سے یہاں ایک عجیب مسئلہ مستفاد ہو گیا اور اختلاف امتی رحمۃ کا ظہور ہو گیا اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ زیادۃ اسم کا قول تو موافق حالت منتہی کے ہے اور عدم زیادۃ کا قول موافق حالت مبتدی کے ہے کیونکہ مبتدی کو خود مسمی اور مذکور کا تصور کم جمتا ہے اسکے لئے یہی کافی ہے کہ اسم ہی کا تصور ہو جائے برخلاف منتہی کے کہ اسکو ملاحظہ ذات بلا واسطہ سہل ہے اور حدیث ان تعبد اللہ کانک تراہ (یہ کہ تم اللہ تعالٰی کی عبادت اسطرح کرو گویا تم اسکو دیکھ رہے ہو) میں مشہور توجیہ پر منتہی کا طریق اور اسکی حالت کا بیان ہے اور عوام کے لئے حضور کا ایک سہل اور مفید طریق خدا کے فضل سے سمجھ میں آیا اور وہ یہ کہ آدمی یہ خیال کرے کہ گویا اللہ تعالٰی نے قرآن کی مثلاً فرمائش کی ہے اور اس فرمائش پر انکو سنا رہا ہوں، اس سے بہت

آسانی سے حضور میسر آجاتا ہے

۲۷۵۔ رجوع بجانب سرخی (دستور العمل برائے سالک الخ) اور غیر اللہ سے قطع تعلق کرنے کے معنی اور قبض کے فوائد

اسکے بعد ارشاد ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (اور سب سے منقطع ہوکر اسی کی جانب متوجہ ہو رہئے) ایک کہ تبتل کو صرف واذکر اسم کے متعلق کیا جائے تو اس صورت میں تبتل سے اشارہ ہوگا مراقبہ کی طرف یعنی ذکر کے ساتھ مراقبہ ہو اور ایک یہ کہ تبتل کو مستقل حکم کہا جائے۔ مطلب یہ ہوگا کہ علاوہ احکام مذکورہ کے یہ بھی حکم ہے کہ سب سے قطع تعلق کرو بایں معنی کہ سب کا تعلق اللہ تعالیٰ کے تعلق علمی و حبی سے مغلوب ہو جائے اور اثر اس مغلوبیت کا تعارض مقاصد کے وقت معلوم ہوتا ہے مثلاً ایک وقت میں دو کام متضاد پیش آئے ایک کام تو اللہ تعالیٰ کے تعلق کا ہے اور دوسرا غیر اللہ کے تعلق کا اور دونوں کا جمع ہونا ممکن نہ ہو تو ایسے وقت پر اللہ کے کام کو اختیار کرنا اور خلاف مرضی حق کو چھوڑ دینا پس یہی معنی ہیں قطع تعلق کے نہ یہ کہ کسی سے کوئی واسطہ ہی نہ رکھے

تعلق حجاب است و بے حاصلی　　　چو پیوندہا بگسلی واصلی

(تعلق حجاب ہے اور بے حاصلی ہے جب تم ان حجابات کو منقطع کردوگے تب واصل ہوسکوگے) البتہ اختلاط میں افراط کرنا مضر ہے۔ اسکے آگے فرماتے ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب کے رب ہیں ان کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے لہذا انھیں کو اپنا کارساز بنائو) مطلب یہ کہ اللہ پر توکل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سلوک کے لئے توکل کی بھی ضرورت ہے اور یہ انکا معمول ہونا چاہیئے۔ نکتہ اس توکل کی تعلیم میں یہ ہے کہ اعمالِ

ذکورہ بالا اختیار کرنے کے بعد حالات میں تغیر و تبدل قبض و بسط شروع ہونگے
اس میں ضرورت توکل کی ہوگی اسلئے فرماتے ہیں کہ آخر وہ مشرق و مغرب
کا رب ہے اسلئے اس نے جو حالت تم پر وارد کی ہے اس میں کوئی حکمت
ضرور ہوگی اور ثابت ہے کہ اکثر قبض میں تصفیہ و تزکیہ خوب ہوتا ہے
اسلئے تمکو تنگ دل نہ ہونا چاہیئے اور خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اور
مشرق و مغرب کا ذکر قبض و بسط کی حالت کے کس قدر مناسب ہے
مشرق تو حالتِ بسط کے مناسب ہے کہ اس میں ظہور ہوتا ہے واردات کا
اور مغرب مناسب ہے حالتِ قبض کے، پس مشرق و مغرب کا نمونہ
باطنِ انسان میں بھی پایا گیا۔ ولنعم ماقیل ؎

آسماں ہاست در ولایت جاں کارفرمائے آسمان جہاں

(جان اور روح کی سلطنت میں بہت سے آسمان ہیں جو آسمان دنیا کیطرح کام میں لگے ہوئے ہیں)

در رہ روح پست و بالا ہاست کوہ ہائے بلند و بالا ہاست

(اسی طرح روح کے راستے میں بھی پستی بھی ہے اور بلندی بھی حتیٰ کہ بہت بڑے بڑے بلند پہاڑ موجود ہیں)

اور جس طرح سے مغرب میں آفتاب مستور ہوتا ہے معدوم نہیں ہوتا
اسی طرح قلب میں کیفیات سلب نہیں ہوتیں بلکہ مستور ہو جاتی ہیں اور
پھر بسط میں گویا طلوع ہو جاتی ہیں۔ حاصل کل کا یہ ہوا کہ اہل سلوک کیلئے
یہاں چند ضروری معمول بیان کئے گئے ہیں۔ قیام لیل یعنی تہجد، تلاوت قرآن
تبلیغ دین۔ ذکر و تبتل۔ توکل۔ اور چونکہ تعلق خلق کی دو قسم ہیں
ایک موافقین کے ساتھ اسکا بیان اشارۃً ان لک فی النھار سبحا
طویلا (آپ کے لئے تو دن میں مختلف قسم کے مشاغل ہوتے ہیں) میں
ہوا ہے جس کا حاصل تبلیغ دین اور ارشاد و تربیت ہے چونکہ موافقین
سے تعلق محبت کا ہے اسکے حقوق بوجہ اسکے کہ وہ حالت طبعی ہے تقاضائے
حُب کی وجہ سے خود بخود ادا ہو جاتے ہیں اسلئے اس میں زیادہ اہتمام کی

ضرورت نہ ہوئی البتہ مخالفت کے معاملہ میں ممکن تھا کہ کچھ افراط و تفریط ہو جاتی اسلئے اسکا بیان اہتمام سے فرماتے ہیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا مطلب کہ مخالف کی ایذار پر صبر کیجئے اور اور ان سے علحدہ رہیئے اچھے طور پر کہیں ایسا نہ ہو کہ سختی سے ان کی آتش عناد اور بھڑک اٹھے اور زیادہ تکلیف پہونچائیں صبر جمیل سے مراد قطع تعلق ہے اس طرح پر کہ قلب میں تنگی نہ ہو۔ پھر جب صبر کی تعلیم دی گئی تو اسکی تسہیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی اپنے انتقام لینے کی خبر سناکر آپ کی تسلی بھی فرمائی جاتی ہے کہ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا یعنی مخالفین کے معاملہ کو ہم پر چھوڑ دیجئے ہم ان سے پورا بدلہ لے لینگے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اہل حق کے مخالفین سے پورا انتقام لیتے ہیں اسلئے بھی مناسب یہی ہے کہ صبر اختیار کیا جائے کیونکہ جب اپنے سے بالا دست بدلہ لینے والا موجود ہے تو کیوں فکر کیجائے۔ خدا تعالیٰ کی اس سنت کے مطابق مخالف کو آخرت اور دنیا دونوں میں رسوائی ہو جاتی ہے ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات   با دُردکشاں ہر کہ درافتا دبرافتاد

(میں نے اس عالم میں بارہا تجربہ کیا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ جو بھڑا ہے پٹکا گیا ہے)

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد   تا دلے صاحبدلے نامد بدرد

(اور کسی قوم کو خدا نے رسوا اور ذلیل نہیں کیا ہے جب تک اس نے کسی اللہ والے کا دل دکھایا نہیں)

۲۷۶۔ اہل تصوف کے لباس اختیار کرنے کی وجہ

اور يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (اور اے کمبل میں لپٹنے والے) میں دو لطیفے بھی معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس طرح آپؐ بوجہ غایت حزن والم اپنے اوپر چادر اوڑھے ہوئے تھے اسی طرح بعض اہل طریق کا معمول

ہوتا ہے کہ چادر ایسے طور پر لپیٹ لیتے ہیں کہ نظر منتشر نہ ہو اور اس سے قلب منتشر نہ ہو اور جمعیت کے ساتھ ذکر میں لگا رہے۔ دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ المزمل کے معنی عرف عام میں کمبل اوڑھنا بھی ہے تو یا ایہا المزمل میں اشارہ ہوگا لقب یا ایہا الصوفی کیطرف کیونکہ لفظ صوفی میں گو اختلاف ہے مگر ظاہری یہی معلوم ہوتا ہے کہ مراد موٹا کپڑا کمبل وغیرہ لیا جائے۔ پس صوفی اور المزمل متقارب المعنی ہوئے اور اہل تصوف نے یہ لباس اسلئے اختیار کیا تھا کہ جلدی پھٹے نہیں، جلدی میلا نہ ہو اور بار بار دھونا نہ پڑے۔ اور بعض اہل شفقت اس خاص وجہ سے بھی یہ شعار رکھتے تھے کہ مستور ہونے کی حالت میں بعض لوگ انکو ایذاء پہونچا کر مبتلائے وبال ہو جاتے تھے اس لئے انھوں نے ایک علامت مقرر کی جیسے آیت ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین (اور یہ اس کے زیادہ قریب ہے وہ پہچانی جا سکیں تاکہ کوئی ایذاء نہ دے۔) اسکی نظیر ہے۔ پس یہ حکمتیں تھیں اس لباس میں اور اب تو محض ریا اور سمعہ کی غرض سے پہنتے ہیں جو بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد　اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

(ہر صوفی کی بھی چاندی صاف اور بدون کھوٹ کے نہیں ہوا کرتی بہت سی گدڑی ایسی بھی ہوتی ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہوتی ہے)

اس لئے یہ اب قابل ترک ہوگیا ہے۔

۲۷۷۔ معاصی خواہ کبائر ہوں یا صغائر سب ہی سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ہر گناہ کبیرہ ہی ہے مع دلیل اور امثال

ہر گناہ گو وہ صغیرہ ہو اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظیم ہی ہے کیونکہ

حقیقت گناہ کی نافرمانی ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی اور ظاہر ہے نافرمانی گو کسی قسم کی ہو زیادہ ہی بری ہے اور گناہوں کے درجات میں جو چھوٹائی بڑائی کا تفاوت ہے وہ ایک امر اضافی ہے کہ ایک بہت بڑا گناہ ہے اور دوسرا اس سے چھوٹا ورنہ اصل حقیقت کے اعتبار سے سب گناہ بڑے ہی ہیں کسی کو ہلکا نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس چھوٹے بڑے ہونے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آسمانِ دنیا عرش سے تو چھوٹا ہے مگر درحقیقت کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ دوسری مثال ناپاکی اور پلیدی کی ہے۔ پلیدی چاہے تھوڑی ہو یا بہت مگر حقیقت تو دونوں کی پلیدی ہے۔ اور راز اس میں یہ ہے جتنی کسی کی عظمت اور احسان ہوتا ہے اتنی ہی اسکی نافرمانی کرنا بری بات ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور احسان کے برابر کسی کی عظمت ہے نہ کسی کا احسان تو اسکی نافرمانی سب سے زیادہ بری ہوگی پس وہ اپنی اس حقیقت اور مقتضیٰ کے اعتبار سے عظیم ہی ہوگی اور اسکا مقتضیٰ یہ تھا کہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا جاتا۔ مگر پھر جو اس پر جرأت کرتے ہو تو اس جرأت کے چند اسباب ہیں۔ بعضے گناہ کو تو صغیرہ سمجھکر ارتکاب کرلیا جاتا ہے حالانکہ اسی راز کی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ استخفاف گناہ کفر ہے گو چھوٹا ہی ہو۔ گناہ کی مثال تو آگ جیسی ہے کہ ایک چنگاری بھی مکان جلانے کے لئے کافی ہے اور بڑا انگارہ بھی۔ پس صغیرہ چنگاری ہے اور کبیرہ انگارہ۔ پس عمل کرنے کے لئے یہ پوچھنا کہ یہ صغیرہ ہے یا کبیرہ شبہ میں ڈالنا ہے کہ اگر کبیرہ ہوگا تو بچیں گے اور اگر صغیرہ ہوا تو خیر۔ ہم ایسے شخص سے اجازت لیتے ہیں کہ لاؤ تمھارے چھپر میں چھوٹی سی چنگاری رکھدیں اگر یہ ناگوار ہے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیسے گوارا ہے نہ چنگاری گو چھوٹی ہو مگر پھیلتے پھیلتے انگارہ ہی ہوجائیگا اسی طرح آدمی اول صغیرہ کرتا ہے اور وہ چھوٹتا نہیں اس اصرار سے

وہ صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور زیادہ مدت تک کرتے رہنے سے اس کو ہلکا سمجھنے لگ جاتا ہے اور وہ اس جہت سے کبیرہ ہو جاتا ہے

۲۷۸۔ توبہ کے بھروسے پر گناہ کرنا سخت غلطی ہے مع ایک مثال کے

بعض توبہ کے بھروسے پر گناہ کرتے ہیں اور یہ سخت غلطی ہے کیونکہ گناہ کی جب عادت ہو جاتی ہے تو پھر توبہ بھی مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ نئے گناہ سے جنکی ابھی لذت نہیں رچی توبہ کرنا آسان ہے اور عادت والے گناہ سے توبہ بہت مشکل ہے۔ علاوہ اسکے جب چھوٹے گناہوں سے اجتناب نہیں کیا جاتا ہے تو طبیعت بیباک ہو جاتی ہے اور دل کھل جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ کبیرہ بھی ہونے لگتے ہیں جیسے صاف کپڑے کو بارش میں کیچڑ وغیرہ سے بچایا جاتا ہے اور جب بہت چھینٹیں پڑ جاتی تو پھر دامن وغیرہ کو کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ کپڑا بالکل خراب ہو جاتا ہے ایسا ہی گناہ کا معاملہ ہے کہ جس گناہ کی طبیعت عادی ہو جاتی ہے وہ پرانا ہو جاتا ہے اور چھوٹتا نہیں۔ مثلاً زمینداروں کاشتکاروں وغیرہ میں یہ گناہ بمنزلہ عادت ہو گئے۔ غصب۔ ظلم۔ بیع باطل، جیسے آم اور بیر کی بیع متعارف۔ اور یتیموں اور نابالغوں کے مال میں تصرف دیکھ لیجئے یہ گناہ کس طرح سب بے کھٹکے کرتے ہیں اور خیال میں بھی نہیں لاتے البتہ شراب نہیں پئیں گے تو یہ تفاوت اسی عادت ہو جانے سے ہے کہ اصرار و استخفاف بلکہ استحسان کی نوبت آ جاتی ہے اسلئے توبہ مشکل ہو جاتی ہے اور اگر ہوتی بھی ہے تو زبانی جیسے کسی نے کہا ہے ؎

سبحہ در کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ ۔۔۔ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ہاتھ میں تسبیح لب پر توبہ بھی ہے لیکن قلب تو گناہ کے ذوق سے پُر ہے ہمارے استغفار کے اوپر معصیت کو بھی ہنسی آتی ہے

چنانچہ ان امور متذکرہ بالا سے توبہ تو کیسی اور اسلئے ان امور کے ترک کو

خلاف ریاست اور ذلت سمجھتے ہیں اور گناہ سے دل برا نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایمان کی نشانی یہ ہے واذا سرتك حسنتك وساء تك سیئتك (جب تمکو تمھاری نیکیاں اچھی معلوم ہوں اور گناہ بُرے معلوم ہوں (تو تم مؤمن ہو) غرض توبہ ان وجوہ سے مشکل ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے بھروسے گناہ کرنا نہایت حماقت ہے مگر بعض نادان پھر بھی دھوکے میں ہیں اور توبہ کے توقع پر گناہوں پر دلیری کرتے ہیں۔ اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ اسکے پاس مرہم ہے اور اسکے بھروسے وہ اپنی انگلیاں آگ میں جلا لیتا ہو۔ کیا یہ شخص پورا احمق نہیں ہوگا؟ کیا کسی عاقل نے کبھی ایسا کیا ہے؟ جب اس آگ پر دلیری نہیں کیجا سکتی تو دوزخ کی آگ تو اس آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہے۔ اور مرہم تو پھر بھی من کل الوجوہ اختیاری ہے۔ اور توبہ گو بظاہر اختیاری ہے مگر من کل الوجوہ اختیاری نہیں کیونکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے التوبۃ ندم جسکو یوں بھی تعبیر کیا ہے وھو تحرق الحشا علی الخطا و تالم القلب علی الاثم (توبہ اس کو کہتے ہیں کہ گناہ پر تمھاری آنتیں جلیں اور قلب کو رنج اور تکلیف ہو ———) پس توبہ اس سوزش اور جلن کو کہتے ہیں۔ یہ معلوم ہے کہ تالم مقولہ انفعال سے ہے اور وہ اختیار سے خارج ہے

۲۷۹۔ توبہ کے متعلق ایک شبہ اور اسکا جواب

البتہ اس پر ایک طالب علمانہ شبہ ہوتا ہے کہ جب توبہ امر اختیاری نہیں اور حسب الارشاد لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا (اللہ تعالےٰ نے کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ کا مکلف ہی نہیں فرمایا ہے) کے غیر اختیاری کی تکلیف دی نہیں گئی تو پھر توبوا (یعنی توبہ کرو ———) کا امر کیوں کیا گیا۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ (باقی آئندہ)



Regd. No.I 2/9/AD-111

Monthly

NOVEMBER 1984

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۲ء جلد ۲

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲۳ بخشی بازار

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان
الٰہ آباد

چندہ ششماہی تیرہ ۱۳ روپے

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپیہ

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپئے بیس پیسے — مدیر: عبدالمجید عفی عنہ

شمارہ ۱۲	ربیع الاول ۱۴۰۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۴ء	جلد ۷

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۴/۱۲ بخشی بازار الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲-۹۰-اے ڈی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہمارے لئے خیر رفیق رہی جسکی وجہ سے ہم سال رواں کا آخری شمارہ آپکی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ناظرین کرام سے مُرتبِ رسالہ کی درخواست ہے کہ اسکی صحت وعافیت اور خلوص کے لئے دعاء فرماویں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ادارہ کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ کہ آپ کیلئے بذریعہ مضامین رسالہ ہذا آئندہ بھی سامانِ فرحت وسکون فراہم رکھے اور جس طرح سے رسالہ نے ابتک آپکی قلبی باطنی اور روحانی خدمت کی ہے اسی طرح سے آئندہ بھی اپنے اسلاف ومشائخ کے طرز پر بالخصوص اپنے حضرت مصلح الامۃؒ نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی تعلیمات وافادات کی روشنی میں راہِ ہدایت کو طالبین راہ خدا اور سالکین طریقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واضح کرتا رہے۔ آمین۔

(سال آئندہ میں رسالہ کے مضامین کیا ہوں گے؟)

اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ رسالہ میں ایک عنوان تو تعلیمات مصلح الامۃؒ کا ہوتا ہے جس کے تحت حضرت مصلح الامۃؒ کے ملفوظات یا مضامین وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں یہ سلسلہ بدستور باقی رہے گا۔ دوسرا مکتوبات اصلاحی کا ہوتا ہے وہ بھی انشاء اللہ بدستور چلتا رہیگا تیسرا سلسلہ حالات مصلح الامتؒ کا ہوتا ہے جو مسلسل جاری ہے اسلئے وہ بھی باقی رہیگا چوتھا مضمون مکاتیب رشیدیہ ہے جو ابھی حال ہی میں شروع ہوا ہے وہ بھی بدستور جاری رہیگا۔ پانچواں سلسلہ تنویر السالکین ترجمہ تنبیہ الغافلین کا ہے وہ بھی الحمد للہ مسلسل جاری ہے جاری رہیگا۔ چھٹا مضمون وعظ حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ کا ایک سلسلہ کیل یوسفی حصہ دوم چل رہا تھا چنانچہ الحمد للہ وہ اس شمارہ پر ختم ہوگیا اور اب اسکی جگہ کتاب الدُّرُّ المنضود ترجمہ البحر المورود شایع کیجائیگی جسکے متعلق حضرت حکیم الامۃ علیہ الرحمۃ نے اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا ہے کہ ——— "میرے نزدیک اس رسالہ کا ہر صاحبِ طریق خصوصاً اپنے سلسلہ والے کے پاس ہونا اور وقتاً فوقتاً اسکا مطالعہ کرتے رہنا اور معمول کی وقت اسکے مضامین کا مستحضر رکھنا ضروری اور نہایت ضروری ہے۔ والسلام"۔

(ادارہ)

پردہ کے عنوان پر

(شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی امام مسجد نبوی کی تقریر)

(ماہ نومبر ۱۹۸۴ء کا رسالہ پریس جاچکا تھا کہ اسی درمیان میں راقم کو ایک خط مکہ مکرمہ سے موصول ہوا جس کے اندر شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی امام مسجد نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کے ایک خطبہ کا ترجمہ تھا جس میں انھوں نے عورتوں کو پردہ کی ترغیب اور بے پردگی سے ترہیب فرمائی تھی، اور مدیر رسالہ سے یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ رسالہ میں شایع کرکے امام مسجد مدینہ کے اس پیغام کو عام کیا جائے شاید کسی اللہ کے بندے کو اس سے نفع پہونچ جائے اور یہی مضمون اسکے لئے سبب ہدایت بنجائے عورتوں کی اصلاح بالخصوص پردے کے مسئلہ میں ہند کے علماء نے کچھ کم خدمات نہیں کی ہیں۔ ہمارے اکابر و اسلاف نے کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن یہ بات صحیح ہے کہ بعض طبیعتوں پر شخصیتوں کا بھی اثر پڑتا ہے۔ یعنی جب یہ معلوم ہوجائے کہ یہ نصیحت مدینہ شریف کے امام صاحب فرما رہے ہیں تو اسکا ایک خاص اثر ہوگا۔ اسلئے ہم اپنے بھائی محمد شاکر صاحب عثمانی، مکہ مکرمہ، کی ارسال کردہ امام مسجد مدینہ کی تقریر شکریہ کے ساتھ یہاں شایع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسکو مقبول فرمائیں اور خلق خدا کو اس سے عام نفع عطا فرمائیں۔ وہو ہٰذا۔)

حمد و صلوٰۃ کے بعد:۔

اسلام کے نیر تاباں سے ظلم و جہالت کی تاریکیاں کافور ہوئیں اور اندھیوں کے بادل چھٹے۔ قرآن کے عدل و انصاف سے باطل کے پرچم سرنگوں ہوئے، اسلامی شریعت و قوانین سے حقوق و محارم کی پاسداری ہوئی، مظلوموں اور بیکسوں کو عدل و انصاف کا پروانہ ملا، خصوصاً وہ عورت جو ظلم و جہالت کی دو پاٹوں میں پس رہی تھی اسلام نے

اسلام نے اسے ہلاکت و پستی کے دہانے سے نکال کر رفعت و بلندیوں سے آشنا کیا ارشاد خداوندی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل)

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دینگے اور آخرت میں اسکے اچھے کاموں کے عوض میں انکا اجر دیں گے۔

عورت اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند ہوکر ۱۳ سو سال تک نعمتوں کے گہوارے میں پلتی رہی، اسکی آنکھیں خیر و صلاح، پاکیزگی و طہارت اور عفت و عصمت کے آبگینوں سے جلا پاتی رہیں مسلمان عورت ایک زمانہ تک اصلاح و صلاح کا ذریعہ اور نئی نسلوں کی مربیہ بنتی رہی اگر ہم غیر اسلامی معاشرے میں بسنے والی عورتوں کا تقابلی جائزہ لیں تو دین و دنیا میں مسلمان عورتوں کی فضل و برتری عیاں و بیاں نظر آئیگی صنف نازک اپنی ان اوصاف و خصوصیات کے زیورسے آراستہ رہیں یہانتک مشرق و مغرب میں شیطان کے بگل بجنے لگے اور اسکے پیرؤں نے مسلمان عورت کو فریب کاریوں میں مبتلا کرنے کی ٹھان لی اور اسے اسکے اسلامی قلعہ سے باہر نکالکر برسر بازار رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اسے شمع محفل بنا کر بھیڑیئے نما انسانوں کے لئے لقمۂ تر بنایا اس مقصد کے لئے کتابیں تالیف ہوئیں، مقالات پر مقالات لکھے گئے اور مختلف ادارے قائم ہوئے انکا صرف ایک آوازہ تھا کہ " پردے کی بندشوں کو پاش پاش کردو، عورت کو اسکی چہار دیواری سے باہر لا کھڑا کرو، پھر اسے آزاد چھوڑ دو اسکی مرضی میں جو آئے کرے" خواہشات کے ان غلاموں کی مرضی پوری ہوتی گئی، انھوں نے دھیرے دھیرے مسلمان عورتوں کو ورغلانا شروع کیا، انھیں مکر و فریب کے خوبصورت جال میں پھانسا گیا، عورت نے پہلے تو اپنے لب و رخسار و زلف و کاکل کی نمائش کی، پھر اپنی کلائیوں اور بازوؤں کو منکشف کیا، پھر اپنی پنڈلیوں اور رانوں کو عریاں کیا، پھر اپنے سینہ کی دلکشی

کیطرف دعوت نظارہ دی، یہی نہیں بلکہ مردوں کے دوش بدوش چلی اور خلوت وجلوت ہر گام پر اختلاط کی گرم بازاری ہوئی، کرامت وشرافت کی قبائیں تار تار ہوئیں، یا خدایا! ـ ـ ـ ـ

پھر نہ پوچھیئے کہ اسلامی معاشرہ کن انارکیوں کا گہوارہ بنا، اسے کن کن آفتوں کا سامنا کرنا پڑا، فسق وفجور کا کیا دور دورہ ہوا، خاندانوں اور گھروں میں کہاں کہاں خرابیاں گھر کر گئیں اور اخلاقی قدریں انحراف وانارکی کے کس ڈگر پر چل پڑیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ انکو چکھادے تاکہ وہ باز آجائیں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ عریانی اور بے حیائی، بے پردگی اور بے غیرتی، اختلاط ویکجائی کی صدا بلند کرنے والوں کے پیچھے کیا روح کارفرما ہے وہ دراصل آزادی اور بے پردگی کے نام پر اپنے سفلی جذبات کی تسکین چاہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝ (النساء ۲۷)

اور اللہ تعالیٰ کو تمھارے حال پر توبہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ کہ شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑجاؤ۔

اگر ہم مسلمانوں کی اس افسوس ناک صورت حال اور انکے موجودہ ابتلاء وآزمائش سے ماقبل کے احوال اور بعد کی فتنہ سامانیاں اور آوارہ گردیاں جن کا وہ شکار ہوئے کا دینی ودنیاوی نفع ونقصان کی ترازو سے کریں تو دنیاوی خسارہ واضح نظر آئے گا میں یہاں صرف دینی نفع ونقصان کا نام نہیں لونگا کیونکہ دینی نقصان وگھاٹا تو اظہر من الشمس ہے۔ یہ زبردست نقصان ہے جو مسلمانوں کے سروں پر آفت بنکر گرا۔ یہی نہیں بلکہ بے پردگی اور بے حیائی کی ماری سولہ سنگار سے لدی اور اختلاط کی

نکار عورت زنا جیسے جرائم کا سبب بنتی ہے اور زنا اور سود کاری وہ امرض ہیں کہ جب کسی شہر و بستی میں انکا دور دورہ ہوجاتا ہے تو پھر عذاب خداوندی میں وہ گھر جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے :۔

ولا فشی الزنا فی قوم قط الاکثر فیھم الموت (ترمذی باب الفتن) — جب بھی کسی قوم میں زنا کا دور دورہ ہوا تو اس میں موت کی زیادتی ہوگئی ۔

مسلمانو! یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کو اپنے گھر کی زینت بنکر رہنا چاہیئے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَ قَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی (الاحزاب۳۳) — تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور زمانۂ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو

اسی میں عورت کی حفاظت ہے، اسی میں فتنوں سے امن وامان ہے۔ اسی میں شیطانی دسیسہ کاریوں سے نجات ہے۔ عورت اگر اپنے گھر کی زینت بنکر رہے تو وہ اپنے معبود سے قریب تر ہے جیسا کہ امام طبرانیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ، وَاِنَّھَا اِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَیْتِھَا اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ[1] وَاِنَّھَا اَقْرَبُ اِلَی اللّٰہِ مِنْھَا فِیْ قَعْرِ بَیْتِھَا ۔ — عورت کی ذات قابل ستر و پوشیدگی ہے اور جب وہ اپنے گھر سے نکل پڑتی ہے تو شیطان فخر محسوس کرتا، وہ خدا سے قریب اسوقت ہوتی ہے جب اپنے گھر کے قلعہ میں محفوظ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اسکی نماز کو جو وہ گھر میں ادا کرتی ہے مسجد میں ادا کرنے سے افضل کہا گیا ہے جیسا کہ ابو داؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لا تمنعوا نساء کم المساجد — اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے مت روکو

وبیوتھن خیر لھن — اور انکے لئے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لینا بہتر ہے

---

[1] یعنی شیطان اسپر نظر رکھتا ہے (اور موقع کا منتظر رہتا ہے)

عورت جس وقت بن سنور کر نکلتی تو وہ مردوں کے لئے فتنوں اور آفتوں کا سامان کرتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء	میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا

نیز ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:۔

لو علم رسول اللہ ما احدث النساء بعدہ لمنعھن من المسجد	اگر رسول اللہ کو علم ہو جاتا کہ آپ کے بعد عورتوں نے کیا کچھ کیا تو انھیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے۔

نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ عورت کے لئے سب سے بہتر شے کیا ہے تو آپ نے فرمایا:۔

ان لا تری الرجال ولا یروھا	وہ نہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد انھیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حسب ذیل آداب سکھائے، فرمایا:۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ	اور مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں
أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ	زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (موقع زینت) میں سے
مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى	(غالباً) کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے)۔ اور اپنے
جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ	دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھا کریں۔ اور اپنی زینت کے (مواقع
إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ	مذکورہ) کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے
أَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ	(محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر
أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ	یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی و علاتی یا اخیافی) بھائیوں
أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ	پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی و علاتی و اخیافی) بہنوں کے
أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ	بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ	طفیل کی طرح رہتے ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو
التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ	یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کی پردوں کی باتوں

مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (النور ۳۱)

سے ناواقف ہوں (مراد غیر مُراہق ہیں)۔

یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا اور چہرے کا پردہ بھی شامل کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتوں کا اللہ بھلا کرے جب مندرجہ بالا آیت کا نزول ہوا اور ان تک پہونچی تو انھوں نے اپنی چادروں کے دو ٹکڑے کئے اور دوپٹہ بنالیا اور رسول اللہ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہونے لگیں گویا سیاہ لبادہ ہو۔

حضرات! اسلام نام ہے ایسے منصب کا جو طہارت و پاکیزگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ جو ضمائر و قلوب سے شرک کی آلائشوں کو پاک کرتا ہے، جو بُرے اور گندے خیالا و تصورات کا قلع قمع کرتا ہے۔ جو معاشرے سے غلط اطوار و عادات کی بیخ کنی کرتا ہے، جو پوری دنیا سے شر و فساد اور ظلم کا خاتمہ چاہتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات نہ تو بیڑیوں کا نام ہے نہ ہی ناقابل برداشت ذمہ داریوں کا جو نفس کے لئے بار گراں بن جائیں نہ وہ ایسی بندشوں اور پابندیوں کا نام ہے جو عروج و اقبال کا راستہ روکیں۔ وہ وہ نظافت و پاکیزگی، ترقی و اقبال مندی اور صلاح و تقویٰ کا نام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (المائدہ ۶)

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھیں اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرما دیں تاکہ تم شکر ادا کرو۔

اگر آپ ان پاکباز اور پاک طینت خواتین سے جو واقعی اسلام سے وابستہ ہیں اور کافر عورتوں کا تقابلی مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ مسلم خواتین دوسری عورتوں سے مقابلہ میں بدرجہا بہتر و غنیمت ہیں، خصوصیت سے ہمارا اپنا ملک سعودی عرب ان سب پر فائق ہے جہاں شاذ ونادر ہی بعض ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ پردے کی سختی سے پابندی . . . . . .

اور غیر محرم مرد و زن کے عدم اختلاط سے اس طرح کے واقعات کی حیثیت نادر مثال کی سی ہے۔

اسلام مسلم عورت کیلئے ضروری سمجھتا ہے کہ وہ علوم شرعیہ سے واقف ہوں تاکہ معرفت و قربت خداوندی کا ذریعہ بنیں۔ نیز اس نے ہر طرح کے ہنر، پیشہ اور دست کاریوں کا سیکھنا مباح قرار دیا جن سے وہ اپنے گھر کی خدمت کرسکتی ہوں یا جنکی ضرورت معاشرہ کو پڑسکتی ہو بشرطیکہ یہ چیزیں بے پردگی اور اخلاقی انارکی کا راستہ نہ دکھائیں، اختلاط کے دروازے نہ کھولیں اور اجنبی مردوں سے خلا ملا نہ ہونے پائے کیونکہ یہ مُسلّم قاعدۂ کلیہ ہے کہ "حصول مصالح سے پہلے برائیوں کا قلع قمع ہو جائے" ۔ پھر ایک مسلمان شخص اس بات کا پابند ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اپنی دنیا کو نظر انداز کردے یا اسے بھینٹ چڑھا دے لیکن اپنے دین کو دنیا کمانے کے قربان نہ کرے اگر مسلمانوں نے دین بیچ کر دنیاوی عزّو شرف حاصل کر لیا تو دنیا و آخرت دونوں ہاتھ سے گئی لیکن اگر دین کی حفاظت کرلی تو دنیا و آخرت دونوں کی حفاظت ہوگئی کیونکہ آخرت (دین) کی مثال پرند کی سی ہے اور دنیا کی سائے کی سی، جس طرح کوئی پرند کو پکڑنا چاہے اور بجائے پرند کے سائے کو پکڑنے لگے تو نہ پرند ہاتھ آئے گا اور نہ سایہ۔ اسی طرح دین کو اختیار کرلینے سے انشاءاللہ دنیا سے کلی محرومی نہ ہوگی قرآن و حدیث ایسی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں) لہٰذا اسلامی معاشرے کو اس حقیقت کی طرف دھیان دینا چاہیئے اور زندگی کے چھوٹے بڑے تمام معاملات میں اسلامی احکام کی پابندی کرنی چاہیئے خصوصًا عورت کے مسئلہ پر جو بڑا ہی اہم اور نازک مسئلہ ہے اسی طرح سے عورت کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف بھرپور دھیان دینے کی ضرورت ہے جسے اپنی گھریلو اور خاندانی زندگی میں برت سکے اور صحبت یاراں کی پُرفریب لغزشوں سے اپنے کو دور رکھکر بے پردگی کے وحشت ناک گڑھے میں گرنے سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور ۳۱)

اور مسلمانو! (تم سے ان میں جو کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

کسی بھی مسلمان کے لیے اسکے دین و مذہب کے بعد عزت و ناموس سے بڑھکر کوئی قیمتی متاع نہیں ہوسکتی اسکی عزت جان و مال ہر چیز پر مقدم ہے یہی وجہ ہے کہ فساق و فجار کو عزت و ناموس کی خاطر جان دینے والے عفیف و پاکباز مسلمانوں کی روش ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (المائدہ ۵۹)

آپ کہیئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کونسی بات معیوب پاتے ہو بجز اسکے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس پر جو پہلے بھیجی جاچکی ہے باوجود اسکے کہ تم میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں

نیز قوم لوط کے بارے میں فرمایا:۔ اخرجوا آل لوط من قریتکم انھم اناس یتطھرون ○ (لوط کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکالدو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک و صاف بنتے ہیں)۔

اے مسلمان بہنو! برائیوں کی صدائیں بلند کرنے والوں اور والیوں کی ملمع سازیوں سے اپنی آنکھیں خیرہ نہ ہونے دو، بے پردگی اور بیحیائی کو دلکش اور دلربا انداز میں پیش کرنیوالوں (کی باتوں) پر کان نہ دھرو ـــــ خدا کا شکر ہے کہ ہم مسلمانوں کو اسکی قطعی ضرورت نہیں کہ کوئی دوسرا ہمیں عورتوں کے حقوق کے سبق پڑھائے۔ اسلام نے ہر طرح کے حقوق واضح انداز میں بتلادیئے ہیں۔

اے مسلمان بھائیو! تمہارے کاندھوں پر عورتوں کی عظیم ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں لہٰذا تم انھیں لغزشوں اور فتنوں سے دور رکھو، تم بیحیائی اور بیغیرتی کیخلاف اعلان جنگ کرو، تم اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں کو خدا کی نافرمانی سے بچاؤ، انھیں قرآنی تعلیمات اور سنت رسولؐ کے راستوں پر گامزن کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو بھی انکے برابر اجر ملیگا اور انکے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی، اگر تم نے اسمیں کوتاہی برتی، تساہلی سے کام لیکر انکو نافرمانیوں کے گرداب میں چھوڑ دیا تو تم سے قیامت میں بازپرس ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم سب کے سب نگہبان ہو اور سب ہی اپنی رعیت کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

(مکتوب نمبر ۲۸۷)

حال :- معروض خدمت اقدس ایکہ حضرت والا کی توجہ و دعار کی برکت سے تلاوت قرآن پاک وتسبیح کی توفیق ہوجاتی ہے الحمدللہ یکسوئی اور دلجمعی بھی کچھ ہوجاتی ہے۔ خصوصًا اللہ تعالےٰ سے دعار کرنے سے کافی اطمینان اور سکون ملتا ہے۔
تحقیق :- الحمدللہ۔ بارک اللہ
حال : حضرت والا کے سمجھانے بجھانے سے کچھ سمجھ بڑھ رہی ہے۔ فکر بھی رکھتا ہوں کہ سوچ سمجھکر کام کروں
تحقیق :- الحمدللہ۔ سوچ اور فکر انھیں دو چیزوں سے کام بنتا ہے۔
حال :- حضرت والا دعار فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ فہم عطا فرمادیں اور دین و دنیا دونوں کے کام کو کرنے کا سلیقہ عطا فرمادیں۔ تحقیق : آمین۔
حال :- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذرا بھی سمجھ اور سلیقہ نہیں تھا حضرت کی تربیت ہی سے کچھ سدھ بدھ ہوئی اور آئندہ بھی اسی سے توقع ہے تحقیق بیشک
حال :- حضرت والا کی تحقیقات علیہ سے بھی الحمدللہ دل مسرور رہتا ہے اور برابر یہ جذبہ اور کوشش رہتی ہے کہ دل و دماغ میں بیٹھالوں۔
حال : یہی بیٹھانا نافع ہے۔
حال : اسکی جتنی بھی قدر کروں کم ہے کہ انشاء اللہ حضرت والا کی توجہ خاص سے کچھ علم سے مناسبت ہوجائے گی اور انشاء اللہ کورا نہ رہوں گا۔
تحقیق : اللہ تعالےٰ ایسا ہی کرے۔
حال : حضرت والا کے ہرطرح کے احسانات عظیمہ وکثیرہ کا شکر کیا ادا کرسکتا ہوں دل حضرت والا کی شفقت ومحبت کو جانتا ہے۔ تحقیق : الحمدللہ
حال : اللہ تعالیٰ حضرت کے علوم سے بہرہ ور فرمائیں اور اس ناکارہ کو اسکی نالائقی اور بے سمجھی کی وجہ سے کورا اور محروم نہ رکھیں۔ حضرت والا یہ مختصر عرض

ہے زیادہ کیا لکھوں۔ دعا کا طالب ہوں اللہ تعالیٰ مخلصین میں سے بنا دیں تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۳۸)

حال: یہ عریضہ جس ضرورت کے ماتحت روانہ ہے وہ یہ ہے کہ میں نے دو سال سے اپنا یہ اصول بنا لیا ہے کہ ہر سال یکم شوال سے کسی کار خیر میں اضافہ ہونا چاہئے چنانچہ یکم شوال ۱۴۰۳ھ سے پہلے کی قضا نمازیں پڑھ رہا ہوں اب بظاہر امید یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے کی کل قضا نمازیں پوری ہو چکی ہوں گی اور اب کوئی نماز میرے ذمہ واجب الاداء ہوگی۔ تحقیق: الحمد للہ علیٰ احسانہ

حال: اس لئے اس سلسلہ کو ختم کرنا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ختم کرنے کے بعد کیا کام شروع کروں؟

تحقیق: ضرور۔ اب تو شاید قضا روزے اور شاید کفارہ وغیرہ آپ کے ذمہ نہ ہوں۔ اسکے بعد حقوق العباد تو آپ کے ذمہ نہ ہوں گے؟

حال: میں اپنے معاملات میں جناب کی رہنمائی اور دعاؤں کا بہت زیادہ محتاج ہوں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ حسن عقیدت اور حسن سلوک سے آخرت کی ذلت و رسوائی سے انشاء اللہ تعالیٰ نجات حاصل ہو جائیگی اگرچہ اپنے عمل زیادہ اچھے نہ ہوں، یہ صرف میرا عقیدہ ہی نہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت بھی ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: افسوس اس امر کا ہے کہ عام مسلمانوں کا رجحان اس طرف نہیں ہے۔

تحقیق: جی ہاں۔

حال: دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ فلاح دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

تحقیق: دل سے دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۳۸۹)

حال: عین انتظار ہی میں آج آنجناب کا والا نامہ موصول ہوا، بہت مسرت ہوئی چوما چاٹا آنکھوں سے لگایا، اسکو بار بار پڑھ رہا ہوں ہر مرتبہ پڑھنے ایک نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔ نہ معلوم کیوں آنکھیں پرنم ہوتی جاتی ہیں، اکثر آپ کی یاد ستاتی رہتی ہے۔ تحقیق: یہ محبت ہے

حال: حضرت والا مجھے اس وقت وہ دولت میسر ہے کہ اگر دنیا کی بیش قیمت سے بیش قیمت شے مل جاتی تو اسکے سامنے ہیچ ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: یہ سب آپکی کرم فرمائی ہے۔ تحقیق: اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

حال: آپ کی توجہ سے میں بہت آگے بڑھ گیا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: بشرطیکہ اس پر قائم رہوں۔ تحقیق: اصل بات یہی ہے۔

حال: اکثر ہا روتا رہتا ہوں، ایک روز تہجد کے وقت ذہن عبدیت و معبودیت کی طرف منتقل ہوگیا ایک بجے سے صبح کی نماز تک روتا رہا یہ سب آنحضور کا پرتو اور عکس ہے۔ تحقیق: اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

حال: ورنہ میں اور میری بساط کیا چہ پدی چہ پدی کا شوربہ تحقیق: بیشک یہی بات ہے

حال: دنیا کے کاموں میں زیادہ انہماک ترک کرکے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے۔ تحقیق: خوب کیا۔

حال: بڑے مزے سے کٹ رہی ہے سکون و اطمینان میسر ہے، الہ آباد سے واپسی پر جو لوگ ملنے کیلئے آئے وہ کہنے لگے کہ تمھاری صحت بہت اچھی ہے تمھارا چہرہ چمک رہا ہے، تم بالکل بدل گئے ہو۔ عام لوگوں سے میں نے یہ کہدیا کہ ہاں وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے اور احباب سے یہ کہا کہ یہ حضرت مولانا دامت برکاتہم کی صحبت کا فیض ہے۔ تحقیق: خوب

حال: محبت اختیاری شے ہے کہ غیر اختیاری اسکے ازدیاد کی کیا صورت ہے

مطلع فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ سے استقامت کے لئے دعاء فرما دیں۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں۔
حال: ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں کچھ پڑھ رہا ہوں اور ایک بڑھا انسان میرے گرد لوٹ پوٹ رہا ہے۔ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں مجھکو پا کے خدا کے فضل اور آپکی توجہ سے مجھکو پا نہیں رہا ہے۔ اسکے بعد آنکھ کھل گئی سب مجھے یہی فکر دامن گیر ہے کہ کہیں شیطان تو نہیں ہے۔ تحقیق: یہی ہے
حال: جناب عالی! ایک واقعہ گوش گزار ہے جو اپنے ہی موضع اور پڑوس کا ہے۔ میرے مکان کے سامنے ہی ایک نوجوان صاحب رہتے ہیں جو اپنی ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں فسق و فجور انکا پیشہ ہے میں انکو اکثر ہا منع کرتا رہا مگر انھوں نے اس سے کوئی اثر نہ لیا بلکہ انکی سرکشی بڑھتی ہی رہی حتیٰ کہ وہ اور انکے گھر والوں نے ہمارے ہی خلاف محاذ بنانا شروع کر دیا حالانکہ ہمارا جرم سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اور کچھ بھی نہ تھا ان صاحب کی سرکشی یہاں تک پہونچ گئی کہ عالموں کے خلاف گفتگو کرنا انکا شیوہ ہوگیا میں نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ ان کو سمجھا دیجئے کہ مجھے برا بھلا کہیں میں دراصل برا ہوں لیکن علماء کے خلاف زبان درازی بند کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز ناگوار گذرے گی۔ جون کے مہینے میں ایک برات آنے والی تھی صاحب خانہ نے مجھ سے کہا کہ فلاں کام آپکے ذمہ ہے۔ میں نے معذرت چاہی کہ آپ کی تقریب میں باجے کا انتظام ہے اسلئے میری شرکت ناممکن ہے اس پر وہ نوجوان صاحب آمادۂ فساد ہوگئے حالانکہ ان سے اس تقریب سے کوئی تعلق نہیں تھا اور کہنے لگے کہ باجا بجے گا۔ میں نے نہایت صبر و استقلال سے کام لیا اور معاملہ کو اللہ رب العزت کے حوالہ کر دیا۔ میں جونہی الہ آباد سے ...... آیا سبھی لوگ ہندو، مسلمان مرد، عورتیں سب کہنے لگے کہ مولوی صاحب فلاں صاحب جو آپ کو ہر وقت برا بھلا کہا کرتے تھے ان کے گھر ایسا واقعہ ہوگیا۔ اور وہ لوگ بہت رسوا ہوئے

اور کہیں منہ دکھلانے کے قابل نہیں ہیں۔
وہ لوگ یہ سمجھے کہ میں اس سے خوش ہوگیا حالانکہ مجھے اس واقعہ سے انتہائی صدمہ پہونچا۔ زبان زد خاص و عام یہ واقعہ ہے کہ فلاں نے مولوی صاحب کو ستایا اور انھوں نے صبر کیا جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بدلا ملا۔ میں لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ پردہ پوشی کیجئے۔

(مکتوب نمبر ۳۹۰)

حال: جوابی کارڈ والا شفقت نامہ ملے تو ایک عرصہ ہو رہا ہے لیکن اسمیں تفصیلی والا نامہ کی اطلاع ہے اس سے ابتک محروم ہوں۔ خدانخواستہ کہیں تلف نہ ہوا ہو، ڈاک میں کبھی کبھی گڑبڑ ہو جاتی ہے یقیناً اسمیں ضروری و قیمتی ارشادات بھی رہے ہونگے؟
لڑکی سلمہا کی حرارت ابھی پائی جاتی ہے۔ کل ڈاکٹر صاحب نے پھر خون کے امتحان کے لئے فرمایا ہے لیکن بحمد اللہ کوئی تشویش کی بات اب نہیں بتلاتے دعار کی درخواست بدستور ہے۔
میں بھی ذرا لوٹ پوٹ ہوگیا تھا آج بفضلہ تعالیٰ طبیعت بہتر ہے۔
یہ ہمارے تھانوی امی بزرگ حضرت حاجی عبدالغفور صاحب اپنی "اُمیت نامہ" کے باوصف ہمارے حضرت علیہ الرحمہ کی مستقل کرامت ہیں۔ آپکی خدمت میں بھی لپک کر حاضری دے آئے۔ اور بہت خوش تھے۔ رات واپس تشریف لے گئے۔
تحقیق: اصل میں بیمار ہوگیا تھا اسی حال میں آپ کا وہ پہلا خط ملا تھا۔ اچھا تو جلدی ہوگیا مگر ضعف کا سلسلہ چلتا رہا۔ برابر خیال کرتا رہا کہ وہ مضمون روانہ کردوں مگر قدرت نہ ہوسکی خیال تھا کہ آپ کو سخت انتظار ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ جلد حاضر کردونگا۔ اب کام کرنے لگا ہوں خطوط کا انتظام تو ضرور ہی رہتا ہے۔ اسباق بھی

شروع کر دیئے۔ وہ مضمون نہایت مدلل اکابر کا ارشاد ہے اسلئے جی چاہا کہ پیش کروں شاید آپ کو نفع ہو اور مزید اطمینان ہو۔

لڑکی سلمہا کیطرف سے اطمینان ہوا۔ دعا رصحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپکو بھی صحت کے ساتھ رکھے۔

حاجی صاحب کا تذکرہ فرماکر آپ نے مجھے خوش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپکو اور انکو دونوں کو خوش رکھے۔ ع۔ اسے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی (اسے شخص تیرا زمانہ بھی خوش گذرے کہ تو نے مجھے خوش کر دیا۔)

(مکتوب نمبر ۳۹۱)

حال: گذشتہ پنجشنبہ کو میری چھوٹی نوجوان لڑکی کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری لڑکی کے انتقال کے سلسلہ میں ایک خلجان پیدا ہو گیا ہے اسی وجہ سے یہ عریضہ تحریر کر رہا ہوں لڑکی عرصہ سے کچھ نہ کچھ بیمار چلی آرہی تھی، اس سلسلہ میں دواؤں کے ساتھ دعائیں بھی بہت کی گئیں تعویذیں طشتری پر لکھنے کی دعائیں، اوقات اجابت اور تہجد وغیرہ ہر وقت دعار میں گذرتا تھا، چلتے پھرتے ہر وقت دعار کیا کرتا تھا بزرگان دین کی معمول ماثور مجرب دعائیں جہاں تک علم میں آسکیں شاید ہی کوئی بچی ہوں۔ انتقال کے بعد دعار کی افادیت مشتبہ نظر آنے لگی اور دل کہنے لگا "جف القلم بما ہو کائن" (قلم ہونے والی باتوں کو لکھکر خشک ہو چکا ہے۔ (یعنی اب تو جو لکھا جا چکا ہے ہو کر رہیگا)

دل کے سامنے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون پیش کرتا ہوں کہ اجابت کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں مگر تھوڑی سی تسکین کے بعد پھر وہی خلجان موجود ظن غالب ہے کہ حضرت والا کے کچھ فرما دینے سے اطمینان ہو جائیگا۔ تحقیق: لڑکی کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور آپکو اجر و صبر عطا فرمائے۔ جو خلجان آپنے تحریر فرمایا ہے یہ ایک وسوسہ ہے صلحاء کو شیطان ہمیشہ اسی طرح پریشان کیا کرتا ہے۔ اس طرف قطعاً التفات نہ فرمائیے جاتا رہیگا۔ بقیہ ارکین خاندان کی صحت و عافیت کے لئے دعار کرتا ہوں۔

باقی حضرت نے جو یہ دریافت فرمایا ہے کہ مجھ سے طریق کا بھی کچھ نفع لوگوں کو پہونچے گا یا نہیں اسکے متعلق عرض کرتا ہوں کہ آئندہ حضرت کے فیوض و برکات کا سلسلہ کتنا وسیع ہوگا یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہم تو ان دو چار سالوں میں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے ایسے لوگوں کو ہدایت ہوئی ہے جنکو دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہی الہ آباد میں دیکھ رہا ہوں، یہی علی گڑھ کے بارے میں سنا اور یہی بمبئی میں دیکھا مجھے علی گڑھ کا حال پہلے کا بھی معلوم ہے، اور حضرت والا کے تشریف لیجانے کے بعد سے انگریزی دانوں اور ان لوگوں میں جنھیں آزاد خیال سمجھا جاتا تھا دین کی جانب بہت زیادہ نمایاں میلان پیدا ہوگیا۔ بمبئی خود میرا آنا جانا برابر ہوتا ہے میں جانتا ہوں کہ بعض میرے احباب جو بہت زیادہ آزاد تھے انکو نماز باجماعت اور تلاوت کا شوق پیدا ہوگیا اور الہ آباد تو میرا وطن ہی ہے میں یہاں کی فضا سے اور یہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں لوگوں کی طبیعتوں کا پہلا رنگ بھی میرے سامنے ہے اور حضرت کی تشریف آوری کے بعد سے جو رنگ بدلا ہے وہ بھی میرے سامنے ہے۔ چنانچہ میں تو حضرت کے فیض کو روزافزوں ہی دیکھ رہا ہوں اور یہ دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کو حضرت کے باطن کا اور روحانیت کا فیض پہونچ رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

ان دونوں حضرات (یعنی محمد میاں صاحب فاروقی اور شاہ عبید اللہ صاحب محب اللہی) کا بیان پیش کرنے سے مقصود یہ تھا کہ حضرت والا نے اپنے قیام الہ آباد کو جو تجویز فرمایا تھا حضرت کس قدر مصیب تھے کہ یہاں کے خواص بھی محسوس کر رہے تھے کہ اب الہ آباد کسی چشتی صابری شیخ سے خالی ہے اور عام لوگوں میں طریق کی پیاس موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اسی لئے حضرت والا کے قلب میں ڈالا کہ الہ آباد قیام فرمائیں۔ چنانچہ الحمد للہ صرف حضرت اقدس کے

تشریف لے آنے کے بعد یہ جگہ دین و شریعت اور سلوک و تصوف کا ایک مرکز بن گئی اور خود اہل الٰہ آباد کو حضرتؒ سے بہت نفع ہوا۔

(بعض خواص اہل الٰہ آباد کے حالات)

ان تمام حضرات کا ذکر کرنا جنکو حضرت اقدس سے فیض پہونچا بہت مشکل ہے اور شاید حالات مصلح الامت کے طالب کے لئے تطویل کا باعث بھی ہو اس لئے بطور نمونہ میں پہلے چند علماء پھر اہل علم و دانش اور پھر چند ارباب محبت اور خدام کا ذکر کرتا ہوں

(۱) مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہریؒ : جہاں تک میرا خیال ہے الٰہ آباد کے علماء میں حضرت اقدسؒ سے استفادہ و قرب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ مرتبہ پر جناب والد ماجد مولانا سراج الحق صاحب ہی کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ درس نظامیہ کے فارغ التحصیل عالم تو نہ تھے بلکہ الٰہ آباد ہی کے کامل و فاضل وغیرہ فارسی میں اور پرائیویٹ ایف۔ اے کا امتحان انگریزی میں پاس کیا تھا لیکن حضرت مولانا تھانویؒ سے تعلق کے بعد سے حضرت کی کتابوں کے مطالعہ کا نیز حدیث و تفسیر کی کتابوں کا بھی دیکھنے کا شوق ہوا، استعداد علمی ماشاء اللہ جید تھی چنانچہ جلالین شریف، بیضاوی شریف، تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی وغیرہ تفسیر میں اور فتح الباری، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف مرقات وغیرہ حدیث میں اور ہدایہ فقہ میں بلا تکلف سمجھ لیتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ اردو ہی میں کر لینے والا فی الحقیقت عالم ہو جاتا ہے پھر والد صاحب تو عربی داں بھی تھے اور اُس زمانہ کے عالم و فاضل پاس تھے جبکہ نقل فارسی کا رواج نہیں تھا اسی لیاقت کی وجہ سے گورنمنٹ کالج الٰہ آباد میں فارسی عربی کے مدرس ہو گئے تھے یہاں حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادیؒ کے فیض صحبت سے دین اور تصوف کا

رنگ اور زیادہ ہوگیا۔

حضرت الہ آبادیؒ کے بعد ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ سے تعلق پیدا ہوا۔ حضرت تو اہل علم کے قدر داں تھے ہی اہل الہ آباد میں سے والد صاحبؒ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اپنی نظر توجہ فرماتے رہے۔ حضرت کے مضامین مجلس جیسے کچھ دقیق ہوتے تھے جاننے والوں پر مخفی نہیں والد صاحبؒ کو ان مضامین پر وجد آجاتا تھا اور بہت داد دیتے تھے جس سے حضرتؒ کو بہت مسرت ہوتی تھی۔ علم ادب اچھا تھا اسلئے حضرت والا کسی عربی یا فارسی کتاب کے بعض حصے کا ترجمہ کرنے کا بھی حکم فرماتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مولوی صاحب! مبین اور قمرالزماں کو بھی کوئی کتاب ادب کی پڑھا دیجئے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ والد صاحبؒ کو تصنیف وتالیف کا بھی شوق تھا لیکن ذہن بچپن ہی سے چونکہ اہل تشیع کی تردید کا خوگر تھا اسلئے اسی قسم کی کتابیں لکھیں مثلاً تحفۂ کربلا۔ سیرت زین العابدین۔ اہلبیت واہلسنت۔ وفات سرور کائنات۔ اور اصلاح مسلمین کے لئے فلاح وترقی کے اصول نیز مسائل حاضرہ میں خلافت وملوکیت کی حقیقت تصنیف کیں اور مسلمانوں کو سنت سے قریب کرنے کے لئے معمولات نبوی لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور مناجات مقبول کریمی میں جو اضافات ہیں وہ بھی جناب والد صاحب کے ذہن کی پیداوار ہیں ان اضافات نے اسکو بہت زیادہ مقبول بنا دیا ہے چنانچہ مناجات مقبول کریمی کے علاوہ وہ کہیں اور ملتے بھی نہیں۔

جو حضرات مجلس حضرت والا میں شریک ہوتے تھے وہ جانتے ہیں کہ حضرت والا مولانا موصوف کو اپنے قریب ہی بلا کر بٹھاتے تھے اور کبھی کبھی ساری مجلس آپ ہی سے مخاطب ہوتے۔ والد صاحب مرحوم حضرت والاؒ کے الہ آباد تشریف لانے کے قبل کسی کسی مسجد میں قرآن شریف کا ترجمہ سنایا کرتے تھے لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہر شخص کو ہر ایک سے مناسبت نہیں ہوتی اس لیئے انکی سب باتیں پسند نہیں ہوتیں چنانچہ بعض حضرات والد صاحبؒ سے خوش تھے

ادھر جب حضرت تشریف لائے اور وہ سب حضرات بھی حضرت کی مجلس میں آئے تو دیکھا کہ مولوی سراج صاحب کا یہاں بھی خاص مقام ہے لیکن حضرت کے طرز و طریقے سے ناواقفیت کی بنا پر جب ایک روز یہ منظر دیکھا کہ حضرت والا بہت خفا ہیں اور مولوی سراج صاحبؒ کے سر کے اوپر اپنا ہاتھ مار رہے ہیں تو مجلس سے باہر آنے کے بعد اس قسم کے لوگوں نے باہم کہا کہ دیکھو ہم لوگ مولوی سراج صاحب کو جیسا سمجھتے تھے حضرت نے بھی آج اپنے عمل سے اسکی تائید فرمادی دیکھو نا آج کتنا پٹے ہیں (اگر ان میں خرابی نہ ہوتی تو انکی یہ پٹائی کیوں ہوتی)۔

خدا جانے انکی یہ بات حضرت والا کے کانوں تک کیسے پہونچ گئی، فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ان جاہلوں کے سامنے تو کچھ بات کرنا مشکل ہے دیکھو تو میں لوگوں کی عام بدحالی پر خفا ہو رہا تھا اور مولوی سراج صاحب سامنے بیٹھے ہوئے تھے اس سے انھیں کو مخاطب کرکے کچھ کہہ رہا تھا اور اس شخص نے اس سے کیا نتیجہ نکالا۔ خیر وہ دن تو گذر گیا اب دیکھئے حضرت والاؒ نے اپنی خداداد بصیرت سے ان کے خیالات فاسدہ کو کس طرح سے زائل فرمادیا کہ کسی کو پتہ نہیں چلنے دیا اور ان کا پورا علاج فرمادیا۔

ہوا یہ کہ دوسرے دن جب لوگ مجلس میں آئے تو حضرت والا اپنی جگہ سے مجلس میں ذرا دیر سے تشریف لائے اور آئے بھی تو جلال میں بھرے ہوئے آتے ہی فرمایا کہ اب میں یہ نہ کرونگا کہ روز آکر ٹخ ٹخ کروں اور آپ لوگ ٹس سے مس نہ ہوں میں مجلس ہی بند کردوں گا جب تک یہ جان نہ لوں کہ کون مخلص ہے اور اخلاص کیساتھ آتا ہے کون لوگ ہمارا تماشا بنانے کے لئے آتے ہیں اور سب حاضرین سے فرمایا کہ آپ لوگ نیچے کے کمرے میں چلئے اور ایک ایک شخص آکر مجھکو اطمینان دلائے کہ وہ اخلاص سے اور کام کرنے کے لئے آتا ہے اور والد صاحب سے فرمایا کہ مولوی سراج صاحب آپ سب کو لیکر جائیے پہلے لوگ آپ کو مطمئن کریں اور آپ جب ان سے مطمئن ہو جائیے تو انکو لیکر میرے پاس آئیے۔

اب آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے جنہوں نے کل کچھ اور کہا تھا آج کیا گذر گئی ہوگی، اس طرح سے حضرتؒ نے سب پر یہ ثابت کر دیا کہ یہ معتوب نہیں ہمارے محبوب ہیں۔ آپ کے شہر کے عالم دین ہیں، انھیں حضرات سے تو مجھے کام لینا ہے جب یہی آپ کی نظروں میں معیوب ہونگے تو کام کیسے چلے گا؟ چنانچہ سب نے وعدہ کیا بالآخر والد صاحبؒ کی سفارش سے سب کی رسائی مجلس حضرت والا میں ہوئی۔

راقم عرض کرتا ہے کہ یہی وہ انداز اصلاح تھے حضرت مصلح الامتؒ کے دل جس کے لئے ترستا ہے اور اب کوئی نظر نہیں آتا ؎

سینے تیر وہے کماں کے جو دل شکار کرلے
ہم تو جلیل ایسے قاتل کو ڈھونڈھتے ہیں

یوں والد صاحبؒ کو حضرت والا کی طرف سے اجازت بھی تھی لیکن والد صاحبؒ کے مزاج میں تواضع وانکسار حد درجہ تھی جس کے سبب چند ہی لوگوں کو اسکا علم ہو سکا حضرت اقدسؒ کی حیات مبارک میں تو کسی کی کیا مجال تھی جو اپنے اس منصب کا کسی سے ذکر کرتا بعد میں بھی والد صاحبؒ کا مذاق طبع اس قسم کی باتوں میں اخفا ہی کا تھا۔

بہر حال بمبئی میں بھی کئی دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ سفر حج کے وقت بھی موجود رہے بلکہ حضرتؒ کے ایما سے معیت سفر کی تیاری میں لگ گئے روزانہ حج کمیٹی کا چکر لگاتے اور مایوس ہو کر واپس آجاتے کہ درخواست کی منظوری کی کوئی شکل نہیں نکل رہی ہے بالآخر ہم لوگوں کو پانی کے جہاز سے رخصت کر کے خود ہوائی جہاز سے سفر کا ارادہ کر لیا لیکن افسوس کہ مدینہ منورہ میں ہم سب سے تو ملاقات ہوئی مگر حضرت اقدسؒ تو جدہ ہی میں ہم سب سے جدا ہو چکے تھے۔

حضرت والد صاحبؒ بھی ان چند حضرات میں سے تھے جن سے حضرت والاؒ اپنے گھر کے لوگوں کے متعلق مشورہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت نے قاری مبین صاحب مدظلہ کے سلسلہ میں میری رائے معلوم فرمانا چاہی اور اپنے خیال کا

اظہار فرمایا میں نے حضرت کی تائید کی جس سے حضرت خوش ہوئے چنانچہ حضرت قاری صاحب مدظلہ سے فرماتے تھے کہ آپ کو حضرت والا نے اپنی جگہ بٹھایا ہے اسلئے آپ کو بلاخوف لومۃ لائم کام کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی چنانچہ جب تک زندہ رہے برابر مجلس میں شرکت فرماتے رہے۔ مدرسہ میں بعض اسباق کے درس دیئے اور ہر طرح قاری صاحب مدظلہ کے رفیق و معین بنے رہے درمیان کے چند ماہ فتحپور ہسوہ کے مدرسہ اسلامیہ میں گذارے بالآخر پھر الہ آباد آگئے اور ۲ر جون ۱۹۷۷ء کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مولوی عبدالقدوس رومی سلمہ: راقم الحروف کے چھوٹے بھائی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ الہ آباد سے فتحپور تال نرجا جانے والوں میں سبقت انھیں کو حاصل ہوئی انھوں نے اپنا حال کسی موقع پر خود ہی لکھا ہے جو پہلے بھی کسی جگہ آچکا ہے تاہم یہ موقع اسکے لئے زیادہ موزوں تھا اسلئے مکرر عرض ہے وہ لکھتے ہیں کہ:-

"حضرت مصلح الامۃؒ کی زیارت پہلی بار مسجد خواص لکھنؤ میں ہوئی تھی جبکہ حضرت حکیم الامۃؒ بغرض علاج لکھنؤ تشریف لائے ہوئے تھے حضرتؒ کی عیادت کیلئے حضرت مصلح الامۃ بھی لکھنؤ تشریف لائے تھے جسکی اطلاع خط کے ذریعہ مجھکو بھی ہوچکی تھی میں ان دنوں سہارنپور میں زیر تعلیم تھا چنانچہ وہاں سے الہ آباد جاتے ہوئے لکھنؤ اتر گیا بعد مغرب مسجد خواص پہونچا رات کا اندھیرا شروع ہوچکا تھا سوچتا ہوا گیا کہ مسجد خواص پہونچکر کسی سے دریافت کرنا پڑے گا (کہ حضرت مصلح الامۃ کون ہیں اور کہاں مقیم ہیں) پھر اطمینان سے حضرت سے ملونگا مگر وہاں صورت عجیب پیش آئی وہ یہ کہ میں حسب اندازہ میں جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا اور ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اب یہاں کسی سے دریافت کروں کہ ایک دم سے ایک بزرگ شخصیت نے شاید میرا انا لیغلا دیکھ

بعد لمنازمجلس دیکھکر ہی مجھکو پہچان لیا اور خود ہی آگے بڑھکر مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بڑی آہستہ اور دھیمی آواز سے فرمایا ۰ وصی اللہ ۰
مزاج پرسی وغیرہ کی ضروری بات چیت کے بعد میں نے باہر جاکر کھانا کھانے کے لئے حضرت سے اجازت چاہی اور خیال تھا کہ ابھی واپس آتا ہوں لیکن مجھے کچھ دیر ہوگئی اور یہاں بعد عشا مسجد کی روشنی بجھا دی گئی اور سب خیر حضرات طریقہ مسنونہ کے مطابق بعد عشاء فوراً ہی محو استراحت ہوگئے تھے اسلئے حضرت سے بھی اسوقت ملاقات نہ ہوسکی اور میں رات کی گاڑی سے الہ آباد چلا آیا۔

پھر اسکے بعد سے خط وکتابت جاری رہی اور کچھ دنوں بعد جی چاہا کہ حضرت حکیم الامۃ سے کم از کم بیعت ہی کی درخواست کروں اسکا ذکر پہلے اپنے حضرت مصلح الامت سے عریضہ میں کیا اجازت و مرضی معلوم ہوجانے کے بعد حضرت حکیم الامۃؒ سے درخواست کی جواب آیا کہ تعلیم کے زمانہ میں بیعت مناسب نہیں ہے جواب پڑھکر مایوسی ہوئی اور اسی مایوسی میں حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کو پھر ایک عریضہ تحریر کیا جسکا جواب سراپا تسلی یہ آیا کہ " آپ اپنے کو حضرتؒ ہی سے بیعت سمجھیں "

پھر دوسری بار حضرت مصلح الامۃ کی خدمت میں حاضری فتحپور ۱۹۴۲ء کے تاریخی زمانہ میں ہوئی جس سے کچھ ہی قبل اسٹیشنوں کی سوختگی اور لائنوں کی توڑ پھوڑ ہوچکی تھی اور اسکے بعض آثار اسوقت بھی موجود تھے۔ الہ آباد سے اندارا دہاں لکھنؤ سی وہاں سے براہ کار دیا تھا۔ فتحپور پہونچا۔ حضرت والاؒ کے مکان سے متصل جانب غرب مکتب کی عمارت میں قیام تھا اسوقت علیحدہ سے خانقاہ کے نام سے کوئی عمارت نہ بنی تھی۔ کھانے کا انتظام حضرت مصلح الامۃ کے دولت خانہ ہی سے تھا حضرت کی نشست گاہ ہی میں ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا مجھے کھلا دیا جاتا تھا۔ چونکہ کوئی خادم وغیرہ مکان میں نہ تھا اس لئے

حضرت والا ہی کو یہ زحمت اٹھانی پڑتی یعنی اندر کھانا حضرت ہی کو بنفس نفیس لانا پڑتا لیکن کرتا کیا مجبور تھا بعد ظہر مجلس عام ہوتی جس میں قرب و جوار کے حضرات اور باہر سے آئے ہوئے مہمان شریک ہوتے۔ اشراق کے بعد بھی کبھی کبھی مجلس خاص ہو جاتی تھی بالکل وہی صورت تھی جو حضرت حکیم الامتؒ کی خانقاہ اشرفیہ میں دیکھی تھی۔

اس دفعہ حاضری شاید دو تین ہی دن کے لئے ہوئی تھی اسلئے جی چاہتا تھا کہ حضرت کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ وقت گذرے چنانچہ حضرت والا سے مجلس اور اوقات حاضری سے متعلق معلوم کرنا چاہا تو فرمایا کہ تم دور سے تھوڑے وقت کے لئے آئے ہو جس وقت چاہو آجایا کرو چنانچہ دن کا اکثر حصہ حضرتؒ ہی کی خدمت میں گذرتا تھا۔

جب واپسی کا دن ہوا تو صبح حضرت نے نہایت شفقت و محبت کیساتھ ناشتہ کرایا اور واپسی کے سفر خرچ کے متعلق دریافت فرمایا کہ کرایہ ہے؟ پھر فرمایا کہ کتنے روپئے پاس موجود ہیں؟ احقر کے عرض کرنے پر جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ موجودہ رقم کرایہ کے لئے کافی ہے تو گوپا گنج کے ایک حاجی صاحب کے ہمراہ (غالباً حاجی سلیمان صاحب مرحوم تھے) مجھے رخصت کر دیا۔ میں گوپا گنج سے مئو پھر وہاں سے الہ آباد چلا آیا۔

الہ آباد سے تال تر جانے والوں میں سبقت کا پہلو راقم السطور کے لئے مقدر ہو چکا تھا بعد میں تو الدال علی الخیر کفاعلہ (بھلائی کا بتلانے والا بھی مانند کرنے والے کے ہے) کی صرف تسلی ہی بچکر رہ گیا۔

میرے ساتھ تو حضرت اقدس کی یہ کرم فرمائیاں رہیں لیکن افسوس کہ اس کاہل (دومی) کا ساتھ محرومی نے نہ چھوڑا اسلئے عمل تو کچھ کر نہ سکا البتہ محبت اور تعلق کیوجہ سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ ہی کے زمرہ میں حشر فرمائے کہ المرء مع من احب[1] ارشاد نبوی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین

---

[1] انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اسکو محبت ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(بنام حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۴) مولوی صدیق احمد صاحب! السلام علیکم ۔ آپکا خط آیا حال معلوم ہو کر بہت بہت فرحت ہوئی حق تعالیٰ ترقی فرمادے ۔ اول یہ سنو ذکر کے نور کا ملاحظہ جو ابتدا میں تلقین ہوتا ہے تو وہ مقصد اصلی نہیں بلکہ تمہید ہوتا ہے اسکی کہ بتدرج احاطۂ ذات کا مورث ہوجائے پس " بکل شئی محیط " کا تصور اصل ہے اور احاطہ نور کا تصور اسکی ہی غرض سے تھا اب ذکر میں یہ ہی تصور کرو کہ " ان اللہ بکل شئی محیط " ملاحظہ نور کی ضرورت نہیں کہ وہ مقدمہ مبدا تھا اور یہ مقصود و اصل اب ذکر زبانی میں بھی احاطہ ذاتی کا لحاظ کرو اور پاس انفاس میں بھی خروج و دخول نفس ذکری میں احاطہ ذاتی کا تصور کرو بغرض کام سے ہے جہاں ہوسکے بفراغت کرنا چاہیئے خوامخواہ گنگوہ آنے کی ضرورت نہیں ۔ یہاں وہاں سب یکساں ہے جیسا مناسب جانو ویسا کرنا یہاں پھر وطن کے قریب میں شاید تشاویش پیش آجاویں ۔ اور ذکر میں کچھ خصوصیت رات کی ہی نہیں دن کو بھی کرو باقی یہ جو اول کیفیت تھی پھر وہ نہوئی تو اسکی یہ وجہ ہے کہ اولاً جو حال وارد ہوتا ہے تو وہ بہت زور و شور سے آتا ہے قلب ناآشنا ہوتا ہے کیفیت زیادہ ہوتی ہے پھر اس حال سے ایک گونہ مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زور و شور نہیں معلوم ہوتا کہ اول نور سے ظروف گلی میں پانی ڈالیں تو کیسا شور ہوتا ہے دوبارہ میں حالانکہ پانی کا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر وہ جوش نہیں ہوتا ایسا ہی حال قلب و جبلت انسان کا ہے اور غرض کیفیت سے نہیں مقصد سکون و ربط قلب باللہ ہے ۔ حالات جو اولیا پر ہوئے وجد و حال کے اسکا بیسواں حصہ بھی صحابہؓ سے منقول نہیں ۔ غرض نسبت و سکون و طمانیت باللہ تعالیٰ اصل ہے اور کیفیت لازم دوامی ہے یہ حال ہے مقام نہیں ۔ سو اسکا افسوس نہ کرو اب اس حالت سے تم میں زیادہ نسبت ہے ۔ اور ذکر میں رعایت فراغ و قوت کی ضرور رکھنا لذت میں آکر ایسا مت کرنا کہ اصل کام سے رہ جاؤ ۔ تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے جلدی کا کام نہیں ، ایک دو روز کی بات نہیں ساری عمر کا کام ہے " ساعۃ فساعۃ " قول

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رات دن یکساں حال نہیں ہوتا اس امر کو بہت یاد رکھنا فقط والسلام۔ دوسرا خواب بھی صالح ومبارک ہے۔ اگر تہجد سے کچھ دماغ کو نقصان ہو تو ذکر کو کام کرنا۔ تہجد ہی ضروری نہیں۔ غرض کام سے ہے نہ وقت سے ۴ صفر ۱۳۰۱ھ۔

(۱۵) مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط بدست پیر جیو عبدالرزاق کے آیا اسکا بھی جواب میری تحریر سے معلوم ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پہلے تو فقط یہ بات مقصود تھی کہ اسم کا نور محیط ہوتا ہے اب لفظ اللہ کے ساتھ یوں تصور کرو کہ ذات اللہ تعالیٰ کی محیط ہے " وھو بکل شئی محیط " خود ثابت ہے۔ اور نور لطیف جو مخیل ہو اسکو مخیلہ میں نور ذات ہی تصور کرو۔ صفات اگر خود بخود خیال میں آویں، آویں مگر تم نظر قصد کی ذات کی طرف رکھو۔ باقی یہ کہ خلاف طریقہ نہ ہو سو سبکو کلیاتِ اسی قسم کی پیش آتی ہیں اور جزئیات حالات یکساں نہیں ہوتے اسکا کچھ تردد مت کرنا پاس انفاس وغیرہ سب حیل اس کے ہیں کہ ذکر مخیلہ میں قائم ہو جاوے ورنہ اصل مقصود نہیں جب خیال ذکر ذات قائم ہو جاوے تو زبان اور انفاس کسی کی ضرورت نہیں۔ بارش اور پانی کا دیکھنا عمدہ بات ہے اور آثار بھی عمدہ ہیں حق تعالیٰ باوجود وراء الوراء کے قریب عبد کے ہے وھو معکم

عہ۔ قولہ غرض کام سے ہے نہ وقت سے ۔ اس خط میں حضرت گنگوہی نے مولانا صدیق احمد صاحب عفی عنہ کو بہت سی نصیحتیں اور ہدایتیں فرمائی ہیں۔ وھو ہٰذا۔

ا۔ مشائخ ذکر کے وقت نور کے تصور کا جو حکم ذاکرین کو فرمایا کرتے ہیں وہ مقصد اصلی نہیں ہوتا۔

ا۔ اسکی وجہ سے تدریجاً احاطہ ذات آسان ہو جاتا ہے، ورنہ

۲۔ اصل تصور اس امر کا کرنا ہوتا ہے کہ "ان اللہ بکل شئی محیط " اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شئے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۴۔ ملاحظہ نور اسی اصل شے کا مبداء اور مقدمہ ہوا کرتا ہے۔

۵۔ یہی حال ذکر لسانی اور پاس انفاس کا ہے کہ ان میں بھی اصل احاطہ ذاتی ہے۔ اور یہ سب طریقے اسی کے حصول کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ جب اصل ہی سے ملاقات ہو جائے ۔۔۔

اینما کنتم" ایسے تشاویش کی ضرورت نہیں اور "معکم" علم سے معیۃ تعبیر کرنا کچھ حاجت نہیں۔ "ھو" ضمیر ذات ہے، جہاں علم وہاں ذات پس تکلف کی کیا حاجت ہے۔ حق تعالیٰ فوق وتحت سے بری ہے۔ فوق اور تحت الاُ ہر جا موجود ہے۔ عروج روح و قلب کا فوق کی جانب اس خیال سے نہیں ہے کہ حق تعالیٰ فوق العرش ہے، نہیں سب جگہ ہے قلب مومن کے اندر بھی ہے۔ پس فوق کا خیال مت کرو۔

آج تیسرا خط آیا کہ بندہ کے خط کا جواب ہے۔ برادرا! صاحب حال کو وحدۃ خوش آتی ہے کثرت وتعلق سے گھبراتا ہے۔ اور جو محل اسکے مقصد کا ہے وہ تبدسے زیادہ بلا ہے حق تعالیٰ آپ کو سب بلا سے محفوظ رکھے اور اپنے ذکر میں مشغول رکھے۔ باقی جو کچھ حالات لکھے ہیں وہ سب قابل شکر ہیں "لئن شکرتم لازیدنکم" عورت کہ یہ دنیا ہے اور خیال حق تعالیٰ کا جو تھا وہ اثر توحید افعالی کا ہے اور یہ سب ترقیات انبساط نور کی ہیں۔ آثار توحید میں نہایت مبارک حال ہے حق تعالیٰ مبارک فرماوے۔ اور اپنے آپکو

ص ص تو رہبر کی حاجت باقی نہیں رہتی۔

۶۔ سالک کو اپنے کام کے لئے سکون ویکسوئی اور فراغت قلبی ضروری شے ہے پس اگر دیار شیخ میں وہ حاصل ہو تو وہاں اور اگر اپنے گھر ہی پر حاصل ہوں تو یہاں دونوں برابر ہیں اسکو سالک خود سمجھ لے۔

۷۔ ذکر کے لئے شب کے اوقات ہی کو تجویز کرنا کچھ ضروری نہیں۔ دن کو بھی کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ سالک کو ابتداء ذکر میں جوش وخروش اور مستی زیادہ محسوس ہوتی ہے بعد میں وہ کیفیت باقی نہیں رہتی تو اسکی وجہ سے اسکو گھبرانا اور مایوس ہونا نہیں چاہیئے۔

۹۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ابتداء میں ذکر میں ایک قوت اور زور ہوتا ہے اور قلب اس سے ناآشنا ہوتا ہے اسلئے اسکو وہ بڑا محسوس کرتا ہے بعد میں اس سے انس ہوجانے کے سبب اسکا زور قلب کو محسوس نہیں ہوتا حالانکہ اب اسکی قوت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے، جیسے کورے گھڑے پر تھوڑا سا پانی پڑے تو وہ شور مچاتا ہے اور پھر دوبارہ بھر جانے کے بعد خاموشی رہتی ہے۔

۱۰۔ کیفیات اور حال مقصود نہیں ہیں، مقصود سکون قلبی اور ربط قلب باللہ کا مقام ہے۔ ص ص

ذات سے وابستہ رکھو پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ یہ سب عنایات حق تعالیٰ کی ہیں آپ کی دعا سے اگر مجھکو بھی حاصل ہو جاویں تو کیا عجب ہے۔ فقط۔ والسلام۔ ۸ صفر ۱۳۰۱ھ

(۱۷) مولوی صدیق احمد صاحب۔ السلام علیکم آج سہ شنبہ کو خط آیا اور ایک خط کل دوشنبہ کو آیا تھا۔ جواب کی دونوں میں حاجت نہیں۔ یہ تمہارے حالات صادق ہیں حق تعالیٰ اصل مقصد نصیب فرمائیے۔ آمین۔ اور بحسن ظن تمہارے کے مجھکو بھی ذرہ اپنے غیب کا عطا فرما دے۔ ذکر جہر کی اب کچھ حاجت نہیں۔ ذکر اصل میں تذکر قلب ہے سو جب ذکر قلبی حاصل ہوا اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں خصوصاً جب ذکر جہر سے دل گھبرا دے اسوقت ذکر زبانی کا ترک کرنا ضرور ہے۔ جس ذکر میں دل کو

۱۱۔ اسی لئے بعد کے بزرگوں میں تم جس قدر کیفیت و حال پاؤ گے حضرات صحابہ کرام میں تم کو اس کا بیسواں حصہ بھی نہ ملیگا کیونکہ انکو مقام حاصل تھا پھر حال سے کیا کام۔

۱۲۔ حال آنی جانی شے ہے اسکے جانے پر افسوس نہیں کرنا چاہیئے جبکہ الحمد للہ مقام حاصل ہو۔

۱۳۔ ذکر میں اپنی قوت اور دماغ کا لحاظ ضروری ہے۔

۱۴۔ لذت اور جوش میں آکر تکثیر ذکر اکثر تقلیل کار کا سبب ہو جاتا ہے یعنی آدمی کام کا نہیں رہ جاتا

۱۵۔ انسان کو تدریجاً ترقی کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ساعۃً فساعۃً فرمایا ہے یعنی کام آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ جلد بازی کام میں مطلوب نہیں اور پھر یہ کام تو ایک دو روز کا بھی نہیں ہے بلکہ ساری عمر کا شغل ہے۔

۱۶۔ اگر شب کو جاگنے اور تہجد پڑھنے کی وجہ سے دماغ پر تعب ہو تو سالک کو ذکر وغیرہ (معمولات) دن میں پورے کر لینا چاہیئے۔ نہ تہجد ہی ضروری ہے نہ شب کا وقت لازم۔ غرض تو کام کرنا ہے نہ کوئی خاص وقت و مقام۔

حضرت گنگوہی نے اپنے اس ایک والا نامہ میں مرید رشید کو کتنی باتوں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اور یہ سب ایسی کلیات ہیں جن سے ہر زمانہ میں سالک کو روشنی حاصل ہو سکتی ہے۔

سُرود جدا اسکو کرنا چاہئے مثلاً تسبیح، تہلیل، تحمید میں یا تفکر میں یا جس پیرایہ میں حضور حاصل ہو جائے اسپر ہی قناعت کرو اصل سب کا حضور ہے اور بس۔ اور یہ نعمت دفعتاً حاصل ہو جانا محض احسان حق تعالےٰ کا ہے۔ اس ناکارہ کو ساری عمر گذری کچھ بھی نصیب نہ ہوا[عہ] چاہ سے پانی چلتا ہے اور بذریعہ نالی و نل کے زراعۃ میں جاتا ہے نل نالی کو کچھ حظ نہیں محض واسطہ ہے علی ہٰذا یہ ناقص واسطہ واقع ہوا گو خشک لب محروم ہے۔ اب خود آپ سے التجاء و دعاء کرتا ہوں کہ ہمت اور دعاء سے مجھکو بھی یاد رکھیں۔ شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ :- "اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لیجاتا ہے اور افضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لیجا وے" پدر مفلس کو اگرچہ زکوٰۃ دینا درست نہیں لیکن صدقہ نافلہ جائز ہے علیٰ ہذا

عہ۔ قولہٗ اس ناکارہ کو ساری عمر گذری کچھ نصیب نہ ہوا الخ۔ راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کا یہ ارشاد بھی حضرت کی حالت نیستی اور مقام فنائیت سے ناشی ہے یہ سب انوار و تجلیات جنکا ذکر غالباً مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے اپنے حالات میں بیان فرمایا ہوگا۔ بلاشبہ احوال رفیعہ تھے تاہم تھے احوال ہی اور حضرت گنگوہیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بالاتر ایسے مقامات عطا فرمائے تھے کہ ان کے مقابلہ میں ان سب کی کوئی حقیقت نہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ لوٹا ہی اگر خالی ہوگا تو گلاس میں پانی کہاں سے آجائیگا اسیطرح گھڑا اگر خالی ہوا تو لوٹے میں پانی کس طرح آجائے گا۔ تاہم مسترشد کا دل بڑھانے کے لئے اور اسکے قلبی نشاط کو باقی رکھنے کے لئے مشائخ کبھی ایسا بھی فرما دیا کرتے ہیں۔ اور اصل تو یہ ہے کہ جس طریق پر مولانا گنگوہیؒ نے اپنے شیخ یعنی حاجی صاحبؒ کو پایا تھا کہ انھوں نے بھی مولانا کو لکھا تھا کہ :-

"تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں و تمھاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ انشاء اللہ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید ہے و تمھاری محبت بڑا وسیلہ ہے۔

چنانچہ مرید رشید نے اسی سنت کو جاری رکھا اپنے مسترشد رشید یعنی مولانا محمد صدیق صاحبؒ کو بھی

اصل ایمان وفرائض تو مرید نے شیخ کو ملنا محال ہے مگر ترقی حالات ملنا عجب نہیں ہو اس ناکس کو اس عمر میں سوائے اصل نسبۃ سلسلہ کے کچھ نہیں ملا' یہ انوار وتجلیات سے کچھ نہیں پایا کیا تعجب کہ آپکی دعار وبرکت سے کچھ مل جاوے۔ غیر الحاصل تم اپنے کام میں مصروف رہو اور امور جدیدہ سے اطلاع کرتے رہو۔ اسوقت تک کوئی امر خدشہ کا پیش نہیں آیا آئندہ کو بھی فضل حق تعالیٰ درکار ہے جنکی نسبت میں انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہاں لاریب اندیشۂ دخل ابلیس بہت ہوتا ہے لہٰذا بہرحال ہر امر میں اتباع شریعت کا خیال رکھنا' کوئی حال خلاف شرع کے معتبر نہیں ہوتا یہ سب تمھارے واقعات عمدہ ہیں الحمد للہ علی ذالک۔ پھر آخر میں بعض ایسے وقائع پیش آتے ہیں کہ سالک حیران ہوتا ہے البتہ ایسے وقت واقف رہبر کی ضرورت پڑتی ہے سو اگرچہ قطع طریق نصیب اس مدبر کے نہیں ہوا مگر ہاں صحبت

---

۴۴ لکھا کہ "اس ناکارہ کو ساری عمر گذری کچھ بھی نصیب نہ ہوا بس میری مثال تو ایسی سمجھو کہ کنوئیں سے پانی نل یا نالی کے ذریعہ نکلکر چلتا ہے اور اس سے باغ وکھیت کی آبپاشی ہوتی ہے لیکن پھر خود نل ونالی خشک اور پانی سے محروم ہی رہتے ہیں اسی طرح سے عاجز بھی ایک واسطہ ہے کہ خود خشک لب اور محروم ہے اسلئے آپ سے ہمت اور دعار کی التجا ہے کہ مجھے بھی یاد رکھیں اور اسکے بعد اس بات کے ثبوت کے لئے کہ کیا مرید سے بھی شیخ کو کچھ نفع پہونچ سکتا ہے؛ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا ارشاد نقل فرمایا کہ:۔

"اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لیجاتا ہے اور فضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لیجاوے (دیکھو پدر مفلس کو اگرچہ زکوٰۃ دینا درست نہیں لیکن صدقۂ نفل جائز ہے علیٰ ہذا اصل ایمان وفرائض تو مرید سے شیخ کو ملنا محال ہے مگر ترقی حالات عجب نہیں"

اور آگے اسکو لکھا کہ سو اس ناکس کو اس عمر میں سوائے اصل نسبۃ سلسلہ کے کچھ نہیں ملا یہ انوار وتجلیات سے کچھ نہیں پایا کیا تعجب کہ آپ کی دعار کی برکت سے کچھ مل جاوے (اس قول صدق سے مرید تو اچھی جگہ خوش ہوگیا ہوگا لیکن جس اصل "نسبۃ سلسلہ" کے حصول کا اعتراف فرمایا گیا ہے وہ کل اصیلے جنب الفرائض کا بھی تو مصداق ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مشائخ سے حصہ لیا ہے طبیب ناداں اگرچہ خود بیمار ہو مگر دوسرے کو نسخہ کچھ نہ کچھ بتلا دیتا ہے فقط۔ والسلام۔ یہ پرچہ جدا کر کے حافظ مسعود احمد کو دیدیویں۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

(۱۷) مکرمی عزیزی مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم۔ السلام علیکم آپکے خطوط متواتر پہونچے حالات عالیہ دیکھے۔ تعمیل بیعت کر دی گئی اور جو جو معاملات میری فہم نارسا کے ہیں انکی تصدیق بھی کرتا ہوں اور جو امور اپنی رسائی سے خارج ہیں ان میں معذور ہوں۔ سالک کو بجز لحاظ ذات بحت کے اور فنا اپنے کی بجز ذات اور تجرید ذات کی عن جمیع الشیونات اجتناب لازم ہے اور شغل فر النفس وسنن رواتب کے بعد اذکار مسنونہ کرتا رہے۔ باقی تجرید مذکورہ بالا میں رہے۔ ذات پاک حق تعالیٰ کی احاطہ ادراک سے خارج ہے۔ بجز ہستی محض وجود مطلق کے جو کچھ مدرک ہے وہ سب خیال سالک ہے نہ ذات حق تعالیٰ سے دور بیان بارگاہ الست ہ غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست پس سوائے اسقدر کے کہ "ہو موجود موصوف بالصفات المعہودۃ" سب مدرکات کو نفی کرنا چاہیئے لاتدرکہ الابصار الآیۃ پس یہ امر کلی ملحوظ رہے۔ بعد اسکے سننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ محیط بکل شیئ ہے و ھو معکم ہے اللہ نور السموات والارض ہے۔ یہ سب حق ہے مگر احاطہ و معیۃ نوریۃ جو مفہوم ہم مخلوقات کی ہے اس سے وراء الوراء ہے جس وقت سالک پر نور احاطہ ذات کا ظاہر ہوتا ہے تولاریب تصور محیط کا اور ظل ہونا بلکہ محوریۃ محاط کی نظر سالک میں ہوتی ہے اور چونکہ قلب کو اس علم نے احاطہ کیا اور مخیلہ کو اس علم نے مالا مال کر دیا تو غیر کا دخل نہیں رہتا باوجود وجود ظلی اغیار کے اغیار مرتفع معلوم ہوتے ہیں اور جملہ کمالات اپنے اندر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ذات ذی کمالات کا محط نور ہو رہا ہے ایسے وقت میں شطحیات کا غلبہ ہو جاتا ہے سرور و حزن کا ورود ہوتا ہے۔ یوں جانتا ہے کہ خود قیوم اشیاء ہوں۔ سب سے اعلم اعلیٰ ہوں اگرچہ فی الواقع یہ سب امور خلاف واقع ہیں۔ یہ سالک عبد ہے عدم اصلی ہے۔ محض بیکار ہے۔ فقط بے اختیار لایعلم ہے۔ عکس کی ہوا پر مغرور و مسرور ہے۔ کل شیئ ھالک الا وجہہ "پس جو کچھ واردات ہیں سب اسی احاطہ کا اثر ہے

بعدا صل الامر یہ ہے کہ ہو ہو لا ہو الا ہو لا وجود رشید ولا الصدیق۔ آخر ا جیب
تنی تھی۔ این است کمال و اکمل یزول و یزال واللہ اعلم بحقیقۃ الکمال۔ اب حق الا مر
ظاہر کرتا ہوں من آنم کہ من دانم ، شیخ امداد اللہ نے بامداد اللہ تعالیٰ اس ذرۂ خوار
دلیل نا چیز کو سرشارِ بداخلاقی و ظلمات کو اجازت ارادۂ خلق فرمائی گویا اضلال خلق اللہ
کا ذریعہ بنایا خود خراب در خراب تمام عمر کو خوار کیا گاہ بھی نور کا ظہور نہ ہوا واللہ باللہ ثم باللہ ایسے
واردات کا خواب تک بھی نہیں دیکھا جاتا تھا کہ ایک روز رسوا ہونا ہوئیگا لہٰذا ہر روز
سب کے روبرو اپنے حرمان کو ظاہر کرتا رہا اب فضل الٰہی دستگیر ہوا کہ تمکو مجھ سے نامزد
کر کے آپ کو اسقدر نوازش بیکراں سے شاد فرمایا تمہاری اصلاح کے کیا شایاں ہوں
بہرحال بجز تصدیق اور کیا کر سکتا ہوں اور سوائے اس ایک فقرہ کے کیا بتلا سکتا ہوں
سابق لکھا کہ ذات بحت مجرد و ہستی محض کے حضور کے سوا سب واقعات پر لا نفی کشیدہ کرو
اور اپنے آپکو ذلیل محض و منفی خالص تصور کر کے فنا کر دو یہ شغل رہے جسکا مظہر
کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور قرآن شریف ، درود، حزب اعظم اور وظائف حدیث
بسادہ معانی کے ساتھ جو لغوی ترجمہ ہے ورد رکھو اور دقائق کو التفات مت کرو
اور شغل علم دین رکھو۔ اب ایسی حالت میں طلب کو وبال جان سمجھو اور مجدد و مہدی
واسطہ ہونا کوئی امر محال نہیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اتباعِ شریعت کو سابق
بھی لکھا ہے فرض عین جانو۔ بعد اس سب کے اب اس روسیاہ شرمندہ کے
واسطے بھی کوشش و سعی کر کے دستگیری کرنا لازم ہے جب اس خوار کا مرشد ہونا آپکے
واسطے ہوا تو عمل جزاء الاحسان الا الاحسان ہے

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیما را

اگر کوئی شاہزادہ گرسنہ کو لقمہ دیوے اور ارشاد راہ کر دیوے تو شاہزادہ بعد
اپنی جانشینی کے وزارت عظمیٰ اس گدائے لقمہ دہندہ کو دیتا ہے گو اس نے جزا احسان
نہیں کیا مگر یہ جزاء اعظم دیتا ہے تو اس پر قیاس کر کے عمل کرنا مناسب ہے۔

باقی آئندہ

(دیکھئے کس لطیف عنوان سے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ان لوگوں کو ایک فعل شنیع سے روکا کہ لوگوں کو ناگوار بھی نہ گذرا ہوگا بلکہ بہت ہی نادم ہوئے ہوں گے (الحمد للہ ہمارے اسلاف کا بھی نہی عن المنکر کے باب میں یہی طریقہ رہا ہے غالباً حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ تھا اس سے فرمایا کہ اجی میں کھڑا ہوتا ہوں ذرا دیکھو تو میرا پاجامہ شاید نیچے لٹک جاتا ہے کیا؟ اس شخص نے کہا حضرت کا پاجامہ تو کیا نیچے ہوتا خود میرا ہی ٹخنوں سے نیچے ہو رہا ہے یہ کہکر شرمندہ ہوا اور اسکی اصلاح کر لی)۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انسان کو قیامت کے دن اسکا اعمالنامہ دیا جائیگا وہ دیکھے گا کہ اس میں ایسی نیکیاں بھی لکھی ہیں جن اعمال کو اس نے دنیا میں کیا نہیں تھا اسلئے دریافت کرے گا کہ پروردگار یہ کیا معاملہ ہے یہ نیکیاں کہاں سے آگئیں؟ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ ان غیبتوں کا عوض ہیں جو لوگوں نے دنیا میں تمہاری کی تھیں اور تمکو اسکا علم بھی نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اے جھوٹے تو نے اپنی دنیا کو دوستوں پر صرف کرنے میں بخل کیا اور اپنی آخرت کو دشمنوں کو بانٹنے میں بڑی سخاوت دکھلائی۔ دنیا کے ساتھ جو تو نے بخل کیا تو خیر اس میں تجھکو معذور قرار دیا جا سکتا ہے (کہ تو نے سوچا ہوگا کہ دوسروں کو دیدیں گے تو خود کیا کریں گے) وَكَانَ الْإِنسَانُ قَتُورًا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہی ہے) لیکن وہ جو تو نے آخرت کیساتھ سخاوت کا معاملہ دکھلایا کہ دشمنوں کو بانٹ دیا یہ تو نے کچھ اچھا نہیں کیا (عقلاء کے نزدیک مذموم اور عند الشرع ممنوع تھا)۔

بعض حکماء سے منقول ہے کہ غیبت علماء کے لئے بمنزلہ تفکہات کے ہے یعنی جب کام کرتے کرتے تھک گئے تو اسی شغل سے جی بہلا لیا)۔ اور اہل فسق کے لئے تو دعوت کا کھانا ہے اور عورتوں کے لئے تو نہایت ہری بھری چراگاہ ہے اور عام انسانوں کے لئے بمنزلہ سالن کے ہے یعنی بغیر اسکے کھانے کا

لطف نہیں ہوتا اور متقیوں کے لئے گھوڑ اور گولا تا نہ ہے کہ اس سے دامن سمیٹ کر گذر جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزوں سے روزہ افطار ہو جاتا ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور انسان کے عمل اکارت جاتے ہیں (وہ چیزیں یہ ہیں) غیبت۔ کذب۔ چغلی کھانا اور عورتوں کے ان محاسن کی جانب نظر کرنا جنکی جانب دیکھنا جائز نہیں ہے (مثلاً چہرہ۔ بال۔ سینہ وغیرہ۔) اور فرمایا کہ یہ چاروں چیزیں تمام برائیوں کی جڑ میں پانی کا کام کرتی ہیں جس طرح سے کہ پانی درخت کی جڑ میں پہونچکر اسکے پھول پتی سب کو سیراب کرتا ہے۔ اور شراب نوشی معاصی کو ابھارتی ہے اسکی مزید حرص انسان میں پیدا کرتی ہے۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ یہ جو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے روزہ افطار اور وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ بطور تحذیر کے فرمایا گیا ہے ورنہ فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں ان امور سے وضو ٹوٹتا نہیں ہاں کراہت سے خالی نہیں اسی طرح سے روزہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے، ان امور سے اسکی رونق ختم ہو جاتی ہے اور وہ داغدار ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے یہاں کی چیزوں کو داغ اور دھبہ سے بھی پاک وصاف ہونا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض انبیاء (علیہم السلام) کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ غیبت کرنے والا اگر غیبت سے توبہ بھی کر لے تب بھی وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو شخص اس پر اصرار کرتا ہوا مرا تو وہ سب سے پہلے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے احباب سے دریافت فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ اگر کوئی شخص راستہ میں سوتا ہوا ملے اور ہوا نے اسکا کپڑا ایک جانب ہٹ گیا ہو اور اسکا کچھ حصہ ستر کا کھل گیا ہو تو تم

اسکو ڈھانک دوگے نا؟ سب نے عرض کیا بیشک ہم اسکو ڈھانک دیں گے آپ نے فرمایا نہیں تم اسکا ڈھکا ہوا حصہ بھی کھول دوگے۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ سبحان اللہ! حضرت بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا کہ برابر ہوتا ہے کیا یہ بات نہیں ہے کہ تمھارے مجمع میں ایک شخص کسی کی برائی بیان کرتا ہے تو اور دوسرے لوگ اس سے بڑھ بڑھکر بیان کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، آخر یہ کیا ہے؟ کیا یہ اسکے بقیہ کپڑے کا کھولنا نہیں ہے۔

حضرت خالد ربعیؒ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد میں تھا دیکھا کہ لوگ ایک شخص کی غیبت کر رہے ہیں میں نے انکو منع کیا وہ رک گئے اور کسی دوسرے مشغلہ میں لگ گئے مگر ذرا دیر کے بعد پھر اسی کی غیبت ان کے سخن کا موضوع بن گیا میں نے بھی ایک آدھ بات میں انکی شرکت کرلی۔ اسی شب خواب دیکھا کہ ایک لمبا تڑنگا کالا سا شخص ہے اور اسکے ہاتھ میں ایک تھالی ہے اس میں کچھ ٹکڑے سور کے گوشت کے رکھے ہوئے ہیں وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اسکو کھاؤ۔ میں نے اس سے کہا (دیوانے ہوئے ہو کیا) میں یہ سور کا حرام گوشت کھاؤں گا؟ بخدا میں تو اسے کبھی کھا نہیں سکتا۔ یہ سنکر اس نے مجھے بڑے زور سے گھور کر دیکھا اور کہا کہ کیا تم نے ابھی اس سے بدتر چیز نہیں کھائی ہے یہ کہکر زبردستی وہ گوشت میرے منھ میں ٹھونسنے لگا یہاں تک کہ میری آنکھ کھل گئی۔ پس خدا کی قسم اسکے بعد سے تیس دن یا چالیس دن ایسے گذرے کہ میں نے جب جب کھانا کھایا تو اس گوشت کا مزا اور اسکی بو اپنے منھ میں پائی۔

حضرت سفیان بن حصینؓ کہتے ہیں کہ میں ایاس بن معاویہؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص انکے پاس سے گذرا میں نے اسکی کچھ غیبت ان سے کردی حضرت نے مجھے روک دیا اور فرمایا کہ بس خاموش رہو۔ اور پھر فرمایا کہ اے سفیان! تم نے روم سے جہاد کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر کہا اور ترک سے غزوہ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ یہ سنکر حضرت ایاس نے

فرمایا کہ تم سے روم اور ترک کے کفار تو محفوظ رہے اور ایک تمھارا مسلمان بھائی تم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ حضرت سفیانؒ کہتے ہیں کہ پھر انکی اس نصیحت کے بعد میں نے کبھی کسی مسلم کی غیبت نہیں کی۔

حضرت حاتم زاہدؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تین چیزیں جب کسی مجلس میں ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت وہاں نہیں ہوتی ایک تو دنیا کا ذکر دوسری ہنسی مذاق اور تیسری یہی غیبت۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ محسنین میں ہونے کے لئے چاہیئے کہ تم ایک مومن کے ساتھ ان تین خصلتوں کو برتو۔ ایک تو یہ کہ تم اگر اسکو نفع نہ پہونچا سکو تو اسکو نقصان بھی نہ پہونچاؤ۔ دوسرے یہ کہ اگر تم اسکو خوش نہ کر سکو تو اسکو غمگین بھی نہ کرو۔ تیسرے یہ کہ تم اگر اسکی مدح نہ کر سکو تو اسکی مذمت بھی نہ کرو۔

حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ ابن آدم کے ہمنشین بہت سے فرشتے رہتے ہیں پس جب انہیں سے کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی بھلائی بیان کرتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں اور تیرے لئے بھی اسی کی مثل ہو۔ اور جب اسکی برائی بیان کرتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے ابن آدم تو نے اسکے چھپے عیب سے پردہ اٹھا دیا ذرا اپنے عیوب کو دیکھ اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تیری کیسی ستاری فرما رکھی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو ایک دعوت میں بلایا گیا جب آپ دسترخوان پر بیٹھے تو لوگوں نے کہا کہ فلاں صاحب نہیں تشریف لائے ان میں سے ایک صاحب نے کہا ارے وہ حضرت موٹے بھی تو بہت ہیں۔ یہ سنکر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ (توبہ توبہ) میرے ساتھ یہ معاملہ میرے پیٹ نے کیا کہ میں ایسی دعوت میں آیا جہاں مجھے ایک مسلمان کی غیبت سننی پڑی۔ یہ کہا اور فوراً وہاں سے اٹھکر چلدیے اور اسکے بعد گھر کا تین دن کھانا نہیں کھایا۔

بعض حکما نے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم تین باتوں سے عاجز ہو تو دوسری تین چیزیں اختیار کرو۔ ایک تو یہ کہ اگر کسی کو بھلائی پہونچانے سے قاصر ہو تو تو اسکو اپنے شر ہی سے بچالو۔ اور ۲ اگر کسی کو نفع نہیں پہونچا سکتے تو اس کو نقصان بھی نہ پہونچاؤ۔ اور ۳ اگر تم روزہ نہیں رکھ سکتے ہو تو (افطار کرو لیکن) کم از کم لوگوں کا گوشت تو نہ کھاؤ۔

حضرت وھب مکی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں غیبت کو ترک کردوں یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میرے لئے دنیا و مافیہا اپنی پیدائش سے لیکر فنا ہونے تک میرے لئے ہوتی اور میں اسکو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا۔ اور اسی طرح مجھے محرمات سے غض بصر کی توفیق ہوجاتی یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میرے لئے دنیا و مافیہا ہوتی اور میں اسکو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا پھر اسکے بعد انھوں نے یہ آیت پڑھی وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُم بَعْضًا یعنی کوئی کسی کی غیبت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا کہ قُل لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ یعنی آپ مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں۔

ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ علمار نے مغتاب کی توبہ میں اختلاف فرمایا ہے کہ آیا بدون صاحب غیبت سے (جسکی غیبت کیجائے) معاف کرائے ہوئے اس توبہ کا اعتبار ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے کہا کہ ہاں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بغیر صاحب غیبت سے معاف کرائے یہ توبہ کافی نہیں ہے لیکن میرے نزدیک یہاں دو صورتیں ہیں۔ اگر اسکی کہی ہوئی بات صاحب غیبت کو بھی پہونچ چکی ہو تب تو اس سے معاف کرانا بھی توبہ کے لئے ضروری ہوگا اور اگر وہ بات اس تک نہ پہونچی ہو تو بس اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور دل میں طے کرلے کہ اب ایسا نہیں کریگا۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے لہٰذا مجھے معاف فرما دیجئے

تعوں نے فرمایا کہ بھلا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اسکو میں کیسے
لال کردوں اس سے انکا اشارہ اسطرف تھا کہ میاں بیوی نے تو معاف کر ہی دیا اور
نے معافی مانگ ہی لی اسکے ساتھ ساتھ اب اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار
بھی کرو ۔ اور اگر وہ بات صاحب غیبت تک نہ پہونچی ہو تو اسکی توبہ یہ ہے
بس اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے اور اب صاحب غیبت کو اس کی
اطلاع بھی نہ کرے یہی بہتر ہے تاکہ اسکا قلب خواہ مخواہ کے لئے مشوش نہ ہو جائے
اور اگر اس برائی کرنے والے نے بطور بہتان کچھ کہا ہے یعنی وہ بات
اس میں نہ تھی تو اب توبہ کے سلسلے میں تین باتوں کا لحاظ ہے ۔ ایک تو یہ کہ اس جماعت
کے پاس جائے جن سے بطور بہتان یہ بات کہی ہے اور ان سے جا کر کہے کہ میں نے
بھی فلاں شخص کے متعلق جو ایسا ایسا کہا تھا وہ غلط کہا تھا اس میں میں کاذب
تھا۔ دوسرے یہ کہ جس پر بہتان باندھا ہے اسکے پاس جائے اور اس سے
معاف کرائے ۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اس معصیت کی معافی مانگے
اور استغفار کرے اور توبہ کرے اسلئے کہ گناہوں میں سے بہتان سے بڑا
دوئی گناہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اور سب گناہ تو صرف ایک توبہ کے محتاج ہوا کرتے
اور بہتان میں تین توبہ کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی بہتان
جیسے گناہ کو کفر کے ساتھ ملاکر بیان فرمایا ہے یعنی یوں فرمایا کہ فاجتنبوا
الرجسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ یعنی بت پرستی کی گندگی سے بچو
جو کہ کفر ہے اور کذب و بہتان سے بھی بچو ۔
کہا گیا ہے کہ کوئی بات غیبت اسوقت ہوتی ہے جبکہ وہ کسی معلوم
قوم یا فرد کے متعلق کہی جائے ۔ پس اگر شہروں میں سے کسی شہر کے لوگوں کا
ذکر نکلا اس پر کسی نے کہا کہ ارے وہ لوگ تو کنجوس ہیں یا وہاں کے لوگ تو
برے ہوتے ہیں تو یہ غیبت نہ ہوگی اسلئے کہ کسی جگہ کے لوگ سو فیصد نہ بخیل
ہوتے ہیں اور نہ برے ہوا کرتے ہیں بلکہ ہر جگہ اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں برے بھی

بی معلوم ہے کہ اس نے ہر شخص سے متعلق ایسا نہیں کہا ہے تاہم ایسا جملہ
ستعمال کرنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ بعض زہاد سے منقول ہے کہ
نھوں نے اپنی اہلیہ کے لئے روٹی خریدی۔ جب گھر لائے تو بیوی نے کہا
روٹی بیچنے والے بڑے خراب لوگ ہوتے ہیں اس نے آپ کو ٹھگ لیا ہے
سنکر انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی لوگوں نے ان سے اسکی وجہ دریافت
کی تو کہا کہ بھائی میں ایک غیرت مند شخص ہوں اس نے ایسی بات کہی جس سے
مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ کل کو قیامت میں سب روٹی بیچنے والے اس کے
خصم بنکر آدیں گے اور تمام لوگ کہیں گے کہ فلاں کی بیوی کو سب روٹی والے پیٹتے
رہے ہیں (میری غیرت کو گوارا نہ ہوا کہ ایسا منظر اپنی آنکھ سے دیکھوں، اس لئے
میں نے اسکو طلاق دیدی۔

مولف رحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ تین شخص کی غیبت، غیبت نہیں مطلب یہ کہ
جائز ہے۔ ایک ظالم بادشاہ۔ دوسرا کھلم کھلا فسق کا ارتکاب کرنے والا۔ تیسرا
صاحب بدعت یعنی بدعتی اگر ان لوگوں کے افعال اور مذاہب کا تذکرہ کیا جائے
کچھ حرج نہیں ہے۔ باقی ان کے بدن کا کوئی ظاہر عیب بیان کیا جائے تو وہ
غیبت شمار ہوگی اور افعال یا مذہب کا ذکر تو دوسروں کی تحذیر کے لئے کیا جاتا
ہے اسلئے جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فاجر کے
حالات اور عادات کو لوگوں سے بیان کیا کرو تاکہ دوسرے لوگ اس سے احتیاط
کریں۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ غیبت چار قسم کی ہوتی ہے
ایک وجہ سے تو کفر ہے۔ ایک وجہ سے نفاق ہے۔ ایک وجہ سے معصیت ہے
اور چوتھی وجہ سے مباح ہے اور اس میں انسان کو اجر ملتا ہے۔ بہرحال کفر
کی صورت یہ ہے کہ کسی مسلمان نے کسی مسلم کی غیبت کی (اسکو منع کیا گیا تو کہا کہ
یہ غیبت نہیں ہے میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں تو گویا اب نے اللہ تعالے کے

رام کئے ہوئے کو حلال جانا اور تحلیل حرام کفر ہے لہٰذا یہ صورت کفر کی
ں، معاذ اللہ۔ اور جو صورت نفاق ہے وہ یہ کہ مثلاً کسی شخص کی غیبت کی
ا سکا نام نہیں لیا لیکن وہ بات ایسے شخص سے کہی جو جانتا ہے کہ اس سے
ں مراد ہے تو یہ نفاق یوں ہے کہ یہ شخص غیبت بھی کر رہا ہے اور نام نہ ذکر
کے خود کو پرہیزگار بھی ثابت کر رہا ہے۔ اور معصیت کی یہی صورت ہے
رائج ہے کہ انسان کسی کا نام لیکر اسکی غیبت کرے اور جانتا ہے کہ میں
ہ کر رہا ہوں اس پر توبہ کرنا لازم ہے۔ اور چوتھی صورت جو ہے وہ یہ ہے کہ
ں فاسق معلن کی غیبت کرے یا کسی مبتدع کی غیبت کرے تو اسکو اسکا اجر
ے گا اسلئے کہ لوگ اسکے کہنے کی وجہ سے خود کو اسکے ضرر سے بچا سکیں گے
اکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ فاجر
باتیں لوگوں سے بیان کردیا کرو تاکہ لوگ اس سے خود کو بچا سکیں۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مرحوم
سے سنا فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے جو حضرات
رسول نہ تھے ان میں سے کوئی تو خواب میں کچھ دیکھ لیتا تھا
کسی کو کوئی آواز سنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہ آتا تھا (اسی طرح انھیں
م خداوندی ملتی تھی) چنانچہ ان انبیاء میں سے جو خواب دیکھا کرتے تھے ایک
تھے انھوں نے خواب دیکھا کہ ان سے کسی کہنے والے نے کہا کہ کل صبح آپکی
ات سب سے پہلے جس چیز سے ہو اسکو آپ کھا لیجئے گا اور پھر جس شے سے
قات ہو اسکو چھپا لیجئے گا ثالثاً جو چیز آپکو نظر آئے اسکو جانب توجہ کیجئے گا اور چوتھی چیز
سے آپ ملاقات کریں اسکو مایوس نہ کیجئے اور پانچویں چیز سے دور بھاگئے گا۔
ب انھوں نے صبح کی تو پہلی چیز جو ان کے سامنے آئی تو وہ ایک بہت بڑا
پہاڑ تھا انکو تردد اور توقف ہوا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے اسکے
نے کا اسکو میں کیسے کھاؤں؟ (باقی آئندہ)

اختیاری کی دو قسم ہیں ایک وہ جو خود اختیار میں ہوں سو توبہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اسکے اسباب اختیاری ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکے عذاب کا مراقبہ ہو سو اسکے کرنے سے عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ ندامت اور تالم (سوزش) قلب جو حقیقت میں توبہ ہے پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ مطلب یہ کہ اگر ان سے گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکے عذاب کو یاد کرتے ہیں یہاں پر ذکروا اللہ میں مضاف محذوف ہے یعنی ذکروا عذاب اللہ و عظمۃ اللہ اور واقعی اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسی ہی چیز ہے کہ اسکے یاد رکھنے سے نافرمانی نہیں ہو سکتی اور وہ ہے بھی قابل یاد رکھنے کے بس اسکو بھلا کر نافرمانی پر کمر باندھ لینا بڑی بیباکی کی بات ہے۔

توبہ میں تاخیر نہ کرنا چاہیئے اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اسکا بیان کہ جسکو صحت اور ضروری سامان خرچ حاصل ہے اسکو گویا دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہوگئیں

بعضے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں کام کر کے توبہ اور تدارک کرلیں گے حالانکہ ممکن ہے کہ اسکو موانع کے ہجوم سے اتنی مہلت ہی نہ ملے اسلئے اس وقت کے امکان اور فراغت کو غنیمت سمجھو اور جب یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اسکے عذاب کا مراقبہ کرنے سے توبہ نصیب ہوتی ہے تو اب دوسری بات قابل غور ہے کہ اس مراقبہ کے لئے بھی فرصت اور فراغت کی ضرورت ہے بعض اس فرصت اور فراغت کی بھی قدر نہیں کرتے حالانکہ یہ بہت بڑی غنیمت چیز ہے حدیث شریف میں ہے اغتنم خمسا قبل خمس (پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو) اور ان میں سے ایک ہے فراغك قبل شغلك (اپنی فراغت کو اپنی مشغولی سے پہلے

مشغول آدمیوں کی حالت میں غور کرنے سے فراغت کی قدر معلوم ہوتی ہے وہ بیچارے ہر وقت بلا میں مبتلا ہیں انکو کوئی وقت فرصت کا اور ایسی سوچ کا نہیں ملتا۔ بس یہ حالت ہے ؎ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد۔ (جب مرتا ہے تو مبتلائے مصیبت اٹھتا ہے تب مبتلائے مصیبت) فراغ کی قدر کے بارے میں خوب کہا گیا ہے ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے   کہ بازار حرصش نباشد بسے

(کیا اچھا ہے اُس شخص کا زمانہ کہ جس کے حرص کا بازار زیادہ گرم نہیں ہے)

بقدر ضرورت یسارے بود   کند کارے ار مرد کارے بود

(مال و دولت تو بقدر ضرورت حاصل کرتا ہے جو مرد کار ہوتا ہے وہ دین کا کوئی کام کرتا ہے) اور اسی حدیث شریف میں دوسری چیز ہے صحتک قبل سقمك (اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے غنیمت جانو) شبابك قبل هرمك (اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے) نیز دوسری حدیث میں ہے من اصبح آمنا فی سربه معافا فی جسده وعنده قوت یومه فکانما حیزت له الدنیا بحذافیرها (جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ اسکا قلب مطمئن ہو جسمانی صحت حاصل ہو۔ اور اسکے پاس اس دن کے گذارہ کا سامان ہو تو بس یوں سمجھو کہ دنیا سب کی سب اسے دیدی گئی) واقع میں یہی بات ہے کیونکہ اگر زیادہ ہوا تب بھی اسکے کام تو ایک روز کا قوت آئیگا پس اس میں یہ اور قلیل والا برابر ہوا ؎

گر بریزی بحر را در کوزۂ   چند گنجد قسمت یک روزۂ

(اگر تو کوزہ میں دریا کو بھی بھر لے (تو بھی) تیرے ایک روز کے حصہ میں کتنا آوے گا؟)

چوں ترا نانے و خرقانے بود   ہر بن موئے تو سلطانے بود

(جب تیرے پاس ایک روٹی اور ایک لباس ہے تو تیرا بال بال بادشاہ ہے)

حکایت: چنانچہ اسی زمانہ کے ایک متمول کی حکایت ہے کہ وہ ایک روز اپنے خزانے کو دیکھنے گیا جو زیر زمین ایک بڑے مکان میں تھا اور وہ مکان کا دروازہ کھلتا تھا اتفاق سے اسکو وہاں دیر لگ گئی اور کسی کو خبر تھی نہیں دربانوں نے دروازہ بند کر لیا اور بہت بڑا مکان تھا دروازوں کا سلسلہ

دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہاں سے آواز نہیں آسکتی تھی ۔ الغرض وہ یہودی وہاں جواہرات کے ڈھیروں میں بھوکا پیاسا مر گیا۔
اس وقت کوئی اس سے پوچھتا تو اسکے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے ایک گلاس کے سامنے سارا خزانہ ہیچ تھا۔ ایسی ہی شکایت ہے کہ کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی کھول کر دیکھا تو اشرفیاں تھیں پھینک کر زمین پر ماری اور افسوس کیا اور کہا کہ اگر یہ گیہوں کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے ۔ الغرض فراغ اور صحت اور ضروری سامان خرچ یہ بہت غنیمت چیزیں ہیں یہ ہر وقت میسر نہیں آتیں اسلئے اسکو غنیمت سمجھے اس وقت کی فرصت کو ہاتھ سے نہ دے اور توبہ بہت جلدی کرلے

۲۸۱۔ خدا تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے علم کا مقتضی یہ ہے کہ اس سے متاثر ہو کر زیادہ اطاعت کیجائے نہ یہ کہ اور گستاخی اور نافرمانی کیجائے

بعضے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے ناز پر توبہ نہیں کرتے حالانکہ رحمت اور مغفرت کی چیزیں اسلئے دی گئی ہیں کہ تائب کو یاس نہ ہو جیسا کہا گیا ہے کہ ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ۔۔۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
(تم جیسے کچھ بھی ہو میری طرف لوٹ آؤ ، اگر کافر، بت پرست اور آتش پرست ہوگئے ہو تو بھی واپس آ جاؤ)

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ۔۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
(ہماری یہ بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں ہے اگر تم نے سو بار توبہ توڑی ہے تو خیر اب سے مراجعت کرلو)

اور جرأت اور دلیری کے واسطے نہیں کہ اور دلیر ہو کر گناہ کرو بلکہ رحمت خداوندی کا مقتضی یہ تھا کہ متاثر ہو کر اور بھی طاعت اور فرماں برداری کرتے نہ کہ اور جرأت

گستاخی اور نافرمانی کیجائے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ
سان کرتا ہے تو وہ اور زیادہ محبت و اطاعت کرتا ہے نہ کہ مخالفت و سرکشی۔

۲۸۔ گناہ کے اندر کوئی لذت نہیں اور اسکی توضیح مثال سے

یہ اشکال کہ واقعی اسکا مقتضیٰ تو یہی تھا مگر ایک دوسرا مقتضیٰ کہ لذت ہے وہ
ب ہوگیا چنانچہ گناہ میں ظاہر ہے کہ کیا مزا اور لذت ہے اسکو چھوڑنا مشکل ہے سو
ادراک صحیح ہے تو یہ اشکال بالکل ٹھیک نہیں کیونکہ گناہ میں جو لذت ہے اسکی
ال کھجلی جیسی ہے کہ خود اس میں کوئی لذت نہیں محض مرض کی وجہ سے لذت
لوم ہوتی ہے پھر فوراً ہی سوزش پیدا ہو جاتی ہے سو در اصل یہ مرض ہے
یا سانپ کے کاٹے ہوئے کو کڑوا بھی میٹھا معلوم ہوتا ہے سو کسی عاقل کو
سی لذت علاج سے مانع نہیں ہوتی۔

۳۸۔ حقیقی لذت طاعت کے اندر ہے دنیا کے تنعمات تو درحقیقت جان کے لئے عذاب ہیں

البتہ حقیقی لذت طاعت میں ہے چونکہ ان لوگوں نے ابھی اعمال آخرت
و طاعت کی لذت چکھی نہیں اسلئے گناہ اور نفسانی لذات انکو مرغوب معلوم ہوتے
ں۔ آخرت اور پرہیزگاری کی لذت حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے پوچھئے کہ کس طرح
سکے پیچھے سلطنت کی لذت ترک کر دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس لذت
ے پیچھے لباس شاہانہ ترک کر کے غریبانہ کپڑوں پر کفایت کی اور سیدنا شیخ عبدالقادر
انیؒ کو سلطان سنجر نے ملک نیمروز دینا چاہا اسکے جواب میں یہ شعر تحریر فرمائے ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم

(سنجر کے چتر کی مانند میرے نصیبے کا رخ سیاہ ہو جائے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ذرا بھی ہوس ہو)

تا آگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب　　من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم
(جس وقت سے کہ مجھے ملک نیم شب کی اطلاع مل گئی ہے میں اسکے بجائے ملک نیمروز کو ایک جو میں بھی نہیں خرید سکتا)

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے　　بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے و ہوئے
(فراغ دل کے ساتھ محبوب کیجانب لمحہ بھر نظر کرنا اس سے بہتر ہے کہ چتر شاہی سر پر ہو اور ہر دن شور ہی شور ہوتا رہے)
پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی　　کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی
(تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ معنی روشن ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایک لمحہ کا گذارنا ملک سلیمانی سے بہتر ہے)
چونکہ یہ لذت اور تنعمات درحقیقت جان کے لئے عذاب ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ الخ (اور آپ کو انکے مال کی کثرت تعجب میں نہ ڈالے (یہ تو انکو عذاب دینے کے لئے ہے) اول تو ان سب چیزوں کا مرضی کے موافق حاصل ہونا غیر اختیاری اور اگر حاصل بھی ہوگئیں تو ان سب مشغولی اور تعلق کی پریشانی اور بے آرامی یہ دوسرا عذاب۔ حقیقت میں آرام تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سن لو! کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر میں قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) یہ کلفتیں تو انفسی ہیں اور بعض کلفتیں آفاقی بھی مرتب ہوتی ہیں چنانچہ ان نافرمانیوں کی بدولت طرح طرح کی بیماریاں طاعون وغیرہ وبائی امراض آپس کی نااتفاقیاں وغیرہ ظہور میں آتی ہیں۔

۲۸۴۔ بیماری وغیرہ کے ظاہری اسباب گو کچھ امور طبعیہ ہوں مگر اصلی اسباب سکے گناہ ہیں اور اسکا بیان کہ جو خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اسکی سب اطاعت کرتے ہیں

اور ان بیماریوں کے ظاہری اسباب گو کچھ امور طبعیہ ہوں مگر ذنوب

ان کے اسباب حقیقیہ اور اصلیہ ہیں اور دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ سزا تو ہو گناہ کی وجہ سے ہو مگر ظہور اس سزا کا اسباب طبعیہ کے ذریعہ ہوا ہو۔ اور چونکہ لوگ ذنوب کو ان امراض کا سبب قرار نہیں دیتے اس لئے صرف طبعی علاج پر اکتفا کرتے ہیں اور اصلی علاج کہ استغفار ہے وہ نہیں کرتے وہ بھی کرنا چاہیئے سہ

چند خوانی حکمت یونانیاں   حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

(تم یونانیوں کی حکمت کو کبتک پڑھتے رہوگے ایمان والوں کی حکمت کو بھی پڑھو (اور سیکھو)

صحت ایں حس بجوئید از طبیب   صحتِ آں حس بجوئید از حبیب

(اس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو اور اُس حس کی تندرستی حبیب سے معلوم کرو)

صحتِ ایں حس ز معموریٔ تن   صحتِ آں حس ز تخریب بدن

(اس حس کی تندرستی بدن کی تندرستی سے ہے اور اُس حس کی تندرستی بدن کی شکستگی سے ہے)

اور ذنوب سے مصائب کا آنا نص سے ثابت ہے مَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ (تم پر جو کچھ مصیبتیں آتی ہیں وہ خود تمہارے اپنے کرتوت کیوجہ سے آتی ہیں۔)

حکایت: ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تھے وہ شوخی کرنے لگا فرمانے لگے کہ ہم سے آج کوئی گناہ ہوگیا ہے اسکی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے سہ

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(تو بھی اللہ تعالےٰ کے حکم سے (اپنی) گردن کو نہ موڑ تاکہ کوئی بھی تیرے حکم سے اپنی گردن کو نہ موڑے)

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید   ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

(جس شخص کو خدا کا خوف ہوا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا اس سے خواہ جن ہو یا انس ہر شخص ڈرتا ہے)

حکایت: اس کے مناسب جناب پیر و مرشد حاجی صاحب علیہ الرحمہ کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے لوگوں نے آپ کو ایک ایسے مکان میں اتروادیا کہ وہاں ایک جن نے سخت آزار پہونچا رکھا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مکان بالکل معطل چھوڑ دیا گیا تھا

جب حضرتؒ رات کو اٹھے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک آدمی آیا اور مصافحہ کرکے بیٹھ گیا۔ حضرت نے تعجب سے پوچھا تم کون ہو؟ کیونکہ مکان بند تھا۔ اس نے عرض کیا میں ایک جن ہوں اور میری ہی وجہ سے یہ مکان خالی پڑا ہے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم کو خدا کا خوف نہیں کہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو اس نے عہد کیا کہ اب میں تکلیف نہ دونگا اسکے بعد وہ جن اس مکان سے چلا گیا اور وہ مکان آباد ہوگیا تو یہ اثر جن پر حضرت کی طاعت ہی کا تھا۔

حکایت: ایک سیر کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب ملک مصر فتح کیا تو ایک بار دریائے نیل خشک ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے اور لوگ ایسے وقت کیا کرتے ہیں عرض کیا کہ یہاں یہ رسم ہے کہ جب دریائے نیل خشک ہوجاتا ہے تو لوگ ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کرکے اس میں ڈالدیتے ہیں دریائے نیل پھر جوش مار کر جاری ہوجاتا ہے آپ نے فرمایا ایسا کبھی نہ ہوگا اور یہ.....*

سب حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضرتؓ نے ایک والا نامہ دریائے نیل کے نام لکھا جس کا حاصل یہ تھا کہ اے دریائے نیل اگر تو اپنی قدرت اور طاقت سے جوش میں آتا ہے تو ہمکو تیری ہرگز پروا نہیں اور اگر خدا کی قدرت اور مشیت سے جوش میں آتا ہے تو میں خدا کے سچے نبیؐ کا خلیفہ ہوں اور تجھکو حکم کرتا ہوں کہ خدا کے حکم سے جاری ہوجا۔ یہ والا نامہ قاصد نے دریائے نیل میں ڈالدیا۔ ہنوز دریا جوش پر رہتا ہے اور برابر اسکے ذریعہ سے زراعت وغیرہ کی آبپاشی ہوتی ہے۔

---

* یہاں تک یہ حکایت ہمکو الرفیق حصہ دوم میں نا تمام ملی۔ اسلئے باقی حکایت کو اپنی یاد سے پورا کردیا۔ اگر کچھ کمی بیشی ہوگئی ہو تو ناظرین اس کمی بیشی کو پورا فرمالیں۔

(اضافہ از مرتب) یہاں دریائے نیل کا جاری ہونا حضرت عمرؓ کی ایک کرامت تھی سلسلہ میں حضرت مرشدیؒ کا ارشاد فرمودہ ایک واقعہ یاد آیا اور وہ اس پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کافر تک کی دعا قبول فرماتے ہیں پس مومن کی دعا کیسی کچھ قبول ہوتی ہوگی۔

روح المعانی میں ہے کہ حکیم ترمذیؒ نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو قحط میں مبتلا کیا تو انکے یہاں کی زمین خشک ہوگئی تمام جانور اور مویشی مرگئے یہاں تک کہ مصر کا دریائے نیل بھی خشک ہوگیا۔ یہ دیکھ کر قوم کے سب لوگ فرعون کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تیرا گمان ہے (یعنی معاذ اللہ خدا ہے) تو ہمارے دریائے نیل میں پانی لے آ اس نے کہا کہ اچھی بات ہے کل صبح اس میں پانی آجائیگا جب لوگ اسکے پاس سے واپس چلے گئے اور فرعون تنہا ہوا تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں کیا کروں میں تو پانی لانے پر قادر نہیں نتیجہ یہی ہوگا کہ یہ لوگ کل صبح میری تکذیب کردیں گے اور میں رسوا ہوجاؤں گا چنانچہ جب آدھی رات ہوئی تو فرعون اٹھا غسل کیا اور صوف کا جبہ پہنا اور ننگے پاؤں نیل کے پاس آیا اور دریا کے بیچ میں کھڑے ہوکر یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تجھکو اس بات پر قادر سمجھتا ہوں کہ دریائے نیل کو تو پانی سے بھر دے لہٰذا تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اسے پانی سے لبریز فرما دے اسکا اتنا کہنا تھا کہ اسکو پانی کے آنے کا شور محسوس ہوا وہ فوراً دریا سے باہر نکل آیا اور دریائے نیل پانی سے لبریز ہوکر رواں ہوگیا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت اسی نیل میں غرق ہوکر مقدر تھی۔

یہ واقعہ سنا کر حضرت مرشدیؒ نے فرمایا کہ میں اپنے احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ اس قصہ کو بار بار پڑھیں اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت پر بھی نظر ہوجائیگی اور انشاء اللہ تعالیٰ معرفت کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوجائے گا (تصوف اور نسبت صوفیہ) اللہ تعالیٰ توفیق دیں فقط

الحمد للہ اس اشاعت پر کہ یہ سال کا آخری شمارہ بھی ہے کتاب الرفیق حصہ دوم ختم ہوگئی آئندہ کوئی اور سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

DECEMBER

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad